

عقیدہ، علم، اصلاح، اخلاق اور ادب پر پینتیس سالہ  
مطالعے، تجزیے اور تجربے کا نچوڑ

# رِزۃُ الماسِ

افادات عالیہ

مفت محمد سعید خان

(فیروز گڑھ، لاہور) (اسلام آباد) (کراچی) (پشاور)



Toobaa-elibrary.blogspot.com

الندوة انجوائی کیشنل سنٹ اسلام آباد

# ریزۃ الماس

افاداتِ علمیہ

مفتی محمد سعید خان صاحب

خلیفہ مجاز مفکر اسلام حضرت مولانا سید

ابوالحسن ندویؒ

بحکم و اجازتِ خصوصی: شیخ مفتی محمد سعید خان صاحب

پیشکش: طوبیٰ ریسرچ لائبریری

[toobaa-elibrary.blogspot.com](http://toobaa-elibrary.blogspot.com)

عقیدہ، علم، اصلاح، اخلاق اور ادب پر پینتیس سالہ  
مطالعے، تجزیے اور تجربے کا مجموعہ

# رِزۃُ الْمَکَسَرِ

افادات علمیہ

مفتی محمد سعید خان

(خلیفہ ہمارے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی مدظلہ العالی)

نَدْوَةُ الْمُصَنِّفِينَ

النَدْوَةُ ايجو کیشنز سنٹر اسلام آباد

جلد حقوق بحق ﷺ محفوظ ہیں۔

مترقات: ①

سلسلہ اشاعت:

ریزہ الماس

نام کتاب:

مفتی محمد نسیم خان

اقادات علمیہ:

616

صفحات:

۱۴۳۹ھ / 2014ء

سال اشاعت:

محمد اورنگ زیب اعوان

پروف ریڈر و مرتب قیادس:

0300-5203983

ندیم اقبال

کمپوزنگ و ڈیزائننگ:

0342-9206176

ندوة المصلحین، اسلام آباد

ناشر:

بی بی ایچ پرنٹرس، لاہور

مطبع:

1500/- روپے

قیمت

ادارہ المناد، شفیق پلازہ وینک روڈ صدر راولپنڈی

لئے کا پتہ:

0333-5134333 051-5111725



## فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
1	فہم	27
2	نہ یچ نہ سمر نام جرات دل کا	28
3	نعت الہی علیہ السلام — صل علی	29
4	موضوعات	33
5	لَا تُسْكَرُ وَالْحَوْضُ وَالشَّقَاعَةُ وَاللَّوَا	34
6	رہنمات	35

## عقائد

7	دو باتیں جن میں بہت احتیاط درکار ہے۔	39
8	سلطان مسارع الدین ایوب کی بیعت اور گنج مقید سے کی ترویج۔	40
9	معتزلہ کے وضع کردہ پانچ بنیادی اصول اور ان کا انہی سے انحراف۔	40
10	حنفیہ کٹر اللہ سوادعم کے نزدیک خلافت راشدہ کا اٹھار۔	42
11	جن مشائخ کے عقائد ہی اہل السنۃ والجماعہ کے مطابق نہ ہوں وہ دوسروں کی کیا رہنمائی کریں گے؟	43
12	شفاقت، یرحق اور اسے مانا گنج مقید سے میں شامل ہے۔	44

13	شہادت کبریٰ تو حضرت رسالت پناہ ﷺ ہی کا خصوصی مرتبہ اور مقام ہے۔	45
14	دجال ایک متعین فرد ہے۔	47
15	کیا آخرت میں اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوگی؟	48
16	حضرت رسالت مآب ﷺ کے "آئی" ہونے کی وضاحت۔	49
17	کیا بروز قیامت ہر مومن کے اعمال کا وزن ہوگا؟	50
18	جنہم موصدین سے نالی ہو جانے کی کافروں سے "ایک شے" کا جواب۔	51
19	جب خلافت راشدہ کی توہین برسرِ منبر کی جانے لگے تو صحیح عقیدے کا تحفظ اور تحشیہ ضرور کرنی چاہیے۔	52
20	قیامت سے قبل بے شمار جموں لوگوں سے امت کا واسطہ پڑے گا۔	54
21	بروز قیامت کن کن کو منصب شہادت پر فائز کیا جائے گا؟	57
22	عملی منافی اور اعتقادی منافق ————— بدتر کون؟	66
23	جنات کے وجود کا انکار اگر اسی ہے۔	67
24	دور نبوی ﷺ کی تین فرائض ————— جو بہت نمایاں نظر آتی ہیں۔	68
25	ایک سوال اور اس کا جواب۔	72
26	روافضی مبارک پر دعا کی درخواست.....!	72
27	توحید الہی کے چار مراتب۔	73
28	رسالت پناہ۔	76

## تفسیر القرآن الکریم

29	علاحدہ تفسیری کی تفسیر "کشاف" سے شدید پنداری کی وجہ	79
30	تقصیم و تقدس نبوی ﷺ اور علامہ رشتہ	80
31	وَالَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعَىٰ . فَجَعَلَهُ خُتَاةً أَخَوٰی کی اہلیہ تفسیر	81
32	كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِیْ شَأْنٍ کی تفسیر مولانا رحمہ اللہ کی زبانی	82
33	ط سے خانے کا عزم ہی مرحوم ہے گا	83
34	حضرت شاد ولی اللہ رحمہ اللہ کی کتاب "تاویل الامادیات" سے مفسرین نے استفادہ نہیں کیا	85
35	بعض صوفیاء کے عقیدے میں ایک زار اور صاحب روح العالی	86
36	قبض ارواح کی مختلف صورتیں	87
37	حضرت جبار بن اسود رحمہ اللہ کا نام محدثین میں شمار کرنا درست نہیں	89
38	کیا دنیا میں قرآن کریم کی دوا کو کھتا سیر موجود ہیں یا کبھی لگی ہیں؟	92
39	کیا واقعہ معراج میں حضرت رسالت مآب ﷺ کو رویت باری تعالیٰ کا شرف حاصل ہوا تھا؟	94
40	کسی سے چنتی یا چہنی ہونے کی ڈیٹیکٹو نیاں کرنے والے جانی صوفیاء اور متصہب مولوی!	95
41	کیا سالج بندوں کو جنت میں رویت باری تعالیٰ نصیب ہوگی؟	97

99	کیا میدان جہاد میں شہید ہونے والا اور اللہ کی راہ میں وفات پانے والا دونوں جہاد، اجر و ثواب میں برابر ہیں؟	42
100	قرآن کریم حفظ کرنا زیادہ ضروری ہے یا اس پر عمل کرنا؟	43
102	علامہ شہاب الدین آلوسی رحمہ اللہ اور آیت پاری تعالیٰ۔	44
103	عقل جب حق کے تابع ہو تو، پاک ہوتی ہے۔	45
104	مشکلات کے حل کے لیے قرآنی وعظیہ۔	46
105	امام ترمذی رحمہ اللہ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مقام و مرتبہ۔	47
105	امام مالک رحمہ اللہ کا فرمان کہ ہمارے زمانے میں سوائے انصاف کے باقی برجہ کفر سے ہے۔	48
107	علم میں اضافے کی دعائیں لکھتے رہنا چاہیے۔	49
108	اللہ ذی المعارج کے پاس قدر دانی آپ بھی ویسی ہی ہے مگر.....!	50
111	اپنے منہ میں مضمونیں پڑھنا چاہیے۔	51
112	تفسیر قرآن کریم کے دو بنیادی اصول۔	52

### حدیث مبارکہ

115	حضرت مولانا مفتی محمد سعید خان صاحب داماد برکاتم اعلیٰہ کا اجازت نامہ سلسلہ حدیث مبارکہ۔	53
116	اہل حدیث کو ستانے والے کے لیے بددعا اور اس کی فوری قبولیت۔	54

55	حضرت حضرت علیؓ سے متعلق جمہور اُمت کا مسلک۔	116
56	غیر صحابہ افراد کے کلام اور ایمانی باتوں کے سننے سے گریز۔	116
57	صحیح بخاری کے اختتام پر پڑھنے کے لیے ایک خاص دعا۔	117
58	دوسروں کو کھانا کھلانے کی فضیلت۔	118
59	سادات کرام کے ساتھ جنگی کا مسلہ۔	119
60	موت کی آزمائش اور ایمان عربی بھٹکے کی تشریح۔	119
61	کیا ”برقی“ نے آبائی مشرکانہ مذہب چھوڑ کر یہ مابیت اختیار کر لی تھی؟	120
62	ذہیر سے ابوبکرؓ کی بشارت کن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے ہے؟	120
63	حضرت ابو ہریرہؓ کے حافظے کے لیے نبوی ﷺ دعا کے اثرات۔	122
64	مرویات سیدنا معاویہؓ کی تعداد۔	124
65	حضرت عائشہؓ اور ذوق شعر و شاعری۔	125
66	پچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کثرت سے اعادہ یہ روایت کرتا۔	125
67	نفاذ مصر کی حفاظت اور اسے ایذا سے لدا کرنے کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔	127
68	اگر ادا تو یہ کی بنیاد پر اسلاف کے طبعی تسامحات سے اختلاف کیا جائے تو یہ محبوب نہیں ہے۔	128
69	امام عبداللہ بن وہب بن مسلمؒ کی تالیف کردہ ”موطا“ ———!	129
70	عقل چپ وحی کے تابع ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے۔	130
71	نکھاری کے راوی ابن ابی نعیمؒ سے مراد محمد بن اسماعیلؒ یا محمد بن ابی اسحاقؒ؟ ——— اور حافظ ابن حجرؒ۔	130

72	مؤمنین کے قریب کردہ واقعات ضروری نہیں کہ سچائی پر ہی مبنی ہوں۔	131
73	دور نبوی ﷺ کے عشق اور ان سے متعلق اہم تصانیف۔	134
74	بچے کی پیدائش پر چھ اہم کام۔	140
75	غزوہ بدر میں امیہ بن خلف مارا گیا تھا یا اس کا بھائی ابی بن خلف —؟	144
76	مشرکین مکہ کے قادیان کیا اپنی آنا اور ضد میں فرعون سے کم تھے؟	144
77	کیا حضرت رسالت مآب ﷺ نے بھی گرم پانی سے وضو یا غسل فرمایا تھا؟	145
78	کسی کے خلاف شریعت کام پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا رد عمل کیا ہوتا تھا؟	146
79	کتاب و سنت میں جہاں بھی سات اور ستر کا عدد آیا ہے اس سے مراد کثرت اور مباہلہ بھی ہو سکتا ہے۔	148
80	فتح بھاری اور طم حدیث میں فخر کا حجاج۔	149

### سیرت النبی ﷺ

81	حضرت رسالت مآب ﷺ مشرکین و کفار کو دعوت الی اللہ کے کسی موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔	153
82	پانچ فرائض کی تعلیم دینے اور جنت کما لینے۔	154
83	انسانوں کی خوبیوں اور اچھے اعمال پر ہی ہمیشہ نظر دینی چاہیے۔	156
84	حضرت رسالت مآب ﷺ سے پہلے ”محمد“ نام کے چار افراد۔	158

158	سہ کرام جیل کے صاحبزادگان کے نام "محمد" اور سیدہ عمر جیل کی	85
	محبت رسول ﷺ کا نذرانہ	
160	حضرت کریمین حق فرامی جیل اور ان کے قیدی کی اہم خصوصیت	86
162	شہرہ "نہی" سے تحقیق اہم تحقیق	87
164	شہرہ "مفتوح" کا بھیجہ ہوا پھر جو سیدہ معادہ جیل کے درنگ زہور	88
164	گروں میں سلام کرنے کی سنت حق جلی چوری ہے	89
165	امامین قبرستان کی کتاب "ازادہ دینی جلی خیر احباب اور ان کے تسکات	90
167	خیر اور خیر کی نماز میں طویل قرأت کی تہمتیں	91
169	حضرت رسالت مآب ﷺ جب لک کر کھانا کھاتے تو پند فرماتے تھے	92
173	احادیث مبارکہ کو کوئی کھ کر جان کرنا چاہیے	93
176	حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ صاحبہ	94
177	چنگلی کی فطرت میں شرارت مارنے کا حکم	95
178	کسی بھی مومن شخص کا جنازہ ضرور پڑھا اور پڑھا جائے خواہ وہ کتنے ہی	96
	بڑے کبیرہ و ناوکا مرگے کیوں نہ ہو	
180	حضرت رسالت مآب ﷺ عمر بھر اللہ تعالیٰ و تنہائی میں یاد کرنے کا	97
	اہتمام فرماتے رہے	
187	ذرائع معاش کی تحقیق	98
188	حضرت رسالت پناہ ﷺ کے خدام جیل	99

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

191	مقام امیر اکرم رضی اللہ عنہ اور اس کی تعصب۔	100
191	نام ابراہیمؑ اور سیدنا عمرؓ کے اقتادات۔	101
192	حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا شرف۔	102
192	نماز فجر کی جماعت کی اہمیت کا تاریخی حوالہ۔	103
192	حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا نبوت میں۔	104
193	حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ پر عنایات نبویؐ۔	105
193	یمن کے پانچ حصے اور ان کے گورنر۔	106
196	قانون اور انصاف کے فروغ کے لیے تاریخی حوالہ۔	107
196	حضرت خالد بن ولیدؓ، عمرو بن العاصؓ اور عثمان بن عفانؓ کا قبول اسلام۔	108
197	طبیعیہ حوالہ کی درخواست پر تحریر کیا گیا؟	109
198	علم وحی میں سے بعض علم اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ!	110
198	جوانی اور بڑھاپہ کا خلیفہ اور عنایات۔	111
200	خطائے ارجحہ اور ان کے بعد امت کے سب سے بڑے تقصیر۔	112
200	جنگ یر کے موقع پر کن صاحبزادی صاحبہ کا انتقال ہوا؟	113
201	حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے اقبالیات۔	114
202	حضرت عبداللہ بن زیدؓ اور انہاری حوالہ سے دوسرا اور ان میں فرق!	115



202	حضرت عبداللہ بن زید انصاریؓ کی محبت رسول ﷺ کا کوئی انداز	116
203	زہین ثبوت سے صحابہ کرامؓ کے لیے القابات۔	117
204	اشین الامت۔۔۔۔۔ حضرت ابو سعید و بن جراحؓ کا تذکرہ۔	118
204	حضرت طلحہ بن خویلدؓ اسدیؓ کا اسامہؓ کا بارگاہ اور دوا و دوا و قول اسلام۔	119
206	امام یاقوتیؒ کی کتاب "مناقب الامت" کا ریزہ۔	120
206	حضرت ام کلثومؓ کی محبت سید علیؓ کے حالات۔	121
208	حضرت ابوبکرؓ اور سیدنا قتیبہ بن اسیرؓ کا وصال ایک ہی دن۔	122
208	حضرت ریحانہؓ کا حادثہ اور سیدنا عمرؓ کا تذکرہ۔	123
209	حضرت ابوسفیانؓ کے پیش منیٰ میں سب سے زیادہ قتل اور کھجور کھانے کا واقعہ۔	124
210	سیدنا ابو بکر صدیقؓ کا ریزہ اور اہل بیتؓ کی محبت رسول ﷺ۔	125
213	ایک حدیث مبارکہ اور سیدنا معاویہؓ کا ریزہ۔	126
214	خود اپنے ہی اسلحے سے شہید ہو جانے اور حضرت مولانا نور محمد صاحبؒ کی شہادت۔	127
216	دوا و حدیثیؓ کی چارہفتہ شرف صحابیت سے شرف ہوگی۔	128
217	علم کی اہمیت و اہمیت۔	129
218	سیدنا علیؓ کے "مولیٰ" ہونے کی حدیث متواتر ہے۔	130
218	حضرت ام انسؓ کی دعا اور خواہش۔	131
219	حضرت ام ایمنؓ کی خوش نصیبی۔	132
219	حضرت فاطمہؓ کا غرور و استغلال۔	133



234	149	نہایت بڑا اور نازمید کے قضا، ہونے کا خطرہ اور تحفظ
234	150	جانوروں میں فطرتی اور ان کا قصہ
234	151	قرآنی کے حصص جانور
235	152	انور سے متعلق اہم موصولات
236	153	جہاں کوئی مسلمان شرعی ماحکم موجود نہ ہو وہاں علماء کرام اس کے قائم مقام سمجھے جائیں گے
237	154	نصران وقت کا حاضی مقرر کرے
237	155	اور ان کو اور اہل سنت سے محروم کرنے والے خود انہیں جنت سے محروم نہ کر دینے جائیں گے
238	156	محرر علی استعمال کی اشیاء اور ان کی ملکیت کا تحفظ
238	157	اور ان کو اور اہل سنت سے محروم کرے
239	158	منصوص مسائل اور لوگوں کا تعامل
239	159	فتہاء نے جن اقوال کو صحیح قرار دیا ہے ان کے مطابق فتویٰ دینا جائز نہیں
240	160	سور کے متعلق احکامات
240	161	امام ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فتویٰ اور باقی آئمہ کی رائے
242	162	امام ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فتویٰ متروک احکامات
244	163	تحمید کیا ہے؟
244	164	قرآنی کی کمال کے احکامات

244	کاح ایک پائت مہد۔	165
245	جو شخص حرام مال چھوڑ کر مر جائے تو۔!	166
245	دعوت دینے والوں کا قول کرنا۔	167
246	جانور ذبح کرتے وقت تجسس کا حکم۔	168
246	مرئی کا فرائض و صدقہ۔	169
247	بہ نظری کی نیت اور فقہاء کرام۔	170
247	سیدنا ابو بکرؓ اور حج روم کی شرط۔	171
248	قادیانی قاضی حاکم کا ایک اہم مسئلہ۔	172
251	ازدواجی تعلقات قائم کرنے میں تین مقاصد۔	173
251	مشترکہ مال اور اس کا مصروف۔	174
252	حضرت رسالت مآب ﷺ کے لیے دعائے مغفرت۔	175
252	خطبہ جمعہ کے احکام۔	176
252	وقف کو دو بار وقف کرنا۔	177
253	فاسق اور عدالت میں گواہی۔	178
253	زکوٰۃ کا وکیل اگر خود مستحق ہو تو۔!	179
253	چاندی کی تقسیم اور تازقی کا حکم۔	180
254	قرآن کریم کی تلاوت اور فرض نماز کی بیعت۔	181
255	بغیر عذر کے زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر۔	182
255	نواز کا ایک اہم مسئلہ۔	183

255	سلفی کو جب دلچسپ قول مل جائیں تو.....!	184
256	چند مسافروں کا اپنے طور پر نماز جمعہ ادا کرنا۔	185
256	محمد شین اور نقیہ کا کسی حدیث کو موضوع قرار دینے میں معیار۔	186
257	سفار و مہمت میں فرق۔	187
258	سقب و سنت کا باہمی تعلق۔	188
259	ادب اور سنے ادبی کا معیار۔	189
259	نقیہ کا یہ فرمانا کہ یہ بات نہ رنہ بخت ہے کی وضاحت۔	190
260	بدعت جب اہل بدعت کا شعار نہ رہے تو.....!	191
263	جامعہ اسلامیہ جامعہ کھٹک اور "فتح القدیر"۔	192
266	امام ابن تیمیہ کھٹک کی کتاب "امیاریہ الشریعہ"۔	193
267	عیدین کی نماز اور زمین کا وقف ہونا۔	194
267	بلغاریہ کی موسیقی صورتحال — شمس الدین صوفی کھٹک کا فتویٰ اور شمس الدین کھٹک کی اہانت۔	195
269	بیوی کی موجودگی میں سالی سے نکاح کا حکم۔	196
269	صاحب ہدایہ کھٹک کا فقہ مالکی پر اعتراض.....!	197

### تصوف

273	اہل سنت سے ملنے والے تصوف۔	198
-----	----------------------------	-----

279	199	کیا خود آرم بھری لکھتا ہے؟ حضرت محمد الف جانی سرہندی لکھتا کی تعلیمات سے معترف ہو گئے تھے؟
279	200	"مکاشحات عین" کی نسبت خود محمد ہاشمی لکھتا کی طرف درست نہیں۔
280	201	مولا محمد ہاشمی لکھتا کی دو کتابیں دیکھتے اور پڑھنے کی سرست!
280	202	امام غزالی لکھتا کی کتاب احیاء علوم الدین — جہوئی احادیث اور سن کھڑت روایات
281	203	ابن عربی لکھتا اور "نور" نام کار کھانا پانا۔
282	204	ابن عربی لکھتا کی کتابیں پڑھانے اور سمجھانے والے علماء ادب برصغیر میں نہیں رہے۔
282	205	ابن عربی لکھتا کی معراج اور مختلف انبیاء کرام بطور سے حدیث نہیں
289	206	"ماہر دی" اور "ہاشمی" نسبتوں کی اصل...
289	207	جام طور پر دیکھنے کی کامیاب۔
289	208	تخلص آدمی کی ماہر ہے اسے اسے بھی سائل پہ پڑتی ہے۔
290	209	حضرت خود صاحبزادگی لکھتا کے مستند حالات و واقعات کی حدت سے تلاش!
291	210	لغوی اور صوفی میں فرق۔
291	211	حاضر اقبال لکھتا کا حدت مراقبہ میں مرزا لکھتا کی روح سے استفادہ۔
294	212	پیداؤنی طور پر ہی ذکر مرزا لکھتا ذات صفات میں مصروف رہنے والے۔
296	213	کج عقیدہ ہے ذوالفقار صوفی کی صحبت سے قائل ہے۔
297	214	جس صوفی کا عقیدہ درست نہ ہو اس سے ایست تودار نہ.....!

297	اور تک زیب جائیں گے نکلتے کے زمانے میں وہ وہ ۱۲۰۰ جو رکھیں۔	215
298	چاہل مشائخ کا ایک آدھ صدی کے بعد نام بھی نہیں رہتا۔	216
299	صوفی پر ارام بیکار کے کشف والی موشربیت کے ترازو میں تو لیا جائے۔	217
300	اکثر صوفیوں کی نماز کے مسائل سے عدم واقفیت۔	218
301	اللہ تعالیٰ نے سلطان نقشبند پر کوہِ ہندوستان میں عروج نصیب فرمایا۔	219
302	گمنامی — مشائخِ چشت کا شیوہ۔	220
304	نائب کا مجرور بندگی اور احاطہِ اعلیٰ اللہ۔	221
304	صوفیاء کے مکاشفاتِ قللا ہونے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔	222
306	کمالاتِ نبوت اور کمالاتِ ولایت۔	223
306	مسائلِ طریقت میں یہ بات اوجا کر بہ ثمرات و برکات سے محرومی کا سبب ہے۔	224
308	کافروں کی مذہبی رسومات سے دلی طور پر نفرت ہوتی چاہیے۔	225
309	کیا ابن عربی ٹھیکہ ادواج کا لیکن کے تھم اور ازلیت کے قائل تھے؟	226
310	انواعِ اُمت کے مقابلے میں ناقص صوفی کے کشف کی حیثیت ہی کیا؟	227
310	دل کا اصل مرض اس کا غیر اللہ کی محبت میں گرفتار ہونا ہے۔	228
311	شیخ محمد بن عبدین عربی ٹھیکہ کے متعلق مختلف نظریات	229

تاریخ

315	واقعہ ۷ و واقعہ اور اہل بیت نبوی ﷺ کی دوراندیشی۔	230
-----	--	-----

316	تاریخ یمن "روح المرن" کا قلمی نمونہ اور اس پر کام کی ضرورت۔	231
317	شیعیں امتداد کے لیے شرائط اور "تاریخ دوری"۔	232
317	ابن خلدون اور امیر تیمور کی ملاقات۔	233
319	خودریت اور صحت۔	234
322	شیخ نصرین، شیخ حضرت خالد بن ولید علیہ السلام نے فتح کیا تھا۔	235
322	قرامطی تاریخ اور امام غزالی نکتہ کی کتاب "المنافع والہفایہ"۔	236
325	حضرت ابو جبر و جلال کا نوٹوں کی حکومت سے پناہ مانگنا۔	237
326	کی بنت القلیع اور بنت المعلن میں تفریق قشعر ہے؟	238
327	نہ خاندانوں میں مجاور ہو گئے یا دور کن	239
333	شیخ فرید الدین شہرکشت کا فیض روحانی اور حضرت نظام الدین اوسیانہ	240
337	وحدۃ الوجود اور وحدۃ الوجود کے تحریکات کا تاریخی پس منظر۔	241
346	بیت اللہ کے مقابلے میں بیت المقدس کی عظمت و شان بڑھانے والے اور ان کا انجام	242
350	قانون الاصول	243

شخصیات

353	بروہمال اور مولانا برکت اللہ بھوپالی امریکہ میں۔	244
355	موبین ٹیکو، راجہ مندرہ، تاب اور تھرا شاہکار۔	245





375	سوز و آہ اور چش طبع آبادی	265
376	جواہر کمال قیرواد اور جوش	266
377	علامہ انور ساری اور تصویر	267
377	جوش کی لکھ اور مجید رستم کی داد	268
377	شکر ال اور اخلاقیات	269
378	مجید انصاری اور نیکوئی	270
379	پاپا سبے شاہ اور نیکوئی	271
380	اورنگ زیب علی نقیہ اور شاہ محبت اللہ آبادی نیکوئی	272
381	نواب ملک علی خان اور داغ و بولی	273
381	داغ و بولی کا استغنی اور نواب صاحب کی مہمات	274
383	ان عربی کا ایک خواب	275
384	پروین دہریہ وین صدی بھری اور علیہ السلام	276
385	نیکوئی اور علامہ اقبال کی مرزا انصاری و سوز و آہ سے ملاقات	277
387	احسان فراموش ملکوں کے تقصیر و جفا	278

### ادب

391	شوخی و سوز و آہ و سوز و آہ و سوز و آہ و سوز و آہ	279
392	شیر حسین کی تعلیم اور سوز و آہ و سوز و آہ و سوز و آہ	280

281	اٹ آتے نہیں جن کو اور دھند سے ساقی۔	393
282	ادشا عجب کا سونہ، سات مرتبہ سوتیں اور چوہا رات سے بکرا مگیا۔	395
283	میر انیس کی وفات اور یسٹ مرزا کا قتلہ تاریخ وفات۔	395
284	خواجہ میر درد اور لوگوں کی مدح و قدح۔	396
285	اجتناب کا صحیح نقطہ۔	396
286	منشی فیض احمد جین دہلوی کی کتاب ”بزم آفر“۔	397
287	بعض شعراء اور تواریخ کا نام۔	397
288	شاعری میں مبالغہ اور حاشیہ کی مثال۔	398
289	گزارش عمارت بڑا آویں۔	399
290	اردو محاورات اور غائب۔	399
291	نکس زندگی اور انکاس حیات کی نقلا۔	399
292	اٹا مہکے کے زیر سایہ آگ گھر بنایا ہے۔	400
293	پتھنی زلی اور غائب۔	400
294	نون الخلفہ اور خواجہ۔	401
295	پوئی پینا اور چان اسٹوارٹ مل۔	404
296	ملازم اقبال کی معاشی پریشانی۔	406
297	حم اور معرفت میں فرق۔	407
298	میر بہادر علی حسینی کی ”تفہیمات“۔	407
299	اٹا زمین بزم جیدن کنارہ ولی کردی۔	409

410	شاہ کا ادھب میں جب تک سرور ہوتا ہے	300
411	شاہ نہیں معلوم آپ کے سال میں خاتمہ پر کیا گزری	301
411	شیروں کی تنظیم میں دست خوان بچتا	302
412	خواب حیدر علی آتش اور وحدۃ الوجود	303
413	شاہ تھامہ بدائی مصطفیٰ کی شاعری	304
415	شاہ مائتہ خان انشاء کی شاعری	305
417	میر انیس کی مرثیہ نگاری	306
417	میر تقی میر شاہ عارفیت	307
420	میر تقی میر شاہ عارف کا درجہ نہیں دے سکتے تھے	308
421	میر کی شاعری کا اعتراف	309
423	شاہ ایک ڈھیری راکھ کی تھی مچا پائے میر پر	310
424	شاہ آگ تھے ابتدا کے عشق میں ہم	311

### اورداد و وظائف

427	مولانا حالی کے نواسے کی مرثی اور ایک عامل کا سوراہا میں چھ	312
427	شب برأت میں یہ دعا بھی پڑھی جائے	313
430	سیدنا ابو بکر علیہ السلام کی ایتھا	314
431	استغفر اللہ کہ وہ جتنے نہیں کہنے کے لیے کیا فرشتے اور جن ہے	315

433	ایسی دعا جس کے پڑھنے سے سکون اور دل کا ہمین مل جائے	316
435	مال میں برکت کی دعائیہ دعا	317
436	بھار کے مریض کے لیے حضرت رسالت مآب ﷺ کی عطا فرمودہ تحریر	318
437	ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے حضور و گزراۃ صالحیٰ اور بہشت کی التجار ہے۔	319
438	فلوں، مہیشیوں اور پیش سے روپائی پانے کے لیے وہ دعائیہ دعائیں	320
441	شریہ ہواؤں کا طوفان اور حضرت رسالت مآب ﷺ کی دعا	321
441	بیشمار اپنی دعا لڑی، نہ لائق اور بے کسی پر نظر ہے اور دعا کا نکل رہے۔	322
443	اللہ تعالیٰ سے اپنے گنہگاروں کی معافی، گنہگاروں کی مسامحہ کا عمل ہے۔	323
443	حضرت رسالت مآب ﷺ ایک ایک مجلس میں سو سو مرتبہ یہ زیادہ جو دعا پڑھتے تھے؟	324
444	حضرت رسالت مآب ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہؓ کو جو دعا خاص طور پر ارشاد فرمائی	325
455	استغفار کے دو حکمت منہیں کثرت سے پڑھنا چاہیے اور "سید الاستغفار"	326
463	جو دعا کے درگھوٹے ہیں وہی قبولیت کا درگھوٹے ہیں۔	327
465	اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تہہ نہ کرنے کے لیے خاص نکلتا۔	328

### منہجیات

471	میسویں صدی کا سب سے بڑا تصوف	329
-----	------------------------------	-----

471	استعماری راج نے دنیا کو جنم دے دیا۔	330
472	شرح اشارات کہ چرخ اشارات؟	331
472	۵۸۲ء میں مصر کے نجومیوں کی پیشین گوئی اور اس کا انجام۔	332
474	یورپ کی سائنسی ترقی میں مسلموں کا حصہ۔	333
475	اوسٹ اور ہندوستان کی معاشرتی زندگی۔	334
475	دنیا میں حسد اور آخرت میں جہنم کی آگ میں جلتے والے	335
476	اہل علم تیار ہو گئے اور جہاں کی فطرت گرم ہو گئیں۔	336
477	کیا غفلت میں گذری زندگی کی بھی قطع ممکن ہے؟	337
477	حصولِ علم کے مختلف مراحل اور نیت کی درستی	338
478	دربارِ انبی میں حاضری اور ناپاکی کا کوئی میل نہیں۔	339
478	۷ قمر خانی کی نصیحت	340
479	”تھو“ اور مرزا غالب کی دشمنیت	341
479	سختی، انہاج اور سوتن	342
480	دنیا سے سیاست کا قبضہ الذہن شخص کی طلب کار ہوتی ہے۔	343
482	جروش اور جوارش چالنیوس	344
483	سبز یوں کا گہرا رنگ اور کھوروفل	345
483	قریش کی فصاحت و بلاغت	346

487	ابن قلدون پر ڈاکٹر طحسین کو چڑھنا چاہیے۔	347
487	کتاب ”سیر الصحابہؓ“ اور ”حسن تواریخ“	348
488	منذی بہاؤ الدین سے شائع ہونے والا رسالہ ————— ”صوفی“	349
489	سندھ کی پہلی مفصل اور مستقل تاریخ	350
489	ناہوری نمک	351
489	کالڈ سازی اور سیالکوٹ	352
490	کالڈ کے علاوہ اور کسی چیز پر کتابت نہ کی جائے، خلیفہ ہارون الرشید کا شاہی فرمان	353
490	کیا چٹنوں اور افغانوں کے آباء اجداد اسرائیلی تھے؟	354
492	علامہ شبلی نعمانیؒ کی ”سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ اور ”انصارِ روق“ کے لیے تنظیم جو پال اور سرکار آصفیہ حیدر آباد کی مالی سرپرستی	355
493	وہاں خوش نصیب صحابہ کرامؓ کی جنتیں بارہ جنت کی خوشخبری ملتی تھی۔	356
495	کرنے کا ایک کام	357
495	تاج محل آئرو	358
498	قبر پرستی، چال چل اور سن گزرت کر مات۔	359
499	بادشاہی فقیری اور علم	360
501	کسب عقیدہ	361
502	عقیدہ و روحِ حضرت زین العابدینؑ کی کتاب	362

505	عربین کا معاہدہ دارالحیمن۔	363
505	چراغِ حسنِ حسرت اور زامِ شکست۔	364
506	شورشِ کاشمیری اور مولانا حسرت کی میاوت۔	365
506	سوانحِ حیات ہے ادا راس کی نئی لازم ہے۔	366
507	اشعار یہ — ریز و الماس۔	367

کہتا ہے کون نالہٴ بلبل کو بے اثر  
پردے میں گل کے، لاکھ جگر چاک ہو گئے





وَمِنْ مَنَاسِكَ وَتَسْتَفِيزُ وَتُؤْمِنُ وَتُحَرِّقُ مَنَاسِكَ

وَتُؤَدِّبُ مَنَاسِكَ وَتُؤَدِّبُ مَنَاسِكَ وَتُؤَدِّبُ مَنَاسِكَ

وَتُؤَدِّبُ مَنَاسِكَ وَتُؤَدِّبُ مَنَاسِكَ وَتُؤَدِّبُ مَنَاسِكَ

وَتُؤَدِّبُ مَنَاسِكَ وَتُؤَدِّبُ مَنَاسِكَ وَتُؤَدِّبُ مَنَاسِكَ

وَتُؤَدِّبُ مَنَاسِكَ وَتُؤَدِّبُ مَنَاسِكَ وَتُؤَدِّبُ مَنَاسِكَ

وَتُؤَدِّبُ مَنَاسِكَ وَتُؤَدِّبُ مَنَاسِكَ وَتُؤَدِّبُ مَنَاسِكَ

وَتُؤَدِّبُ مَنَاسِكَ وَتُؤَدِّبُ مَنَاسِكَ وَتُؤَدِّبُ مَنَاسِكَ



نہ پوچھ شمعہ مرہم چراغیت دل کا  
کہ اُس میں ریزہ الماس جُز وِ اعظم ہے

مقامی و بین الاقوامی



اے نازش آدم صلی علی  
 اے نرسل خاتم صلی علی  
 اے رافت و رحمت صلی علی  
 اے خلق مجسم صلی علی  
 اے حاشر محشر صلی علی  
 اے رحمت پیام صلی علی  
 یا اسک احمد صلی علی  
 اے نام محمد صلی علی

تو شوق و محبت کا مرکز  
 تو منزل ہے تو رہبر ہے  
 گل بک کی جہالت کا شامن  
 تو صدق و سفا کا پیکر ہے  
 تو غیب کا علم صادق ہے  
 تو جنت دار و محشر ہے

اے رافع ارفع صلی علی  
 اے شافع اشلح صلی علی

=====

وہ شاہ بنے مظلوم تھے جو  
 ہاتھوں ہوئے ، غمور تھے  
 پھر ظلم کی رسموں کو روکنا  
 سب میر زبانی ، مجبور تھے  
 انصاف و ظلم کو عام کریں  
 خدام صفا ، دستور تھے  
 تھے قلب کی راحت صلی علی  
 تری روح کی بہت صلی علی  
 جو ہجرت پہ مجبور ہوئے  
 اور درد اور دکھ سے چور ہوئے  
 انصار جنہوں نے نصرت کی  
 وہ ناصر اور منصور ہوئے  
 تری آنکھوں کے تارے پیارے تھے  
 وہ قاتل اور مغفور ہوئے  
 اے قاتل کیا صلی علی  
 میرے آقا ، مولیٰ صلی علی  
 کل غلطی جو فرق صیباں تھی  
 وہ تیری وجہ سے بخش گئی

وہ راہ جو تو نے دکھائی تھی  
 وہ نسبت بیضاہ ، واصل تھی  
 احسان ترا ہے تاپہ اب  
 اس راہ پہ جو کہ نبویں تھی  
 اے محسن و نبویں صلّی علی  
 اے ہادی و مرسل صلّی علی  
 اب قرب و بعد کا فرق مٹے  
 اب شاد و غائب یکساں ہو  
 اب دل کے سارے روگ مٹیں  
 اب اس کو حضوری حاصل ہو  
 بس دل ہی دل بن جاؤں میں  
 کل عمر کے عشق کا حاصل ہو  
 ہے صبح و مساء اب صلّی علی  
 اے ہادی صبا اب صلّی علی  
 اسراء و لقاء کی منازل کے  
 اک تم ہی صائب عرق ہو  
 اک تم ہی وفا کا مرکز ہو  
 اک تم ہی جان جاناں ہو

سب شاہ و گدا خادم ظہرے  
 اب تم ہی میر میرا ہو  
 اب درد ہے ہر دم صلی علی  
 اب آنکھیں پر دم صلی علی  
 جس شخص پہ تیری نظر اُچی  
 وہ حاضر خلق خدا ظہرے  
 جس جا پر تیرے پاؤں پڑے  
 عشاق نے دیا پر بندے کیے  
 جب در پر حاضر تیرے ہوئے  
 سو شوق سے سب یہ کہنے لگے  
 اے تابع و اتبع صلی علی  
 اے رافع و ارفع صلی علی  
 اے درد کے مرہم صلی علی  
 اے سرور عالم صلی علی  
 اے ساقی کوثر صلی علی  
 اے منزل و رہبر صلی علی  
 اے تیرے تاباں صلی علی  
 ہر درد کے درماں صلی علی

# عناوین

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
37	حکامہ	1
77	تفسیر القرآن الکریم	2
113	حدیث مبارکہ	3
151	سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم	4
189	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم	5
229	فقہ	6
271	تہذیب	7
313	تاریخ	8
351	فلسفیات	9
389	ادب	10
425	ادراودو خانک	11
469	مترقات	12

حَوَادِّ كَرِيمٍ، نَبِيِّ الرَّحْمَةِ وَالْهُدَى  
 شَمَائِلُهُ غَفُورٌ، مُنْبَعُ الْجُودِ وَالْوَفَا  
 لَهُ الْمَكَارِمُ وَالْخَوْصُ وَالشَّفَاعَةُ وَاللُّوَا  
 لَهُ السَّلَامُ مِنْ رَبِّهِ مَا تَبَارَتْ الْعَبَا  
 مَلِكُ عَلِيٍّ عَمْرٍو

ترجمہ: نہایت نئی، بہت عزت والے، رحمت اور ہدایت کے نبی،  
 جن کا طرز عمل ہمیشہ دشمنوں کو معاف کرنا رہا اور جو سخاوت کا مرکز اور  
 وعدوں کو پورا کرنے کا منبع رہے۔ جنہیں بہت بلند مقامات ملے،  
 حوض کوثر ان کا ہے، شفاعت کا مقام انہیں ملے گا اور قیامت میں  
 سب سے بلند انہیں کا جہنم ہوگا۔ ان کے پروردگار کی طرف سے  
 ہمیشہ ان کو سلام پہنچتا رہے، جب تک کہ باوجود سبقتی رہے۔



## رشحات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بفضلہ سبحانہ و تعالیٰ تقریباً پچیس بیس برس سے دنیا کے مختلف ممالک اور مختلف مقامات پر درس کا سلسلہ جاری ہے اور بعض احباب ان درس اور فنی محافل میں بھی علمی اور تحقیقی مضامین کو ریکارڈ یا قلمبند کرتے رہے۔

ان کی طباعت کے لیے بھی مدت سے اصرار تھا لیکن "اہم تر قدر عودہ ہشدراس" کے قاعدے سے احساس مسئولیت ہمیشہ طبیعت پر غالب رہا۔ ادھر چند برس سے حالات نے ایسا پلان کمایا کہ ہڈی نخواستہ و بکراہت اس کمزور و دوا کی جرہ ریزی کرنی پڑی۔ سہرا صرف یہ ہے کہ فَعَسَىٰ اَنْ نَّكُوْهُنَّ اَشْبٰنًا وَّيَجْعَلِ اللّٰهُ فِیْهِ خٰیْرًا کَثِیْرًا۔ مختلف احباب نے بہت باتیں قلمبند کر کے بھجوا دیں، لیکن ایک تو اب نئے سرے سے ان تمام علمی و تحقیقی باتوں کے لیے مراجعت کتب اور ان کی استناد پر اطمینان اور دوسرے زبان کی تبدیلی کہ مکتبہ اور تحریر کی زبان ہامہ مختلف ہوا کرتی ہے تو اس تبدیلی کے لیے محنت کرنا، یہ دونوں کام جہاں وقت طلب تھے وہاں عرق ریزی بھی کرنا پڑی۔

بفضلہ سبحانہ و تعالیٰ یہ نفلت خواہں رستم (A Herculean Task) مکمل ہوا اور اب یہ یقین و اطمینان ہے کہ جو کچھ اس غریبے میں ہے، مستند ہے، قابلِ بحورہ ہے اور اہل السنۃ و الجماعۃ کے مسلک کے مطابق ہے۔

طباعت و اشاعت وغیرہ کے جان نیو مراہل ابھی باقی ہیں اور یہ "قطرہ" کتب

”گوہر“ ہے؟ بھلتے بے اثر

۔ پزارو اسے دل وابستہ، چٹاپی سے کیا حاصل

مگر پھر تاپ زلف پر چمن کی آزمائش ہے؟

کتابوں کا کوئی حوالہ نہیں۔ ضرورت مند خود محنت کر کے اپنی تسکین کا سامان پیدا کریں  
اگر بدرجہ اضطراب کوئی ضرورت پیش آئی ہے اور مراعات کتب کے باوجود  
گوہر مقصود ہاتھ نہ آئے تو خط کی زحمت اٹھائیں۔

معرضین و حساد سے دست بستہ معافی، سبھی الا حاصل نہ فرمائیں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ صرف نظر فرمائیں اور چشم پوشی سے، محض اپنے فضل و کرم،  
عتابت و نوازش سے، اسے قبول فرمائیں تو ”ہضائے نزع جات“ ٹھکانے لگی اور اگر یہی  
حاصل نہ ہوا تو پھر معرضین و حساد کو مبارک ہو۔

۔ إن كان لي عند مسلمين قبول

فلا أبالي بما يقول العلول

والحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات .

سید

۲۵، مہادی، ۱۳۳۵ھ

برطانیہ 28، اپریل 2014ء بروز جمعہ



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ  
وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ مِنَ قَبْلُ وَمَنْ يَخْلُفْ بِاللهِ وَعَبِيدِهِ وَرُسُلِهِ  
وَالْغَيْبِ الْآخِرِ فَلَا ضَلَالَ لَكُمْ بِهِدَا.

(پہ: سورۃ انفار: آیت ۱۳۶)

اسے ایمان والوں ایمان لاء

① اللہ تعالیٰ پر

② اور اس کے رسول (ﷺ) پر

③ اور اس کتاب (قرآن کریم) پر جس سے ہے علی (علیہ السلام) پر نازل کی ہے

④ اور ان کے بعد سے ہیں پر جو اللہ تعالیٰ اس (کتاب) سے نازل کر چکا ہے

اور یاد رکھو جو شخص بھی انکار کرتا ہے

① اللہ تعالیٰ کا

۱

② اس کے فرشتوں کو

۱

③ اس کی کتابوں کو

۱

④ اس کے رسولوں کو

۱

⑤ قیامت کے دن کا

تو یہ شخص گمراہی میں بہت دور چلا ہے۔

دو باتیں، جن میں بہت احتیاط درکار ہے۔

(فرمان)

دو باتوں میں بہت احتیاط درکار ہے، پہلی غفلت نہ برتنی چاہیے۔ ایک تو ”نَفُوْثٌ عَلٰی اللّٰہِ“ (اپنی طرف سے کوئی جھوٹ گھڑ کر اللہ تعالیٰ کے ذمے لگا دینا) مثلاً اپنے مفاد کے لیے دین کو استعمال کرنا، اپنے مخالف کو ذراٹے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسی وحید اور خوف کی بات سنانا جو اللہ تعالیٰ نے نہیں کہی، کسی سے خوش ہو کر اسے اس کی بڑی رحمت دیتے پھرنا جو اللہ تعالیٰ نے نہیں دیں۔ اپنی ذات کے ترغیل اور ترغیل کے لیے اللہ تعالیٰ کا نام لے لے کر اپنے حلقہ میں بٹہ بٹہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ کے ذمے ایسے ایسے مسائل لگانا جن کا شریعت میں کوئی وجود نہیں، جہالت اور بدعات و رسومات کو گھڑنا اور لوگوں سے یہ کہنا یا یہ تاثر دینا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، یہ سب کچھ نَفُوْثٌ عَلٰی اللّٰہِ یعنی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا ہے۔

اور دوسری بات جس سے بہت بچنا چاہیے وہ یہ ہے کہ اپنی زبان سے کوئی بات کہے اور پھر چوری نہ کرے۔ دعویٰ کرنا کہ میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی بھی کام کرنے کو تیار ہوں اور پھر جب موقع آئے تو ہمارے گھر سے ہونے، دعویٰ کرنا کہ ہم فرجاء و فقراء کے حق و باوقی ہیں اور وقت آنے پر اپنی دولت و دولت کر رکھ لینا، دعویٰ اسلام کا اور اعمال منافقت پر مبنی، بظاہر ایمان اور درونِ خدا نہ گھر۔

یہ دونوں اعمال ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے غصے اور غضب کی آگ پر تیل ڈالنے کے مترادف ہیں۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْ جَمِیْعِ الْاَثَامِ وَالْفِتَنِ۔

سلطان صلاح الدین ایوبی کا عقیدہ اور صحیح عقیدے کی ترویج

﴿فرمایا﴾ اسوای حکومت کے فرائض میں سے ایک فریضہ یہ بھی ہے کہ وہ اپنے عوام کو صحیح عقیدے کی دعوت دے اور اس کی ترویج بھی کرے۔ سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے اعتبار سے اشعری اور مسلک کے اعتبار سے شافعی تھے۔ عوام کے عقیدے کی ایسی تقریقی کام محمد بن عبد الملک نے اشاعرہ کی تصریحات کے مطابق عقیدے پر ایک کتاب لکھی اور اس کا نام رکھا حدائق الفصول و جواهر العقول۔ یہ کتاب صحیح عقیدے کی وضاحت میں لکھی گئی اور امام نے اسے نظر کی بجائے نظم میں تحریر فرمایا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ نظم پیش کی گئی تو انہوں نے ملاحظہ فرمایا۔ نہایت خوش ہوئے اور حکم دیا کہ پوری مملکت کے مدارس میں اس نظم کو داخل نصاب کیا جائے۔ بچے اسے یاد کریں تاکہ ان کا عقیدہ صحیح اور پختہ ہو۔ سوا سو برس قبل یہ مصرعے لکھی گئی تھی اور اب نایاب ہے۔ کتاب کیا ہے اور سالہ ہے لیکن حضرات اہل السنۃ والجماعۃ (اشاعرہ) کے عقائد کی خوب ترجمانی کی گئی ہے۔

معتزلہ کے وضع کردہ چار بنیادی اصول اور ان کا انہی سے انحراف

﴿فرمایا﴾ تمام معتزلہ دوران کا پورا اعتدال خود انہی کے وضع کردہ چار اصولوں پر مشتمل ہے۔  
 ① اتوحید: توحید اگرچہ ہر مسلمان مانا ہے اور اس کے بغیر ایمان ہی درست نہیں ہوتا لیکن معتزلہ توحید میں اتقا مبالغہ کرنے لگے کہ صفات باری تعالیٰ تک میں اعتدال سے

ہٹ کر گمراہی کی راہ اختیار کی۔

① عدل: یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے بغیر دین ہی قائم نہیں ہوتا لیکن انہوں نے عدل میں اتنا بگاڑ کیا کہ اللہ تعالیٰ کی صفت مغفرت اور صفت رحمت سے صرف نظر کر لیا۔

② وعدہ و وعید: یہ مسئلہ اگرچہ حق ہے اور امام رازیؒ نے اپنی تفسیر میں اس مسئلے پر بحث کی ہے لیکن معتزلہ نے یہاں بھی اپنے ”اہل البیضاء والجماد“ کی راہ سے الگ کر لیا۔

③ المعتزلہ بن المعتز بن: یہ مسئلہ بھی بہت واضح تھا جو شخص بھی اسلام سے خارج ہوا کفر میں داخل ہو گیا لیکن معتزلہ نے مرتکب کبیرہ کے متعلق یہ دعویٰ کیا کہ نہ وہ شخص مطلقاً مومن ہے اور نہ مطلقاً کافر ہے بلکہ دونوں کے درمیان کی منزل میں ہے۔

④ امر بالمعروف اور نہی منکر: یہ اسلام کی اساس ہے لیکن انہوں نے عقیدہ کی راہ اپنائی اور اپنے معاصرین محدثین کو نہ صرف گمراہ قرار دیا بلکہ تشدد سے بھی باز نہ رہا۔

جس شخص نے بھی معتزلہ اور اعتزال کو سمجھنا ہو وہ ان پانچ اصولوں پر ان کے موقف کو غور سے پڑھ لے تو نہ صرف یہ سمجھ جائے گا کہ معتزلہ کیا ہیں بلکہ اساتذہ نبویؐ معلوم ہو سکے گا کہ اہل تشیع نے اپنے عقائد و حقیقت کہاں سے لیے ہیں۔ اہل تشیع جو جادو کا انکار کرتے ہیں، ردیت باری تعالیٰ کو نہیں مانتے، حضرات صحابہ کرامؓ کی نظر پر طعن و تشنیع کرتے ہیں اور توحید اور عدل کی دعوت دیتے ہیں تو ان کا اصل مقصد کیا ہے اور یہ نظریات کہاں سے اخذ کیے گئے ہیں؟

۱۳۱۶ھ میں شریعت مدار مولوی سید علی اکبرؒ نے ”منہاج الاسلامہ“ کے نام سے شیعہ عقائد پر کتاب لکھی تھی اور وہ کتاب اسی وقت لاہور میں مطبع اسلامیاہ پریس میں

مولوی کریم بخش صاحب کی حسن عنایت سے چھپ بھی گئی تھی، انہوں نے اس کتاب میں توحید، عدل اور شیعہ عقائد وغیرہ کو بہت آسان زبان میں لکھا ہے۔ اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے عقائد اور معتزلہ کے عقائد میں کیا اتفاق اور کیا اختلاف ہے۔ اس کتاب کی فوٹو کاپی ہمارے ہاں کے ذخیرہ کتب میں موجود ہے اور معتزلہ کے جن پانچ اصولوں کا ابتداء میں ذکر کیا گیا ہے ان کا بھی اتر تفصیلی مطالعہ کرنا ہو۔ محمود بن محمد الملامی الخوارزمی کی کتاب "کتاب الفائق فی اصول الدین" کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ یہ کتاب بھی اپنے ہاں کے ذخیرے میں محفوظ ہے اور اس کے مصنف رکن الدین محمود الاصولی بن حمید اللہ الملامی الخوارزمی المتوفی ۵۳۶ھ کا ضعیف عبد الجبار معتزلی کے اس مدرسے کے مدرس تھے جس مدرسے کی بنیاد و خلاف جعفر بن حرب، بجائی کبیر، جنائی صغیر، ابو علی بن خلاد اور ابو شامہ شیعہ یو، جیسے اکرار معتزلہ کے افکار و نظریات پر تھی۔ یہ محمود الملامی معتزلہ کے بارہویں طبقہ سے تعلق رکھتا تھا اور ابو عمرو قشاشی، ابو محمد خوارزمی، ابو رشید سعدی شیبوری وغیرہ کے ہم پلہ معتزلی تھا۔

حقیقہ کثیر اللہ سوا ادھو کے نزدیک خلافت راشدہ کا انکار۔

فرمان: حضراتِ حق! راشدین علیہ السلام کی خلافت راشدہ اگرچہ قطعی طور پر کتاب و سنت سے ثابت ہے لیکن اگر کوئی شخص ان حضرات کی خلافت کا راشدہ ہونے سے انکار کر دے تو فقہاء متنفذہ کے نزدیک وہ کافر نہیں ہوگا کیونکہ وہ ضروریاتِ دین جو کافر کو وارثۃً اسلام میں داخل کرتی ہیں ان کا انکار ہی اسے اسلام سے خارج کرے گا ہر ایک



قطعی چیز کا اقرار نہ تو کافر کو اسلام میں داخل کرتا ہے اور نہ ہی ہر ایک قطعی چیز کا انکار مسلمان کو اسلام سے خارج کرتا ہے۔ مولانا احمد رضا خان صاحب کے والد مرحوم نے اس موضوع پر تفصیل سے ایک فتویٰ لکھا تھا جس کا تذکرہ ”فتاویٰ رضویہ“ میں بھی کیا گیا ہے۔

جن مشائخ کے اپنے عقائد ہی اہل السنۃ والجماعۃ کے مطابق نہ ہوں  
دوسروں کی کیا رہنمائی کریں گے؟

**فرمایا:** اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ و نصیب فرمائے اور تمام عمر کوئی کشف، منجھ خواب، دوحہ، ابہام، کچھ بھی نہ ملے، صرف یہ عقیدہ اور اتباع سنت کی دولت ملے تو اسے سب کچھ ملا۔ تمام کائنات سے بڑی دولت ملی۔ کونین عطا فرمائے تو ان دونوں نعمتوں کے مقابلے میں اس کی کچھ حقیقت نہیں اور اگر یہ دونوں نہیں تو ہر شب اپنے کو عرشِ معلیٰ کا طواف کرتے دیکھے اور ہر دن حضرت رسالت چناؤ ﷺ کی زیارت بھی خواب میں ہوتی رہے تو بھی خسارے میں رہا۔ برباد ہوا اور جہنم کا کندہ بنا۔ حضرت خوجہ حبیبہؓ اور احرارِ کائنات کیے ازا کا برین سلسلہ عالیہ نقشہ بند یہ لکھتے کیا خوب فرمایا:

اگر احوال و مواجید را بما دیند و حقیقت را با اعتقاد اہل سنت و جماعت  
توازن جز خرابی نیچہ عقیدہ ایم و اعتقاد اہل سنت و جماعت را بدیند و  
از احوال نیچہ نہ بند غم نہ داریم۔

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ اگر تصوف کے تمام احوال و دوحہ وغیرہ تمام دقتیں بخشے اور  
ہمارا عقیدہ و اہل السنۃ والجماعۃ کے مطابق نصیب نہ فرمائے تو سوائے بربادی

کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ اور اگر صرف عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ کا عطا فرمادیں اور تصوف کے احوال اور وعدہ وغیرہ کچھ نہ عطا ہو تو کوئی غم نہیں۔)

اس لیے جس مشائخ کے عقائد ہی اہل السنۃ والجماعۃ کے مطابق نہ ہوں، وہ خود ہی مگر اور چہرہ کسی اور کی رہنمائی کیا کریں گے؟

﴿شفاعت برحق اور اسے ماننا صحیح عقیدے میں شامل ہے۔﴾

فرما:

یہ ہر عقیدہ ہے کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ روزِ محشر اللہ تعالیٰ کی اجازت اور اس کی خوشی کے مطابق اپنی امت کے نیک و بد، ہر شخص کی مدد فرمائیں گے۔ ان کی اسی مدد اور سفارش کا نام ”شفاعت“ ہے اور اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک ”شفاعت“ برحق اور اسے ماننا صحیح عقیدے میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کلام شفاعت کرے گا، حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں کے لیے شفاعت کریں گے۔ فرشتے شفاعت کریں گے، صالحے راضیین اور حضرات اولیاء کرام اللہ شفاعت کریں گے۔ حفاظ شفاعت کریں گے۔ جو لوگ حساب و کتاب سے فارغ ہو کر جنت جا رہے ہوں گے، وہ شفاعت کریں گے۔ والدین اور اولاد ایک دوسرے کی شفاعت کریں گے حتیٰ کہ دو بچہ جو نادانیت سے پہلے ہی انتقال کر گیا تھا، اپنے والدین کی شفاعت کرے گا اس لیے شفاعت سے انکار کرنا مگر اسی ہے۔ اہل السنۃ والجماعۃ کا یہ عقیدہ کتاب و سنت کی واضح نصوص سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام شفاعت کرنے والوں کو اجازت مرحمت فرمائیں گے اور خوش ہوں گے کہ آج کے دن ان جہنم کاروں کو جہنم سے بچانے کے لیے ان کی مدد کر دے تو اللہ تعالیٰ کی خوشی اور

اجازت کے بعد ہی یہ شفاعت یا دعا ہوگی۔

شفاعت کبریٰ تو حضرت رسالت پناہ ﷺ ہی کا خصوصی مرتبہ اور مقام ہے۔

﴿فرمان﴾ جن احادیث میں اس طرف کے قیض آئے ہیں کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ نے اپنے اہل خانہ اور اپنے قبیلے کے افراد سے یہ ارشاد فرمایا کہ وہ وقت امت میں ان کے کام نہیں آئیں گے تو اس سے مراد شفاعت کی نفی نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر اس دن تم لوگ ایمان ساتھ لے کر نہ آئے اور کافروں کے گروہ میں شامل ہوئے تو پھر میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا گا کیونکہ شرعی کافر کے لیے کوئی شفاعت کلی طور پر کام نہ آئے گی البتہ جزوی طور پر ایسے کام آ سکتی ہے کہ کسی کافر کے عذاب میں تخفیف کر دی جائے جیسا کہ آگ کے جوتے پہنانے کا صحیح حدیث میں آیا ہے۔

حضرت رسالت پناہ ﷺ کی یہ مدد یا شفاعت ان کے لیے تو ہوگی ہی جو اس امت کے مسلمان افراد تھے اور کبیرہ گناہوں سے توبہ کیے بغیر دنیا سے رخصت ہو گئے یا توبہ کی لیکن اللہ تعالیٰ نے قبول نہیں فرمائی تھی تو اب شفاعت سے بخشے جائیں گے یہ شفاعت مبارکہ ان لوگوں کے لیے بھی ہوگی اور انھیں بھی نفع پہنچائے گی جو توبہ کا اور صالح و متقی افراد تھے چنانچہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ ان کا ہاتھ پکڑ کر انھیں بارگاہِ خداوندی میں لے جائیں گے اور عرض کریں گے کہ یہ انس بن مالک ہیں، میری بہت خدمت کی ہے ان کو جنت میں داخلے کا پروانہ عطا ہو۔ حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ تو ویسے بھی جنتی ہی تھے یہ ایک خاص اعزاز ہوگا کہ

خاص کام کا ہاتھ اپنے آقا صوفی حضرت سید انکومین، رسالت مآب ﷺ کے ہاتھ میں ہوگا۔ حضرت رسالت پناہ ﷺ کی یہ مدد ان لوگوں کو بھی ان شاء اللہ پہنچے گی جو اس دن آپ سے ہاتھ ملانے کی درخواست کریں گے۔ حضرت قسیم داری رضی اللہ عنہ سنی پادری تھے اور "قدس" کے گرسے میں رہتے تھے جب حضرت رسالت پناہ ﷺ کی خبر ملی تو ایک بہت بڑی مشقت سڑک کے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ اور عرض کیا کہ مجھے کچھ عطا فرمادیں۔ حضرت رسالت مآب ﷺ کا جود و سخا اپنے حقوق میں تھا ارشاد فرمایا کہ "قدس" کا پورا علاقہ قسیم کو دے دو۔ یہ علاقہ اس کا اور اس کی اولاد کا ہے۔ ان کے چچا زاد بھائی حضرت سید عبدالجبار بن حارث رضی اللہ عنہ بھی مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ حضرت رسالت پناہ ﷺ نے حسب معمول نام دریافت فرمایا تو انہوں نے عرض کیا "جبار" ارشاد فرمایا نہیں ایوں کہیے کہ عبدالجبار، اسلام قبول کیا اور بیعت ہوئی۔ عرض کیا گیا کہ عبدالجبار بہت اچھے گز سوار ہیں۔ حضرت رسالت پناہ ﷺ نے گھوڑا منگوایا، انھیں سوار کرایا۔ کچھ عرصہ ان کا قیام ہوا مختلف غزوات میں شرکت بھی کی اور چونکہ خود ماہر گز سوار تھے اس لیے گھوڑوں کی خاص نگہبانی کرتے رہے۔ گھوڑے اپنی منی خواہش کے اظہار کے لیے اور بعض دیگر وجوہ کی بنا پر بھی جھپٹاتے ہیں اور ایک مرتبہ ان کا جھپٹنا بند ہو گیا۔ جب کئی دن تک حضرت رسالت مآب ﷺ نے جھپٹنا نہیں دیا تو حضرت عبدالجبار رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا اور وجہ دریافت کی۔ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے معلوم ہوا تھا کہ ان گھوڑوں کی آواز سے آپ کو (نیند وغیرہ) میں ہلکتے محسوس ہوتی ہے اس لیے میں نے ان کی منی خواہشات قسٹ کرنے کے لیے انھیں قسٹ کر دیا ہے۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے

آنکھ کھول کر اس کو اس عمل سے گذارنا منع فرمادیا۔

حضرت عہد انبیاؑ نے کسی شخص نے کہا کہ آپ کے چچا زاد بھائی حضرت حمید داریؒ نے مجھے حضرت رسالتؐ پناہ ﷺ سے ”قدس شہر“ حقے میں لیا تھا آپ بھی کوئی درخواست دے دیں۔ تو فرمانے لگے کیا مانگوں، کیا کوئی ایسی چیز جو مجھے دنیا میں نفع دے؟ یا پھر کوئی ایسی بات جو آخرت میں نفع دے؟ مشورہ یہ ملا کہ وہ چیز مانگی جائے جو آخرت میں بھی کام آئے تو حضرت عہد انبیاؑ نے فرمایا چاہتے تو میں بھی یہی ہوں کہ جلدی سے کچھ مانگ لوں لیکن میں نے حضرت رسالتؐ پناہ ﷺ سے درخواست کی ہے کہ روزِ محشر جب اللہ تعالیٰ کے حضور قیامی ہو اس وقت میری مدد فرمائیں۔

اب یہ جو قیامت میں مدد کے لیے عرض کیا گیا یہ کیا ہے؟ یہ شفاعت یا مدد ہی تو ہے، جو حضرت رسالتؐ مآب ﷺ قیامت میں کریں گے۔ شفاعت صرفی تو بہت سے کریں گے لیکن شفاعت کبریٰ تو حضرت رسالتؐ پناہ ﷺ ہی کا خصوصی مرتبہ اور تم ہے اور اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ و شفاعت یہی ہے۔ رزق اللہ سبحانه و تعالیٰ بمنہ و بکرمہ۔

وہاں ایک متعین فرد ہے۔

فرمایا

حضرت رسالتؐ مآب ﷺ نے وہاں کے متعلق جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اور صحیح سند سے جو کچھ ہم تک پہنچا ہے، اس کے مطابق، ہم اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ یہ ہے کہ وہاں ایک متعین فرد ہے، جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا امتحان لے گا۔ اس شخص، وہاں کو غیر معمولی طاقت اور قدرت دی جائے گی اور وہ اس شخص کو بھی

زندہ کر سکے گا جسے اس نے قتل کیا ہوگا۔ زمین کے خزانوں پر اسے دسویں حاصل ہوگی اور وہ خشک زمینوں پر بارش بھی برسا سکے گا۔ اس کی یہ حرکتیں ہی لوگوں کا امتحان ہوں گی۔ وہ پہلے نبوت کا اور پھر خدا کی کا دعویٰ کرے گا اور اس کے یہی کام دیکھ کر لوگ اسے خدا مانیں گے حتیٰ کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسے قتل کریں گے۔ کچھ گمراہ فرقوں خوارن معترکہ اور جمیہ نے وہاں کا وجود ماننے سے ہی انکار کر دیا اور صحیح احادیث، جو وہاں کے بارے میں کتب احادیث میں آئی ہیں، ان کے منکر ہوئے اور اس وجہ سے بھی ان فرقوں کو گمراہ قرار دیا گیا۔

معترکہ میں سے ابھی وہابی نے البتہ بعض احادیث کا اقرار کر کے اگرچہ وہاں کو ایک حقیقت قرار دیا ہے لیکن پھر بھی بہت سی احادیث اور تفصیلات کا انکار کر کے اپنی گمراہی کو بھی ثابت کیا ہے۔

کیا آخرت میں اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوگی؟

**فرمایا:** ہم اہل السنۃ والجماعہ کا یہ عقیدہ ہے کہ آخرت میں اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوگی۔ اور وہ وقت جب وہ اپنے پروردگار کو دیکھیں گے، انتہائی مبارک اور خوشی کا وقت ہوگا۔ جب کہ کافر اپنے پروردگار کی زیارت سے محروم رہیں گے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے پروے میں ہوں گے اور اس نعمت عظمیٰ سے محروم رہیں گے۔ خوارن معترکہ، روافض اور مرجعہ میں سے بھی ان کے بعض آثار، ان سب نے آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رویت کا انکار کیا ہے اور ان کی گمراہی کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔

حضرت رسالت مآب ﷺ کے "انہی" ہونے کی وضاحت۔

فرمایا ﴿اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضرت رسالت مآب ﷺ کو "انہی" فرمایا ہے اور اس مقام پر "انہی" سے مراد ہرگز ہرگز ان پرہ و جبل اور غافل نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص حضرت رسالت مآب ﷺ کے متعلق یہ کہے گا تو اس کا ایمان ہی جاتا رہے گا۔ حضرت رسالت پناہ ﷺ کا ادب و ان کا احترام ان کے لیے ہمیشہ بلند پایہ الفاظ کا استعمال، ان کا ذکر جمیل اور ان کی تعریف و توصیف ایمان کی اصل اور اس کی بجا و شادابی کی علامات ہیں۔

"انہی" کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ "مکہ مکرمہ" کا رہنے والا۔ مکہ مکرمہ کا ایک نام "ام القریٰ" بھی ہے۔ قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ نے دو مقامات پر مکہ مکرمہ کو "ام القریٰ" فرمایا ہے تو اس نسبت سے بروہ شخص جو "ام القریٰ" (مکہ مکرمہ) کا رہنے والا ہے وہ انہی بمعنی کی ہے۔ حضرت رسالت مآب ﷺ بھی چونکہ ام القریٰ (مکہ مکرمہ) کے رہائشی تھے اس لیے انھیں "انہی" بمعنی "معنی" کہی "ارشاد فرمایا گیا۔

یا پھر انھیں اس لیے "انہی" فرمایا گیا کہ عربی میں "ام" ہر اس چیز یا شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی دوسری چیز یا شخص کی تربیت کر سکے۔ ماں کو بھی اسی لیے "ام" کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی اولاد کے وجود میں آنے کا سبب یا اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کا سبب بنتی ہے۔ حضرت رسالت مآب ﷺ اپنی بعثت مبارکہ کے بعد پوری کائنات کے لوگوں کی تربیت کا سبب ہیں۔ لوگ اگر ان کی تعلیمات کے مطابق تعلیم و تربیت حاصل کریں

گئے تو قلعہ پاکیں گے اس لیے انھیں "آئی" بمعنی مصلح و مرہی فرمایا گیا۔

یا پھر یہ کہ عربی میں "افلاک" کے معنی ہیں گھج حور پر، کسی بھی طرف گھجے بغیر، غیبک اپنے مقصد کی طرف متوجہ رہتا۔ چونکہ حضرت رسالت مآب ﷺ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ فطرت اور صحیح راہ سے کبھی بھی دائیں بائیں نہیں ہوئے بلکہ برحق متوجہ الی اللہ رہے اس لیے وہ "آئی" قرار پائے۔

باقی "آئیۃ" سے جو مراد جہالت یا غفلت ہے تو وہ عام عوام کے لیے ہے کہ انھیں معرفت ہادی تعالیٰ حاصل نہیں ہوتی۔ اُنہیں اس معنی میں کر کے آئی (جاہل اور غافل) کہا کرتی ہیں اور ان کی طرف مبہوت شدہ حضرات انبیاء علیہم السلام انھیں علم و معرفت سے ماہش کرتے ہیں نہ یہ کہ حضرات انبیاء علیہم السلام آئی (جاہل اور غافل) ہوتے ہیں۔ معاذ اللہ۔ اس لیے جو لوگ خود جاہل ہوتے ہیں اور اپنی جہالت کو چھپانے کے لیے یہ کہتے ہیں کہ ہم آئی نبی کے آئی امتی ہیں تو انھیں سوچنا چاہیے کہ نبی اور امتی کی "انتمیت" میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اگر ان دونوں کو ایک ہی معنی میں لیا جائے گا تو حضرات انبیاء علیہم السلام کی توہین لازم آئے گی۔

کیا بروز قیامت ہر مومن کے اعمال کا وزن ہوگا؟

فرمایا

قیامت میں مومن کے اعمال کا وزن کیا جائے گا یا اس کے اعمال تو لے جائیں گے۔ جن کی بنیادیں زیادہ ہوں گی اللہ تعالیٰ کا فضل ان کے شامل حال ہوگا اور وہ جنت پہنچ دیے جائیں گے اور جن کی بنیادیں زیادہ ہوں گی وہ یا تو جہنم روانہ کیے



جائیں گے اور یا پھر اللہ تعالیٰ کا فضل اس کی طرف سے معافی یا شفاعت ان کے کام آئے گی اور وہ بھی جنت میں داخلے کے مستحق ٹھہریں گے۔ جن لوگوں کی نیکیاں اور سناوہار ہوں گے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے جنت بھیج دیئے جائیں گے۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر مومن کے اعمال کا وزن ہو۔ آخر اہل السنۃ والجماعہ کا یہ عقیدہ ہے۔ حضرت رسالت پناہ ﷺ نے بعض لوگوں کے متعلق یہ ارشاد فرمایا ہے کہ وہ لوگ بغیر کسی حساب و کتاب کے جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے تو یہ ظاہر ہے کہ ان کے اعمال کا وزن نہیں کیا جائے گا اور یہ اہل السنۃ والجماعہ کے آخری دلیل ہے کہ ہر مومن کے اعمال کا وزن نہیں ہوگا۔ اللھم اجعلنا منهم۔

جنہم موعودین سے خالی ہو جائے گی کہ کافروں سے؟ ایک شبہ کا جواب۔

**فرمایا:** بعض لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ جہنم پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ اس میں کوئی کافر بھی باقی نہیں رہے گا۔ جہنم کے دروازے ہواؤں کے چٹنے سے بندھتے رہیں گے اور وہاں پر کوئی نہیں ہوگا۔ ہمارے دور میں اس عقیدے کا پرچار زیادہ تر وہ لوگ کر رہے ہیں جو یہ باور کراتا چاہتے ہیں کہ تمام دین یہودیت، عیسائیت، اسلام، بدھ مت، ہندو مت وغیرہ ایک ہی ہیں اور کوئی بھی مذہب مانو یا خرافات پاجائے گا اور یا پھر اس عقیدے کے قائل وہ ہیں جو قسم نبوت کا انکار کرتے ہیں یعنی قادیانی، کہ وہ قسم نبوت کی تاویل کرتے ہیں اور بہر حال اجرائے نبوت کے قائل ہیں۔

ایک تیسرا گروہ کچھ اہل علم کا بھی رہا ہے جنہوں نے اپنی کتابوں میں ایسی آراء کا ذکر کیا

ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور امیر المومنین سیدنا عمرؓ کے بعض اقوال سے اس عقیدے کو مضبوط کرنا چاہیے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ مسلک اور عقیدہ بالکل راہی اور بے کار ہے۔ نہایت گمراہ کن ہے۔ اہل السنۃ والجماعہ نے اس عقیدے کو مردود قرار دیا ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عمرؓ کے مسلک کی وضاحت کی ہے کہ ان حضرات کا فرمانا یہ تھا کہ جہنم پر ایک ایسا وقت آئے گا جب اس میں کوئی مومن باقی نہیں رہے گا۔ یعنی کوئی شخص کتنا ہی عجب کار کیوں نہ ہو اگر اس کی موت ایمان پر واقع ہوئی ہے تو یقیناً جہنم پر ایک ایسا دور آئے گا، جب ایسے تمام مومنین اس سے نکال لیے جائیں گے اور انھیں جنت پہنچا دیا جائے گا۔ سو جہنم ایسے مومنین سے خالی ہو جائے گی۔ نہ یہ کہ جہنم بھی کافروں سے خالی ہو جائے گی۔ اور یہی اہل السنۃ والجماعہ کا عقیدہ ہے۔

جب خلافت راشدہ کی توحین برسرِ مہر کی جانے لگے  
تو صحیح عقیدے کا تحفظ اور تشہیر ضرور کرنی چاہیے۔

**فرمایا:** ہمارا عقیدہ ہے کہ امیر المومنین سیدنا علیؓ جزائز خلیفہ راشد تھے۔ ان کے دور میں جنگِ خیبر اور جنگِ صفین ہوئیں اور وہ براہِ اعتبار سے حق پر تھے۔ ان کا وہ قنف بالکل درست تھا اور ان کے بالقابل جتنے بھی صحابہؓ اور تابعینؓ آئے خواہ وہ امام المومنین حضرت نہ تھے، علیؓ، زبیرؓ اور امیر شام سیدنا معاویہؓ بن ابوسفیانؓ جتنے جہنمی ہستیوں ہی کیوں نہ ہوں، ان سب سے اجتہاد کی خطا ہوئی ان کا وہ قنف درست نہیں تھا اور

امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور سے لے کر آج تک اہل حق، اہل اللہ و انبیاء کا عقیدہ یہی رہا ہے۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے جس صحابی جتنو کو سب سے زیادہ ان واقعات، آزمائشوں اور فتنوں کی خبر دی تھی، جو اس امت کو پیش آئیں گے اور ان میں حق پر کون ہوگا اور ان سے زیادہ کسی اور سے ایسی راز کی باتیں اور شائے نہیں فرمائی تھیں، وہ حضرت عذیبہ رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت عذیبہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں کی نصیحت فرماتے تھے کہ دیکھو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہنا نبی کا گروہ حق پر ہوگا۔ اور پھر حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت نے تو بالکل فیصلہ ہی کر دیا کہ خلافت راشدہ بالکل درست ہے اور ان کے خلاف خروج درست نہیں۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت سے پہلے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص یہ چاہے کہ اسے جنت میں حور میں ملے اسے چاہیے کہ وہ آٹھ صلیب کے میدان میں آئے اور شام والوں کا اقتساب کرے۔ لیکن خلافت راشدہ کے برحق ہونے اور امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے موقف کے ہر طرح سے درست ہونے کے باوجود کسی بھی شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ ان کے خلاف دوسرے گروہ کے صحابہ اور تابعین کبار کی توہین کرے۔ اسے چاہیے کہ ان حضرات کے معاملے میں بھی خدات ذرے، اہل بیت عقیدہ وہی ہونا چاہیے جو کہ تمام امت کا رہا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں تو دور یہ رہنا چاہیے جو حافظہ اللہ ریث حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا تھا۔ جس شخص نے بھی طرہ ریث پر محنت کی ہے وہ جانتا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ صحابہ میں کیا مقام رکھتے تھے۔ اپنے دور میں یہ ”امیر المومنین فی اللہ ریث“ کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے ان کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ مجھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

سے نفرت ہے۔ انہوں نے جب دریافت فرمائی تو وہ کہنے لگا اس لیے کہ انہوں نے بغیر کسی دلیل کے سیدنا علیؑ کے خلاف جنگ کی۔ تو حضرت ابوذرؓ نے اسے سمجھاتے ہوئے فرمایا دیکھو حضرت معاویہؓ جلا کا پردہ گار بہت رجم ہے اور ان کے فریق مخالف سیدنا علیؑ جلا بہت کریم تھے۔ تو رجم اور کریم کے درمیان فراق و صلہ دینے والے کون ہوتے ہو؟

مطلب یہ تھا کہ باضرورت حضرات صحابہ کرامؓ جلا کے باہمی اختلافات کو زیر بحث نہیں لانا چاہیے لیکن اگر آج کے دور جیسا زمانہ آجائے اور خلافت راشدہ کی توہین برسرِ منبر کی جائے لگے تو پھر اہل السنۃ والجماعہ کو اپنے عقیدے کا تحفظ اور تفسیر کرنی چاہیے۔

قیامت سے قبل بے شمار جھوٹوں سے امت کا واسطہ پڑے گا۔

**فرمان:** حضرت رسالت مآب ﷺ نے یہ خبر دی کہ ان کی امت میں تمیں ایسے افراد ہوں گے جو نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ وہ قہام کے قہام انتہائی جھوٹے اور پرلے درہے کے فرجی بھی ہوں گے۔ اور ان تمیں میں سے ست کھس مرد ہوں گے اور چار خواتین۔ اس اعتبار سے یہ تعداد اکتیس ہو جاتی ہے۔ پھر ایک اور روایت میں آتا ہے کہ ایسے افراد کی تعداد ستر ہوگی۔ اب ستر سے یا تو یہ مراد ہے کہ ان گمراہ قاعدہ بن کی تعداد ستر ہوگی یعنی عدد شمار فرمایا اور یا پھر یہ مراد ہوگی کہ بے شمار افراد ہوں گے۔ ستر کا عدد بخیر کے لیے استعمال کیا گیا اور اگر یہی مراد لے لی جائے تو تمیں اور اکتیس جھوٹے دعویداروں کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے کہ ان گمراہ قاعدہ بن میں تمیں تو ایسے ہوں گے جو دعویٰ

نبوت کریں گے اور وہ جہو نے ہوں گے اور باقی بے شمار ایسے گمراہ لوگ انہیں گے جو دعویٰ نبوت تو نہیں کریں گے لیکن ان کے عقیدے گمراہی پر مشتمل ہوں گے۔

حضرت رسالت مآب ﷺ نے جن عقائد کو دین کی بنیاد ارشاد فرمایا اور امت جن عقائد پر ہمیشہ متفق رہی اور نسل در نسل ان عقائد کی حفاظت کی جاتی ہے، ان عقائد سے یہ گمراہ قائدین اور داعیین انحراف کریں گے۔ گمراہی کی دعوت دیں گے اپنی بتائیں تشکیل دیں گے اور عام عوام کو گمراہیوں میں جتا کریں گے۔ امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن کواہ کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ وہ جو ستر گمراہ ہوں گے، تم بھی ان میں ہو۔ اور امر واقع یہ ہے کہ اس نے نبوت کا دعویٰ تو نہیں کیا لیکن خوارج میں چلا گیا۔ خوارج کے پہلے امیر عبداللہ بن وہب المرہبی کے ہاتھ پر سب سے پہلے اسی نے بیعت کی۔ پھر اس نے بارہ ہزار خارجیوں کو جمع کر کے امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت بھی کی اور ان کی غفیر بھی کی۔ ایک انہی کو کیا، اس ظالم نے تو بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر کہہ کر کوفہ کے قریب "حروراء" کے مقام پر "یوم الشہداء" میں امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی فوج کے ہاتھوں مارا گیا۔ حضرت حافظہ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح البہاری میں عبداللہ بن ابی کواہ کو نندہ و روافض میں شمار کیا ہے۔ حیرت ہے کہ ان جیسے باخبر مؤرخ کی نظر اس معاملے میں کیسے چمک گئی حالانکہ یہ عبداللہ بن ابی کواہ تو امراء خوارج اور سکفرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھا۔

سو کہنے کا مقصد یہ کہ یہ ضروری نہیں کہ ہر گمراہ نبوت ہی کا دعویٰ کرے بلکہ امت میں بہت سے گمراہ قائدین ایسے ہیں اور ایسے ہوں گے جو دعویٰ نبوت تو نہیں کرتے لیکن

عقیدے کے اعتبار سے گمراہ اور گمراہی کی طرف دعوت دینے والے ہوتے ہیں۔ باطنی فدائی، روانش کے آئندہ وحدۃ الوجود کے مسلک میں ایسے گمراہ صوفی جنہوں نے وجود کی وحدت کی بجائے موجودات کی وحدت کا گمراہ کنی نظر یہ پیش کیا، اللہ تعالیٰ کے حلول کے قائل، اسلامی حکومتوں کے خلاف بغاوت کرنے والے اور وہ تمام گمراہ جن کے پاس حکومت کے ساتھ نکر لینے، حکومت کو تبدیل کرنے اور پہلے سے بہتر نظام لانے کے لیے نہ اسباب و وسائل موجود تھے، نہ نظام کا کوئی خاکہ ان کے پاس تھا اور نہ ہی حکومت بنا کر اسے سنبھالنے کے لیے کوئی اہل افراد کی جماعت موجود تھی اور ان شرانگہ کے مقلد ہونے کے باوجود انہوں نے حکومتوں سے نکلے کر بے گناہ گمراہ جذباتی مسلمانوں کو شہید کروایا، ممکنات میں قتل عام کیا، یہ تمام خوارق، یہ سب گمراہ افراد اور قائدین انہی ستر میں شامل ہیں جن کے متعلق حضرت رسالت مآب ﷺ نے فرمایا تھا کہ قیامت سے قبل ستر یعنی بے شمار جنہوں سے امت کا واسطہ پڑے گا۔

اس لیے ہمیشہ یہ دیکھنا چاہیے کہ قائد کا عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ کے مطابق ہے یا نہیں اور اگر عقیدہ درست ہے تو پھر اس کا علم مضبوط، وسیع اور خصوصاً یعنی راسخ فی العلم ہے یا نہیں، پھر وہ راسخ فی العلم بھی ہے تو اس نے خود کہیں رو کر تربیت بھی حاصل کی ہے یا نہیں۔ تربیت حاصل کر کے وہ انسان بنایا پھر خود کو شہید پڑا ہے ابھی تک انقلابیات کی منازل اس نے طے نہیں کیں اور یہ بھی ہو جائے تو پھر وہ قیادت کا اہل ہے بھی یا نہیں پھر وہ اہل بھی ہو تو یہ تمام تحریک اور دعوت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے یا پھر اپنی ذات کی تشہیر یا کچھ اور عزائم ہیں۔ ان شرانگہ پر پورا اترنے والے افراد قیادت کا اہل ہوتا ہے۔

### روز قیامت کن کو منصب شفاعت پر فائز کیا جائے گا؟

﴿فرمایا﴾ بہت سے گمراہ فرقوں نے قیامت میں شفاعت کے مسئلے کا انکار کیا ہے۔ خوارج، معتزلہ کے بعض فرقے اور دوسرے کچھ کے بعض نام نہاد مفکرین اسلام کی سوج بھجی مٹی ہے۔ ان کے نزدیک حضرات انبیاء کرام علیہ السلام، اولیاء و شہداء علیہم السلام کی شفاعت کرنا، قرآن کریم کا کلمہ گار لوگوں کی شفاعت کرنا، طویل القدر فرشتوں کا شفاعت کرنا، جو اپنے بچپن میں انتقال کر گئے یا کسی خاتون کا حمل ساقط ہو گیا اس بچے کی شفاعت، شیعوں کا اپنے والدین کی شفاعت اور خاص طور سے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ، یہ سب بے کار باتیں ہیں۔ معذالہ، حالانکہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ ہے، بجز کسی ازنی شفیق کے اور کون بے نیاز ہو سکتا ہے؟ ہم اہل السنۃ والجماعہ کا عقیدہ یہ ہے کہ جن جن صحیح احادیث میں شفاعت کا ذکر آیا ہے، ان کے مطابق قیامت میں یقیناً شفاعت ہوگی۔ حضرات صحابہ کرام علیہم السلام سے متواتر آج تک پوری امت کا مسئلہ شفاعت پر اجماع بھی ہے اور معنوی اعتبار سے متواتر احادیث سے یہ مسئلہ ثابت بھی ہے اس لیے جو شخص بھی اس کا انکار کرے گا وہ بدعتی اور فاسق ہو جائے گا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر شفاعت ہے کیا چیز؟ لغوی معنی کے اعتبار سے ”خلف“ عربی زبان میں ”طابق کو الفت“ کرنے کے معنی میں آتا ہے یعنی ایک عدد کو دو کر دینا۔ جیسے جڑواں بچے پیدا ہوں تو جو دوسرا بچہ ہے اسے ”خلف“ کہیں گے کیونکہ

اس نے پہلے بچے کو جو تعداد میں ایک تھا، اپنی پیدائش سے دو کر دیا تو یہ عاقبت سے دلت ہو گیا۔ "فقطاً" "وکان" "المازکی دور کعتیں"۔ اسی وجہ سے عرف عام میں شفاعت کا مطلب یہ ہے کہ اپنے علاوہ دوسرے کے لیے خیر یا اچھائی کا سوال کرنا یہاں بھی انسان چونکہ کسی دوسرے کے لیے خیر طلب کر کے، دوسرے کو شریک بنارہا ہے اس لیے یہ شفاعت کبرائی اور شریعت کی اصطلاح میں شفاعت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ایسی خیر اور اچھائی کا سوال یا سفارش کرنا جس کا نفع سفارش کرنے والے اور جس کے لیے سفارش کی جارہی ہے، دونوں کو پہنچے۔

قیامت میں جتنے بھی شفاعت کرنے والے شفاعت یا سفارش کریں گے۔ اس سفارش کا نفع خود انھیں تو یہ ملے گا کہ ان کی عزت، احترام میں اضافہ اور ان کی وجاہت کا اعبار ہوگا اور جن لوگوں کو ان کی سفارش سے فائدہ پہنچے گا، اس کا فائدہ تو ظاہری ہے۔

قرآن کریم میں جتنی بھی آیات میں یہ کہا گیا ہے کہ قیامت کے دن کسی کو کسی کی سفارش نفع نہیں پہنچائے گی تو ان آیات سے سفارش کے فائدے کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ یہ تمام آیات کافروں کے متعلق ہیں۔ ان کے پاس تو ایمان ہی نہیں ہوگا اس لیے انھیں سفارش نفع بھی نہیں دے گی اور جن لوگوں کے پاس ایمان ہوگا یہ آیات ان لوگوں کے متعلق نہیں ہیں۔ ایمان کی وجہ سے سفارش کرنے والوں کی سفارش انھیں نفع دے گی۔

سفارش صرف ان لوگوں کی ہوگی جن کی موت ایمان پر واقع ہوئی۔ مرتے وقت وہ



مسلمان تو تھے لیکن سخت گنہگار تھے۔ دوسرے اللہ تعالیٰ خود بھی یہ چاہے گا کہ انھیں معاف فرمادے اس لیے اللہ تعالیٰ کی رضا کے بغیر کسی کی چال نہیں کہ کوئی کسی کی سفارش کر سکے اور تیسرے اللہ تعالیٰ خود جس جس کو سفارش کی اجازت دے گا بس وہی سفارش کر سکیں گے۔ تو شفاعت کے لیے تین امور ضروری ہیں۔

① جس کی شفاعت کی جائے گی اس کا مسلمان ہونا۔

② اللہ تعالیٰ کی اپنی خوشی کہ وہ اس گنہگار کو بخشا چاہے گا۔

③ اللہ تعالیٰ کا کسی کو سفارش کی اجازت دینا۔

اللہ تعالیٰ جن کو بھی شفاعت کی اجازت دے گا۔ قیامت میں پوری دنیا پر یہ ظہر کر دے گا کہ دیکھو اس سفارش کرنے والے کی میری نگاہ میں یہ قدر و قیمت ہے کہ آج ان کی سفارش قبول کی جا رہی ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ کسی بھی سفارش کرنے والے کو یہ آزادی نہیں ہوگی کہ وہ جس کے لیے خود چاہے سفارش کر دے بلکہ وہ صرف انہی گنہگاروں کی سفارش کر سکے گا جن کی اجازت اللہ تعالیٰ مرحمت فرمائیں گے اور سفارش کرنے والے کو یہ آزادی بھی نہیں ہوگی کہ وہ جس کو چاہے اس کے ساتھ معاف کروادے یہاں بھی مطلقاً ناک و حقار اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے، وہ خود جس کے بارے میں یہ چاہے گا کہ ان گنہگاروں کی خطاؤں کو معاف کرے، تو کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کی اجازت اور خوشی کے بغیر کسی سفارش کرنے والے کو سرے سے یہ اجازت ہی نہیں ہوگی کہ وہ سفارش کرے۔ اسی لیے حضرت رسالت مآب ﷺ نے بھی یہ فرمایا کہ سفارش کے متعلق بھی میرے لیے

پابندی لگائی جائے گی کہ آپ صرف اس حد تک پہنچا دیں کہ شفاعت کر سکتے ہیں۔  
حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت ابوسعیدہ بن جراح، معاذ بن جبل،  
ابوموسیٰ اشعری، ابوطلحہ انصاری اور عوف بن مالک رضی اللہ عنہم وغیرہ سے یہ بات بالکل  
ثابت ہے کہ یہ تمام حضرات حضرت رسالت مآب ﷺ کی شفاعت کی رغبت اور  
اس کے لیے دعا مانگتے تھے، اس نعمت کبریٰ کے مفتی تھے اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم  
میں سے ایک شخص بھی ایسا ثابت نہیں کیا جاسکتا جو شفاعت کا انکار کرتا ہو۔ انہوں نے  
حضرت رسالت مآب ﷺ سے یہ ارشاد گرامی سن رکھا تھا کہ اس امت کے کبیرہ  
گناہوں پر اصرار کرنے والے شفاعت کی وجہ سے جہنم سے نکال دیے جائیں گے۔  
حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ جو کہ تابعی ہیں، حدیث شفاعت بیان کر رہے تھے تو ایک  
خارجی، ابوموسیٰ ہارون، جو شفاعت کا منکر تھا، اٹھ کھڑا ہوا اور ناراض ہو کر کہنے لگا  
حضرت آپ یہ کیا حدیث بیان کر رہے ہیں؟

تو انہوں نے فرمایا اگر اس حدیث شفاعت کو میں نے تمہیں (30) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم  
سے نہ سنا ہوتا تو ہرگز یہ روایت بیان نہ کرتا۔ خوارج بدعتی تھے اور شفاعت کا انکار  
کرتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے انکار کو تسلیم نہیں کرتے تھے اور انہیں گمراہ کہتے  
تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ تو صاف کہتے تھے کہ جو شخص بھی حضرت رسالت مآب ﷺ  
کی شفاعت کا انکار کرتا ہے، قیامت میں اسے شفاعت میں سے حصہ نہیں ملے گا اور  
امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اپنے خطبے میں یہ بات ارشاد فرمائی  
کہ لوگو! کچھ اس امت میں ایسے لوگ بھی آئیں گے۔

○ جو رہیم کا انکار کریں گے۔

○ دجال کو نہیں مانیں گے۔

○ قبر کے مذاپ کا انکار کریں گے۔

○ شفاعت کا انکار کریں گے۔

○ اس بات کا بھی انکار کریں گے کہ تمہارا مسلمان جہنم سے نکال لیا جائے گا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ جو ضلیہ راشد اور جمیل القدر تابعی تھے، جب بنو امیہ کے ظالموں کو بددعا دیتے تھے تو یہ فرماتے تھے کہ اس نے کم و حضرت رسالت مآب ﷺ کی شفاعت نصیب نہ ہو۔ اس لیے اب جو بھی شخص اس عقیدے سے انکار کرے گا تو وہ امت کے اس عقیدے سے ہٹ جائے گا جو قرون اولیٰ ہی میں طے ہو چکا تھا۔

اللھم اجعلنی ممن تنالہ شفاعۃ نبیہ سیدنا محمد ﷺ۔

اللہ تعالیٰ قیامت میں جب شفاعت کی اجازت دیں گے تو حضرت جبریل امین علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے، بعض صحابہ کرام کی شفاعت کریں گے۔ حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اپنی اپنی امتوں کی شفاعت کریں گے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام میں سے جس کو اجازت ہوگی وہ تمام حضرات شفاعت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کا کام قرآن مجید بعض لوگوں کی شفاعت کرے گا۔ حضرت کعب بن احبار کی روایت کے مطابق تو حضرت رسالت مآب ﷺ کے ہر ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو شفاعت کا اختیار دیا جائے گا۔ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو شفاعت کے لیے طلب کیا جائے گا، وہ شفاعت کریں گے۔

اس امت کے علماء کرام شفاعت کریں گے اور ہر ایک وہ عالم دین جو اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت پائے گا اسے جن سوائے انہماکِ روں کی شفاعت کی اجازت ملے گی جن کے لیے جہنم کا فیصلہ ہو چکا ہوگا۔ صدیقین کو بلا یا جائے گا کہ وہ شفاعت کریں اور خلیفہ رسول اللہ ﷺ، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے براہ کون صدیق ہوگا؟ اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو شفاعت کی اجازت ملے گی۔ شہداء کرام کو بلا یا جائے گا وہ بھی شفاعت کریں گے۔ عام مسلمانوں میں سے بچوں کو حق ملے گا کہ اپنے ماں باپ کے بارے میں استدعا کریں۔ جن لوگوں نے معاشرے میں نیکی کے کام کیے ہوں گے انہیں بھی اختیار ملے گا اور سب سے بڑی شفاعت جسے شفاعتِ عظمیٰ یا شفاعتِ کبریٰ کہا جاتا ہے وہ حضرت خاتم النبیین ﷺ، سید الکونین حضرت رسالت مآب ﷺ کی شفاعت ہوگی۔ بعض اہل علم نے اسی شفاعت کو مقام محمود بھی کہا ہے اور حضرت رسالت مآب ﷺ کی یہ شفاعت کئی طرح کی اور بار بار ہوگی۔ مثلاً سب سے پہلے تو اس دن کی سختیاں ہوں گی۔ ظالموں پر خدا کا غضب برے گا اور حساب و کتاب کا آگاہی نہیں ہوگا۔ لوگ مارے مارے پھریں گے اور حضرت آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کے پاس جائیں گے اور پتا فر حضرت رسالت مآب ﷺ کی شفاعت سے حساب شروع ہوگا۔ پھر حضرت رسالت مآب ﷺ کی شفاعت سے ہی بعض لوگ بغیر حساب و کتاب کے جنت میں بھیج دیئے جائیں گے۔ اگرچہ ان کی شفاعت کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے لیکن ایک مآلف یہ بھی ہے کہ شفاعت یہاں بھی قطع و سے گی۔ تیسری قسم کی شفاعت یہ ہوگی کہ جن لوگوں کو

حساب و کتاب کے بعد جہنم کا مستحق ٹھہرا دیا جائے گا انھیں شفاعت کا نفع ہوگا اور وہ بغیر مذاب کے ہی جنت میں بھیج دیے جائیں گے۔ پھر جو لوگ جہنم میں ڈال دیئے گئے تھے حضرت رسالت مآب ﷺ کی شفاعت ان کے کام آئے گی اور ایسے گنہگاروں کو جہنم سے چمکا کر اہل جہنم سے دور کر دیا جائے گا۔ ان میں وہ لوگ بھی ہوں گے جن کے اعضاء جعدہ، پیشانی، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے، دونوں پاؤں یعنی سات اعضاء پر نجات پڑ گئے ہوں گے اور چونکہ جعدہ کرنے والوں کے جعدے کی جہنم کو جہنم کی آگ جلانے کی نہیں اس لیے ان کی اسی پہچان سے انھیں شفاعت کے بعد جہنم سے نکال لیا جائے گا۔ یہ قاعدہ ان لوگوں کے لیے ہے جو اگرچہ بہت گنہگار تھے لیکن نماز کی پابندی کرتے تھے، حضرت حافظ ابن حجر مستطاری رحمہ اللہ علیہ بن حجر مستطاری رحمہ اللہ نے کیا خوبصورت اشعار میں کیسی عمدہ دہرایا ہے۔

يَا زَبَّ اَنْفُسَاءَ الشُّجُوْدِ عَنَّا فَنُتَمَّا

مِنْ غَلَبِكَ الْحَقِيْبِي وَ قَلَّتِ الْوَقْفِي

وَالْبُغْيُ بِنَسْرِي بِالْفُغْيِ نَا فَا الْفُغْيِ

فَا لَنْ غَمِي الْفُغْيِي بِغْيِي الْبَاغِي

(ترجمہ) اے اللہ تو نے اپنے اس گنہگار بندے کے سات اعضاء

(اعضائے جعدہ) کو تو جہنم کی آگ سے محفوظ فرما دیا اور درحقیقت محفوظ

فرمانے والا تو ہی ہے۔ اے بے نیاز ذات، بے پروا مالک کے لیے قصور وار

غلام کو آزاد کرنا تو بہت آسان ہوتا ہے۔ اپنے اس غلامی غلام پر احسان فرما

اور (ان سات اعضاء کی طرح) باقی جسم کو بھی جہنم سے محفوظ فرما دے۔

پانچویں قسم کے لوگ وہ ہوں گے جو جنت میں تو پہنچ چاہیں گے لیکن حضرت رسالت مآب ﷺ کی شفاعت سے ان کے درجے بلند کر دیئے جائیں گے۔ حضرت رسالت مآب ﷺ کی اس شفاعت کبریٰ سے کافر بھی محروم نہیں رہیں گے اور یہ آپ کی چھٹی قسم کی شفاعت ہوگی اور کافروں کے عذاب میں کمی کر دی جائے گی۔ ساتویں قسم کی آپ کی شفاعت اہل مدینہ کے لیے ہوگی اور اس میں وہ تمام لوگ شامل ہوں گے جنہوں نے مدینہ طیبہ میں رہنے میں جو تکالیف پیش آئیں صبر کیا۔ حضرت رسالت مآب ﷺ ان کے ایمان کی گواہی دیں گے اور ان کی سزا رخصت فرمائیں گے۔ پھر اہل مکہ اور اس کے بعد طائف والوں کی شفاعت ہوگی۔ پھر آپ اپنے اہل بیت کرام علیہ السلام کی شفاعت کریں گے، جس شخص کا رشتہ حضرت رسالت مآب ﷺ سے جتنے قریب کا ہوگا اتنے اس شفاعت سے اتنا ہی نفع پہنچے گا۔ پھر آپ تمام عربوں کے لیے شفاعت فرمائیں گے اور اس کے بعد عجمیوں کی باری آئے گی۔ آٹھویں شفاعت حضرت رسالت مآب ﷺ ان لوگوں کے لیے کریں گے جن کی نیکیاں اور گناہ برابر ہو چکے ہوں گے اور خدا کی رحمت یہ چاہے گی کہ انھیں کوئی سہارا ملے اور یہ لوگ جنت میں بھیج دیئے جائیں۔ اس شفاعت کبریٰ سے انھیں سہارا ملے گا اور یہ جنت میں بھیج دیئے جائیں گے۔ کچھ علماء کا خیال یہ ہے کہ اصحاب اعراف بھی انہی میں شامل ہوں گے۔ اسی دور ان حضرت رسالت مآب ﷺ بار بار جنت میں تشریف لے جائیں گے اور بار بار محشر میں

حاضری ہوگی۔ اپنے خدام سے بھی خاص شفقت کا معاملہ فرمائیں گے۔ اور حضرت انس، حضرت بلال، حضرت کعب بن لہٰی وغیرہ خاص عنایات کا موردِ ظہر ہیں گے۔ پھر آخر کار جہنم میں کچھ ایسے مومن رہ جائیں گے جنہوں نے صرف کلمہ ہی پڑھا ہوگا اور ان کے نامِ عمل میں کوئی نیکی نہیں ہوگی۔ حضرت رسالت مآب ﷺ ان کی سفارش کریں گے اور علم ہوگا کہ انہیں جہنم سے نکالیں اور جنت میں لے جائیں۔ حضرت رسالت مآب ﷺ کے ساتھ چار مرتبہ یہ معاملہ ہوگا کہ آپ کی شفاعت سے ایسے جہنم میں پڑے لوگ جنت میں بھیج دیے جائیں گے اور آخر پر آپ عرض کریں گے اے پروردگار تمام اہل ایمان جنت میں چلے گئے بس دور رہے جو قرآن کریم کی رو سے جنت میں نہیں جاسکتے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ یہ فرمائیں گے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام نے سفارش کر لی، فرشتوں نے سفارش کر لی، شہداء نے سفارش کر لی اور تمام سفارش کرنے والوں کی سفارش کے بعد اب میں اور میرے کنبہ پر بندے رہ گئے اور اللہ تعالیٰ بے شمار کنبہ گاروں کو جہنم سے نکالے گا اور ان کے دل میں ایمان اتنا کمزور ہوگا کہ بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کو ان کے ایمان کی خبر نہیں ہوگی اور پلّا آخر یہ کمزور ایمان والے لوگ بھی جنت میں چلے جائیں گے۔

الشفیع شفع من شہسہ ﷺ وادجلی فی شفاعتہ و الخلفی من تالیف  
شفاعتہ برحمتک و بحزبتک یا ارحم الراحمین.



### عملی منہ حق اور اعتقادی منہ حق — ہر کون؟

**فرمایا:** یہ بھی جانتا چاہیے کہ منافقت دو قسم کی ہے۔ ایک منافقت تو یہ ہے کہ آدمی اپنی زبان سے اُس عقیدے کا اظہار کرے جو درحقیقت اس کے دل میں نہ ہو مثلاً وہ زبان سے تو اللہ تعالیٰ کے ہونے کا اقرار کرے لیکن اس کے دل میں یہ ہو کہ یہ کائنات تو خود بخود ایک گے بندھے نظام کے تحت چل رہی ہے اور اللہ تعالیٰ ہے ہی نہیں۔ اب کیا کریں چونکہ مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوئے یا ان کے وطن میں رہتے ہیں اس لیے زبان سے اللہ تعالیٰ کا اقرار یہ جھک ماری پڑتی ہے۔ (معاذ اللہ) دوسرے حقیقت یہ ہے کہ باری تعالیٰ ہے ہی نہیں۔ اس لحاظ کو اعتقادی لحاظ یا اعتقاد منافقت کہتے ہیں کہ دل میں کچھ اور زبان پر کچھ۔ عقیدے کا وہ خلاف پن۔ ایسے شخص کے مرنے پر اگرچہ ناکوں مسلمان اس کا جنازہ پڑھ دیں اور پوری دنیا بھی اس کی مغفرت کی دعا کرے تو اس منہ حق کی بخشش نہیں ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ تو جانتا ہے کہ اس کے دل میں عقیدہ کیا تھا اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کافروں میں شمار ہوگا اور کافر تو پھر صاف صاف اپنے عقیدہ کفر کا اظہار کرتا ہے اور کسی کو بھی دھوکہ نہیں دیتا، اس کے تو دو قصور ہیں ایک تو دل میں کفر اور دوسرے لوگوں کو دھوکہ دیا کہ دل میں عقیدہ کچھ اور تھا اور ظہر میں کسی اور عقیدے کا اقرار کیا تو یہ تو کافر بھی ہوا اور منہ حق بھی اس لیے ایسے منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں رکھے جائیں گے اور ان کا عذاب کافروں سے بھی شدید ہوگا۔



دوسری قسم کی منافقت اعتقادی نہیں، عملی ہے یعنی وہ شخص جو اپنے عقیدے میں تو بائبل درست ہے جیسے زبان سے ضروریات دین مثلاً توحید، رسالت، شہر نبوت، آخرت، تقدیر وغیرہ کو مانتا ہے ایسے ہی دل سے بھی مانتا ہے لیکن عمل میں کمزور ہے۔ وعدہ شکنی کرتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، لگائیاں بکتا ہے، لہذا روزے کا تو پابند ہے لیکن وضو نہ دیتا ہے تو ایسا شخص عملی منافق ہے اور ایسے منافق کو فاسق بھی کہا جاتا ہے کہ یہ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت میں چاہے تو اسے معاف فرما دے یا اس کی نازیبا حرکتوں کی عطا فی فرما دے اور اگر چاہے تو عذاب دے۔ یہ عملی منافق اس اعتقادی منافق سے بہتر ہے کہ یہ تو فاسق ہے اور وہ اعتقادی منافق اللہ تعالیٰ کے نزدیک کافر ہے۔

جنات کے وجود کا انکار گمراہی ہے۔

**فرمان** جنات کا وجود ماننا ضروری ہے۔ اہل السنۃ والجماعہ کا یہ عقیدہ ہے کہ جنات کا وجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کا تذکرہ فرمایا ہے اور جس حقوق کو جن کہا ہے وہ انسانوں کے علاوہ ایک دوسری مخلوق ہے جو کہ ہماری نظروں سے اوجھل ہے۔ حضرت رسالت مآب ﷺ سے صحیح احادیث میں بہت سی ایسی روایات آئی ہیں جو جنات کے وجود کی دلیل ہیں اور امت کا اس پر اجماع بھی ہے۔ اس لیے جنات کے وجود ہی کا انکار گمراہی ہے۔

دور نبوی ﷺ کی تین خواتین — جو بہت نمایاں نظر آتی ہیں۔

﴿فرمایا﴾ حضرت رسالت مآب ﷺ کی حیات طیبہ میں تین خواتین کے نام بہت نمایاں نظر آتے ہیں۔

① ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

② ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

③ صاحبزادی صاحبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

حاجہ اہل السنۃ والجماعہ میں اس بات پر اختلاف ہے کہ ان تینوں محترمات خواتین فرمائیے میں سب سے افضل کون ہیں؟ کچھ علماء کرام کا خیال یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سب سے افضل ہیں کیونکہ امت کو بہت نفع اُنکے علم سے پہنچا ہے اور علم حدیث میں جتنی روایات ان کی ہیں وہ اپنی مثال آپ ہے۔ باقی دو خواتین کے علم سے امت کو نہ تو اتنا نفع پہنچا ہے اور نہ ہی علم حدیث میں ان کی اتنی روایات ہیں۔ پھر حضرت رسالت مآب ﷺ کی دنیا و آخرت میں دو اہلیہ محترمہ ہیں اور حضرت جبریل امین علیہ السلام نے انہیں سلام بخش کیا تھا اس لیے وہ سب سے افضل ہیں۔

کچھ علماء نے فرمایا کہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سب سے افضل ہیں کیونکہ اسلام کے ابتدائی دور میں جتنا انہوں نے حضرت رسالت مآب ﷺ کا ساتھ دیا ہے اور جتنی اس دور میں ان کی قربانیاں ہیں ایسی قربانی کا موقع بھی کسی اور کو نہیں ملا اور نہ ہی کسی اور خاتون کی ایسی قربانیاں ہیں اور پھر صحیح احادیث کے مطابق

حضرت جبریل امین علیہ السلام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سلام پیش کیا تھا تو صحیح احادیث ہی کے مطابق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے سلام پہنچا دیا تھا۔

پھر یہ دونوں خواتین صاحبزادی صاحبہ رضی اللہ عنہما سے اس لیے افضل قرار پاتی ہیں کہ وہ قیامت میں اپنے شوہر امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوں گی اور یہ دونوں خواتین اپنے شوہر حضرت رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں ہوں گی۔

بہر حال اہل السنۃ والجماعۃ کا خیال یہ ہے کہ ان تینوں خواتین میں سب سے افضل حضرت صاحبزادی صاحبہ رضی اللہ عنہا ہیں کیونکہ ان کے والدہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ ان کے جسم کا ٹکڑا ہیں جب کہ دونوں امہات المومنین رضی اللہ عنہما کو یہ شرف حاصل نہیں ہے۔ پھر ان کے بعد انہی کی والدہ محترمہ ام المومنین حضرت صدیق اکبر اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بنائے علم سب سے افضل قرار پاتی ہیں۔ ام المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب سے پہلی زوجہ محترمہ اور سب سے زیادہ اسلام کے لیے قربانی دینے کے اعتبار سے سب سے افضل قرار پاتی ہیں اور حضرت صاحبزادی صاحبہ رضی اللہ عنہا اپنے نسب کے اعتبار سے سب سے افضل قرار پاتی ہیں کہ وہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم علیہا و علیٰ ایہا ہیں حتیٰ کہ ان کا یہ نسب تو حضرت رسالت مآب ﷺ کے نسب سے بھی برتر ہے کہ صاحبزادی صاحبہ فاطمہ بنت محمد ہیں اور ان کے والد گرامی محمد بن عبد اللہ ہیں۔ صلوات اللہ و سلامہ علیہم۔

صحیح ترین عقیدہ یہ ہے کہ کوئی بھی ترتیب مان لی جائے اور کسی بھی خاتون کو پہلی یا

دوسرے یا تیسرے درجے پر رکھ لیا جائے، احوال اللہ والہماۃ نے ہر قول کو اختیار کیا ہے اور ہر ایک کے پاس اپنے اپنے دلائل ہیں۔ عقیدے کے اعتبار سے ہر ترتیب درست ہے۔ کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہر ایک کی اپنی اپنی خصوصیات ہیں۔ کائنات میں سب سے اعلیٰ نسب حضرت صاحبزادی صاحبہ کا ہے کہ وہ فاطمہ بنت محمد سلام اللہ علیہہ ہیں۔ اور ان تینوں خواتین میں اللہ تعالیٰ نے اگر کسی کو سلام بھجوایا ہے تو وہ حضرت ام المومنین خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کو، اور حضرت ام المومنین عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی گیارہ خصوصیات تو ایسی ہیں کہ وہ تنہا ہیں دنیا کی کوئی خاتون ان کے ان محاسن میں ان کی شریک نہیں ہے۔

① صحیح روایات کے مطابق حضرت رسالت مآب (ﷺ) کو وہ شادی سے پہلے خواب میں وحش کی گھنٹیں اور خوشخبری دی گئی کہ مستقبل میں یہ آپ کی ہونے والی اہلیہ محترمہ ہیں۔  
② حضرت ام المومنین ازواج مطہرات میں اکیلی ایسی خاتون تھیں جو بوقت نکاح کنواری تھیں ورنہ ان کے علاوہ حضرت رسالت مآب (ﷺ) کی ہر ایک اہلیہ محترمہ یا تویہ وہ بچکی تھیں اور یا بھرا نہیں طلاق ہو چکنے کے بعد آپ کی زوجیت میں آنے کا شرف حاصل ہوا تھا۔

③ حضرت رسالت مآب (ﷺ) کا انتقال انبی کی گود میں ہوا تھا۔

④ حضرت رسالت مآب (ﷺ) نے اپنی حیات قدسیہ کے آخری ایام آپ ہی کے حجرے میں گزارنا پسند فرمایا تھے اور باقی تمام ازواج مطہرات کی رضامندی سے انہی کے گھر کو یہ سعادت نصیب ہوئی تھی۔

④ حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کو یہ شرف نصیب ہوا کہ

حضرت رسالت مآب ﷺ تاجہ قیامت وہیں ٹھوسراحت فرمیں۔

⑤ حضرت رسالت مآب ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تھی تو اس وقت جو حضرات یا

اہل بیت المؤمنین رضی اللہ عنہم وغیرہ موجود ہوتی تھیں ذرا فاصلے پر بیٹھ جاتی تھیں لیکن یہ شرف

صرف اور صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہے کہ وہ لحاف میں حضرت رسالت مآب ﷺ

کے ہمراہ لیٹی ہوتی تھیں، وحی نازل ہوتی تھی اور آپ کا حجرہ فرشتوں سے مبرا رہتا تھا۔

⑥ حضرت رسالت مآب ﷺ کے خلیفہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے اور ان کی حلاوت کوئی نہ

تھا اور انہی کے یہ مساجزادی تھیں اور انہی کو شرفِ زوہیت حاصل ہوا۔

⑦ حضرت رسالت مآب ﷺ کی صرف یہی اہلیہ محترمہ ہیں جن پر انعامِ تراشی کی غنی

توان کی پاک دامنی کی گواہی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دی۔

⑧ اللہ تعالیٰ نے پاکدامنی کی گواہی کے علاوہ ان کی مغفرت اور انہیں جنت کے

انعامات (رزق کریم) دینے کی بشارت سنائی۔

⑨ علمِ طب میں دو تمام اہل بیت المؤمنین سے علم میں فائق و برتر تھیں۔ مختلف بیماریوں

میں دو علاج تجویز فرمایا کرتی تھیں اور یہ بات اتنی کثرت سے پیش آئی کہ لوگوں کو

دریافت کرنا پڑا کہ انہوں نے طب کہاں سے پڑھا ہے؟

⑩ اہل بیت المؤمنین میں جن کے علم سے اللہ تعالیٰ نے امت کو سب سے زیادہ نفع

پہنچایا، وہ یہی آسقی ہے۔

## ایک سوال اور اس کا جواب

فرمایا

ایک شخص نے کسی کو پھینک دینے کی غرض سے پوچھا کہ تمہارا کیا عقیدہ ہے؟ وہ چار (یعنی، فاطمہ، حسن، حسین، جبرائیل) جنہیں ان کے والد حضرت رسالت مآب ﷺ نے اپنی چادر میں داخل فرمایا اور ان کا پانچواں اللہ تعالیٰ ان سے بھی بڑھ کر کوئی افضل ہستی کائنات میں ہے؟

دوسرے نے جواب دیا کہ تمہارا کیا عقیدہ ہے؟ وہ دو جب غار میں تھے اور پہلے نے دوسرے سے کہا غم نہ کیجئے اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے تو جن کا تیسرا خود اللہ ہو کیا دنیا میں ان سے بڑھ کر بھی کوئی افضل ہے؟

## روضہ مبارک پر دعا کی درخواست.....

فرمایا

امام جزری محمد بن محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کے موضوع پر ایک کتاب ”الحسن والعین“ مرتب کی ہے اور یہ ایسی جامع کتاب ہے کہ مختلف علماء کرام نے اپنے اپنے دور میں اس کی شروع بھی تحریر فرمائی ہیں۔ حضرت ملا علی نقاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ”الحرز العین“ کے نام سے اس کی ایک شرح لکھی ہے جو کہ پیمپ کر اہل علم میں قبول عام حاصل کر چکی ہے اس کی پہلی جلد میں جہاں یہ بحث آئی ہے کہ کن کن مقامات پر دعا قبول ہوتی ہے (ماکن الاچاہ) وہاں پر حضرت ملا علی نقاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس عقیدے کی تصریح کی ہے کہ جو شخص بھی حضرت رسالت مآب ﷺ کے

مرقد منور پر حاضر ہو کر کوئی دعا مانگا ہے (یعنی حضرت رسالت مآب ﷺ سے عرض کرتا ہے کہ آپ میرے لیے غلّوں و دھانوں کی یا شفا عت کی درخواست کرتا ہے وغیرہ وغیرہ) تو حضرت رسالت مآب ﷺ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ اس دعا کو وہ خود سنتے ہیں اور جو شخص بھی ان پر سلام یا درود پیش کرتا ہے تو اس صلاۃ و سلام کو وہ خود سنتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْہِمْ اِنّٰہُمْ بِلِقَآءِ رَبِّہِمْ شَاقِقُونَ وَاَزَادَ غَیْبًا مِّنَ الشَّاقِقِ

### توحید الہی کے چار مراتب

(۱)

”توحید اللہ الباطن“ میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے توحید اور شرک پر بہت عمدہ بحث تحریر فرمائی ہے۔ اس تحریر کو غور سے پڑھا جائے اور پھر اسے ”تقویۃ الایمان“ اور ”محبتات“ سے مآ کر دیکھا جائے تو یہ سمجھنے میں چنداں دشواری نہ ہوگی کہ حضرت مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے بھی وہی کچھ تحریر فرمایا ہے، جو کہ ان کے قابل صدا احترام و ادب حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے، فرق صرف اسماء اور تفصیل کا ہے۔ بنیاد ”توحید اللہ الباطن“ میں رکھ دی گئی تھی ”تقویۃ الایمان“ اور ”محبتات“ تو اس کی عبارت ہے۔ ”تقویۃ الایمان“ کی عبارت سلیس اور عام فہم ہے اور ”محبتات“ کی عبارت اسماء، مغلط اور خاص فہم ہے۔

توحید الہی کے چار مراتب ہیں اور پہلے دوسرے آپس میں ایک دوسرے کو مستلزم ہیں اور آخری دوسرے بھی التزام کے ساتھ ہیں۔ پہلے دونوں مراتب بھی ایک دوسرے سے ایسے پیوست ہیں کہ ان دونوں کو الگ نہیں کیا جاسکتا اور تیسرے اور

چوتھے مرتبے کی حالت بھی یہی ہے۔ تو حید اُنہی کا پہلا مرتبہ یہ ہے کہ ایک ایسی ذات مقدسہ کا اقرار جس کا وجود ضروری ہو اور اس کو نہ ماننا ناممکن ہو پھر اس کا وجود ذاتی ہو یعنی اسے کسی نے نہ بنایا ہو وہ اپنے وجود اور اس کی بقا کے لیے کسی اور کا محتاج نہ ہو۔ ایسی ہستی صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے کہ اس کے وجود کو ماننے میں کوئی چارہ کار نہیں مگر اس کو نہ ماننا جائے تو کائنات کا پورا نظام برباد ہو جائے گا اور اب بھی جو لوگ اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے، نہ اس سے ڈرتے ہیں اور نہ اس کے سامنے جوابدہی کا احساس ہے، وہ کچھ تو وہ اس دنیا کو جیسے برباد کر رہے ہیں اور انسانیت ان کے ظلم کی پکی میں کیسے پس رہی ہے۔ پھر اس کی ذات پاک خود سے ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں مگر وہ کسی بھی کام میں کسی کا محتاج نہ ہوتا پھر وہ خدا کیونکر ہو؟ سو خدا صریحاً یہ ہوا کہ ایسی ہستی جس کا وجود ضروری اور خود بخود ہو اس کو ماننا۔ ایسی ہستی صرف اور صرف باری تعالیٰ ہی کی ہے۔ اہل علم اسی مرتبے کو تو حید ذات کہتے ہیں۔ پھر دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ یہ مانا جائے کہ تمام جوہر اور عرض اس کی تخلیق ہیں اور اس تخلیق میں کوئی بھی اس کا شریک و سہم نہیں ہے۔ جوہر سے ہماری مراد یہ ہے کہ وہ چیز جو اپنے وجود کے لیے کسی ایسی چیز کی محتاج نہ ہو جو اسے موجود کرے۔ جیسے کپڑا، کتاب، میز، کرسی وغیرہ اور عرض یہ ہے کہ وہ اپنے وجود کے لیے کسی سہارے کا محتاج ہو جیسے رنگ ہیں کہ سرخ رنگ، جو خود کیا ہے جب تک وہ کسی جوہر (کپڑا، کرسی وغیرہ) پر قائم نہ ہو وہ اپنے وجود کا اظہار نہیں کر سکتا۔ ایسے ہی مقدار مثلاً ایک کھوٹا ایک کھوٹا اور ہلکا ہلکا وغیرہ کچھ تو ہونا چاہیے مگر نہ ایک کھوٹا ذات خود کچھ نہیں۔



سود و ہستی جو تمام جواہر اور اعراض کو تخلیق کرنے والی ہے، اسے ماننا اور یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے اسے اہل ہمہ کی زبان میں تو حید غلط کہتے ہیں تو حید ذات اور تو حید غلط یہ دونوں آپس میں لازم و ملزوم ہیں ایک کو ماننے تو دوسرے کو ماننے بنانا چار و پنیں اور چونکہ دنیا میں عام طور پر مشرکین تو حید ذات اور تو حید غلط کے چاکل تھے اور ہیں اس لیے قرآن کریم تو حید کے ان دوسرا تب سے کلم بحث کرتا ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے وجود یعنی تو حید ذات اور دوسرے مرتبے تو حید غلط کے بعد تیسرا مرتبہ تو حید تدبیر کا ہے یعنی یہ کہ اس کائنات کی تخلیق کے بعد اس کا نفع اور نقصان، مادے میں تصرف کرنے، دنیا بھر کے انتظامات ہر ایک کی تربیت اور رزق دینا وغیرہ جملہ امور اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی کے تصرف میں ہیں اور کوئی نبی معصوم، ولی کامل، فرشتے اور جنات، الطرغ اس کائنات میں کوئی بھی ذات پاری تعالیٰ کا شریک نہیں ہے اسے ہی تو حید ربوبیت یا تو حید تدبیر بھی کہتے ہیں اور عقیدہ تو حید میں یہ سب سے اہم مرتبہ ہے۔ دنیا بھر کے مشرکین اسی مرتبے میں آ کر گمراہ ہو جاتے ہیں۔ وہ سب سے پہلے یہ عقیدہ لگانے ہیں کہ تو حید تدبیر یا تو حید ربوبیت میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ہے اور اسی خالق عقیدے کے بعد حضرات انبیاء کرام، اولیاء اللہ، آخر اہل بیت علیہ السلام، سورت، چاند، ستاروں، فرشتوں اور جنات اور خدا معلوم کس کس کی عبادت میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ اس لیے ایک مومن اور موصد کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ کائنات کا تدبیر و انتظام بھی صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی ہے۔

جب تو حید تدبیر کا عقیدہ درست یا قائل ہوتا ہے تو پھر تو حید یا شرک کا چوتھا درجہ آ جاتا ہے

جسے اہل علم توحید الوہیت کا نام دیتے ہیں۔ یعنی جس ذات کے متعلق توحید تہجیر یا توحید ربوبیت کا عقیدہ ہے، اسی کی، اس نظر سے کے تحت عبادت کرنا، اور اس کا نام ہے توحید الوہیت یعنی جو ہمیں پاتا ہے اور جو ہمارے نفع و نقصان کا مال ہے (توحید تہجیر) ہم اسی کی عبادت کریں گے (توحید الوہیت) انسان اسی مقام پر پہنچ کر مومن یا کافر بنتا ہے۔ مومن کا عقیدہ یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی رب اور نفع، نقصان کا مالک ہے اس لیے صرف اسی کی عبادت کروں گا اور مشرک کہتا ہے کہ فلاں ہستی یا فلاں چیز چونکہ میری رب اور نفع و نقصان کی مالک ہے لہذا میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی بھی عبادت کروں گا تو یہ فرق ہے مومن اور مشرک کے درمیان اور اب واضح ہو گیا ہوگا کہ تیسرا مرتبہ (توحید تہجیر یا توحید ربوبیت) اور چوتھا مرتبہ (توحید الوہیت) یعنی ربوبیت اور معبودیت یا الوہیت یہ دونوں مراتب کیسے ایک دوسرے سے پیوست ہیں۔

### رسالت یا مصل

فرمایا ﴿قرآن متعدد مقامات پر اس بات کا اثبات کرتا ہے کہ جنت الہی اور سالی رسل ہی کے بعد قائم ہوتی ہے، مجرد مصل انسانی کافی نہیں۔ اس موضوع پر حضرت مجدد الف ثانی سرہندیؒ نے اپنے مکتوبات شریف میں کئی مقامات پر بہت عمدہ بحث تحریر فرمائی ہے۔



إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ﴿١٥﴾ فَإِذَا قَرَأَهُ فَأَتَّبِعَ قُرْآنَهُ ﴿١٦﴾  
ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ﴿١٧﴾

(پ ۴۹: سورۃ القیامت، آیت: ۱۵ تا ۱۷)

(اے نبی ﷺ) اس (قرآن حکیم) کو  
① یاد کرو دینا (پہلی ذمہ داری)

اور

② اس (قرآن حکیم) کو پڑھو دینا (دوسری ذمہ داری)  
یہ تو تمہارا ہی ذمہ ہے۔

اس لیے جب ہم اسے (حضرت جبریل امین علیہ السلام کے واسطے سے) پڑھ  
رہے ہوں تو آپ اس وحی کو فور سے سنتے رہے اور (یہ بھی یاد رہے کہ)  
③ اس (قرآن حکیم) کو سمجھا دینا (اس کی تفسیر بیان کر دینا) بھی تمہاری  
ہی (تیسری) ذمہ داری ہے۔

\*\*\*

علامہ زبیری کی تفسیر "کشاف" سے شدید بےزاری کی وجہ۔

**فرمایا:** علامہ زبیری کی تفسیر کشاف کو ایک زمانے میں بہت ذوق و شوق سے پڑھا اور بہت بادل غمازہ کھل گیا۔ پہلی مرتبہ اس تفسیر سے شدید بےزاری تو سورہ توبہ کا مطالعہ کرتے ہوئے پیش آئی۔ اس سورہ مبارکہ کی چہب آیت نمبر ۴۳ کی تفسیر پڑھی تو جی اچاٹ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ارشاد فرمایا ہے:

غَفَا اللَّهُ عَنْكَ اللّٰهُ تَعَالٰی اٰپ سے درگزر فرمائے۔

اور اصل واقعہ یہ ہے کہ خزوۃ تہذیب کا دور بہت کٹھن دور تھا۔ موسم گرما اپنے شباب پر تھا اور مدینہ منورہ میں کھجوروں کے بیڑ لہے کھڑے تھے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قربانی دی اور ان تمام اموال کو چھوڑ کر جب وہی کمال اللہ کے لیے نکل پڑے۔ منافقین جہاد سے جی چراتے تھے۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے اور جھوٹے بیہانے گھڑ کر درخواست پیش کرتے کہ انھیں مدینہ منورہ ہی میں رہنے کی اجازت دے دی جائے۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے طبی علم پر رحمت کی بناء پر اجازت مرحمت فرما دیتے، تو اس اجازت دینے پر اللہ تعالیٰ نے عمت بھرا متاب فرمایا کہ اللہ تعالیٰ درگزر فرماے (لیکن) آپ نے انھیں اجازت دی ہی کیوں؟ اللہ تعالیٰ نے ظلم کو ظاکریت پر مقدم فرمایا۔ زیادہ سے زیادہ بھی اس بات کو بڑھایا جائے تو کیا ہے؟ یہی کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کو جو مدینہ منورہ میں رو جانے کی اجازت دی، وہ خطا و اجتہاد ہی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہی بھی حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی خطائے اجتہاد ہی

پر قائم نہیں رہنے دیا کیونکہ اگر انھیں اپنی خطائے اجتہادی پر قائم رہنے دیا جاتا تو ان کے اپنے حق میں تو اگرچہ یہ خطا، خطائے اجتہادی ہوتی لیکن امت کے لیے تو سنت بن جاتی۔ اس لیے اس مقام پر بھی آگاہ فرمادیا اور نہایت لطیف بات یہ بھی ہوئی کہ عنکوکا ریت پر مقدم فرمایا۔

لیکن دھڑھری نے یہ ظلم کیا کہ حضرت رسالت ﷺ کو خط کا قرار دیتے ہوئے یہ الفاظ کہے:

أَحْضَاثٌ وَ شِسْ مَا قُلْتُ      آپ نے خط کی اور جو اجازت دینے

کے الفاظ کہے تو بہت برے الفاظ کہے۔

استغفر اللہ العظیم، یہ عبارت پڑھ کر بہت دھچکا لگا کہ حضرت رسالت ﷺ پناہ سونچا کہ خطا کا قرار دینا، کتنا بڑا ظلم ہے۔ پھر بھی اسے پڑھنا پڑا، دل پر چھو رکھ کر اسے پڑھا اور جب سورہ عنکوبر کی آیت نمبر ۱۹ پر پہنچے تو از حد حیا و امن گیر ہوئی کہ دھڑھری نے اس مقام پر حضرت جبرئیل امین ﷺ کو، حضرت رسالت ﷺ پناہ سونچا سے انفس قرار دیا۔ طبیعت بہت مکدر ہوئی اور راقیہ تفسیر بہت غلط میں صفحات پانا کر مکمل کی۔

تَعْلِيمٌ وَ تَقْدُسُ نَبَوِي ﷺ اور علامہ دھڑھری!

فرمایا: دھڑھری نے سورہ تحریم کے آغاز میں حضرت رسالت ﷺ پناہ سونچا کے متعلق جو نازیبا کلمات استعمال کیے ہیں یا بے سرو پا روایات و نقل کیا ہے، انھیں پڑھ کر اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ان کے دل میں تعظیم و تقدس نبوی ﷺ کا کیا عالم ہوگا۔

یہ تمام روایات روئی کی نوکری میں پھینک دیے جانے کے قابل ہیں۔ ان تمام خرافات کے باوجود اکابر مفسرین نے اس تفسیر کے قابل قدر نکات سے استفادہ کیا ہے۔ زحتری کے بعد آنے والے تمام قابل ذکر مفسرین میں سے شاید ہی کوئی ایسا مفسر ہو جو اس تفسیر سے بے نیاز رہ سکا ہو۔ اگر زحتری ہمارے زمانے میں ہوتے تو قابل محروم نہ ہوتی اور ان کی تفسیر نذر آتش کر دی جاتی لیکن اسلاف کا یہ طرز نہیں رہا۔ انہوں نے حضرت رسالت پناہ ﷺ کی توہین اور اس تفسیر میں اخواف سے صرف نظر کر کے، جو کام کی بات نظر آئی اسے نقل کر دیا۔

وَالَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعَىٰ. فَجَعَلَهُ غُثَاءً أَحْوَىٰ کی اہمیت تفسیر

**فرمایا** ﴿خود عربی زبان میں ہر اس سیاح کو کہتے ہیں، جو بڑی مائل ہو۔ لغوی اس لکھاں کو بھی کہتے ہیں جو بوسیدہ ہو کر سیاہ پڑ جائے۔ "احوی" "کالا بھنگ"، "کالا بھٹ"۔ اب اگر سورۃ الاعلیٰ کی ان دو آیات پر غور کیا جائے وَالَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعَىٰ ⑤ فَجَعَلَهُ غُثَاءً أَحْوَىٰ ⑥ اور وہ (اللہ) جس نے چاروزمین سے نکالا ⑤ اور پھر اسے سیاہ کوڑا کر دیا ⑥ تو ایک ترجمہ تو یہی کیا گیا ہے کہ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نے چارے کو زمین سے نکالا اور پھر وہ چارہ بوسیدہ ہو کر یا پامال ہو کر سیاہ پڑ گیا تو گویا کہ چارے کا آقا ز اور انجام بتا دیا گیا۔ لیکن ذرا غور کیا جائے تو یہی لفظ لغوی اس سیاح کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، جو سیاحی سفر ہی یا سفری مائل ہوتی ہے۔ اور یہ چارے یا لکھاں میں اس وقت پیدا ہوتی ہے جب فصل سرسبز و شاداب

ہوتی ہے اور اس میں نموکا جوش اس سبز رنگ سے نکال کر سرخ یا سیاہ رنگ کی طرف مائل کر دیتا ہے۔ اگر یہ مان لیا جائے تو ان آیات میں "عُثَاة" (چارہ) کی جو معنیت "اوحیٰ" (سیاہ) آئی ہے، یہ بمعنی سیاہ نہیں بلکہ بمعنی "سرسبز و شاداب" آئے کی اور ان دونوں آیات کا ترجمہ یوں کیا جائے گا "اور وہ (اللہ) جس نے چارہ زمین سے نکالا اور پھر اسے سرسبز و شاداب کر دیا" ذوقِ سلیم اس ترجمے کو ترجیح دیتا ہے کہ سبزے کو پامال کر دینا اسے کوڑا بنا دینے کی نسبت اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف کرنے سے بہتر ہے کہ ہم اس ذاتِ مقدس کی طرف سرسبزی و شادابی کی نسبت کریں۔ کامِ باری تعالیٰ کے نظم میں بھی یہ ترجمہ زیادہ جتنا ہے۔ بعض مفسرین نے ان آیات کو یرک کی تفسیر یوں بھی کی ہے وَ اَلْبُذْيُ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى. اَخْوٰى فَجَعَلْنٰهُ عُثَاةً (وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس نے زمین سے چارہ نکالا، سرسبز و شاداب کیا اور پھر اسے کوڑا بنا دیا۔)

کُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِىْ شَأْنٍ کی تفسیر مولانا درویش علی کی زبان۔

**فرمایا:** یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِىْ شَأْنٍ (اسے ہر دن ایک نیا کام ہے) تو اللہ تعالیٰ کو ہر روز اپنے بندوں کے غنا و معاف کرنے ہیں۔ ان کی دعاؤں کو سنتا اور التجاؤں کو قبول کرتا ہے۔ اقوام کی عزت و ذلت کے فیصلے کرتے ہیں۔ ہر دن نئے کام سے مراد یہ کام ہیں۔ حضرت مولانا درویش علی نے مشکوٰۃ میں اس آیت کی ایک اور بہت عمدہ تفسیر بیان کی ہے کہ اس ذاتِ پاک کو ہر روز جو کام کرنے ہیں ان میں سے ایک معمول کا کام روزانہ فطری یا فنی کی روانگی ہے۔ ایک فنی روزانہ وہ



مردوں سے عورتوں میں منتقل کرتا ہے۔ تاکہ نسل انسانی بڑھے۔ دوسری فوج روزانہ خواتین سے دنیا میں بھیجتا ہے اور بچے جنم لیتے ہیں اور تیسری فوج دنیا سے قبروں میں بھیجتا ہے تاکہ ہر شخص ان اعمال کی جزا کو دیکھے جو اس نے اس دنیا میں کیے ہیں۔

۵۔ میں نے کافر کو بھی مرحوم ہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ حدید (پ: ۱۰، آیت: ۱۰) میں صحابہ کرامؓ کو درود قبول میں مقسم کیا ہے۔

① وہ حضرات جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے اتفاق اور جہاد کیا۔

⑤ وہ حضرات جنہوں نے فتح مکہ کے بعد مال خرچ کیا اور جہاد کیا۔

پھر ان دونوں میں فرق کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ یہ دونوں گروہ برابر نہیں ہیں۔ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے ہالی اور حساسی قربانیاں دی ہیں وہ یقیناً نیک و صالحہ اور مرتبہ تہ سے بڑھ کر ہے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد اپنا مال اور اپنی جان راہِ خدا میں کھپائی ہے۔ لیکن کیا ان دونوں میں اتنا فرق پڑ جائے گا کہ فتح مکہ کے بعد والے حضرات کو ان کی جزا اور رتبہ نہیں پائیں گے؟ اس شخص نے ہونے والے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ انہیں انہیں ایسے نہیں ہے، اگرچہ فتح مکہ سے قبل ان کی جانی بازی لگانے والے کو عظیم اجر دیا جائے گا لیکن فتح مکہ سے پہلے والے ہوں یا بعد والے ہر ایک کے ساتھ ”وعدہ حسنی“ ہے۔ دونوں گروہوں کو بشارت دینے والی وحی کی سب سے خاتمہ کا محروم بھی محروم رہے گا ۝

۵) اصل مصرع تو یہ ہے : ۵۔ اے جانے کا کرم ہی کرم نہیں ہے۔  
 ترجمہ یہاں پر تھوڑے عبارتوں کے ساتھ اس کے معنی کے لئے قصہ مصر میں نقل کیا گیا ہے۔

اور آیت کے آخر پر فرمایو اللّٰهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (اے صحابہ کرام اللہ تعالیٰ خوب باخبر ہے ان اعمال سے جو تم کرتے ہو۔) اس آیت میں جو فعل استعمال ہوا ہے، یہ صیغہ مضارع کا ہے اور مضارع چونکہ حال اور مستقبل دونوں معانی میں آتا ہے اس لیے عام طور پر مترجمین اور مفسرین اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں "جو عمل تم کرتے ہو" یعنی مضارع کا ترجمہ "حال" سے کرتے ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ اگر اس فعل مضارع کا ترجمہ مستقبل سے کیا جائے کہ "اے صحابہ کرام اللہ تعالیٰ خوب باخبر ہے ان اعمال سے جو تم کرو گے" تو اس ترجمے پر اشکال کیا ہے؟ کیا یہ ترجمہ لغت یا کتاب و سنت کی کسی نص قطعی سے نکلتا ہے؟ جب نہیں نکلتا تو اس کی تفسیر یہ ہونی کہ فرمایا گیا کہ اے صحابہ کرام اللہ تعالیٰ دیکھو جیسے پہلے بھی ہم نے تمہارے بار بار بتائے ہیں اور جن لوگوں نے فتح مکہ سے قبل مال و جان سے اسام کے پادے کو سچا ہے اور جنہوں نے فتح مکہ کے بعد قربانیاں دی ہیں انہیں برابر نہیں کیا تو اب آئندہ مستقبل میں بھی تم میں سے وہ لوگ جو آزمائش میں سرخرو ہوئے اور وہ لوگ جو اجتہادی خطا کریں گے سب برابر نہیں ہوں گے۔

جنگ جمل میں جو کچھ ہوگا، مصطفیٰ میں جو شہید ہوں گے، یزید کی نافرمانی اور بیعت کا جو معاذ ہوگا، وغیرہ وغیرہ یہ جتنے بھی صحابہ کرام اللہ تعالیٰ ہوں گے، اللہ تعالیٰ باوجود ان سب کی اجتہادی خطاؤں کے ان کے ساتھ وعدہ حسنیٰ کر رہا ہے اور وہ خوب جانتا ہے کہ آئندہ زمانہ مستقبل میں ان سے کیا کیا خطائیں سرزد ہوں گی۔ اس کے باوجود چونکہ صحابیت کے مقام پر فائز ہیں اس لیے ہمارا ان کے ساتھ یہ وعدہ ہے کہ ہم انہیں "وعدہ حسنیٰ" کے

مطابق مقامِ رضا سے نوازیں گے۔

اس لیے اس آیت کے ترجمے پر غور کر کے حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام اور تہ بھی سمجھ لینا چاہیے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”جامع الملحاحات“  
سے مفسرین نے استفادہ نہیں کیا۔

**فرمایا** ماشی قریب کے تقریباً دھائی سو سال میں چند ایسی تفسیریں نکلیں جن سے آج سارا عالم اسلام فائدہ اٹھا رہا ہے۔ پاک وہند میں بھی اسی اثنا میں تمیں سے ہم اللہ سیر قید کتابت میں آئیں لیکن ان تمام تفسیریں کسی ایک مفسر نے بھی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”جامع الملحاحات“ سے فائدہ اٹھانے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ حالانکہ اس کتاب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضراتِ انبیاء کرام رضی اللہ عنہم کے جو قصص قرآن کریم میں آئے ہیں ان کی بابت بعض بہت چٹے کی باتیں اس رسالے میں بیان کی گئی ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی علمی ذہانت اور ذوقِ لطیف سے ایسے نکات بیان کرتے ہیں جن کے متعلق یہ کہنا دشوار ہے کہ انھوں نے اپنے سے پہلوں کی باتیں نقل کی ہیں۔ اس دور میں جو بھی تفسیر پر کام کرنا چاہے، اسے چاہیے کہ اس رسالے کا مطالعہ ضرور کرے۔ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تحقیق اور مقدمے کے ساتھ اس رسالے کو شائع کیا تھا اور کچھ دہائیوں بعد انھوں نے اپنے ذخیرہ کتب میں موجود ہے۔

بعض صوفیاء کے عقیدے میں بکاڑ اور مصائب روح المعانی.....!

فرمایا اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں بار بار اس عقیدے کی تائید کرتا ہے کہ اپنی تکالیف اور مصائب کے حل کے لیے صرف اور صرف مجھ سے مدد مانگو۔ میں ہی ہوں جو تمہارے نفع اور نقصان کا مالک ہوں میرے علاوہ کسی کو بھی نہ تمہاری تکالیف اور ضروریات کا علم ہے اور نہ ہی کسی کے پاس ان کا حل ہے ہمیشہ مجھ سے مانگو۔

بہت سے صوفیاء کرام رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ حضرات اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مظہر ہوتے ہیں اس لیے ان سے مدد مانگو اور اپنی مشکلات و مصائب میں ان کی طرف رجوع کرنا کہ آپ جو ارے مساکل کو حل کر دیں، یہ جائز ہے کیونکہ ہم ان سے نہیں مانگتے بلکہ وہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی کے مظہر ہیں تو وہ حقیقت ہم اللہ تعالیٰ ہی سے مانگ رہے ہوتے ہیں۔

خلاصہ آدھی کتاب نے اپنی تفسیر ”روح المعانی“ میں سورۃ الفیل کی تفسیر میں ایسے لوگوں کو بہت عمدہ جواب تحریر فرمایا ہے، ان کی تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ فرماتے ہیں اگر یہ اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مظہر ہونے کی وجہ سے اس قابل ہیں کہ ان سے مدد مانگی جائے اور استغاثت و استعاضہ کیا جائے تو پھر انہی اولیاء اللہ کے لیے نماز بھی پڑھ لی جائے اور انہی کے نام کا روزہ بھی رکھ لیا جائے تو پھر کیا ممانعت ہے۔ اس لیے ہر شخص جو ہدایت کی دولت سے بہرہ مند ہے اس کے لیے امن اور سلامتی کی راہ بھی ہے کہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگتے جو ہر عیب سے پاک و ہمیشہ زندہ

رہنے والا، ہر چیز اس کے قبضہ قدرت میں اور وہی اپنے بندوں کی مصالحتوں سے باخبر ہے۔ بعض صوفیاء میں جو پکاڑ ہے میرے قلم میں حاکم اور زبان کو پار نہیں کہ اسے بیان کر سکوں۔

### قبض ارواح کی مختلف صورتیں

**فرمایا** یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر شخص کی روح اس کے جسم سے حضرت عزرائیل علیہ السلام ہی جدا کریں اور اس کی موت واقع ہو بلکہ اس کی کئی ایک صورتیں ہوتی ہیں۔ سورۃ الانعام میں جہاں یہ بیان فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے پیچھے ہوئے فرشتے انسانوں کی روح کو جسم سے الگ کر لیتے ہیں اور کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہیں کرتے اور پھر سب لوگ اپنے حقیقی مالک کے پاس لائے جائیں گے تو اس کی تفسیر میں قبض ارواح کی ایک صورت تو مفسرین نے یہ بیان کی ہے کہ قبض ارواح کبھی اللہ سبحانہ و تعالیٰ خود فرماتے ہیں غالباً یہ وہ لوگ ہوتے ہوں گے جو کہ ہر نیکی میں بہت لے جانے والے اور درجہ ازل کے اولیاء کرام علیہم السلام ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے بعد دوسرے شمار میں حضرت عزرائیل علیہ السلام ہیں اور یہ ان لوگوں کی ارواح کے لیے جو درجہ دوم کے نیک لوگ ہوں گے۔ جو راسخ فی العلم ہوں اور ایسی اچھی سیرت کہ اپنے نفس کی مٹفتوں سے انہیں تجرید حاصل ہو چکی ہوگی۔ پاک دل اور ہر قسم کی کدورت سے مبرا، انفقوں کی دنیا سے دور اور ان کو قلب سلیم کی دولت حاصل ہو چکی ہوگی۔ وہ سب ان لوگوں کا ہے جنہوں نے صابریت کی زندگی گذاری، عمومی خور پر نیک رہے لیکن تزکیہ نفس کی

دولت سے حقیقی معنی میں بہر یاب نہیں ہوئے۔ کچھ دوسرائی مٹا ہوں کے عوارض میں بھی تو یہ رہی۔ سو ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے فرشتوں کو بھیجتا ہے اور یہی رحمت کے فرشتے انھیں سیٹ لیتے ہیں۔ ان فرشتوں کے ساتھ ان کی نیکیاں بھی خوبصورت شکل کے لڑکوں کی صورت میں انھیں دکھائی جاتی ہیں اور یہ ایسے ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور بشارت کو بہت خوبصورت لڑکوں کی شکل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ ان لڑکوں نے ————— جو کہ درحقیقت فرشتے تھے ————— انھیں اور ان کی اہلیہ محترمہ کو خوشخبری سنائی کہ اس بڑھاپے کے باوجود اللہ تعالیٰ انھیں اونا کی نعمت سے سرفراز فرمائے گا۔ تو موت کے وقت یہ نیکیاں خوبصورت لڑکوں کی شکل میں رحمت کے فرشتوں کے ساتھ آ جاتی ہیں۔ مثلاً کوئی شخص لوگوں کو بہت کھانا کھلاتا تھا، کوئی پانی پلاتا تھا، کوئی مساجد تعمیر کرتا تھا، کوئی شادیاں کراتا تھا، کوئی شخص قرض داروں کا قرض ادا کر دیتا تھا وغیرہ وغیرہ۔ ان شخص جو شخص جو بھی نیکی کرتا تھا اس کی وہ نیکی اگر اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی ہوگی تو وہ اس وقت جسم شکل میں سامنے آئے گی۔ چوتھی صورت ان لوگوں کی ہے جو ظلم تھے، ان کے اخلاق بگڑے ہوئے تھے، مال کی محبت نے انھیں اندھا کیا ہوا تھا اور حسد، کینہ، بغض، انہیت اور سوئے ظن سے ان کی رون سیاہ اور داندھار تھی۔ اب اللہ تعالیٰ کے عذاب کے فرشتے آئیں گے۔ اگر روح پرانی اور حرص کا غلبہ تھا تو اب یہ حرص بندروں کی صورت میں ان عذاب کے فرشتوں کے ساتھ آئے گی۔ اگر دوسروں پر ظلم کر کے اپنے مفادات کو ناجائز طریقے پر حاصل کرنے کا غلبہ تھا تو اب یہ نرا چہرہ اور یہ غلام حرکت ان عذاب

کے فرشتوں کے ساتھ مل کر ستوں کی صورت میں آئے گی۔ اگر جنس کا غلبہ تھا اور اس کا غلبہ استعمال تھا تو روح کو جسم سے الگ کرنے کے لیے عذاب کے فرشتے اور سورتائیں کے، اور جن لوگوں کی رو میں اجسام سے ایسے الگ کی جائیں گی، وہ سوچ سکتے ہیں کہ اس کے بعد کیا ہوگا؟

حضرت عمار بن اسود رضی اللہ عنہ کا نام معذرت میں شمار کرنا درست نہیں۔

**فرمایا** کفار کہ حضرت سے پہلے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نازیبا القاد استعمال کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے وہ آیات نازل فرمائیں جو کہ سورۃ الحج کے آخر پر ہیں اور آپ کو تسلی دی گئی کہ رفیعہ وہ ہوں اللہ تعالیٰ کافی ہے کہ انہیں سزا دے۔ جو لوگ ان حرکتوں کے مرتکب ہو رہے تھے مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ان کے نام بھی تحریر فرمائے ہیں اور معاملہ اس حد تک تو درست ہے لیکن انہوں نے اس کے بعد کس کا ذکر کیا سزا ملی، یہ تعلیمات بھی ایمان کی ہیں اور ان میں ایک نام عمار بن اسود کا بھی آ گیا ہے کہ انہیں بھی قدرت کی طرف سزا ملی تھی، حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے۔ عمار بن اسود ممکن ہے ان لوگوں میں سے تو ہوں، جو ایسی نازیبا حرکت کرتے تھے لیکن انہیں کوئی سزا نہیں ملی بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت دی اور وہ مسلمان ہو گئے اور اب ان کا شمار حضرات میں ہے کرام رحمۃ اللہ علیہم میں ہوتا ہے۔ یہ جو بعض مفسرین نے اس مقام پر یہ غلطی کی ہے اس کی تصحیح ضروری ہے۔

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے والدہ حضرت ابیہ ص رضی اللہ عنہا پر میں کفار کہہ کے ہمارا

تھے اور شکست کے بعد قیدی بنے، حضرت رسالت مآب ﷺ نے انھیں اس شرط پر رہائی دی تھی کہ وہ مکہ مکرمہ پہنچ کر اپنی اہلیہ اور حضرت صاحبزادی صاحبہ زینب علیہا السلام کو ہجرت کی اجازت دیں گے اور وہ مدینہ طیبہ تشریف لے آئیں گی۔

انہوں نے اپنے وعدے کو نبھایا اور اگرچہ وہ اس وقت اُمید سے تھیں لیکن انھیں مدینہ منورہ روانہ کر دیا گیا۔

حبار بن اسود — جو اس وقت مکہ مکرمہ کے اہل باطنیوں میں سے تھے — انہوں نے جب یہ دیکھا کہ ایک تو بدر میں ہمیں شکست ہو گئی اور اوپر سے دن دہیڑاڑے ہمارے دشمنوں کی جینی یوں ہجرت کر رہی ہے تو آگے بڑھ کر اس اونٹ پر حملہ کیا اور صاحبزادی صاحبہ کو ایسی چوٹیں آئیں کہ ان کا منہ سا قند ہو گیا۔

حضرت رسالت مآب ﷺ کو اس حرکت پر بہت رنج ہوا اور اس ظلم کے خلاف آپ نے صحابہ کرام علیہ السلام کو حکم دیا کہ اگر حبار کہیں قابو میں آجائے تو اسے زندہ جلا دیا جائے تاہنا اس حکم کی وجہ سے جو بچے ضائع ہو گیا تھا یہ گویا اس کا بدلہ بھی تھا۔

پھر ایک مرتبہ آپ نے فرمایا حبار کو زندہ نہ چاہنا بلکہ اسے قتل کر دینا کافی ہو گا۔ آگ کا مذاپ تو بس اسی ذات کے شایان شان ہے، جو آگ کا بھی پروہکار ہے۔ لیکن صحابہ کرام علیہ السلام کو حبار کبھی بھی نہیں ملے، یہاں تک کہ مکہ مکرمہ فتح ہو گیا اور حبار جان کے خوف سے روپوش ہو گئے۔

حضرت رسالت مآب ﷺ نے مدینہ منورہ تشریف لے چارہے تھے کہ آپ کو یہ اطلاع دی گئی کہ حبار بن اسود کو مسلمانوں کے لشکر کے قریب دیکھا گیا ہے۔



آپ نے فرمایا میں نے بھی استہدیکھا ہے اور اسی اثہ میں حبار بن اسود خود حاضر ہو گئے۔ ایک صحابی جلتواضعے کا کہ اس کا سر اڑا دیں۔ لیکن حضرت رسالت مآب ﷺ نے انہیں جینے کا اشارہ فرمایا۔ حبار سلام کر کے بیٹھ گئے اور کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد عرض کیا کہ میں آپ سے دُور کر اپنے وطن سے بھاگ گیا تھا اور میرا ارادہ تو یہ تھا کہ مجھوں میں جا کر کسی بادشاہ کے ہاں پناہ لے لوں گا۔ پھر میں غور کر کار بار اور مجھے خیال آیا کہ آپ کی عادت تو اپنے دشمنوں کو معاف فرمانے کی ہے۔ پھر یہ خیال آیا کہ آپ ہمیشہ مجرموں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے رہے ہیں اور جو لوگ بھی آپ پر ظلم کرتے رہے ہیں آپ کی شہرت یہ ہے کہ آپ نے ہمیشہ انہیں بخش دیا ہے۔ اللہ کے رسول ہم شرک کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے اب ہمیں ہدایت دی ہے اور ہم جاہ و ریاہد ہو رہے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کو ہمارا وسیلہ نجات بنایا ہے۔ آپ میری جہالت کو معاف فرمادیں اور جو دکھ میں نے آپ کو (مسا جہز اوی صلیہ کے بارے میں) پہنچایا ہے اسے بھلا دیں۔ میں اپنی اس حرکت پر آج واقعی شرمندہ ہوں۔

حضرت رسالت مآب ﷺ تو صرف اقرار جرم پر بھی معاف فرمادیا کرتے تھے یہ تو حبار نے بہت جلد عرض کر دیے تھے۔ ارشاد فرمایا حبار میں نے تمہاری تمام عمر کی غلطیاں معاف کیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ جو آپ کو قیوت اسلام کی توفیق بخشی ہے، یہ اس کا بہت بڑا احسان ہے۔ اور دیکھو جب کوئی شخص اسلام قبول کر لیتا ہے تو پھر دور جاہلیت کی غلطیاں اللہ تعالیٰ ویسے بھی معاف فرمادیتا ہے۔

حضرت حبار بن اسود جو تادمہ منورہ شریف لے گئے اور وہاں پر ابھی تک ان کے

اسلام اور معافی کی اطلاع نہیں پہنچی تھی، اس لیے لوگوں نے انھیں نہ اہل کفر کہہ شروع کیا۔ اطلاع اب حضرت رسالت مآب ﷺ کو ہوئی تو آپ نے منع فرمایا اور لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ جو تمہیں نہ کہے، اسے نہ کہو۔ غالباً مراد یہ ہوئی کہ اب حضرت جبار بن الاسود جلیل القصبین کلمہ نہیں کہہ رہے اور میں بھی معاف کر چکا ہوں تو انہیں علامت نہیں کرنا چاہیے۔

اس لیے مفسرین نے اس آیت کریمہ کے ضمن میں ان کا نام جو بغیر کسی ادب کے لیا ہے اور انھیں معذرت میں شام کیا ہے تو یہ درست نہیں ہے۔

کیا دنیا میں قرآن کریم کی دولاکھ تفسیر موجود ہیں یا کبھی مئی ہیں؟

**فرمایا** ایک بزرگ تھے — نور اللہ مرقدہ — ان کے غلوخات پر مشتمل ایک کتاب تھی، مطالعے کا موقع ملا۔ جامع غلوخات نے ان بزرگ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ حضرت فرماتے تھے کہ دنیا میں قرآن کریم کی دولاکھ تفسیر موجود ہیں یا کبھی مئی ہیں۔

ان کا یہ غلوخ پڑھ کر بہت حیرت ہوئی یا تو اس غلوخ کی نسبت حضرت ﷺ کی طرف خط ہے اور یا پھر ان پر کسی حسن ظن کا نلب ہوگا۔ امر واقع یہ ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر پہلی صدی ہجری سے لے کر آج پندرہویں صدی ہجری تک دولاکھ (200000) تو درکنار صرف بیس ہزار (20,000) بھی نہیں لکھی گئیں۔

بزرگوں سے عقیدت کی بنا پر ایسی بے سرو پا روایات بیان کرنا یا تحریر کرنا لگ بات ہے

اور تحقیق کی دنیا کسی اور چیز کا نام ہے۔ اگر حضرت نے ہی یہ فرمایا تھا تو کاش کہ کوئی مستیغ اس وقت عرض کرتا کہ حضرت والا تفسیر کے نام لکھنا شروع کرتے ہیں اور دو ہا کہ نہیں صرف ہیں بڑا تفسیر کے نام لکھتے ہیں۔ تو اس اصول کا پال کھل جاتا۔ آج بھی کوئی شخص دنیا کی جتنی بھی زبانوں میں قرآن کریم کی تفسیر لکھی گئی ہیں ان سب کے نام ہی لکھنا شروع کر دے، خواہ وہ تفسیر مطبوعہ ہوں یا قلمی تو میں بڑا ہی تعداد پوری نہیں کر سکے گا۔ فرض کر لیجئے کہ قرآن کریم جس سال مکمل ہوا تھا اس سال سے لے کر آج کے برس تک ہر سال صرف ایک تفسیر بھی لکھی گئی ہو تو فی صدی ایک سو تفسیر کے حساب سے پندرہ سو تفسیر تو ہونی چاہئیں اور حقیقت یہ ہے کہ اتنی تفسیر بھی نہیں ہیں۔ مبالغے اور رنگ آمیزی کی روایات اور ہیں اور تحقیق کی دنیا الگ ہے۔ وہ تفسیر جو واقعی تفسیر کہلانے کے قابل ہیں اُترنی صدی میں تفسیر لکھی گئی ہوں تو آج تین سو تفسیر موجود ہونی چاہئیں، خواہ وہ مطبوعہ ہوں یا قلمی اور اگر اتنی بھی ہوں تو بے قیمت ہے۔ جبکہ حقیقت اس سے بھی کم ہے۔ اس سے اندازہ کر لینا چاہیے کہ بزرگوں کے ملفوظات میں بھی کبھی غلط باتیں آ جاتی ہیں۔ خود بزرگ ایسی بے سرو پا اذاتے ہیں اور ان کے معتقدین سر جھکائے بیٹھے رہتے ہیں اور بغیر کسی تحقیق کے ان کی ہر بات پر امانت و صدقہنا کہتے رہتے ہیں اور یا پھر بزرگ تو محقق ہوتے ہیں اور بے پردگی نہیں اذاتے لیکن جامع ملفوظات جو آب و رنگ چن جاتے ہیں وہ قابل گرفت بن جاتا ہے۔



کیا واقعہ معراج میں حضرت رسالت مآب ﷺ کو  
روایت باری تعالیٰ کا شرف حاصل ہوا تھا؟

(فرمان)

قرآن کریم میں جو آیات واقعہ معراج کے حلق ہیں، مفسرین نے ان کی تفسیر میں اس بات پر بحث کی ہے کہ شب معراج میں حضرت رسالت مآب ﷺ کو روایت باری تعالیٰ کا شرف حاصل ہوا تھا یا نہیں؟ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما آپ کے اس شرف سے مشرف ہونے کے قائل تھے اور کئی ایک مفسرین نے حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا موقف یہ بیان کیا ہے کہ وہ اس بات کی قائل نہیں تھیں۔ پھر انہوں نے یہ موقف بیان کرنے کے بعد بحث کو تھن چھوڑ دیا ہے اور قاری کا ذہن کچھ فیصلہ نہیں کر پاتا۔ اگرچہ یہ مسکداہیات میں سے نہیں ہے لیکن حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو شب معراج میں دیدار خداوندی کے قائل ہیں، وہ تو صاف یہ بیان کرتے ہیں کہ انھیں اس عظیم انعام کی اطلاع خود حضرت رسالت مآب ﷺ نے ہی ہے جبکہ حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہیں بھی یہ نہیں فرماتیں کہ انہوں نے یہ اطلاع حضرت رسالت مآب ﷺ سے نہ ہے یا انہوں نے دریافت فرمایا اور جواب نفی میں ملا، بلکہ وہ تو قرآن کریم کی ایک آیت سے استدلال فرماتی ہیں کہ ایسے نہیں ہو سکتا۔ تو قاری کو چاہیے کہ مسکداہ حقیقت جاننے کے لیے خود غور کر لے کہ ایک طرف تو صراحۃً صاف روایت موجود ہیں اور حضرت رسالت مآب ﷺ فرماتے ہیں کہ انہوں نے شب معراج میں اللہ تعالیٰ

کو دیکھا ہے اور دوسری طرف حضرت ام المومنین بھی صرف قرآن کریم کی ایک آیت کی تفسیر کی رو سے اس بات کا انکار فرما رہی ہیں جبکہ ان کی اس تفسیر میں کیا کی باقی ہے، صاحب روح المعانی نے اس پر بھی بحث کی ہے۔ اگر حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس دیدار خداوندی کے انکار کی کوئی ایک بھی صحیح حدیث ہوتی تو وہ ضرور ارشاد فرماتیں لیکن ایسے ہوا ہی نہیں اس لیے دیگر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مسلک ہی اس معاملے میں مختار ہے۔

کسی کے جنتی یا جہنمی ہونے کی نشانیوں کو یاد کرنے  
والے جاہل صوفیاء اور متعصب مولوی! رحمۃ اللہ علیہ

فرمایا

ہمارے دور کے بہت سے صوفیاء اور جاہل متعصب مولویوں کا حال یہ ہے کہ یہ اپنے مریدوں اور معتقدین کو یہ بشارتیں دیتے پھرتے ہیں کہ تم جنتی ہو یا فرماتے ہیں کہ اسے ظلم میں تو تمہیں اپنے ساتھ جنت میں لے جاؤں گا۔ جو مرید یا آسامی مالدار ہوتی ہے یہ بشارتیں مولانا نہیں ہی ملتی ہیں اور اپنے مخالفین تو کیا ذرا براہ کوئی ان کی راوی سے ہٹ جائے یا ان کی خدمت میں کسی کروٹے تو ارشاد ہوتا ہے کہ یہ تو باغی مرتد ہے، یہ تو مسلوب الایمان ہے۔ اسے اس کی کیا بات کرتے ہو وہ تو جہنمی ہے۔ اسے ہمارے حضرت نے اسے جہنم میں چلنے دیکھا ہے اور اسے فلاں کو حضرت نے جنت کی بشارت دی ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ بشارتیں دینے اور سننے اور خوش ہونے والے کاش کہ سورۃ توبہ کی اس آیت کو ہی سمجھ لیتے جس میں اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ

میں بسنے والے منافقین کے متعلق حضرت رسالت مآب ﷺ کو خبر دی کہ آپ ان منافقین سے واقف نہیں ہیں۔ ہم نہیں جانتے ہیں۔ جب حضرت رسالت مآب ﷺ کو حدیث طیبہ میں رہنے والے منافقین تک کا علم نہیں تھا تو ان میں کچھ اور علماء کو کیسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فلاں جنتی ہے اور فلاں جہنمی ہے۔ ان کی حیثیت کیا ہے کہ کسی بھی شخص کے مصلوب الایمان جنتی یا جہنمی ہونے کے فتوے صادر کر سکیں؟ انھیں چاہیے کہ اپنی خبر مانگیں اور اپنا فکر کریں کہ اللہ تعالیٰ کی کسی کے ساتھ کوئی رشتہ داری نہیں ہے کہ صرف نظر فرمائے گا۔ قادر مطلق اور غفور و جبار ہے اس پر کسی کا کیا اجداد ہے؟ انہی بٹ رتس اور ڈراماں قطعیت سے سنا تا کہیں مہنگانہ پڑ جائے۔ مفسرین کرام! سمجھتے ہیں اس آیت کریمہ کی تشریح میں مشہور تابعی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی تفسیر نقل کی ہے اور کیا خوب تفسیر ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگوں کا حال اتنا گرمایا ہے کہ جعلی اور بٹاؤنی باتیں لوگوں سے کرتے ہیں کہ فلاں جنت میں جائے گا اور فلاں جہنم میں۔ ایسی باتیں کرنے والوں سے آپ اگر چاہا کر پوچھیں کہ جناب والا آپ اپنے بارے میں قطعی رائے دیں کہ کیا آپ بھی جنتی ہیں؟ تو یہ بھی کہے گا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ سو مجھے میری زندگی کی قسم تم جو لوگوں کے اعمال کی نسبت خود اپنے اعمال سے زیادہ واقف ہو (اپنے بارے میں تو فیصد کر نہیں سکتے اور لوگوں کے فیصلے کرتے پھرتے ہو) تم نے اپنے لیے ایسے جھوٹے دعوے گھڑے ہیں کہ ایسی بات تو حضرات انبیاء علیہ السلام نے بھی نہیں کی۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے لوگوں سے یہ فرمایا کہ جو کر قوت تم کرتے ہو مجھے کیا معلوم؟ اور حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ لوگوں میں تم پر

کوئی گمراہ تو نہیں ہوں (کہ مجھے تمہارے اعمال کی خبر ہو) اور یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سیدنا حضرت محمد ﷺ سے فرمایا کہ مدینہ منورہ میں جو منافق ہیں آپ انہیں نہیں جانتے، ہم جانتے ہیں۔ تو یہ آیات اور ایسی بہت سی دیگر آیات اس شخص کے رد کے لیے بہت قوی دلیل ہیں، جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اسے کشف سے لوگوں کے حالات کا علم ہوتا ہے اور اس شخص کا بھی رد ہے جو محنت کر کے جب اپنے دل کو صاف کرے اور اپنے نفس کو دنیا کے مشاغل سے فارغ کرے تو وہ لوگوں کو غیب کی خبریں بتانے کا دعویٰ کرے (اور لوگوں کے جنتی اور جہنمی ہونے کی پیشین گوئیاں کرتا پھرے) اور بعض صوفی اور مولوی تو یوں لوگوں کو غیب کی باتیں بتاتے اور دعوے کرنے میں سخت لاپرواہ واقع ہوئے ہیں۔

اس لیے انسان کو چاہیے کہ لوگوں سے زیادہ اپنی فکر کرے اور اپنی نجات کا سوچے۔ قطعیات کی خبر دینا حضرات انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے کہ انہیں وحی کے ذریعے علم دیا جاتا ہے۔ باقی خواہوں اور کشف کی بناء پر لوگوں کو مصلوب ایمان، جنتی اور جہنمی قرار دیتے دیتے یہ نہ ہو کہ جاش صوفی اور غیر مہذب مولوی شرک فی امر سال کا ارتکاب کر بیٹھے۔

کیا صالح بندوں کو جنت میں رویت باری تعالیٰ نصیب ہوگی؟

**فرمایا** اللہ تعالیٰ نے سورہ یونس صلیبہ و علی بیتہ علیہ السلام میں یہ خوشخبری دی ہے کہ وہ اپنے صالح بندوں کو جنت سے بھی زیادہ اور اس سے بھی بڑھ کر ایک انعام عطا کرے گا۔ اب جنت سے بھی بڑھ کر جو انعام ہو گا وہ اہل اللہ والہمائد کے

مختلفہ عقیدے کے مطابق اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی زیارت، اس پاک ذات کی رویت اور باری تعالیٰ کو دیکھنے کی دولت ہے۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں اہل السنۃ والجماعہ کے تمام مفسرین نے اس عقیدے پر اتفاق کا اظہار کیا ہے بلکہ دعا بھی مانگی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی زیارت کے انعام سے سرفراز فرمائے۔

معتزلہ اور وہ افہامیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کبھی بھی زیارت نہیں ہوگی۔ علامہ ابو نعیم حنفیہ ان حضرات کے اس عقیدے پر بہت ناراض ہوئے ہیں۔ مورخہ حضرت جعفری صاحب کشف جو معتزلی اور اس فرقے کے امام اور نمائندے مانے جاتے ہیں ان کے متعلق لکھا ہے کہ ان کا یہ عقیدہ ”زعم فاسد“ ہے اور قیامت میں اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ انصاف کرے یعنی دے بے الفاظ میں یہ کہا کہ وہ قیامت میں اللہ تعالیٰ کے فضل کی بجائے انصاف سے بہرہ ور ہوں اور ظاہر ہے کہ یہ دعا نہیں بلکہ بددعا ہے۔

اہل السنۃ والجماعہ کے اس عقیدے کے تحفظ کے لیے وجہ حساس ہیں اتنے کہ علامہ ابن کثیرؒ تک پر نقد کیا ہے اور لکھا ہے کہ انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں جو یہ لکھ دیا ہے کہ ”قل“ (یہ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوگی۔) تو یہ لفظ ان کی شان کے خلاف ہے۔ یعنی انہیں پورے یقین کے ساتھ گھٹن چاہیے تھا کہ قیامت میں رویت باری تعالیٰ ہوگی۔ مفسرین کرامؒ نے اس آیت کریمہ کے ضمن میں اس عقیدے کی خوب وضاحت اور مخالفت کی ہے۔





کیا میدان جہاد میں شہید ہونے والا اور اللہ کی راہ میں وفات پانے والا دونوں مجاہد اجر و ثواب میں برابر ہیں؟

**فرمایا** ایک شخص جہاد کے لیے جاتا ہے اور شہید ہو جاتا ہے جبکہ دوسرا شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں لٹتا ہے مثلاً علم حاصل کرنے یا حکم کو پھیلانے یا تجارت اور رزق حلال کمانے کی غرض سے یا اسلام کی سر بلندی کے لیے یا دین کی تبلیغ کے لیے یا کسی بھی ایسے شعبے میں جس کا تعلق دین سے بنتا ہے اور پھر اسے اس راہ میں موت آ جاتی ہے تو کیا وہ شہید اور یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں وفات پانے والا شخص، اجر و ثواب میں دونوں برابر ہیں؟

سورۃ النساء کی ایک آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں حضرات اپنے اجر کے اعتبار سے برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجاہد کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص بھی اپنے گھر سے ہجرت کی نیت سے نکلا اور پھر راستے میں اسے موت نے آ لیا تو (اس کی ہجرت اگرچہ بظاہر مکمل نہیں ہوئی تو بھی) اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمے رہا۔ سو مجاہد اور شہید اگر میں برابر ہی ہوں گے۔ ویسے بھی حضرات رسالت مآب ﷺ نے بھی تو فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارا گیا وہ بھی شہید ہے اور جسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں موت آ گئی وہ بھی شہید ہے۔



قرآن کریم حفظ کرنا زیادہ ضروری ہے یا اس پر عمل کرنا؟

فرمایا

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں قرآن کریم کا حفظ تلاوت اور جن آیات پر عمل ممکن تھا، ان پر عمل، یہ دونوں کام ساتھ ساتھ ہوئے۔ وہ خود فرماتے تھے کہ ہم حضرت رسالت مآب ﷺ سے دس دس آیات کا سبق لیتے تھے اور پھر غور و فکر کر کے ان آیات میں جو اعمال کرنے پر قدرت ہوتی تھی، ان پر عمل کر کے پھر حاضر ہوتے تھے اور مزید دس آیات کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اس لیے ان حضرات میں علم اور اس کے بعد عمل ساتھ ساتھ تھا۔ اسی لیے تو حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سورۃ البقرہ بارہ سال میں مکمل کی اور جب یہ سورۃ مبارکہ پوری ہو گئی تو انہوں نے اس خوشی میں ایک اونٹ ذبح کیا اور دوستوں کی دعوت کی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حفظ قرآن کی مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ ہمیں قرآن کریم کے الفاظ یاد کرنا (حفظ) مشکل تھے لیکن (ایمان کی تکمیل کی وجہ سے) قرآن کے احکامات پر عمل بہت آسان تھا اور پھر ہمارے بعد ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا، جب لوگوں کے لیے قرآن یاد کرنا آسان ہوگا لیکن اس پر عمل کرنا دشوار ہو جائے گا۔

اگر وہ آج کا زمانہ (چند صدیوں صدی) دیکھ لیتے تو جانتے کہ ان کی بات سنی صد درست تھی۔ بے شمار لوگ اپنے بچوں کو حفظ کراتے ہیں جن کی سکول کی تعلیم چھڑوا کر حفظ کر رہے ہیں۔ لیکن قرآن کریم پر عمل اور تو کوئی کیا کرتا خود یہ حافظ بھی نہیں کرتے۔ نمازیں ضائع کرتے ہیں، رمضان بھی ہو گئے تو بہت احسان کیا۔ سارا

سال قرآن کریم کی تلاوت نہیں کرتے اور اکثر تو بھول ہی جاتے ہیں یا بھلا دیے جاتے ہیں۔ غصمت ہے جو رمضان المبارک میں تراویح میں سنا دیں۔ سو جب نہ نماز رہی نہ تلاوت رہی تو عمل کیا رہا؟ عمل یہ کہ فاشی اور عریانی میں پڑ جاتے ہیں، بچوں کو مارتے ہیں اور ظلم کرتے ہیں۔ قرآن کریم کو جو بیچنے کی صورتیں اور ہفتہ بھانے کے حرام کھانے کے ایسے مسائل میں مبتلا ہیں۔ شاید اسی دور کی عیشیں کوئی سیدنا مہدیؑ بن عمر فاروقؓ نے بھی کی تھی۔ وہ فرماتے تھے کہ اس امت کے ابتدائی دور میں اکابر میں یہ کراماتیں جاری تھیں کہ یہ حال تھا کہ وہ مکمل قرآن کریم کے حافظ نہ تھے صرف چند ایک سورتیں یاد ہوتی تھیں لیکن قرآن کریم کی ہدایت اور احکامات پر عمل میں وہ سب سے بڑھ کر تھے کہ ان جیسا دین پر عمل کرنے والا کوئی نہ تھا اور جب اس امت کا آخری دور آئے گا تو قرآن دیکھو گے کہ مسلمانوں کے بچے بھی قرآن کریم کو حفظ کریں گے۔ ان کے اندھے بھی حافظ ہوں گے لیکن ان کے کتوتوں کی وجہ سے قرآن پر عمل کرنے کی توفیق ان سے چھین جائے گی۔

کیا اب ایسا دور نہیں آ گیا؟ پھر حفاظ کرام اس زوال کو دور کرنے کے لیے اپنے اعمال کو صالح کیوں نہیں بناتے؟

حضرت خفف بن ہشامؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت شاکرؒ اور اسی تابعین میں سے تھے۔ اپنے دور میں قرأت کے امام تھے اور فرماتے تھے کہ ہمارے دور میں قرآن کے ساتھ ایسے سلوک ہو رہا ہے جیسے کہ وہ پرانی اور مانتے کی چیز ہے (یعنی جیسے انسان مانگی ہوئی چیز کی حفاظت سے غفلت برتا ہے، ہم قرآن کریم کے ساتھ ایسے سلوک کر رہے ہیں۔) اور ہم تک بچے لوگوں کی یہ روایات پہنچی ہیں کہ سیدنا عمرؓ کو سورہ بقرہ

کے حفظ میں دس برس سے زیادہ عرصہ بیت گیا تھا (کیونکہ قرآن کریم ان حضرات کے لیے قابلِ محبت، اپنی چیز تھی اس لیے وہ اس پر بہت غور و خوش کیا کرتے تھے تو زیادہ وقت اس میں صرف ہو جاتا تھا) ۱۱۔ پھر جب انہوں نے اس سورت کو یاد کر لیا تو ایسے خوش تھے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے ایک اونٹ ذبح کیا۔ اور اب یہ حال ہے کہ میرے سامنے بچے اپنی منزل مٹانے بیٹھتے ہیں اور ایسی شاندار منزل سناتے ہیں کہ دس دس پارے ایک نشست میں حفظ سنا دیتے ہیں اور ایک حرف اور زبر زبر کی غلطی بھی نہیں کرتے لیکن ان مانتوں کا عمل کے بارے میں یہ حال ہے کہ گویا قرآن مانگے کی چیز ہے (اس میں جو احکامات اور مناسبات آتی ہیں وہ گویا اس حافظ کے لیے نہیں کسی اور کے لیے ہیں حالانکہ تلاوت اور حفظ یہ خود کر رہا ہے)

علامہ شہاب الدین آلوسی رحمہ اللہ اور آیت باری تعالیٰ

**فرمایا** اس آخری دور کے بے مثال مفسر علامہ سید شہاب الدین آلوسی رحمہ اللہ صرف مفسر قرآن کریم ہی نہیں تھے بلکہ اعلیٰ درجے کے صوفی بھی تھے۔ اپنی تفسیر ”روح المعانی“ میں انہوں نے تصوف پر بھی خوب تحریر فرمایا ہے، اکابر صوفیہ و کرام اللہ کی وکالت بھی خوب کی ہے اور متصوفین کا پردہ بھی چاک کیا ہے۔

رویت باری تعالیٰ کے سلسلے میں خود اپنے متعلق بیان کیا ہے کہ انھیں تین مرتبہ خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی اور یہ تیسری زیارت ۱۲۳۷ھ میں ہوئی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی تجلیات کو مشرق کی سمت میں دیکھا اور باری تعالیٰ نے اپنا پاک کلام

ان پر اللہ فرمایا جو کہ انہیں یاد نہیں رہا۔ ایک مرتبہ یہ بھی دیکھ کر گویا وہ جنت میں بارگاہ خداوندی میں حاضر ہیں اور لالہ و مرجان کا پردہ حائل ہے۔ ان پتھروں کے مختلف رنگ ہیں اور ضمیر یا کیا کہ اس شخص کو متہم ہی سوی اور متہم محمدی علیہ السلام کی سیر کرائی جائے۔ پھر سید شباب اللہ بن محمود لوی رحمۃ اللہ علیہ کو ان مقامات کی سیر کرائی گئی لیکن وہاں پر انہیوں نے کیا مشاہدہ کیا اس کا تذکرہ نہیں تحریر فرمایا صرف یہ لکھا کہ وہاں جو کچھ کہ میں نے دیکھا، دیکھا۔ اور پھر ان انعامات پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا شکر ادا کیا ہے۔

مفل جب وہی کے تابع ہو تو، پاک ہوتی ہے۔

**فرمایا** اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بار بار پاکیزہ رہنے کی تلقین کی ہے طہارت پر زور دیا ہے اور لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ غسل، وضو اور تیمم ہی طہارت ہے جب کہ طہارت اپنے بہت وسیع معنی میں ہے۔ بارشہ جسم کی طہارت تو غسل، وضو اور تیمم سے ہے لیکن روح اور مال سے کیسے صرف نظر کیا جاسکتا ہے۔ مال کی طہارت زکوٰۃ، صدقہ فطر اور جن جن کاموں پر جس قدر خرچ کرنا ضروری ہے، جب کوئی مالدار ان امور میں اپنی ذمہ داری پوری کرے گا تو پھر اس کا مال پاک ہوگا۔ علم کی طہارت، جہالت سے نجات پانا ہے اللہ کی یاد (ذکر) کو غفلت نا پاک کرتی ہے اس لیے اس سے بچنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پاک ہے، مائلص دودھ ہے، گناہ اسے نا پاک کرتا ہے، خالص دودھ میں ناپاکی مل جاتی ہے اس لیے اس سے چھٹکارا حاصل کرنا ضروری ہے۔ مفل جب وہی کے تابع ہو تو پاک ہوتی ہے۔ دل شہوت سے خالی ہو تو پاک

ہے۔ نفس کی سب سے بڑی ناپاکی کفر ہے اور شریعت اسے پاک کرتی ہے اور جب غیر اللہ کا عدم اور وجود برابر ہو جائے تو کفر پاکیزگی کی تکمیل ہو جاتی ہے۔

مشکلات کے حل کے لیے قرآنی وحیدہ

**فرمایا** زندگی میں جو بھی مشکلات پیش آئیں، ان میں چاہیے کہ وہ اوراد و وظائف جو کتاب و سنت اور صحیح احادیث میں وارد ہوئے ہیں، ان کو اپنا وحیدہ بنائے، مشائخ کرام رحمہ اللہ اور اپنے اپنے سلسلے کے وظائف سر آنکھوں پر لیکن جو کھلت طہیات اللہ تعالیٰ نے یا حضرت رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمائے ہیں، ان کا تو کہنا ہی کیا، بھلا ان کے ہم وزن بھی کسی کے جوہر کردہ وظائف ہو سکتے ہیں؟ حدیث میں سورہ توبہ کی آخری آیت کے متعلق ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اس میں تو ایسی زبردست تاثیر ہے کہ کوئی شخص اگر اس وحیفے کو سات مرتبہ صبح اور سات مرتبہ شام پڑھ لے خواہ اس یقین سے پڑھے کہ اللہ تعالیٰ میری تمام مشکلات کو حل فرمائے گا اور یا پھر یقین نہ ہو اور محض اوپر کی زبان سے پڑھ لے، تو بھی اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرمائے گا۔ حدیث شریفہ کا یہ مفہوم ذہن میں رکھ کر کوئی اگر سات مرتبہ صبح اور سات مرتبہ شام کو یہ پڑھ لے۔

حسنیٰ لہ لا الہ الا هو علیہ توکلک و عودک لعلی العظیم۔

ترجمہ: وہ اللہ (تمام مشکلات میں مجھے) کافی ہے، جس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور عرش جیسی بڑی مخلوق کو

پالنے والا بھی وہی ہے۔

تو مشکل کیا ہے؟ حل مشکلات کے لیے جہاں اور ہزاروں جہن کرتا ہے، یہ ایک چھوٹا سا وحید بھی پڑھ لے تو کیا جاتا ہے؟

امام قرطبی رحمہ اللہ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مقام و مرتبہ۔

**فرمایا** امام قرطبی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں جو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو ضعیف لکھا ہے تو اس کو کون پڑھتا ہے؟ اس جیسے کی وقعت ہی کیا ہے۔ آخر کرام رحمہ اللہ اس مقام سے بہت بلند و بالا ہیں کہ کوئی ان پر جرح کر کے یہ ثابت کرے کہ وہ متروک اور ضعیف تھے۔ اصول حدیث میں یہ بات طے شدہ ہے کہ ان آخر کرام رحمہ اللہ کے بارے میں جرح کو قبول ہی نہیں کیا جائے گا۔

امام مالک رحمہ اللہ کا فرمان کہ ہمارے زمانے میں  
سوائے انصاف کے باقی ہر چیز کثرت سے ہے۔

**فرمایا** حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی گئی اور اس موقع پر فرشتوں نے جن اشکالات کا اظہار کیا، جب ان اشکالات کی حقیقت واضح ہو گئی تو فرشتوں نے اپنی لاشمی اور اللہ تعالیٰ ہی کے عالم الغیب ہونے کا پرہیز اظہار کیا، جو کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ میں ارشاد فرمایا ہے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں امام قرطبی رحمہ اللہ نے امام مالک رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ وہ

اپنے دور کے متعلق روشنی فرماتے تھے کہ ہمارے زمانے میں سوائے انصاف کے باقی ہر چیز کثرت سے ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ یہ شکایت کر رہے ہیں جب کہ زمانہ دوسری صدی ہجری کا تھا۔

پھر امام ابو عبد اللہ انصاری قرطبی رحمہ اللہ اپنے دور کا حال بیان کرتے ہیں کہ دیکھو یہ تو امام مالک رحمہ اللہ اپنے دور کی شکایت کر رہے ہیں۔ ہم آج اپنے زمانے کو کیا کہیں جس میں فساد و فحاشی مچ گیا ہے اور کمینوں کی کثرت ہو گئی ہے۔ علم، حکومتی عہدے حاصل کرنے کے لیے سیکھا جا رہا ہے۔ علم، شعور اور انسانیت کے لیے پڑھنا تو مٹ چکا۔ علم تو اس لیے حاصل کیا جا رہا ہے کہ دنیا میں خوب ٹھانڈ اور بیاکاری سے رہیں۔ اپنے دور کے علماء سے منظرے کر کے خطاب رہیں اور وہ جھگڑے ہیں جن سے دل خست ہو جائیں اور ایک دوسرے کے خلاف بغض پیدا ہو اور یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ تقویٰ ختم ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی ہیبت دلوں سے نکل گئی۔

حضرت امام قرطبی رحمہ اللہ کا یہ دور ساتویں صدی ہجری کا ہے۔ ان کا انتقال ۶۷۱ھ میں ہوا ہے گویا کہ آج سے 763 برس قبل۔ پھر ان آٹھ صدیوں میں جو علم اُٹھا اور رخصت ہوا۔ غیر مسلم اقوام کی تعلیمات کا غلبہ اور تہذیب تبدیل ہو گئی ہے۔ شیروں کے شیر کتب خانوں سے خالی ہو گئے ہیں اور جب محض نام کے علماء رو گئے ہیں اور علم سے دورے ہیں اور علم کی طلب ہی نہیں رہی تو پھر کتب خانے کیونکر بنیں؟ اگر وہ حضرات امت کا یہ حال دیکھ لیتے تو کیا ارشاد ہوتا۔





علم میں اضافے کی دعا مانتے رہنا چاہیے۔

فرمایا

اللہ تعالیٰ نے حضرت رسالت مآب ﷺ کو بعض اشیاء اور امور کے متعلق یہ حکم دیا کہ وہ ان میں اضافے کی دعا مانتے رہیں۔ قرآن کریم میں ہے کہ ان میں سے ایک چیز ”علم“ ہے، جس کے متعلق حکم ہوا کہ اس میں اضافے کی دعا مانتے رہیے اور دوسری چیز قیام اللیل یا تہجد ہے جس کے متعلق ارشاد ہوا کہ آپ اسے آدھی رات سے بھی کم کر دیں یا بڑھالیں۔ لیکن یہاں آدھی رات سے زیادہ کو طاعتنا مستحسن تو قرار دیا لیکن اضافے کی دعا صرف علم ہی کے لیے ہوئی اور تہجد یا قیام اللیل میں نصف شب سے بھی زیادہ وقت کو پسند فرمایا۔ نہ اضافے کا حکم دیا نہ اس وقت کے اضافے کے لیے دعا مانتے کو ارشاد فرمایا بلکہ وقت کی کمی یا اضافے کو اختیار ہی کر دیا۔ علم میں بہت اضافہ مانتے کا حکم ارشاد فرمایا۔ اس سے علم کی فضیلت اور اہل علم کی عظمت ثابت ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اس آیت ربِّ زِدْنِي عِلْمًا (اے میرے پروردگار میرے علم میں اضافہ فرما) کو پڑھتے تھے تو تلاوت روک کر پھر یہ دعا مانتے تھے۔

اللَّهُمَّ زِدْنِي عِلْمًا وَبِرًّا وَتَقْوًا.

(ترجمہ) اے اللہ میرے علم، ایمان اور تقویٰ میں اضافہ فرما۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ ذی العروج کے ہاں قدروانی اب بھی  
وہی ہی ہے مگر.....!

**فرمایا** اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنی ایک صفت اور اپنا ایک نام بیان کیا ہے۔ "ذی العروج" (زیوں کا مالک، میزبیوں والا) اور اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان جس بھی اچھی منزل پر پہنچ چکا ہو، اس پر اکتفا اور قناعت نہ کرے بلکہ آگے بڑھنے کی کوشش کرتا رہے، کسی بھی ایک مقام پر نہ کے نہیں بلکہ ہر لمحہ، ہر دم، ہر ماہ و ہر سال عروج کا سفر اور عروج کی طلب بڑھتی رہتی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ معارج (میزبیوں، زیوں) والا ہے تو انسان جتنی بھی ترقی اور قرب الہی کی منازل طے کرے گا ہر مقام، ہر سینہ اور ہر بزرگی پر اللہ تعالیٰ کو اپنے منتظر پائے گا وہ ہر بر مقام اور عروج کی بزرگی پر اس کا استقبال کرے گا۔ یہ جتنا آگے بڑھے گا، ذات اقدس اس سفر کی ہر منزل پر قدروانی کرے گی۔ مگر اس عروج کے لیے مرد چاہیے وہ بہت مرد و جوہر و سمندر کی گہرائی سے زیادہ اتھاویں، وہ مرد جن کی بہت کے سامنے پہاڑ پاش پاش ہیں اور وہ مرد جن کے متعلق مولا فاروقؓ نے فرمایا:

دی شیع با چراغ ہی گشت گرد شہر  
کز دیو و دو ملوم و انسانم آرزوست  
زمین ہرہاں ست عناصر دلم گرفت  
شیر خدا و رستم دستاںم آرزوست

گفتم کہ ”یافت می نشود جنت ایم ما“

گفت ”آنکہ یافت می نشود، آئم آرزوست“

(ترجمہ مع مختصر تشریح) کل دو پر شیخ چرخ ہاتھ پر رکھ کر شیر میں ایک گم شدہ چیز تلاش کر رہے تھے اور یہ بھی فرما رہے تھے کہ میں شیطانوں اور دعووں میں رو رہ کر ان سے شک آ گیا ہوں اور ایک انسان تلاش کر رہا ہوں کہ کسی انسان سے ہوں۔ یہ جو انسان نما جانور مجھے ملتے ہیں ان سے مل کر میرا دل بہت پریشان ہوتا ہے اور مجھے تو ایسے انسانوں کی تلاش ہے جیسے شیر خدا سیدنا علیؑ جڑ لگاتے اور جیسے ہم کہانیوں میں ایران کے پہلوان رستم جیسے بہادر انسانوں کے قصے پڑھتے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ شیخ بھی ایسے ہی انسان کی تلاش میں ہیں اور بہت ذمہ دار لیکن اب انسان ناپید ہوئے اور نہیں ملا کرتے۔ شیخ فرمانے لگے ”وہ جو تمہیں تلاش کے پادھو نہیں ملا، میں بھی اسی کو ڈھونڈ رہا ہوں۔“

اسی لیے تو تابعین کہتے تھے کہ ہم حضرات صحابہ کرامؓ کو کوئی اکیس جنت میں تھوڑا ہی چاہنے دیں گے۔ خوب معرکہ ہوگا۔ صحابہؓ بھی چاہیں گے کہ وہ اپنے بعد کیسے کیسے ”مرد“ چھوڑ کر گئے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ثَلَاثَةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ ⑤ وَفَلْيَلْ مِنَ الْآخِرِينَ ⑥ (سورہ واقعہ)، (دو جنت میں چاہنے والے ایک بڑا گروہ پہلے لوگوں (صحابہ کرامؓ) میں سے ہوگا اور کچھ تھوڑے لوگ، جو بعد کے زمانوں میں آئیں گے (انہی پہلے لوگوں کے ہمراہ

ہوں گے) اب بھی ہامت افراد کی تلاش ہے۔ اللہ ذی العارج کے ہاں قدر دانی اب بھی ویسے ہی ہے لوگ بدلے ہیں ان کا پروردگار تو نہیں بدلا۔ وہ تو اب بھی عروج کو پسند کرتا ہے، ہلاتا ہے لیکن میڑھیاں چڑھنے کی ہمت کرنے والے انہوں نے کہہ رکھے تھے۔

میرا طریقہ نہیں کہ رکھ لوں، کسی کی خاطر میں شبانہ

مسلل ترقی اور ہمیشہ آگے بڑھنے کی یہی حوصلہ افزائی کی گئی ہے اس لیے مومن کا راستہ بھی طے نہیں ہوتا، ہر ایک منزل کے بعد ایک نئی منزل اور ہر ایک ٹھکانے کے بعد ایک نیا ٹھکانہ بھی وہ چن رہا ہے جو مسافر پر جب جاری ہوتا ہے تو وہ زبان حال سے یہ نعرہ لگاتا ہے۔

ہر لمحہ نیا طور، نئی برق چبلی اللہ کرے مرحلہ شوق نہ ہو طے

جو لوگ مراقبہ ذات پر پہنچ کر رکھتے ہیں کہ سالک کا سوک طے ہوا وہ دھوکے میں ہیں۔ یہ مراقبہ ذات مقدسہ تو خود لامتناہی ہے۔ یہ کہیے کہ اسباق تمام ہوئے یہ مت کہیے کہ سوک ٹھہر ہوا وہ تو اب جاری ہے صوفی اسے زندگی میں شروع کرتا ہے پھر قبر میں بھی اس مراقبے کی منازل طے ہوتی رہتی ہیں پھر حشر، پھر جنت، پھر ذات مقدسہ چونکہ خود لامتناہی ہے اس لیے اس کے قرب کا سفر بھی لامتناہی ہے۔ یہ سوک بھی کبھی بھلا عمل ہونے والی راہ ہے؟ یہاں تو ہر صبح نئی پیاس ہے اور ہر شام نئی میرانی ہے۔

یہی حال مومن کی دنیا کی ترقی کا بھی ہے وہ جس راہ پر بھی گامزن ہو ہر لمحہ آگے بڑھتا ہے، ہر لمحہ نئی میڑھی پر قدم رکھتا ہے۔ ہر روز کی اپنی اور نئی ترقی ہے اور ہر شام کو وہ

نئی منزل پر آئی ہے۔ مومن اپنے نفس سے بار بار یہ کہتا ہے۔

ط گری تھی جس پہ کل نکلی وہ میرا آشیوں کیوں ہو

اپنے من مایاں مٹھو نہیں دیتا چاہیے۔

فرمایا

دنیا میں شرافت کے ساتھ زندگی گزارنا ہو تو ہر شخص جو اپنے فن کا ماہر ہے اس فن میں اس کی بات مان کر چلنا چاہیے۔ پھر کبھی تو یہ صورت ہوتی ہے کہ اس علم و فن کے حاذق و ماہر سے ابتداء ہی سے اختلاف ہو جاتا ہے۔ اس اختلاف کا حل یہ ہے کہ ادب کو جو نظر رکھتے ہوئے کہ یہ ضروری ہے اپنے دلائل کو مرتب کر کے اختلاف رائے کو باجمہک بیان کر دینا چاہیے۔ اس موقع پر بڑے حضرات کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے چھوٹی سی رائے اور دلائل کو خندہ پیشانی سے سنیں۔ برداشت کریں اور دلیل کا جواب دلیل سے دیں نہ یہ کہ گھس اپنے بڑے ہونے کی دلیل کے بل بوتے پر دوسروں کی دلیل کو بے وزن قرار دیا جائے۔ پھر کبھی ایسے بھی ہوتا ہے کہ کام شروع ہو جاتا ہے اور نئے نئے تجربات پیش آتے ہیں تو ان نتائج کو اس علم و فن کے ماہر کے سامنے رکھتے رہنا چاہیے تاکہ ان کے تجربے سے فائدہ اٹھایا جاسکے یا پھر نئی بات ان کے علم میں بھی آئے۔ لیکن کچھ ہو جائے، چھوٹا ہو یا بڑا کبھی بھی اپنی تعریف اپنے من مایاں مٹھو نہ دینا، یہ نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہی کی بات ماننی چاہیے کہ اس نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ بلا وجہ اپنی پاکیزگی کا ذمہ و راستہ پھینک رہا کرو۔ اسلاف میں اس بات کا بہت اہتمام تھا کہ اس آیت کو یاد میں جو حکم آیا ہے اس کو من و عنان ماننا

چائے اور دھب تک کوئی شدید ضرورت پیش نہ آئے اپنے متعلق تعریفی کلمات نہ کہے جائیں۔ وہ مٹے ہوئے لوگ اور یا سہ پاک ان کے افعال تھے۔

امام علی بن مرداد قطنی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور میں علم حدیث کے امام تھے۔ امام اسفرائینی، حاکم نیشاپوری، ابونعیم اصفہانی، ابوالقاسم اللخوی اور قاضی ابوالطیب الطبریزی جیسے علماء اور محدثین تو ان کے شاگرد تھے۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کسی نے روایت کیا کہ آپ نے امام دارقطنی جیسا کوئی صاحب علم بزرگ دیکھا ہے، تو انہوں نے فرمایا، خود امام دارقطنی نے اپنے جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا ہوگا تو بھلا میں کہاں سے دیکھ سکتا ہوں؟ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد چاہن محمد فرماتے ہیں کہ میں نے امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ نے دیکھے اسلام میں کوئی اپنے جیسا دوسرا شخص دیکھا ہے؟ تو انہوں نے قرآن کریم کی یہی آیت پڑھ دی کہ بلا وجہ اپنے ترکے کا انتہار مت کرو۔ پھر جب میں اپنے سوال کے جواب پر اصرار کرتا رہا تو ہمیں یہ فرمایا کہ علم حدیث پر اپنی کتابوں کے ذریعے جو میں نے کام کیا ہے، اب تک کسی سے نہیں ہو سکا۔ اس لیے اسلاف کا یہ رویہ ہم سب کے لیے قابل تقلید ہے۔

تفسیر قرآن کریم کے دو بنیادی اصول

**فرمایا** تفسیر قرآن کریم میں یہ اصول یاد رکھنا چاہیے کہ اسلمہ امام اکادمی سے ائمہ حقانی کی مراد اہل بیت علیہم السلام ہے اور ”بُکْرُوْهُ وَغَسِبُوْهُ“ (محشام) سے مراد یہ وہ محشام نہیں ہوتے، جو مخلوع و غروب آفتاب سے پیدا ہوتے ہیں بلکہ اس سے مراد برابر ”علی علیہ السلام“ ہی ہیں ”بہشت“ ہوا کرتا ہے۔



حدیث مبارکہ

وَمَا أَنْتُمْ بِالرُّسُولِ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا  
وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ.

(پ ۲۸۰ سورۃ البقرہ آیت ۷۷)

① اور حضرت رسالت مآب ﷺ تمہیں جو کچھ (احکامات) دیں  
وہ لے لو (ان پر عمل کرو)

② اور جن کاموں سے وہ تمہیں منع کر دیں، ان سے ترک چاؤ۔

③ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

④ اللہ تعالیٰ سزا دینے میں بڑا سخت ہے۔







اہل مدینہ کو سنانے والے کے لیے بدو غا اور اس کی قبولیت۔

فرمایا

حضرت رسالت آپ ﷺ کا ارشاد و گرامی صحیح مسلم وغیرہ میں آیا ہے کہ جو شخص اہل مدینہ کو سنانے کا ارادہ کرے اللہ تعالیٰ اسے ایسے فتح کر دے جیسے تھک پانی میں گھل کر فٹم ہو جاتا ہے۔ یہ بدو غا ایسے بہت سے بد بختوں کے حق میں پوری ہوئی جنہوں نے اہل مدینہ کو ستایا۔ خاص طور پر واقعہ حرو میں کہ یہ چونکہ اہل مدینہ کے لیے نہایت کڑی آزمائش کے دن تھے اور ان کے ساتھ جو کچھ بھی ہو رہا تھا، مزید کے حکم سے ہو رہا تھا اس لیے مزید بھی اس واقعے کے فوراً بعد تقریباً گھنٹہ (75) دن میں مر گیا اور حضرت رسالت آپ ﷺ کی دعا کی قبولیت کا ایک مؤثر و غا ہوا۔

حضرت فخر جلالہ سے متعلق جہور امت کا مسلک۔

فرمایا

حدیث کی کتاب "مشرق الانوار" کی ایک شرح "مبارق انازہ" کے نام سے عز الدین بن عبداللطیف بن عبدالعزیز المعروف بابن النکب الشافعی نے تحریر فرمائی ہے۔ اس میں جہور امت کا مسلک یہ تحریر فرمایا ہے کہ حضرت فخر جلالہ کا انتقال نہیں ہوا بلکہ وہ زندہ ہیں۔

غیر متعلق افراد کے کام اور اہلین باتوں کے سننے سے گریز۔

فرمایا

انسان اپنا ہاتھ بچلی سے محفوظ رکھتا ہے کیونکہ یہ یقین ہے کہ بچلی کا کرٹ ٹھکان

و سے گا، اسی طرح بد منظر اشیاء کو بھی دیکھنا پسند نہیں کرتا کہ طبیعت پر بُرا اثر پڑتا ہے  
ایسے ہی حضرت رسالت پناہ ﷺ نے کانوں کے متعلق بھی یہ فرمایا ہے کہ اپنے کانوں  
کو تکلیف دہ باتوں سے بچاؤ۔ اس لیے زندگی میں اگر کوئی مثبت کام کرنا ہو تو فضول کو،  
غیر محتاط افراد کے کلام اور نا لائق باتیں سننے سے ہمیشہ گریز کر کے اپنی صلاحیتوں کو  
مثبت کاموں میں استعمال کرنا چاہیے۔

صحیح بخاری کے اختتام پر پڑھنے کے لیے ایک خاص دعا

﴿فرمان﴾ ہمارے میں جو پہلے دورہ حدیث میں صحیح بخاری کی قرأت کرتے ہیں یا  
دورہ حدیث کے طالب علم ہوتے ہیں، انہیں چاہیے کہ صحیح بخاری کے سبق کے اختتام پر  
یہ دعا مانج لیا کریں۔ ہاتھ اٹھا تو دعا کے آداب میں سے ہے اگر حضرت شیخ الحدیث  
صاحب ہاتھ اٹھا کر دعا مانگیں تو ہاتھ اٹھا کر، اگر نہ بغیر ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگیں۔

اَللّٰهُمَّ اَسْأَلُكَ خَيْرَ مَا اَسْأَلُكَ خَيْرًا، وَارْزُقْنَا اَللّٰهُمَّ الْعَقِيْبَةَ وَارْزُقْنَا  
عَلَيْهَا، وَاجْعَلْ اَللّٰهُمَّ قُلُوْبَنَا عَلٰى اَلْقَوْلِ وَوَقْفًا لِمَا نَحْنُ وَتَرْجِيْهِ،  
رَبَّنَا لَا تُؤْخَرْ اَنْ لَّنْ لَّنِيْهَا اَوْ اَخْفَاْنَا، رَبَّنَا وَلَا تَجْعَلْ عَمَلًا اِصْرًا كَمَا  
جَعَلْتَ عَلَى الْاَدْنٰى مِنْ قُلُوْبِنَا، رَبَّنَا وَلَا تَجْعَلْنَا مَلَاقِدًا لَّنَا، وَاعْثُ  
عَا، وَافْعَلْ لَنَا، وَارْحَمْنَا، اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلٰى الْاَعْوَامِ الْكَافِرِيْنَ،  
(ترجمہ) اے اللہ ہمیں خیر کی خیرت اور ہمیں خیر ہی پر مطلع فرما اور اسے ہم  
ہمیں عاقبت نصیب فرما اور ہمیں ہمیشہ ہمیشہ عاقبت سے رکھ۔

اے اللہ ہمارے دلوں کو تقویٰ کے کاموں پر جمع فرما دے اور ہمیں ان اعمال کی توفیق دے جن سے تو راضی اور خوش ہو۔

اسے ہمارے پروردگار ہم پر گرفت نہ فرما جب ہم بھول چوک جائیں، مانگ ہم پروردگار نہ اہل جہنم سے پہلے لوگوں پر ڈالے تھے۔

اسے پروردگار ہم سے وہ جو چھ نہ اٹھوا، جس کو اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں ہے۔ ہمارے ساتھ نرمی برت، ہم سے درگزر فرما، ہم پر رحم کر، تو ہی ہمارا

کارساز ہے، سو ہمیں کافروں پر غالب کر۔

دوسروں کو کھانا کھلانے کی فضیلت۔

(فرمیں)

دعوت کا ایک بہترین طریقہ یہ بھی ہے کہ جن کو کھانا کھلانا ہو ان کے لیے ایسا کھانا چکھایا جائے جس کو وہ خوشی سے کھائیں اس لیے کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ کسی مسلمان کا دل کسی جائز چیز کو چاہتا ہو اور کوئی شخص اسے میا کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیتے ہیں اور ایک روایت میں آتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کو وہ کھانا کھلا دے جس کی اسے خواہش ہو تو اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ اس پر حرام کر دیتے ہیں ایسے ہی ارشاد گرامی ہے کہ جن کاموں کے کرنے سے رحمت الہی واجب ہو جاتی ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ غریب مسلمانوں کو کھانا کھلایا جائے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے ان انسانوں پر فخر کا اظہار فرماتا ہے جو لوگ دوسروں کو کھانا کھلاتے ہیں کہ

دیکھو میرے بندے کتنے اچھے ہیں۔

سادات کرام کے ساتھ نیکی کا صلہ

**فرمایا** سادات کرام کے ساتھ نیکی کرتے رہنا چاہیے۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بھی حضرت عبدالعظیم کی اولاد کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا تو میرے لیے یہ ضروری ہے کہ جب قیامت میں اس سے ملوں تو اس کے احسان کا بدلہ چکا دوں۔

موت کی آزمائش اور ابن عربیؒ کی تشریح

**فرمایا** حضرت رسالت مآب ﷺ نے کئی ایک اویسہ میں "موت کی آزمائش" سے پناہ مانگی ہے تو یہ موت کا قدر (آزمائش) ہے کیا؟ حضرت ابن عربیؒ نے "فطوحات مکبہ" میں اس کی تشریح کی ہے کہ جب کسی میت پر موت کا وقت قریب آتا ہے تو شریر جنات اور شیاطین اس میت کے پاس مختلف شکلیں اور روپ دھار کر آتے ہیں۔ کبھی اس کے دوستوں کی شکل میں اور کبھی اس کے بھائیوں کے روپ میں، کبھی اس کے باپ و امجد کے چہرے میں اور کبھی اس کے فوت شدہ بزرگوں کی صورت میں اور پھر اس میت کو ایمان سے دور لانے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ شخص اپنا ایمان سلامت لے کر اس دنیا سے نہ جائے۔ چنانچہ اسے کبھی تو عیسائی ہونے کی دعوت دیتے ہیں اور کبھی یہودی ہونے کی، کبھی مجوسی ہونے کو کہتے ہیں اور کبھی یہ تعلقین کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات مبارکہ کو غیر مؤثر سمجھے۔ الغرض اسے کفر کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔ یہ

ہے "فصل السمات" (موت کی آزمائش) کہتے تعالیٰ حکمت فرمائے۔ خاتمہ پانچ فرمائے۔

کيا "ہرقل" نے آبائی مشرکانہ مذہب  
چھوڑ کر عیسائیت اختیار کر لی تھی؟

**فرمایا** حضرت رسالت مآب ﷺ نے جو گرامی نامہ "ہرقل" کو تحریر فرمایا ہے اس میں اس اہل کتاب میں شمار فرمایا ہے حالانکہ ہرقل اصلاً اہل کتاب میں سے نہیں تھا بلکہ اس نے اپنے آبائی مشرکانہ مذہب کو چھوڑ کر عیسائیت اختیار کی تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص بھی اپنا مذہب تبدیل کر کے عیسائی یا یہودی ہو جائے گا اسے اس حدیث کے مطابق اہل کتاب ہی میں شمار کیا جائے گا۔ مثلاً ایک ہندو عیسائی ہو جائے تو پہلے دو مشرکین کے حکم میں تھا اس کا ذبیحہ درست نہیں تھا لیکن اب درست ہو جائے گا۔ کوئی ہندو سکھ، جیوی عورت پہلے اپنے مشرکانہ مذہب پر قائم تھی اس کا ذبیحہ اور مناکحت جائز نہ تھی اب عیسائی یا یہودی ہوئی تو اہل کتاب کے حکم میں آگئی اس کا ذبیحہ اور مناکحت جائز نظیری اور یا پھر یہ مانا جائے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے عرف عام کے قاعدے کے مطابق ہرقل کو عیسائی شمار فرمایا۔ یہ بات علم شریف میں نہیں تھی کہ وہ اپنا مذہب تبدیل کر کے عیسائی ہوا تھا۔

ذہرے اجڑی بشارت کن صحابہ کرام علیہ السلام کے لیے ہے؟

**فرمایا** حضرات صحابہ کرام علیہ السلام میں سے جو حضرات پہلے یہودی یا عیسائی تھے اور پھر وہ

شرف صحابیت سے شرف ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ

أُولَئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ .

اللہ تعالیٰ انہیں دہرا اجر دے گا۔ (پہلی حصہ: ص ۵۲)

تو اس دہرے اجر کی وجہ کیا ہے؟ حضرت رسالت آپ ﷺ نے فرمایا تین آدمیوں کے لیے دہرا اجر ہے۔

① اہل کتاب میں سے وہ شخص جو اپنے نبی ﷺ پر ایمان لایا اور پھر کچھ پر بھی ایمان لایا۔ (دوانیا، رحمہ اللہ کا مکتبی ہونے کی وجہ سے دہرا اجر)

② عوام جس نے اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی پورے کیے اور اپنے آقا کے حقوق میں بھی کوتاہی نہیں کی۔ (دو طرح کی عوامی ہوتی لہذا اللہ تعالیٰ نے بھی دہرا اجر دیا)

③ وہ شخص جس کے پاس کوئی پابندی تھی، اس نے اس کی اچھی تربیت کی اور اسے عمدہ تعلیم دی اور ہجرات آزاد کر کے اس سے شادی بھی کر لی تو اس کے لیے بھی دہرا اجر ہے۔

(کیونکہ اس نے آزاد بھی کیا اور پھر بیوی بھی بنالیا اس لیے اسے دہرا اجر ملا)

قرآن کریم کی آیت سے اور اس صحیح حدیث کی رو سے معلوم ہوا کہ یہ سائی اور یہودی کے لیے اسلام قبول کرنے کی صورت میں اسے تمام نیک اعمال پر دہرا اجر ملے گا۔ اس بشارت میں صحابہ کرام رحمہ اللہ جنہوں نے یہ سائیت یا یہودیت ترک کر کے اسلام قبول کیا تھا اور غیر صحابہ یعنی کسی بھی دور کے یہ سائی یا یہودی سب برابر ہیں۔ محدثین اور مشرکین نے اس آیت کریمہ کے شان نزول پر بحث کی ہے کہ یہ دہرے اجر والی بشارت کی آیت کن صحابہ کرام رحمہ اللہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور پھر چار شخصیات کا نام لیا ہے۔

① حضرت عبداللہ بن سہام رضی اللہ عنہ

② حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ

پہلے تین حضرات کا نام لینا تو درست ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن سہام رضی اللہ عنہ نے یہودیت کو ترک کر کے اسلام قبول کیا تھا اور حضرت سلمان فارسی اور حضرت مسیب رومی رضی اللہ عنہ نے یہودیہ سے ترک کر کے اسلام قبول کیا تھا اس لیے ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی لیکن حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کا نام لینا درست نہیں ہے کیونکہ جب یہ آیت نازل ہوئی ہے، حضرت کعب رضی اللہ عنہ تو اس وقت موجود ہی نہ تھے، وہ تو حضرت امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں مسلمان ہوئے ہیں۔ وہ تابعی ہوئے نہ کہ صحابی۔ ہاں یہ ہے کہ وہ دوسرے ہجری کی اس بشارت میں یقینہ شامل ہیں کیونکہ اہل کتاب (یہودی) سے مسلمان ہوئے ہیں۔ اس بشارت میں تو قیامت تک آنے والا ہر اہل کتاب شامل ہے لیکن شان نزول سے اگر یہ مراد لی جائے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کون اس آیت کے نزول کا مصداق بنتے ہیں تو پھر حضرت کعب بن احبار رضی اللہ عنہ یقیناً اس آیت کا مصداق نہیں بنتے کہ وہ تو تابعین میں سے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حافظے کے لیے نبوی ﷺ دعا کے اثرات۔

فرمانہ ① حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما شام تشریف لے گئے تھے۔ پھر انہوں نے وہیں سکونت اختیار کر لی تھی۔ یہودیوں اور مسیحیوں کی کتابیں وہاں عام مل جاتی تھیں۔ اور وہ ان کتابوں سے استفادہ بھی فرماتے تھے لیکن ان پر عبادت غالب آگئی



تھی۔ بہت زیادہ عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ ہر تیسرے دن قرآن کریم مکمل کر لیا کرتے تھے۔ گویا کہ اس پارے روزانہ تلاوت فرماتے تھے اور ہمیشہ ایک دن کا نادمہ دے کر ایک دن کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ تمام عمر اس عبادت کو نبھایا اور اس کی عبادت جو انی میں بھی پس وہی شخص کر سکتا ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے عبادت کی توفیق بخشی ہو، ہر حاپے میں تو جسم کمزور پڑ جاتا ہے اور اس حالت میں اس کی عبادت تو اور بھی دشوار ہو جاتی ہے، تو ان پر علم کی بجائے عبادت کا غلبہ ہو گیا تھا۔ حضرت رسالت مآب ﷺ کی عبادت سے یہاں کتاب کی کتابوں کا مطالعہ بھی کیا کرتے تھے لیکن یہی بات ان سے محدثین کی قلت روایت کا سبب بھی بن گئی۔ تابعین عظام کتبہ میں سے بہت سے آثار ایسے تھے جنہوں نے اسی وجہ سے ان سے حدیث کی روایت نہیں کی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جیسے کثیر الروایۃ صحابی اگرچہ یہ اعتراف کرتے تھے کہ حدیث کی روایت میں یہ مجھ سے بڑھ گئے ہیں کہ حضرت رسالت مآب ﷺ سے یہ جو کچھ سنتے تھے کچھ لیتے تھے اور میں کہتا نہیں تھا، لیکن اس کے باوجود اب ہم اگر کتب حدیث کو دیکھیں تو جتنی روایات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل ہیں، ان سے نہیں ملتیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے تو یہاں تک فرمادیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے آج سوتا تابعین نے روایت حدیث کی ہے اور یہ ان کی ایسی خصوصیت ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی ایک فرد بھی ایسا نہیں ہے، جو روایت حدیث میں ان کے ہم پلہ ہو اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے تابعین کی روایت کردہ احادیث بہت ہی کم ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جیسے ان پر عبادت کا غلبہ ہو گیا تھا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر علم کا غلبہ تھا۔ وہ اپنی

حیات طیبہ کے آخری دور تک روایت حدیث اور فتویٰ دینے میں مصروف رہے ہیں۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حاکم اور شام میں جو رہے ہیں تو احادیث کی جستجو میں اگرچہ لوگ ان شہروں میں رہے ہیں لیکن جیسا مربع خدائی مدینہ منورہ تھا، اتنے یہ شہر نہیں تھے اور مدینہ منورہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ شریف فرماتے چنا نچہ ان کی روایات بہت زیادہ کتب احادیث میں آئیں۔ اور جو لوگ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی احادیث کی کثرت اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی احادیث کی قلت پر بحث کرتے ہیں شاید یہ بات بھول جاتے ہیں کہ حضرت رسالت پناہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حافظے کے لیے جو عافرائی تھی اس کا اثر بھی تو یہ ہر ہون تھا۔ کہاں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حافظے میں محفوظ احادیث اور کہاں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا قید کتابت میں لایا ہوا ذخیرہ احادیث کا مقابل ہی دشوار ہے۔

مرویات سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعداد

فرہ: محدثین کرام رحمہم نے تصریح کی ہے کہ امیر شام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت رسالت مآب ﷺ سے جو احادیث روایت کی ہیں ان کی تعداد ایک سو تریسٹھ (163) ہے۔ ہم میں نہیں ہے کہ اب تک کسی نے "مسند معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ" مرتب کی ہو اور پھر اس پر تحقیق و ترتیب، تنقیح اور تخریج بھی کی ہو یہ کام کرنا چاہیے۔ لیکن جذباتی تقریروں اور نعرے لگانے سے فرصت ملے تو یہ عملی کام ہو گا!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ذوق شعر و شاعری

﴿فریاد﴾

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بکثرت اشعار حفظ تھے۔ اپنی حیات طیبہ میں جب بھی انہوں نے تقریر کی ہے، اپنے کلام کی وضاحت اور استناد کے لیے اشعار سے ضرور استدلال فرمایا ہے۔ شعرا اپنے کلام پر ان کے نقد کو مستند مانتے تھے اور اپنی شاعری ان کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جو قصائد حضرت رسالت پناہ ﷺ کی مدح میں کہے ہیں ان میں سے بھی کچھ حصہ بڑے الفاظ انہی کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ شعر و شاعری کی وجہ سے جو ذوق میں نگہ آتا ہے، ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس نعمت سے بھی محروم نہ رہا تھا۔ ان کے اوڑھنے، پہننے کے متعلق جو روایات آتی ہیں ان سے بھی اس حقیقت کا اظہار ہوتا ہے۔ حضرت مسروق رضی اللہ عنہ جو تابعین میں ایک خاص مقام رکھتے تھے انہوں نے اپنے بلوغ سے پہلے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی زیارت کی ہے، اس وقت آپ نے سرخ جوڑا زیب تن فرما رکھا تھا اور چونکہ انھیں زیارت کا شرف حاصل ہوا تو اس لیے یہ جب بھی ان کی کوئی روایت بیان کرتے ہیں تو فرماتے ہیں ”حدثنی انس بن مالک عن عائشہ بنت الصديق“ (حضرت صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی۔)

چچہ صاحبہ کرام رضی اللہ عنہا کا کثرت سے احادیث روایت کرنا

﴿فریاد﴾

چچہ صاحبہ کرام رضی اللہ عنہا کا شمار ستیوں میں ہے جنہوں نے حضرت رسالت مآب ﷺ

کی احادیث کثرت روایت کی ہیں اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے ان تمام حضرات کی عمریں بہت طویل ہوئیں ہر ایک کی عمر قحط (75) برس سے زائد ہی ہوئی۔ ان چھ حضرات نے بعض روایات تو دو بیان کیے جو حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست سنی تھیں اور بہت سی روایات وہ بھی جو انہوں نے اپنے سے عمر میں بڑے اکابر صحابہ کرام، خلفائے راشدین، اصحاب بدر اور عشر و مبشرہ رضی اللہ عنہم سے بھی سنی تھیں۔ ان چھ میں پہلی تو حضرت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ اپنے شوہر تادمہ اور حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ان کی عمر 18 برس تھی پھر ان کا اپنا انتقال 58ھ میں ہوا تو کل عمر (76 = 58 + 18) چھتر (76) برس ہوئی۔ دوسری ہستی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا انتقال 59ھ میں ہوا اور عمر میں یہ حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دو برس زیادہ تھے تو اس اعتبار سے ان کی عمر 78 برس ہوئی۔ تیسری ہستی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی ہے۔ ہجرت کے وقت ان کی عمر گیارہ برس تھی۔ بدر اور احد کے میدان میں اپنے والد امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی معیت میں حاضر ہوئے ہیں لیکن حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت شفقت فرمائی اور ان کی کم سنی دیکھ کر انھیں لوٹ دیا۔ پھر یہ پہلی مرتبہ غزوہ خندق میں شریک ہوئے ہیں اور ان کی عمر پندرہ برس سے زائد ہو چکی تھی پھر ان کا انتقال واقعہ کربلا کے بھی بعد عبدالملک بن مروان کے دور میں ہوا ہے۔ جبکہ ان کی عمر چھیالیس (86) برس ہو چکی تھی۔ چوتھی ہستی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی عمر تو سو برس سے بھی کچھ زیادہ ہی ہوئی۔ پانچویں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں ان کی عمر چورانوے (94) برس ہوئی اور دینہ منورہ میں یہ غالباً آخری صحابی ہیں جن کے انتقال کے بعد وہ پاک

شہرین پاکیزہ ہستیوں کے وجود سے خالی ہو گیا اور چھٹی ہستی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے ان کی عمر نسبتاً کم ہوئی کہ ستر برس میں دنیا سے رخصت ہوئے۔ تو ان طویل عمروں میں ان حضرات نے اکار بر صحابہ رضی اللہ عنہم کی سمجھوتوں سے خوب فائدہ اٹھایا اور بکثرت روایات بیان کیں اس لیے ان چھ حضرات کو جو "مکبیرین" (حضرت رسالت مآب ﷺ کی احادیث کثرت سے بیان کرنے والے) کہا جاتا ہے تو چنداں تعجب نہیں۔

نماز عصر کی حفاظت اور اسے باجماعت ادا کرنے کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔

**فرمایا:** نماز عصر اس امت سے پہلے کی امتوں پر بھی فرض تھی لیکن انھوں نے اس کی پابندی نہیں کی اور بہت نقصان اٹھایا۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے اسی لیے نماز عصر کی حفاظت اور اسے باجماعت پڑھنے کی بار بار تلقین فرمائی کہ یہ امت خسارے میں نہ چلی جائے اسی لیے یہ ارشاد گرامی ہے کہ جس شخص نے سورج حلوغ ہونے سے پہلے والی نماز (آخر) اور سورج ڈوبنے سے پہلے والی نماز (عصر) کی پابندی کی، اسے دوزخ میں نہیں جھونکا جائے گا اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے نماز عصر کو باقاعدگی سے ادا کرنے کی عادت بنالی اسے عصر کی نماز کا ثواب دو ملے گا یا جائے گا۔

\*\*\*

اگر اذنِ قویہ کی بنیاد پر اسلاف کے علمی تسامحات سے  
اختلاف کیا جائے تو یہ معیوب نہیں ہے۔

**فرمایا** مدینہ منورہ میں جب یہ سوال اٹھا کہ لوگوں کو نماز کے لیے جیسے جمع کیا جائے تو  
مختلف آراء سامنے آئیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے غنیمہؓ روئے عنہماؓ فقال لیساریؓ  
کو خواب میں اذان کی تلقین کی گئی اور حضرت رسالت مآب ﷺ نے اس خواب کی  
تصدیق فرمائی اور امت میں اذان کا آغاز اس دن سے ہوا۔ امام بخاری اور امام ترمذی رحمہما  
کا خیال یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے صرف یہی ایک حدیث منقول ہے۔ اگر  
یہ کہا جائے کہ حضرت امام بخاری رحمہما کے معیار پر صرف یہی ایک حدیث پوری اترتی  
ہے تو یہ بات درست مانی جاسکتی ہے ورنہ امر واقعہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ  
سے تو اس ایک حدیث کے علاوہ بھی متعدد روایات ملتی ہیں۔ حافظ ابن حجر مستدرک  
نے اسی خطہ فقہی کے ازالے کے لیے "مسند عبداللہ بن زبیر بن عبد ربیع بن خثیمہ  
الاسفہاری" تحریر فرمائی اور اس میں اس حدیث اذان سمیت آٹھ احادیث ذکر کی ہیں  
کہ حضرت امام بخاری رحمہما کے تسامح پر مستحب فرما دیں۔ ویسے حضرت حافظ رحمہما سے  
پہلے بھی محدثین نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی احادیث اپنی اپنی مسانید وغیرہ میں  
جمع کی ہیں مثلاً حمیدی رحمہما نے اپنی مسند میں ان کی پانچ احادیث روایت کی ہیں۔ اس  
سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے اسلاف کے کام میں اگر علمی تسامحات پائے جاتے ہوں اور  
کوئی طالب علم اذنِ قویہ کی بنیاد پر ان سے علمی اختلاف، ادب کے دائرے میں رو کر

کرتے تو یہ حضرات صحابہ کرام تابعین، تبع تابعین اور سلف صالحین رضی اللہ تعالیٰ عنہم احسن کے طریقے کے مطابق ہے۔ جو اہل علم اپنے سلف صالحین کی اس راہ کو چھوڑ کر خود بخود اپنے موعودہ اکابر کی غلطیوں کی تاویلات و توجیہات کرتے رہتے اور انہیں معصوم ثابت کرنے کے لیے ایسی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں وہ ایک دلت و غلطیوں کے مرکب ہو رہے ہوتے ہیں۔

- ① اپنے اکابر کو معصوم جاننا حالانکہ اہل السنۃ و الجماعۃ کا عقار مسک یہ کہ حضرت رسالت مآب ﷺ ایسی آخری معصوم تھے۔ عصمت لوازمات فتح نبوت میں سے ہے۔
- ② علمی خیانت کہ حق بات سامنے آ جانے کے باوجود ہاتھ کو ترجیح دینا یا سکوت کے جرم کا ارتکاب کرنا۔

اکابرین امت اور سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم کا ادب مطلوب ہے نہ کہ عبادت۔

امام عبداللہ بن وہب بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی  
تالیف کردہ "موطا"۔

**فرمایا** امام عبداللہ بن وہب بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۵ھ میں مصر میں پیدا ہوئے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے عمر میں اٹیس (۳۱) برس چھوٹے تھے۔ انہوں نے بھی اپنی "موطا" تالیف کی تھی۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے تذکرے میں تحریر فرمایا ہے: مصنف موطا کبیر (اور امام عبداللہ بن وہب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بڑی موطا تالیف فرمائی تھی) لیکن اب اس "موطا کبیر" کا وجود نہیں ملا۔

عقل جب وحی کے تابع ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے۔



مورخین کے تحریر کردہ واقعات ضروری نہیں  
کہ سچائی پر مبنی ہوں۔

**فرمایا** مورخین کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے دور کے واقعات تحریر کر دیتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں ہوتا کہ ان کا لکھا ہوا سب کچھ سچائی ہی پر مبنی ہو بلکہ وہ ایسی جھوٹی روایات و حکایات بھی قلمبند کر دیتے ہیں جن کی تردید خود ان کے معاصرین کر دیتے ہیں۔ محاط مورخین کم ہیں اور پھر جو واقعہ تحریر فرماتا ہے، اس کے اسباب و علل اور اس کے نتائج کی تحقیق کرنے والے تو اور بھی کم ہیں۔ اس لیے تاریخ پر اعتبار بہت گہری کجگاہ کا متقاضی ہے۔ مستشرقین، اسلام پر جو اعتراض کرتے ہیں، ان میں سے بہت کم مستشرق ایسے ہیں جو اسلام کو کجگاہ معنی میں پڑھ کر اعتراض کرتے ہیں، اکثر ایسے ہیں کہ وہ صرف تاریخ کو پڑھتے ہیں اور عقیدے، تفسیر یا حدیث یا فقہ کو انھوں نے پڑھا نہیں ہوتا اور تاریخی روایات ہی کی بنا پر اسلام پر مختلف جھوٹے، افسانے اور قصے بنیاد بنا کر اسلام کو مفلحون کرتے ہیں۔ امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کتابت حدیث سے روک دیا تھا۔ اب یہ ایک روایت ہے۔ یہ روایت درست ہے یا نہیں؟ یہ تو ایک الگ بحث ہے لیکن مستشرقین اس روایت سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ دیکھو حدیث اتنا ناقابل اعتبار علم ہے کہ حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اس کی کتابت تک سے روک دیا تھا، وہ جانتے تھے کہ مسلمان ہم حدیث میں مشغول ہو جائیں گے اور

قرآن کریم کی تعلیمات سے غفلت اختیار کریں گے۔ اس لیے انہوں نے منع کر دیا اور حدیث مسلمانوں کے دین کو نقصان پہنچا رہی ہے، لہذا ہم حدیث ناقابل اعتبار ہے۔ اسی بے ہودہ بات کو منکرین حدیث نے اڑایا اور لوگ سمجھتے ہیں کہ انکار حدیث ان منکرین کی ذاتی محنت و مطالعے کا نتیجہ ہے حالانکہ یہ تو صرف ناقل ہیں ان میں اتنا علمی عقل کہاں کہ یہ سب حدیث تو درکنار ان مستشرقین معترضین ہی کی کتابوں کو براہ راست پڑھ سکیں۔ جیسے ہمارے دور میں اہل حدیث حضرات کے بعض بچے بھی اٹھتے ہیں اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کر رہے ہوتے ہیں اور بتانا یہ چاہتے ہیں کہ میری تحقیق یہ ہے۔ حالانکہ ان کی اپنی تحقیق تو کیا خاک ہوتی انھیں تو کتابوں کے نام کا صحیح تلفظ تک نہیں آتا۔ جس کسی سے سن لیا، تحقیق کے نام پر اس کی تقلید کر لی اور یہ الگ بات ہے کہ تقلید پر ہمیشہ نگیردہ رہے۔ سو یہ مستشرقین تاریخ کی کتابوں سے ایک بات اٹھاتے ہیں اور پھر اس کچی بنا پر جھوٹا دلائل کر یہ تاثر دیتا چاہتے ہیں کہ کوناسی محض کھڑا ہو گیا۔ امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اگر حدیث کھینے سے منع فرمایا تھا تو ایک دور عہد نبوی میں بھی تو ایسا گنہگار ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے فرمودات تحریر کرنے سے منع فرمادیا تھا۔ انھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تواریخ پڑھنے پر عقاب کا سامنا کرنا پڑا تھا اور وہ بھی تو دور آیا تھا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم رات رات بحر بنی اسرائیل کی باتیں ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ وقت اور مخاطب کے اعتبار سے بھی تو حکم بدلنے میں شہری اور دیہاتی کے احکامات بھی تو بدلتے

ہیں، ملحق بدل جائے تو بھی تو حکم بدل جاتا ہے۔ اس لیے میرا مومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ حکم کیوں دیا ہوگا اس کے اسباب اور یہ نتیجہ نکالنا کہ علم حدیث دین میں بنیاد سے محروم ہے، دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

پھر یہ اعتراض کچھ نیا بھی نہیں ہے۔ مستشرقین کو تو آج یہ راہ سوجھی ہے، روافض کو تو ہمیشہ سے یہ اعتراض رہا ہے۔ ابن ابی العباس ضحلی جس نے رفض اختیار کیا اور روافض کے شیعہ کائناتی جو مدینہ منورہ میں رہتے تھے، مدت مدید تک ان کی صحبت میں رہا۔ اس نے بھی یہی اعتراض کیا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ احادیث و مسموم میں جو اختلاف روایات ہے ان سب کی اصل وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہوں نے اپنے دور میں تدوین حدیث پر پابندی لگا دی۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تو چاہا کہ احادیث نکلیں لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے کھینچے نہ دیں اور اگر وہ احادیث کی کتابیں لکھ جاتے تو ان کی تحریرات امت تک ایسے ہی متواتر پہنچتیں جیسے کہ صحیح بخاری امت تک پہنچی ہے۔ امت کے درمیان اور حضرت رسالت پناہ رضی اللہ عنہ کے درمیان صرف ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا واسطہ رہا اور کتابیں ہم تک پہنچی جاتیں تو تمام احادیث متواتر ہو جاتیں۔ باوجودیکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ حضرت رسالت مآب رضی اللہ عنہ نے کتابت حدیث کی اجازت دی ہے پھر بھی انہوں نے اجازت نہیں دی اور افراق امت جیسے عظیم گناہ کے مرتکب ہوئے۔ (معاذ اللہ)

حافظ ابن رجب ضحلی رحمہ اللہ نے طبقات میں ابن ابی العباس ضحلی کی خوب خبر لی ہے اور اس کے اعتراض کا جواب بھی دیا ہے کہ اختلاف امت (جو کہ رخصت ہے)

کا سبب تو اترا بعد مواتر احادیث نہیں بلکہ ناقصین اور آنکھ کے درمیان جو فہم تفاوت ہے، وہ اصل میں مختلف ہے۔ اور یہ تفاوت حتیٰ کہ ان احادیث میں بھی ہے جو کہ متواتر ہیں۔ اگر تمام احادیث متواتر بھی ہو جاتیں تو اختلاف فہم کیسے قائم ہوتا؟ اور یہی سمجھنے کا اختلاف، امت کے لیے رحمت بنا۔ اس ابن ابی العباس ضحیل کو کئی مرتبہ تو چین صاپہ کرام نے ملا پر سزا بھی دی گئی اور جلا وطن بھی کر دیا گیا۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ یہ آخری عمر میں مدینہ منورہ پہنچ کر روضہ اطہر پر ہی رہ پڑا تھا اور وہیں اس کی موت ہوئی۔ ان مستشرقین کے اعتراضات اور دلائل کی خبر، حضرت سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب لی ہے۔ انہوں نے اس موضوع پر جو کچھ لکھا ہے، چھپ گیا، اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔

دور نبوی ﷺ کے محنت اور ان سے متعلق اہم تفصیلات۔

**فرمایا:** احادیث کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ کے دور میں محنت (تجذوے) خود حضرت رسالت پناہ ﷺ کے گھروں اور کام مسلمانوں کے گھروں میں چایا کرتے تھے اور کوئی انھیں منع نہیں کرتا تھا۔ مدینہ منورہ میں ————— یاد تو یہ پڑتا ہے ————— کہ صرف پانچ تجذوے ہوا کرتے تھے۔

① اذانہ ② بھہ ③ ماتع ④ ہوان ⑤ ہیت باہت (اُبم ہو ہیے) ممکن ہے اور بھی ہوں لیکن ابھی تو یہی یاد پڑتا ہے۔ ان تجذووں میں بھی کوئی ایسی خاص بے حیائی نہیں پائی جاتی تھی۔ صرف یہ تھا کہ مرد ہونے کے باوجود عورتوں

کی طرح چم و غم اور تنگ چنگ کر باتیں کرتے تھے، ہاتھ پاؤں سب پر مہندی لگاتے تھے، انصاف کا استعمال کرتے تھے، اور بچیوں کی طرح گڑیوں سے کھیتے تھے۔

یہ خواتین سے مشابہت تھی۔ ایک بات یہ ہے کہ کوئی انسان پیدا ہی اس طرح ہوتا نہ تو اس میں اس شخص کا کوئی قصور ہے اور نہ اس پر کوئی الزام ہے کہ وہ بخیر و گیں ہے؟ بس وہ پیدا انہی طور پر ایسا ہی ہے۔ اسلام کسی کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ اس نظروں سے کو شخص اس کی طرز تحقیق پر ادنیٰ سی بھی ملامت کرے اور ایک یہ ہے کہ کسی شخص کو اللہ تعالیٰ نے مرد بنایا ہے، اب وہ جان بوجھ کر عورتوں کی طرح ناز و انداز اختیار کرتا ہے، ایسی چال چلتا ہے، ایسے کپڑے پہنتا ہے کہ گویا وہ کوئی عورت ہے تو شریعت ان افعال کو سخت ناپسند کرتی ہے۔ حضرت رسالت پناہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے شدید غصے کا شکار وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنے مرد ہونے کو ناپسند کرتے ہیں اور عورتوں سے مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ ایسے مرد خواہ کسی فحشی کا ارتکاب کریں یا نہ کریں، دونوں صورتیں غلط ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے ان نظروں میں سے ایک لڑکے کو دیکھا اور اس کے ہاتھ پاؤں سب میں مہندی رچی بسی تھی تو آپ نے تعجب کا اظہار فرماتے ہوئے پوچھا کہ یہ سب کیا ہے؟ اتے کیا ہوا ہے؟ تو عرض کیا گیا کہ یہ عورتوں کی طرح بنتا، سنورتا ہے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ انہیں مدینہ منورہ میں رہنے کی اجازت نہیں، انہیں قلعہ بھیج دیا جائے۔

قلعہ اس چراگہ کا نام تھا جو مدینہ منورہ سے تقریباً بیس (۲۰) میل کے فاصلے پر

تھی اور حضرت مآب ﷺ اس حالت میں صدقہ و زکوٰۃ کے جانوروں کو چرنے کے لیے بھیج دیا کرتے تھے اور آپ کے بعد امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں تقبیح کو سرکاری چراگاؤ کا درجہ دے دیا تھا۔

سو یہ فقہائے تقبیح دیے گئے تھے۔ یہ بھی عرض کیا گیا کہ ایسے مردوں کو (فحاشی پھیانے کے جرم میں) قتل کر دیا جائے تو حضرت رسالت مآب ﷺ نے یہ کہہ کر منع فرما دیا کہ مجھے نماز پڑھنے والوں کو قتل کرنے سے منع کر دیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز انسان کو بعض حالات میں قتل سے بچاتی ہے، اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں فقہاء کی بھی یہ ہمت نہیں تھی کہ نماز چھوڑ دیں۔

ایک اور واقعہ یہ بھی پیش آ گیا تھا کہ خزوءِ عائف کے دوران حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے خیمے میں تشریف فرما تھیں کہ ”مناہع“ فقہاء ان کی خدمت حاضر ہوا۔ اسی اثنا میں حضرت رسالت مآب ﷺ بھی تشریف لائے تو ”مناہع“ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عبداللہ بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ (یہ اسی سال محاصرہ عائف میں شہید ہو گئے تھے) سے کہہ رہا تھا (اور ایک روایت میں یہ آتا ہے کہ ان کی یہ گفتگو حضرت عائشہ بن ولید رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوئی تھی لیکن عائشہ ان کی یہ گفتگو حضرت عبداللہ بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوئی ہوگی کیونکہ مناہع ان کا خدمت گزار بھی تھا۔ زیادہ قرین قیاس یہی ہے) کہ کل اگر عائف فتح ہو جائے تو میں تمہیں فیلان کی بیٹی پاؤں دے گاؤں گا۔ یہ وہی فیلان ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا تو ان کی دس بیویاں تھیں۔ حضرت رسالت مآب ﷺ

نے فرمایا کہ ان دس میں سے صرف چار کا انتخاب کر لو۔ بنو ثقیف کے سردار تھے اور امیر المومنین سیدنا عمر ؓ کے عہد خلافت کے آخر پر ان کا انتقال ہوا ہے۔ ان کی یہ بیٹی باویہ بھی اپنے والد کے ہمراہ ہی مسلمان ہو گئی تھیں۔ پھر ان کی شادی حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ سے ہو گئی تھی۔ احادیث کی مختلف کتابوں میں طہارت کے ایوان میں یہ جو روایات آتی ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ نے حضرت رسالت مآب ﷺ سے عورتوں کے ایام کے بارے میں استفسار فرمایا تو درحقیقت انہوں نے اپنی انہی اہلیہ محترمہ کی وجہ سے دریافت فرمایا تھا۔ حضرت باویہ ؓ بھی بہت خوبصورت تھیں کہ اتنی کہ حضرت خولہ بنت اخیسر ؓ نے حضرت رسالت مآب ﷺ سے عرض کیا تھا کہ اگر باویہ قیدیوں میں آئیں تو آپ اسے مجھے عنایت فرما، بنو ثقیف قبیلے میں باویہ جیسی چند سے ماہتاب کوئی لڑکی ہے ہی نہیں۔ لیکن یہ اپنے والد کے ہمراہ مسلمان ہو گئیں۔ پھر مستمع ہو لے کیا غضب کی لڑکی ہے آتی ہے تو چار بیٹیاں پڑتی ہیں اور چلتی ہے تو آٹھ۔ حضرت رسالت پناہ ﷺ نے یہ گفتگو سن لی اور فرمایا کہ افوہ! یہ بھڑکے عورتوں کی ایسی باتوں کو جانتے ہیں! مجھے تو یہ خیال نہیں تھا کہ ان لوگوں میں بھی جنسی میلان پایا جاتا ہے۔ دیکھو آج کے بعد خبردار کوئی بھڑکا مسلمانوں کے گھر میں داخل ہو۔ اور اس واقعہ کے بعد امہات المومنین ؓ نے ان بھڑکوں سے بھی پردہ کرنا شروع کر دیا تھا۔

ایک اور واقعہ یہ بھی پیش آیا تھا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے مکہ مکرمہ

میں شادی کرنے کی غرض سے ایک لڑکی کو بیٹا بیگم لایا اور یہ بھی فرمایا کہ کوئی ایسا شخص ہو جو مجھے اس لڑکی کے متعلق بتا سکے (کہ وہ رنگ و روپ میں کیسی ہیں؟) تو ماتب نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے یہ چار اور آٹھ بنوں کا جملہ کیا تھا اور اسے حضرت رسالت پناہ ﷺ نے سن لیا تھا اور نہ امانیا کہ اگر پر دو نظمین خواتین کی اس طرح منظر کشی کی جائے گی تو پھر پردے کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔ اور یہ ماتب عام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے گھر آتے تھے اور حضرت رسالت مآب ﷺ کو یہ خیال بھی آیا کہ یہ لوگ خواتین کو ایسی گہری نظر سے بھی دیکھتے ہیں تو آپ نے انھیں مسلمانوں کے گھروں میں داخلے سے منع فرمادیا۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے ان لوگوں کو مدینہ منورہ سے بھی باہر بھیج دیا تھا تاکہ معاشرے میں بے حیائی و رواج نہ پائے اور یہ شہروں سے دور سرکاری کام یا نوکری کرتے رہیں۔

کچھ محدثین کرام رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ یہ جو ماتب ہے اسی کا نام حب ہے یعنی ایک ہی شخص کے یہ دو نام ہیں اور کچھ کا خیال یہ ہے کہ حب اور حبیب ایک ہی شخص کے دو نام ہیں اور محدثین کرام رحمہ اللہ سے تعریف ہوگئی ہے۔ اس لیے ماتب و حبیب اور حب میں فرق و شمار ہے۔ اس ماتب کو حضرت رسالت مآب ﷺ نے منع بھیج دیا تھا۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ یہ وہ بھیج دیا تھا جہاں پر کوئی آبادی نہیں تھی۔ یہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جملہ حق کی شکایت کی تو آپ نے انھیں اجازت دی کہ وہ ہر جہہ کو بھیک مانگتے مدینہ منورہ



آیا کریں اور صرف اتنی اشیاء لیں جو آئندہ جمعہ تک کے لیے انھیں کافی ہوں اور پھر واپس چلے جائیں۔ چنانچہ وہ ہر جمعہ کو آتے رہے اور اپنی ضروریات زندگی کے کروا لیں جاتے رہے۔ یہ اجازت بروز جمعہ اس لیے دی گئی ہوگی کہ جمعہ میں اجتماع ہوتا ہے اور ہر طرح کے لوگ اکٹھے ہوتے ہیں اس لیے خیرات ملنے کا زیادہ امکان ہوتا ہے۔ اور یہیں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایسے لوگ جن کے معاشرے میں رہنے سے عام افراد کا مالی یا اخلاقی نقصان ہوتا ہو انھیں اگر شہر سے باہر الگ کر دیا جائے تو ان کو بغیر کسی معذوری اور صحت کے باوجود بھی، خیرات دی جاسکتی ہے۔ ان کا یہی مقرر انھیں صدق لینے کا مستحق ٹھہراتا ہے کہ معاشرے میں ان کا وجود باعث نقصان ہے۔ بعض حالات میں قیدی بھی اسی رعایت کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔

پھر جب خلیفہ رسول اللہ ﷺ کا اپنا دور خلافت آیا تو آپ نے مانع کو نذک بھیج دیا تھا۔

اُن بھی مدینہ منورہ ہی میں رہتے تھے اور عورتوں جیسی حرکات تھیں۔ چونکہ یہ مسلمانوں کے گھروں میں آزادانہ آتے جاتے تھے اور کوئی روک ٹوک تو تھی نہیں اس لیے ہر گھر میں کتنے رشتے ہیں، یہ اس حقیقت سے واقف ہوتے تھے۔ اسی بنا پر ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے چاہا کہ اپنے بھائی عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شادی کریں تو انہوں نے اُن سے رشتہ دریافت کیا۔ انھیں اپنے اس بھائی سے محبت بھی بہت تھی اور چاہتی تھیں کہ بہت عمدہ رشتہ ملے۔ یہی ان کے وہ بھائی

جس جن کا اچانک انتقال ہو گیا تھا اور حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سفر پر تھیں۔ یہ ان کے لیے اچانک اور بہت شدید صدمہ تھا وہ اپنے اس بھائی کی قبر پر تشریف لے گئیں تھیں اور بہت درد انگیز اشعار بھی پڑھے تھے بہر حال آپ نے اُسے سے فرمایا کہ ہمارے بھائی عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے کوئی رشتہ تھا تو نہ نے دی چار اور آٹھ بنوں والا جملہ کہہ دیا تھا۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے اس بتیلے کو مناسب نہیں سمجھا اور فرمایا کہ اُسے آپ حرمہ الاسد کے علاقے میں چلے جائیں۔ یہ بھی ایک غیر آباد علاقہ تھا اور صرف ان کی رہائش کے لیے حضرت رسالت مآب ﷺ نے انھیں ایک گھر بھی عطا کیا تھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو ایسے لوگ ہوں اگر حکومت انھیں عام آبادیوں سے الگ رہنے کے لیے مکانات دے اور لوگ انھیں صدقات و زکوٰۃ دیں تو یہ درست ہے۔

### بچے کی پیدائش پر چند اہم کام

**فرمایا** مختلف احادیث کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ بچے کی پیدائش پر چند اہم کام ایسے ہیں جن سے فراغت ہو جانی چاہیے۔

- ① بچے کی پیدائش کے فوراً بعد اس کے جسم پر جو آغوش وغیرہ ہے اسے دھویا جائے یا پھر بچے کو غسل دیا جائے۔
- ② بچے کا نام تجویز کر دیا جائے۔ پہلے ہی دن نام رکھ دینا چاہیے۔

حضرت رسالت مآب ﷺ نے اپنے صاحبزادے ابراہیم کا نام پہلے ہی دن تجویز فرمادیا تھا اور گھر میں ولادت کی اطلاع جب صبح کرام ﷺ کو دی تھی تو فرمایا تھا شب گذشتہ میرے ہاں بیٹے کی ولادت ہوئی ہے اور میں نے اس کا نام اپنے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام پر ”ابراہیم“ ہی تجویز کیا ہے۔ جن روایات میں یہ آیا ہے کہ بچے کا نام ساتویں دین رکھنا چاہیے ان روایات اور پہلے دن کی روایات کا تھیل کرتے ہوئے، امام بخاری نے لکھا ہے کہ پہلے دن کی روایات ساتویں دن کی روایات سے زیادہ صحیح ہیں۔ اس لیے بچے کا نام پہلے دن ہی تجویز کرونا بہتر ہے۔

⑤ ساتویں دن لڑکے کے فتنے کروینے چاہیں۔ اگر ساتویں دن کے بعد بھی کر دیئے جائیں تو کوئی حرج نہیں، بہر حال لڑکے کے بالغ ہونے سے پہلے پہل کر دینے چاہئیں اور اگر کوئی شخص بڑی عمر کا ہو اور اسلام قبول کرے اور اس کی بیوی اس کے فتنے کر سکے جیسے لیزلی ڈائنر ہو تو اسے اپنے شوہر کے فتنے کروینے چاہئیں۔ اور اگر لڑکی ہو تو ساتویں دن اس کے کان چھید دینا بہتر ہے۔ ناک چھیدنے میں بھی کوئی حرج نہیں اور اگر کان ناک نہ بھی چھیدے جائیں تو کوئی حرج نہیں۔

⑥ بچے ہو یا بچی دونوں کے سر کے بال ساتویں دن منڈا دینے چاہئیں۔ اگر ساتویں دن سے پہلے یہ رسم ادا ہو جائے تو بھی درست ہے لیکن ساتویں دن افضل ہے۔

⑦ بچے کا سر مونڈ دینے کے بعد کوئی خوشبو اور چیز زعفران یا پافور وغیرہ بچے کے سر پر مل دینا چاہیے۔ حضرت رسالت مآب ﷺ تو مولود بچس کے سر مونڈ دینے کے بعد خوشبو لگانے کا حکم دیا کرتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ زمانہ جاہلیت میں کافرا اپنے

بچوں کی پیدائش پر بطور حقیقت جانور ذبح کرتے تھے اور پھر اس کا خون روئی کے خشک پھوپے میں خوب اچھی طرح جذب کر کے بچے کے سر پر اس طرح ملتے تھے کہ خون ایک لکیر کی صورت میں بننے لگتا تھا۔ وہ یہ رسم بھی تو بچے کے منہ سے ہونے پر کرتے تھے اور اس صورت میں خون کی گھیر واضح ہو جاتی تھی اور کبھی بچے کا سر موٹنے سے بچے کے خون بالوں سے نکلتا تھا اور پھر وہ بچے کا سر دھوتے تھے اور بال منہ دہاتے تھے۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے اس رسم کو ختم کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ نو مولود بچے کا سر منہ اکر اس پر حقیقت کے جانور کے خون کی بجائے خوشبو لگا دیا کرو۔

① بچے کے سر سے جو بال اتار دے جائیں اتنے ہی وزن کی چاندی یا سونا یا پھر ان کی قیمت کے بقدر رقم بطور صدقہ راہِ خدا میں خیرات کر دی جائے تاکہ بچہ محفوظ رہے اور اگر اس بچے کو کوئی بیماری وغیرہ لگ سکتی ہے تو اس صدقے کی وجہ سے وہ نکل جائے۔

حضرت رسالت مآب ﷺ نے اپنے نواسے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی پیدائش پر ان کی والدہ اور اپنی اہل بیت گھر سے جزاویٰ صلہ رضی اللہ عنہما و عن اہلہا سے فرمایا تھا کہ حسن کے سر کے بال اتار دوں اور ان بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ بھی کرو۔ حضرت صاحب جزاویٰ صلہ رضی اللہ عنہما فرماتی تھیں کہ میں نے ایسے ہی کیا جیسے مجھے انہوں نے حکم فرمایا تھا اور پھر جب میرا بیٹا حسین پیدا ہوا تو پھر اس کی ولادت پر بھی ایسے ہی کیا جیسے کہ حسن کے لیے کیا تھا۔ رضی اللہ عنہما و عنہما۔

② بچے کی پیدائش کے ساتویں دن اس کا حقیقہ کیا جائے۔ حقیقہ کرنا کچھ فرض،

واجب تو ہے نہیں محض مستحب ہے کہ درحقیقت اولاد کی ولادت پر اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرتا ہے اسی لیے مرد و بچے کا کوئی حقیقہ نہیں۔ جانور اس لیے بھی ذبح کیا جاتا ہے کہ بچے کی ولادت کی خوشی میں احباب و اعزاء کی دعوت کی جائے اور اس لیے بھی کہ گوشت کا کچھ حصہ غرباء و فقراء کو صدقہ کر دیا جائے کہ بچے تکالیف و بایا سے محفوظ رہے۔ حضرت رسالت مآب ﷺ کی تشریف آوری سے قبل بھی عربوں میں یہ رسم تھی۔ یہود و حدیث بھی اپنے بچوں کی طرف سے حقیقہ کیا کرتے تھے اور بچے کی طرف سے دو بکرے یا دو بچے ذبح کرتے تھے اور لڑکی کی طرف سے کچھ بھی نہیں۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے اسے نرا چانا کہ لڑکے کی طرف سے تو صدقہ ہو لیکن لڑکی کو نظر انداز کر دیا جائے اور اس رسم کو جہنم فرما کر حکم دیا کہ لڑکے کی طرف سے دو اور لڑکی کی طرف سے ایک جانور ذبح کیا جائے۔ پھر آپ نے اپنے بیٹے ابراہیم کی ولادت پر یا اس کے سات روز بعد بھی کوئی حقیقہ نہیں کیا اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ حقیقہ سنت مذکورہ بھی نہیں ہے ورنہ آپ اپنے بیٹے کی طرف سے تو کم سے کم اس سنت کو ادا کرتے۔ یہ تو محض مستحب ہے۔ اور اسی لیے اپنے نواسوں کا حقیقہ کیا۔ بعض واعظین یہ جو روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے خود اپنا حقیقہ بھی کیا تو یہ محض جھوٹ ہے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے حقیقہ میں حضرت رسالت مآب ﷺ نے ایک بکرا یا دنبہ ذبح کر دیا تھا تو اس وقت مالی خرابی تھی اور روز ذبح کرنے کی روایت بھی مقلی ہے۔ قاعدہ تو یہ ہے کہ لڑکے کی طرف سے اس کی پیدائش کے ساتویں دن دو بکرے یا دو بچے

اور لڑکی کی طرف سے پیدائش کے ساتویں دن ایک دنہ یا بکرا ذبح کیا جائے۔ یہ مستحب اور بہتر عمل ہے لیکن اس کے لیے قرض لینا یا کسی سے بھی سوال کر کے رقم حاصل کرنا یا رشتہ داروں پر بوجھ ڈھنا بالکل جائز نہیں اور اس چارہ نور کو ذبح کرنے کے بعد اس کی ہڈیاں توڑنے یا کانٹے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

غزوہ بدر میں امیہ بن خلف مارا گیا تھا  
یا اس کا بھائی ابی بن خلف؟

**فرمایا** سیرت طیبہ کی کتابوں میں اہل سیر نے اس اختلاف کو نقل کیا ہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ کی درخواست غزوہ بدر میں کون مارا گیا تھا، امیہ بن خلف یا اس کا بھائی ابی بن خلف؟ تحقیق بات یہ ہے کہ قتل تو یہ دونوں بھائی ہوئے تھے لیکن غزوہ بدر میں امیہ بن خلف مارا گیا تھا اور ابی بن خلف غزوہ احد میں مارا گیا تھا۔

مشرکین مکہ کے قائدین کیا اپنی انا اور ضد  
میں فرعون سے کم تھے؟

**فرمایا** اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرعون اور اس کے پیروکاروں کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ اس دنیا میں بھی لعنت ان کے چچھے لگی رہی اور قیامت کے دن بھی لعنت ان کا چچھا کرے گی۔ اس دنیا کی لعنت تو یہ ہوئی کہ قبر خداوندی ان پر نازل ہوا اور سب اذوب مرے اور آخرت کی لعنت یہ ہے کہ آگ انہیں جلائی

ہے۔ یہ سب چٹھاس لیے کہ انہوں نے اپنے دور کے نبی برحق سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت کو نہ مانا اور اپنی جاہ کن روش پر اڑے رہے۔ لیکن یہ چٹھو سیدنا موسیٰ بن عمران علیہ السلام ہی کی خصوصیت تھی حضرت رسالت مآب ﷺ کو بھی ایسے ہی تکبرین سے واسطہ پڑا تھا۔ یہ مشرکین مکہ کے قاکدین اپنی انا اور ضد میں فرعون سے کیا کرتے؟ اسی لیے جب یہ بدر میں جہنم واصل ہوئے تو حضرت رسالت مآب ﷺ نے ان لوگوں کی لاشوں کو بدر کے کنوئیں میں پھینک دینے کا حکم ارشاد فرمایا۔ بدر کا یہ کنواں ایران تھا اور یہ لاشیں اس لیے ذال دی گئیں کہ تقفن نہ پھیلے ورنہ تو حربی کافر کی لاش کو دفن نہ بھی کیا جائے تو کون سی قہاحت ہے؟ اور پھر جب ان ظالموں کی لاشیں حمیت حمیت کر کنوئیں میں پھینکنے کا عمل مکمل ہو گیا تو آپ نے وہی جملہ ارشاد فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے قہصین کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اور لعنت پڑی ان کنوئیں والوں پر۔ ان ملعونین میں سے امیہ بن خلف کو کنوئیں میں نہیں پھینکا جا سکا کیونکہ وہ حد سے زیادہ بھاری جسم کا تھا اور نہ ہی اس کی لاش تھینی چا سکتی تھی۔ اس لیے اس کی لاش کے ایک ایک عضو کو کاٹ کر پھینک دیا گیا۔

کیا حضرت رسالت مآب ﷺ نے بھی  
مگر مہمانی سے مشورہ فرمایا تھا؟

کتب حدیث میں اب تک یہ صراحت نہیں ملی کہ حضرت رسالت مآب ﷺ

نے کبھی گرم پانی سے وضو یا غسل فرمایا ہو۔ حالانکہ مدینہ منورہ میں شدید سردی بھی پڑتی تھی اور لوگ موٹے کپڑے بھی پہنتے تھے تاکہ سردی کے اثرات سے جسم کو محفوظ رکھ سکیں۔ اپنے حضرت امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے حقیق بہت واضح طور پر روایات ملتی ہیں کہ آپ کے لیے "اقتم" میں پانی گرم کیا جاتا تھا اور آپ اس سے وضو یا غسل فرماتے تھے۔ عربی میں "اقتم" اس برتن کو کہا جاتا تھا جس کا منہ چھوٹا اور نیچے سے پیٹ یا چنیدا بنا ہوتا تھا۔ جیسے کہ تیار سے دور میں صراحی ہوتی ہے۔ اسے تانبے سے تیار کرتے تھے اور پھر کندوں میں دی ڈال دی جاتی تھی اور جب پانی گرم کرنے سے یہ برتن بھی گرم ہو جاتا تھا تو ان رسیوں کی مدد سے اسے اٹھا لیتے تھے۔ ایسے ہی "اقتم" چین سے آنے والے اس روغنی برتن کو بھی کہتے تھے جس میں پانی گرم کیا جاتا تھا اور وہ برتن مٹی کی کاہن تھا لیکن پانی گرم ہو جاتا تھا اور برتن ٹوٹا نہیں تھا۔ ایسے گرم پانی سے لوگ وضو بھی کرتے تھے اور نہتے بھی تھے۔

کسی کے خلاف شریعت کا مہر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم  
کا رد عمل کیا ہوتا تھا؟

فرمایا

مختلف احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب کسی شخص کو کوئی ایسا کام کرتے ہوئے دیکھتے تھے جو ان کی نظر میں شریعت کے خلاف ہوتا تھا تو وہ اس کام کرنے والے کو یا تو منع کر دیتے تھے اور یا پھر نوک دیتے تھے اور یا پھر اس سے اس فعل کی وضاحت یا تذکرہ دریافت کرتے تھے۔ پھر یہ ایک



ایسا قلعہ تھا کہ کوئی بھی، بڑے سے بڑا شخص بھی، اس سے متعلق نہیں تھا حتیٰ کہ خلافت راشدہ کے دور میں کوئی وزیر، امیر یہاں تک کہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ بھی اس کھجے کے تحت آتے تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عراق تشریف لے گئے، ان کے والد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو وہاں کا گورنر مقرر کیا تھا تو انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے وضو میں اپنے موزوں پر مس فرمایا ہے۔ غالباً حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ سمجھتے تھے کہ موزوں پر مس کی رعایت صرف سر کے لیے ہے اور جب کوئی شخص اپنے گھر پر ہو تو اسے مس کی بجائے پاؤں کو دھونا چاہیے۔ اس لیے انہیں نہایت تعجب ہوا اور باوجودیکہ سعد رضی اللہ عنہ ان کے امیر تھے، انہوں نے اپنے احوال کا اظہار فرمادیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا عبداللہ اپنے والد سے پوچھ لیتا۔ پھر ایک مرتبہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ منورہ حاضر ہوئے تو کئی حضرات اکٹھے تھے، تو فرمایا عبداللہ اب اپنے والد سے (موزوں پر مس کرنے کا مسئلہ) پوچھ لو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ پر اتفاق ہوا کہ اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ڈانٹ دیا اور فرمایا دیکھو عبداللہ جب سعد رضی اللہ عنہ رسالت مآب ﷺ کے متعلق کوئی بات بیان کریں تو پھر کسی سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ گویا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی مقلوبات کی بھرپور توثیق فرمادی۔

\*\*\*

————— ❦ —————

کتاب و سنت میں جہاں بھی سات اور ستر کا عدد آیا ہے  
اس سے مراد کثرت اور مبالغہ بھی ہو سکتا ہے۔

﴿فرہنگ﴾

جن احادیث میں حضرت رسالت مآب ﷺ نے سات یا ستر کا عدد ارشاد فرمایا ہے وہاں پر یہ ضروری نہیں کہ سات اور ستر کا عدد ہی مراد ہو بلکہ بعض اوقات وہاں سات یا ستر سے مراد محض کثرت یا مبالغہ ہوا کرتا ہے۔ قرآن کریم میں بھی یہی اصول ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے جہاں سبعة ایسر (سات سمندر) کے الفاظ ارشاد فرمائے ہیں وہاں سات سمندر سے مراد پانی کی کثرت ہے نہ کہ عدد کے ساتھ گن کر سات سمندر۔ اور ایسے ہی حضرت رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ مومن ایک آنت سے کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں سے کھاتا ہے تو اس حدیث سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ طبی نقطہ نگاہ سے دیکھیں تو کافر اور مومن دونوں کی جسمانی ساخت بالکل یکساں ہے پھر کافر کی سات آنتیں کہاں ہیں؟ مراد درحقیقت یہ ہے کہ مومن کم کھاتا ہے اور کافر زیادہ (سات آنتوں سے) کھاتا ہے۔ صاحب ایمان شخص کو کھانے پینے سے زیادہ دلچسپی نہیں ہوتی وہ تو دنیا سے بے رغبت ہوتا ہے جبکہ کافر کو بالعموم کھانے پینے سے زیادہ دلچسپی ہوتی ہے کیونکہ اسے نہ آخرت کا خوف اور نہ حرام حلال کی تمیز اس لیے وہ کھاتا ہے تو بے دریغ کھاتا چلا جاتا ہے اس لیے سات آنتوں سے مراد کثرت و غفلت کا کھانا ہے نہ کہ کافر و مومن کی جسمانی ساخت کا کوئی فرق۔ اس لیے کتب و سنت میں

جہاں بھی سات یا ستر کا عدد آئے تو اس سے معدود کا سات یا ستر ہونا ضروری نہیں اس کے لیے کوئی مضبوط دلیل یا قرینہ چاہیے، مگر نہ مراد کثرت اور مبالغہ ہے۔ ویسے کافر کے سات آنٹوں سے کھانے کے بارے میں حنفیہ میں سے امام غماویؒ نے بہت عمدہ و توجید تحریر فرمائی ہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ کے ہاں ایک کافر آیا تھا اور اس نے بہت زیادہ دودھ پیا تھا تو آپ نے اس خاص کافر ہی کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا کہ یہ سات آنٹوں سے دودھ پیتا ہے یعنی کثرت سے پیتا ہے اور بس۔ یہ بات ہر ایک کافر کے بارے میں کہی جی نہیں سکتی کیونکہ ہم خود معاشرے میں یہ دیکھتے ہیں کہ بہت سے مومن زیادہ کھاتے ہیں اور بہت سے کافر کم کھاتے ہیں تو پھر یہ حدیث کیسے درست ہوگی؟ اس لیے یہ کہا جائے گا کہ کافر و مومن کے کھانے میں یہ کوئی کلیہ قاعدہ نہیں بلکہ ایک امر واقعہ کا اظہار تھا کہ اس کافر نے بہت زیادہ (سات آنٹوں سے) دودھ پیا تھا۔

فتح الباری اور معجم حدیث میں فقہ کا استخراج

﴿فرہنگ﴾ جن حضرات کا یہ خیال ہے کہ حضرت عافہؓ اپنی حجر مستحانیٰ ٹہنیوں نے اپنی ”صحیح بخاری“ کی شرح ”فتح الباری“ میں دیگر کتب احادیث سے محض احادیث نقل ہی کی ہیں اور ملاحظہ فی الحدیث پر کلام نہیں فرمایا، ایسے لگتا ہے کہ انہوں نے بھی محض ”فتح الباری“ کی دور سے زیارت ہی کی ہے، بشرط عین حق اس کا سوا اندیش نہیں فرمایا مگر نہ اتنی بڑی جہت کیسے ممکن تھی؟

"فتح الباری" متعدد مرتبہ چھپ چکی ہے۔ اب دنیا کے گوشے گوشے میں پائی جاتی ہے۔ جن حضرات کا یہ دعویٰ ہے کہ کھٹہ فی الحدیث پر کام نہیں کیا گیا انھیں چاہیے کہ "فتح الباری" کی کوئی سی بھی جلد لے لیں اور صرف اس کا مطالعہ کریں تو اس دعوے کی قطعی کھل جائے گی۔ انصاف شرط ہے۔ یہ ایک کھلا ہوا چیلنج ہے کہ کوئی بھی شخص "فتح الباری" کا مطالعہ کرے اور پھر کسی بھی جلد کا مطالعہ کرے تو اسے خود معلوم ہو جائے گا کہ سچائی کہاں ہے! شخص اپنے حق بننے کے قصب میں اور حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے شافعی المسلک ہونے کے "جرم" میں انصاف کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دینا کسی کے لیے بھی کب روا ہے؟

حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا حال تو یہ ہے کہ گھج بخاری کی جس بھی حدیث کے متعلق وہ یہ مناسب سمجھتے ہیں کہ اس پر فقہی، اخلاقی، تاریخی یا فنی حیثیت سے کام فرمائیں تو ان احادیث کی شرح کے آخر پر اور کبھی درمیان میں ضرور کچھ نہ کچھ تحریر فرماتے ہیں۔

حقیقت تو سب کی تعلیم تو نہیں دیتی وہ تو یہ سکھاتی ہے کہ ہر شخص کی حقیقی شخصیت کا اعتراف کیا جائے اور ہر شخص کو اس کا جائز حق ملنا چاہیے۔ اب ہمارے دور میں علم کا ذوق اتنا گر گیا ہے کہ جو اپنے کو زمرہ علماء میں شمار کرتے ہیں، وہ صرف "فتح الباری" کا مکمل مطالعہ ہی اس اعزاز سے کر لیں کہ حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریکات اور ان کے مدعا کو سمجھ لیں، تو یہ بھی ان کے لیے کافی ہے اگرچہ الحمد للہ مستثیات اب بھی پائی جاتی ہیں۔



يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ  
لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ  
عَنْهُمْ أَصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ.

(پ: ۹، سورۃ الاعراف، آیت: ۱۵۷)

وہ (حضرت رسالت پناہ ﷺ) تو اس شان کے نبی ہیں کہ  
انھیں (تمام انسانوں کو) نیکی کے کاموں کا حکم دیتے ہیں اور  
انھیں بُرے کاموں سے منع کرتے ہیں اور انھیں صاف ستھری  
چیزیں جان بڑھاتے ہیں اور ان کو ناپاک چیزیں حرام بتاتے ہیں  
اور انسانیت پر جو بوجھ لدے ہوئے تھے، ان سے وہ (بوجھ)  
اتارتے ہیں اور وہ ان زنجیروں کو کاٹتے ہیں، جن (زنجیروں)  
میں (انسان) جکڑے ہوئے تھے۔

حضرت رسالت مآب ﷺ مشرکین و کفار کو دعوت الی اللہ کے کسی موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔

فرمایا

سیرت حبیب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ مشرکین و کفار کو دعوت الی اللہ کے کسی موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے، ہر وقت پر یہ مطلوب تھا کہ مشرکین کو اسلام سے روشناس کرایا جائے اور ان کے دل جیتے جائیں۔ ۶ھ میں صلح حدیبیہ ہوئی اور اس میں یہ شرط طے تھی کہ آپ ایک سال کے بعد مکہ مکرمہ تشریف لائیں گے۔ خانہ خدا میں حاضری دیں گے اور تین دن کے اندر اندر عمرہ کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ واپس ہو جائیں گے۔ حسب معاہدہ آپ ذی القعدہ ۶ھ میں عمرہ اقصیٰ کے لیے تشریف لائے اور اسی اثنا میں آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کو پیغام بھجوایا کہ ان کی سالی حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر ابوہریرہ بن عبد العزیٰ کی موت کی وجہ سے یتیم ہو چکی ہیں اور سب یہ ہے کہ آپ ان سے نکاح کر لیں۔ دوسرے جواب ہاں میں دیا گیا اور حضرت رسالت مآب ﷺ نے اپنے چچا زاد حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بات کہنے کے لیے بھجوایا۔ بات طبر لگی اور عمرے کے بعد آپ تین دن حسب معاہدہ مکہ مکرمہ میں رکے۔ اسی دوران نکاح بھی ہوا اور تیسرے دن کتبیل بن عمرو، جو کہ صلح حدیبیہ میں اہل مکہ کے وفد کے سربراہ تھے، کچھ افراد کے ہمراہ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ معاہدے کے مطابق آج آخری تیسرا دن ہے اور اس کا سورج ڈوبنے ہی مدت پوری ہو جائے گی اور آپ مکہ مکرمہ سے روانہ ہو جائیں۔

اب اس موقع پر آپ نے جو حکمت عملی اختیار کی وہ قابل غور ہے۔ آپ نے فرمایا دیکھئے ابھی تو میرا نکاح ہوا ہے اور رخصتی باقی ہے۔ آپ اتنی تو مہلت مزید دیں کہ میں اپنی شب زفاف مکہ مکرمہ میں گزاروں۔ اس کے بعد ویرہ ہو جس میں کھانا پکایا جائے اور آپ سب حضرات کو اس دعوت ویرہ میں مدعو کیا جائے۔ اہل مکہ نے کہا کہ ہمیں آپ کے ہاں کھانا کھانے کی کوئی ضرورت نہیں اور آپ بس تین دن کی شوق کو پورا کر دیں۔ حضرت رسالت پناہ ﷺ اگرچہ تشریف لے گئے راستے میں ”سرف“ کے مقام پر زکے اور اسی حالت سفر میں ام المومنین حضرت یحییٰ بن زکریاؑ کی رخصتی ہوئی اور انھیں آپ کے خیمے میں اتار لیا اور مشرکین مکہ کا رویہ یقیناً غیر مناسب تھا لیکن آپ نے انھیں دعوت ویرہ اور اپنی خوشی میں شریک کرنے کا یہ موقع بھی ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ اپنے طرز عمل سے یہ سمجھ دیا کہ زندگی میں خوشی یا غم کیسا ہی نازک اور احتیاط کا وقت ہوا مگر کافروں سے واسطہ پڑ جائے تو دعوت الی اللہ کے مواقع نہ صرف حماش کرنے ہیں بلکہ اپنی بساط کی حد تک انھیں استعمال بھی کرنا ہے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے جو اسام قبول کیا تھا اس کی وجہ وہیں سے ایک جہ یہ نکاح بھی تھا۔

پانچ فرانکس کی تعلیم دیجیے اور جنت کما لیے۔

فرمایا

حضرت رسالت پناہ ﷺ نے تعلیم کو عام کیا اور ہمیشہ اس بات پر زور دیا کہ لوگ علم کو عام کریں حتیٰ کہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دین و دنیا کا جو ہم ضروری قرار دیا ہے، آدمی خود ان فرانکس کو سکھے اور پھر لوگوں کو اس کی تعلیم دے اور فرض کی تحداد خواہ ایک ہو یا دو



ہوں یا تین ہوں یا چار ہوں یا پانچ ہوں، جو شخص بھی ان فرائض کی تعلیم حاصل کرے یا پھیلائے وہ جنت میں جائے گا۔ سو ہر مسلمان مرد و عورت کو چاہیے کہ تم سے کم اپنی اولاد یا شاگردوں یا محلے والوں یا جو لوگ ان کے اوارے میں کام کرتے ہیں انہیں پانچ فرائض کی تعلیم دینے ہی کا اہتمام کر کے جنت کمائیں۔ مثلاً ایک فرض یہ ہے کہ اپنے سے بڑے خواہ والدین ہوں یا اساتذہ یا عام آدمی، جو بھی علم، عمل، عمر، عہدے اور رتبے میں بڑا ہے اس کی آواز سے بلند آواز میں نہ بولا جائے۔ دوسرا فرض یہ بھی ہے کہ جب کوئی شخص سویا ہوا ہو تو بلا وجہ اس کی خینک کو خراب کرنے والی کوئی حرکت نہ کی جائے۔ تیسرا فرض یہ بھی ہے کہ قرض واپس کرنے کی رقم جو جی آئے فوراً اس شخص کو شکر پیئے کے ساتھ واپس کی جائے جس سے قرض لیا ہے، رات اور دن کا لحاظ کیے بغیر دوسرے کی رقم اسے فانی چاہیے۔ چوتھا فرض یہ بھی ہے کہ اپنی اولاد یا کسی شخص کو بھی گالی نہ دی جائے۔ اولاد خواہ قصور وار ہی کیوں نہ ہو اور بی بی اور شوہر کیسی ہی زیادتی کیوں نہ کریں انہیں سمجھایا جائے یا ناراض ہو جائے تاکہ وہ اپنی اصلاح کریں یا کوئی اور طریقہ اختیار کر لیا جائے لیکن گالی ہرگز نہ دی جائے کہ کسی کو بھی گالی دینا کبیرہ گناہ ہے۔ پانچوں فرض یہ بھی ہے کہ انسان اپنے غصے کو اندھا دھند نافذ نہ کرے۔ ایسے بہت سے فرائض ہیں جنہیں ترک کرے انسان جہنماوار ہوتا رہتا ہے۔

انسانوں کی خوبیوں اور اچھے اعمال

پر ہی ہمیشہ نظر ڈالنا چاہیے۔

**فرمایا**

سیرت طیبہ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ کی نظر مبارک انسانوں کی خوبیوں اور ان کے اچھے اعمال پر رہتی تھی اور نہ تو لوگوں کے سوائے ان کی خیر پر کان دھرتے تھے اور نہ ہی انسانی معاصی پر کسی کو شرمندہ کرتے تھے۔ لہذا وہ تو ایسی گہری تھی کہ بہ اوقات لوح محفوظ کھل جاتا تھا اور کسی کی تقدیر کے احوال بھی بتا دیتے تھے لیکن دعوت کے میدان میں ایسے رحیم و کریم تھے کہ جب کوئی قبولیت دین کے لیے رغبت کا اظہار کرتا تھا تو گویا کہ وہ دن آپ کے لیے میدان کا دن ہوتا تھا۔ مطالبہ ہوتا تھا کہ آپ تو تشریف لائے ہی ہیں آپ کے باقی دوست، اہل خانہ، شرکاءے سفر، قبیلہ، کنبہ، باقی لوگ کہاں ہیں؟ عربوں کے قبیلے، یوسفیہ سے ایک نوجوان جہاد بن عمار شامی حاضر ہوا۔ اسلام قبول کیا اور حضرت رسالت مآب ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ وعدہ کیا کہ آئندہ حاضر خدمت ہوں گا تو اپنے ساتھ اپنے قبیلے کے ایک ہزار افراد کو پیش کروں گا۔ "ابن کیا تو اپنے قبیلہ کو تین حصوں میں تقسیم کیا، تین سو افراد پر عباس بن مرداس کو امیر مقرر کیا، تین سو مرد عورت پر انش بن یزید کو اور آخری شمس پر حیان بن حکم و ولدت دے کر منتظم کیا کہ ہم سب حضرت رسالت پناہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ سفر کی تیاریاں ہو رہی تھیں کہ یہ لڑکا قہقہہ دیا رہا گیا۔ بخار جان لیوا ثابت ہوا اور اس نے قبیلہ کو وصیت کی کہ دیکھو اس ہار گاہ کی حاضری ضروری ہے اور انتقال

کر لیا۔ رضی اللہ عنہ و عنہا۔ حسب ہمت و وعدہ جب نوسو افراد کئے، حضرت رسالت پناہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو لوگوں کو یہ گمان گذرا کہ تھو ساز و سامان لئے حاضر ہوئے ہیں۔ فتح مکہ کا سال تھا اس لیے یہ گمان بعید اقیاس بھی نہ تھا لیکن حضرت رسالت مآب ﷺ کو یہ گمان کیوں نہ گذرا؟ وہ تو انسانوں کے قدر شناس اور انکی سوچ سے بہت بلند والا تھے کہ منصب نبوت کے بالا فہم تھے کیسے یہ گمان کرتے؟ ان نوسو افراد کو کچھ کر پہلا سوال یہ فرمایا کہ کہاں گیا تو تمہارا خوبصورت و گورا چہا لڑکا، جو نہایت فصاحت سے بولا تھا اور اپنے ایمان اور وعدے میں سچا تھا؟ عرض کیا گیا کہ اسے تو بخار نے آ لیا۔ حضرت رسالت پناہ ﷺ نے اس کے لیے رحمت کی دعا فرمائی اور دریافت فرمایا کہ آپ کتنے افراد ہیں؟ جواب ملا نوسو تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ سو مزید ہو کر ہزار کب پورے ہو گئے؟ انہوں نے اپنی مجبوری بتائی کہ قبیلے کے سو افراد کا زمینوں پر رہنا ضروری تھا۔ لیکن اسلام کی قبولیت تو زمینوں کی حفاظت سے زیادہ ضروری کام تھا اس لیے آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان سو کو بھی جاناو، چنانچہ مجمع بن مالک بن امیہ کی قیادت میں مزید سوا فرما آئے اور ایک ہزار آدمیوں نے اسلام قبول کیا۔

رضی اللہ عنہم و عنہی.

اب جن لوگوں کا خیال تھا کہ یہ افراد مال و دولت کے لیے حاضر ہوئے ہیں ان کا خیال درست نہ نکلا۔ حضرت رسالت پناہ ﷺ نے اپنی شفقت، حسن نمن اور سلطنت سے اس میدان کو فتح کر لیا جو محض گمان و قیاس سے فتح نہیں کیا جا سکتا تھا۔

حضرت رسالت مآب ﷺ سے پہلے  
"محمد" نام کے پیارے فرزند

**فرمایا** حضرت رسالت مآب ﷺ کی بعثت سے قبل ہی یہود و نصاریٰ آپ کی آمد کے منتظر تھے، وہ جانتے تھے کہ "محمد" نام کا ایک بچہ اللہ تعالیٰ کے رسول کی حیثیت سے دنیا میں آئے گا۔ اور ان کے اس علم سے باقی دنیا نے عرب کو بھی علم دے کر نہ مشرکین مدینہ کو اس بات کی کیا خبر تھی؟ اور یہی وجہ تھی کہ مختلف لوگوں نے اپنے بچوں کے نام محمد رکھے تھے ان کا خیال تھا کہ شاید ان کے بچے اس منصب میں پرفاں ہوں۔ حضرت رسالت مآب ﷺ سے قبل ① محمد بن عدی بن ربیعہ ② محمد بن النعمان ③ محمد بن عمران ④ محمد بن خرقانہ کے نام ملتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے صاحبزادگان کے نام "محمد" اور سیدہ نامہ رضی اللہ عنہا کی محبت رسول ﷺ کا نذرانہ! —

**فرمایا** حضرت رسالت مآب ﷺ کی ذات گرامی قدر تو کچھ ان کے اسم گرامی سے بھی ایسی محبت تھی کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے بیٹوں کا بھی یہی نام تجویز فرمایا تھا۔ ① خلیفہ رسول اللہ ﷺ، سیدہ تابوکرہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے کا نام محمد بن ابوبکر تجویز فرمایا اور ان کی کنیت ابوالحسن تھی۔

② امیر المؤمنین سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے کا نام محمد بن علی رکھا اور ان کی کنیت بھی

ابوالقاسم تھی۔

⑥ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے بیٹے کا نام محمد رکھا، محمد بن سعد اور ان کی کنیت بھی

ابوالقاسم تھی۔

⑦ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے بیٹے کا نام محمد رکھا، ان کا لقب سجاد اور کنیت ابوالقاسم تھی۔

امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی محبت کا رنگ اور قہار محبت کے ساتھ ادب کا بھی غلبہ تھا۔ اس لیے یہ پسند نہیں فرماتے تھے کہ لوگ اپنی اولادوں کے نام محمد رکھیں اور وجہ یہ

بیان فرماتے تھے کہ جب تم اپنے بچے کو نہرے الفاظ میں ڈالو گے یا برا بھلا کہو گے تو

اس گرامی کا ادب اور لحاظ، جو خط خاطر نہ رکھ جائے گا، چنانچہ ان کے زمانے میں ایک

صاحب کا نام عبدالحمید تھا اور انہوں نے اپنے بیٹے کا نام محمد رکھا تھا اور وہ اپنے بیٹے کو

برا بھلا کہہ رہے تھے۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے انھیں بلایا اور فرمایا دیکھو یا تو کبھی بھی اپنے

اس بیٹے کو گالی نہ دینا جس کا نام محمد ہے اور یہ پھر میں جب تک زندہ ہوں اپنے بیٹے کو محمد

کے نام سے مت دانا۔ میں اس کا نام تبدیل کر کے عبدالرحمن رکھ رہا ہوں۔ امیر المومنین

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ذات میں ادب اور محبت کا یہ اجتماع تھا کہ جس کا نام محمد ہوا اسے نہ اکہنا

بھی پسند نہیں فرماتے تھے۔ اس لیے جو لوگ ایسی روایات بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا، وہ ان روایات کو نہیں پڑھتے کہ

حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی "محمد" کی محبت اور ادب جس عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں

ایسا تھا، وہ اس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے کیسی محبت کرتا ہوگا؟

دوسرا رنگ بھی دیکھیے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے سات بیٹوں کا نام محمد رکھا تھا۔ انھیں

محمد ہم سے اتفاق کیا تھا۔ امیر المومنین سید ناصر علیؑ نے اس اہم گرامی کے ادب کی وجہ سے حکم لگایا کہ طلحہ اپنے بیٹوں کے نام تبدیل کرو۔ یہ ساتوں لڑکے حاضر ہوئے اور حضرت طلحہؑ نے غالباً یہ مسئلہ حضرت عمرؓ کے حوالے کر دیا کہ آپ خود ہی ان کے نام تجویز فرمادیں۔ ان ساتوں بھائیوں میں سب سے بڑے محمد بن طلحہ تھے۔ سید ناصر علیؑ نے ان کا نام بدلنا چاہا تو انہوں نے عرض کیا امیر المومنین آپ کو تو یہ ہوگا کہ جب میں پیدا ہوا تھا تو میرے والد طلحہ نے مجھے حضرت رسالت پناہ ﷺ کی گود میں ڈال دیا تھا۔ انہوں نے اپنا دست شفقت میرے سر پر پھیرا اور میرا نام خود ہی محمد تجویز فرمایا تھا۔ اب آپ خود دیکھیں میں تو امیر المومنین سید ناصر علیؑ نے ان ساتوں بھائیوں کو واپس بھیج دیا اور فرمایا بھی جو نام حضرت رسالت پناہ ﷺ نے تجویز فرمایا ہو میری جگہ نہیں کہ اسے تبدیل کروں۔

حضرت کرز بن حنفہ خزاعیؑ اور ان کے  
قبیلے کی اہم خصوصیت۔

**فرمایا** سیرت طیبہ کی کتابیں سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب اس حقیقت کو جانتے تھے کہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بعد کوئی ایسی بڑی شخصیت اب آئی ہے تو وہ حضرت رسالت پناہ ﷺ ہی کی ہے۔ حضرت کرز بن حنفہ خزاعیؑ اگرچہ مسلمان تھے مگر موقع پر ہوتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت عظیم عمر عنایت فرمائی تھی۔ حضرت سیدنا معاویہؓ کے دور تک حیات رہے اور اس دور میں مدینہ منورہ کا گورنر و ان بن حکم تھا اور مدینہ مکرمہ میں ۱۱۰ھ حرم جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے متعین فرمائی تھیں اور وہاں ہجر

نصب کر دیے تھے، ان کی تہہ یک نوازی میں آگئی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں ہی قسم دیا تھا کہ وہ حد و حرم کے چھروں کی تہہ یک کریں۔ حضرت کرز جہان کا مشاہد بہت زبردست تھا۔ جس چیز کو دیکھ لیتے تھے، گویا کہ ان کے دماغ میں نقش ہو جاتی تھی۔ ان کا قبیلہ بہت "کھرا باز" تھا اور عرب "کھرا" کے مسئلے میں انہی سے رجوع کرتے تھے۔

"کھرا" اردو زبان میں اس کی جگہ کو کہتے ہیں جہاں بیڑہ کرکڑ سے دھوے جاتے ہیں یا کوئی نہاتا ہے یا پھیلنے والوں میں پانی کے گڑے رکھے جاتے تھے۔ اسی طرح یہ لفظ نشان، کھن یا تپا کے معنی بھی استعمال ہوتا ہے۔ کھرا باز یا کھوئی اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی انسان یا جانور کے پاؤں یا کھر کے نشانات دیکھ کر بتا دیتا ہے کہ یہ انسان یا جانور کہاں تک چل کر آیا ہے۔ ہمارے گاؤں یا دیہات میں جب چوری ہو جاتی ہے تو اس چور کے پاؤں کے نشانات یا کوئی جانور چوری ہو جائے تو اس کے کھروں کے نشانات کو دیکھ کر ایک کھرا باز یا کھوئی اصل مکان کو لے کر چل پڑتا ہے اور ان پاؤں یا کھروں کو دیکھ کر چتر بتاتا ہے یہاں تک کہ آخری پاؤں یا کھر تک پہنچ کر بتا دیتا ہے کہ چور یا جانور یہاں تک آیا ہے اور یا تو وہ مظلوم چیز نہیں ہے اور یا پھر یہاں کے لوگ اس چیز کے متعلق چھوٹا نہیں کہ وہ کہاں ہے اور یا پھر یہ لوگ تاون ادا کریں اور یا پھر آخری صورت یہ رہ جاتی ہے کہ اس کھر سے کو اپنے گاؤں یا ہستی سے نکلیں یعنی یہ بتائیں کہ یہ نشانات گاؤں کے کس حصے سے باہر نکل رہے ہیں۔ بخیراء کے لوگ مانے ہوئے کھوئی یا کھرا باز تھے اس لیے حضرت رسالت مآب ﷺ نے جب ہجرت فرمائی ہے تو مکہ کرمہ میں شرمج گایا کہ وہ اور ابو بکر کہاں چلے گئے؟ انہیں پکڑنا چاہیے۔ حشاش کے لیے

جو ذرائع استعمال کیے گئے ان میں سے ایک ذریعہ یہ بھی تھا چنانچہ انہی حضرت کرز بن علقمہ خزاعی رضی اللہ عنہ کی خدمات حاصل کی گئیں۔ یہ پاؤں کے نشانات دیکھ کر کہ کمرہ سے چلے اور عارِ شور پر آ کر رک گئے اور کہہ رکھ کر کہا کہ یہ لوگ یہاں تک تو آئے ہیں اس کے بعد کمرہ انہیں ملتا کہ یہ کہاں گئے؟ اور حضرت رسالت مآب ﷺ اور ان کے بارِ عار حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اسی عار کے اندر تھے۔ پاؤں اور کمرہوں کے نشانات کا مشاہدہ اس قبیل کے لوگ تمام عمر کرتے رہتے تھے اس لیے یہ نقوش قدم کو خوب سمجھتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ حضرت کرز بن علقمہ خزاعی رضی اللہ عنہ نے جب حضرت رسالت مآب ﷺ کا قدم مبارک دیکھ تو اہل مکہ کو کہا کہ دیکھو! ابراہیم کے بعد یہ دنیا میں پہلا قدم ایسا دیکھ رہا ہوں جو اس قدم کے مشابہ ہے۔ مقام ابراہیم پر اس پاؤں کو دیکھو اور پھر اس پاؤں کو دیکھو یہ دونوں یکساں ہیں۔ اس لیے اہل مکہ اور عرب اس حقیقت کو جانتے تھے کہ حضرت خلیل اللہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا اصل وارث کون ہے اور اس خلیل اللہ راستی کے بعد اب پھر ایک ایسی راستی نے وجود پایا ہے، جو اپنے جدِ امجد ہی کے نقش قدم پر ہے۔

خداۃ او نقش صد امروز زینت      تا بیارو صبح فرداے بدست  
شعلہ بانی او صد ابراہیم سوخت      تا چراغ یک محمد بر فروخت  
صلی اللہ علیہ وسلم

شاہدِ حبشہ "نباشی" سے متعلق اہم تحقیق

سیرت طیبہ اور کتب احادیث دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم

فرمایا

ﷺ



میں اگر کوئی شخص ان دونوں علوم میں سے صرف ایک پر اکتفا کر کے دوسرے علم میں بھی مہارت حاصل کرنا چاہے گا، تو ٹھوکر کھائے گا۔ سیرت نگار کی ایک ایسے حقائق سے بے خبر ہوتے ہیں جو احادیث میں بیان کیے گئے ہیں اور محدثین کبھی ان باریکیوں کو بیان نہیں کرتے، جو کہ سیرت نگار بیان کرتے ہیں۔ مثلاً مشرکین مکہ نے جب مسلمانوں کا بیٹا دو بھر کر دیا تو ہجرت حبشہ کی اجازت ملی۔ حبشہ کے بادشاہ نباشی نے حضرات صحابہ کرام علیہ السلام کی بہت آؤ بھگت کی کہ یہ مہاجرین تھے اور انھیں اپنے ملک میں بار وک، ٹوک، ہر طرح سے رہنے کی اجازت دی۔ اہل مکہ نے اس بات کا سخت بُرا منہ دیا اور ایک وفد اس نباشی کی خدمت میں گیا تاکہ حضرات صحابہ کرام علیہ السلام کو ان مراعات سے محروم کر دے لیکن ناکام ہوئے۔ اب اس ایک بادشاہ نباشی کے انتقال کے بعد حبشہ کا دوسرا بادشاہ نباشی بنا۔ نباشی تو درحقیقت حبشہ کے تمام بادشاہوں کے لیے ایک لقب استعمال ہوتا تھا جبکہ ہر نباشی کا نام مختلف ہوا کرتا تھا چنانچہ اب جو نباشی بادشاہ ہوا تو اس کا نام اصمۃ تھا۔ اس وقت تک یہاں مکہ مکرمہ سے ہجرت مدینہ ہو چکی تھی۔ صبح صبح یہ بھی ہو چکی تھی اور ہجرت حبشہ پر کئی سال بیت چکے تھے۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے جو گرامی نامہ تحریر فرمایا ہے، تو اس نباشی کے نام تحریر فرمایا، اسے دعوت اسلام دی ہے جو انہوں نے قبول کی پھر ان کا انتقال ۹ھ میں ہوا تو حضرت رسالت مآب ﷺ نے ان کا مہمانہ جنازہ پڑھا ہے اور چار رنگییرات کہی ہیں۔

سو یہ دو نباشی الگ الگ ہیں۔ محدثین عوامان میں فرق نہیں کرتے اگرچہ اہام مسلم

نے کتاب الجہاد میں یہ فرق رکھا ہے اور اس سیرت بھی اس میں فرق کرتے ہیں۔  
جیسا کہ امام ابن قیم رحمہ اللہ نے ”زاد المعاد“ میں اس کا لحاظ فرمایا ہے۔

شاد مصر ”مفتوحس“ کا بھیجا ہوا فخر جو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ  
کے دور تک زندہ رہا۔

**فرمایا** سیرت کی کتابوں میں شاد مصر ”مفتوحس“ کا تذکرہ ملتا ہے جس نے  
حضرت رسالت مآب ﷺ کے گرامی ہائے کا جواب بھی پیش کیا تھا اور آپ کی  
سواری کے لیے ایک غجر بھی نذر گزارا تھا۔ عربوں میں غجر کی سواری اسی درجے  
کی سواری سمجھی جاتی تھی اور وہاں کے غجر ہندوستانی غجروں سے قد و کٹھ میں  
بڑے اور گھوڑوں سے چھوٹے ہوتے ہیں۔ اس غجر کا نام ”ذلدان“ تھا اور اس  
کی عمر بہت طویل ہوئی۔ سیدنا معاویہ امیر شام رضی اللہ عنہ کے دور تک بھی یہ ”ذلدان“ زندہ تھا۔

گھروں میں سلام کرنے کی سنت مفتی چلی جا رہی ہے۔

**فرمایا** سیرت طیبہ سے ہمیں یہ سبق بھی ملتا ہے کہ انسان روزانہ صبح اٹھے تو اپنے  
گھر والوں کو اور اہلیہ کو سلام کرے اور ان کے لیے دعا مانگے اور اگر بیویاں  
ہوں تو جس بیوی کے گھر آئے والی رات گزارنی ہو، یہ دن بھی اسی کے ساتھ  
گزارے لیکن اب چونکہ گھروں میں سلام کرنے کی سنت مفتی چلی جا رہی ہے اس  
لیے لوگ اپنی بیوی کو سلام کرنا تو اپنے دھار اور مرد کی شان کے منافی سمجھتے ہیں

جب کہ حضرت رسالت مآب ﷺ کا معمول یہ تھا کہ صبح کی نماز پڑھا کر اپنے مصلے پر ہی تشریف فرما ہوتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ کے ارد گرد حاضر خدمت رہتے تھے یہاں تک کہ سورج کے طلوع ہو جانے کے بعد آپ اپنی ایک ایک الیہ محترمہ کے حجرے میں تشریف لے جاتے تھے اور ہر ایک کو سلام بھی کرتے تھے اور انہیں دعا بھی دیتے تھے پھر جس ام المومنین رضی اللہ عنہا کی باری ہوتی تھی آپ اپنا دن بھی اسی گھر میں گزارتے تھے۔

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "زاد المعاد فی ہدی خیر العباد ﷺ" اور ان کے تصانیف۔

**فرمایا** امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے "زاد المعاد فی ہدی خیر العباد ﷺ" تحریر فرما کر کتب سیرت میں نہایت خوبصورت اور اعلیٰ درجے کی علمی کتاب کا اضافہ فرمایا ہے اور شاید حقیقت یہ بھی ہے کہ سیرت اور حدیث کے احراق میں یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے لیکن احادیث کی نقد و جرح اور نقل مذہب میں ان سے بہت تصانیف ہوئے ہیں ان کو بھی نگاہ میں رکھنا چاہیے۔

مثلاً آپ پڑھیں گے کہ نماز میں قوم کے اذکار میں وہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت رسالت مآب ﷺ بارگاہ الہی میں عرض کرتے تھے "رَبَّنَا وَانْتَ الْغَفُورُ" اور بھی یہ عرض کرتے تھے "رَبَّنَا لَكَ الْغَفُورُ" اور بھی یہ کہ "اَللّٰهُمَّ وَ لَكَ الْغَفُورُ" لیکن یہ روایات کہ آپ نے اس جملے میں اَللّٰهُمَّ اور "و" کو جمع

فرمایا ہو، درست نہیں ہیں یعنی یہ کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے کبھی "اَللّٰهُمَّ رَسُّا وَنْتَ الْحَمْدُ" عرض کیا ہو، یہ جن روایات میں آیا ہے، وہ درست نہیں ہیں۔ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ سے اس مسئلے میں بہت بھول ہوئی ہے۔ یہ روایات تو صحیح اور مسلم ہیں کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے "اَللّٰهُمَّ رَسُّا وَنْتَ الْحَمْدُ" پڑھا ہے۔ امام بخاری، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی رحمۃ اللہ علیہ تمام محدثین نے ان روایات کی توثیق کی ہے۔ حنفیہ کا مختار مسک بھی یہی ہے کہ قوم میں "اَللّٰهُمَّ رَسُّا وَنْتَ الْحَمْدُ" ہی کو پڑھا ہے۔

اس لیے ان کا یہ تحریر فرمانا کہ جن روایات میں "اللہم" اور "واو" کا اضافہ ہے وہ روایات ہی درست نہیں جن میں ان کا تسامع ہے۔

نقل مذہب میں بھی ان کا تاج دیکھیے کہ بحث یہ فرما رہے ہیں کہ نماز فجر کی دوسری رکعت کے قوسے میں قنوت نازل پڑھنی چاہیے یا نہیں؟ پھر فرماتے ہیں کہ حضرت رسالت مآب ﷺ فجر کی دوسری رکعت کے قوسے میں قنوت نازل پڑھتے تھے۔ اور کوفہ والوں کا یہ رو ہے کہ وہ لوگ فجر میں قنوت نازل کا پڑھنا — غواہ کیسے ہی حالات کیوں نہ ہوں — مکروہ دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسی احادیث کہ جن میں یہ تذکرہ آیا ہے کہ کسی بھی مصیبت یا شہید حالات میں حضرت رسالت مآب ﷺ نماز فجر میں قنوت نازل پڑھا کرتے تھے، ایسی احادیث منسوخ ہیں اور فجر میں قنوت نازل کا پڑھنا بدعت ہے۔

حضرت امام ابن قیم رحمہ اللہ سے شدید غلطی ہوئی ہے۔ اہل کوفہ سے اُمران کی



وقت بغیر کسی عبادت کے گزر گیا تو یہ ضروری ہوا کہ مراسم بندگی ادا کیے جائیں اور انہیں طویل دیا جائے تاکہ ایک نوع کی جو غفلت یا مٹاؤ دنیوی میں انہماک یا قدرے طویل غیر حاضری ہو گئی اس کا تدارک ہو جائے۔

لیکن فجر کی طویل قرأت کی علت اس حدیث سے بھی واضح ہوتی ہے، جس میں حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اسلام کے ابتدائی دور میں سفر و حضر کی تمام نمازیں دو، دو رکعتیں ہوا کرتی تھیں پھر جب حضرت رسالت پناہ ﷺ ینذ منورہ و تشریف لائے اور قدرے اطمینان سے رہتے رہتے ہوا تو حضر کی رکعات مزید دو، دو یا حادی تھیں اور سفر کی نماز کو اسی حالت پر دو، دو رکعتیں رہنے دیا گیا (نتیجہ یہ کہ ظہر، عصر اور عشاء کے چار فرض ہو گئے) اور فجر کی نماز میں دو رکعتوں کو چار نہیں کیا یا ہر ایک قرأت طویل کر دی گئی (جو کہ دو رکعتوں کا قائم مقام ہو گئی) اور مغرب کی تین رکعتیں تو دن کے اختتام کی طاق نماز (وتر) ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ فجر کی قرأت خاصی طویل ہونی چاہیے۔ اتنی کہ دو مزید دو رکعتوں کے وقت کے برابر ہو جائے اور ایسی طویل ہو کہ یہ یا در ہے کہ اگرچہ دو رکعتوں کا اضافہ نہیں کیا گیا یعنی نماز کی رکعتوں کی تعداد کو تو حسب حال قائم رہنے دیا گیا لیکن معیار (کوالٹی) کو بڑھا دیا گیا تاکہ بندگی میں زیادہ وقت صرف ہو۔ اس لیے جو لوگ فجر کی نماز طویل نہیں پڑھتے وہ اس علت کو ختم کر دیتے ہیں اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان رکعتوں کو سمجھتے تھے اس لیے فجر کی

نماز میں سورۃ یوسف اور سورۃ النحل جیسی طویل سورتوں کی تلاوت فرماتے تھے۔

حضرت رسالت مآب ﷺ ایک لگا کر کھانا  
کھانے کو پسند فرماتے تھے۔

فرمایا

حضرت رسالت مآب ﷺ ایک لگا کر کھانا کھانے کو پسند فرماتے تھے۔ اس لیے شریعت کا حکم یہ ہے کہ انسان جب کھانا کھائے تو کسی قسم کی ٹیک نہ لے۔ اپنے دونوں ہاتھوں میں سے کسی بھی ہاتھ کو زمین پر ٹکا کر دوسرے ہاتھ سے کھانا نہ کھائے۔ بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ اپنا الٹا (پایاں) ہاتھ تو زمین پر ٹکا دیتے ہیں اور دائیں ہاتھ سے کھانا کھاتے رہتے ہیں، یہ طرز عمل مکروہ ہے اس لیے ایسے بیوقوف کھانا کھانا بھی درست نہیں۔ بعض لوگ یہ غلطی کرتے ہیں کہ اپنے جسم کا ایک پہلو تو زمین پر ٹیک دیتے ہیں اور دوسرے پہلو کا سہارا لے کر کھانا کھاتے ہیں یہ بھی صحیح نہیں۔ کھانا کھاتے ہوئے انسان جب زمین پر بیٹھا ہو تو جسم کے دونوں اطراف کو برابر رکھنا چاہیے ایسے ہی زمین پر گدا بچھا کر خوب اطمینان سے چوکڑی مار کر بیٹھنا اور کھانا کھانا بھی درست نہیں۔ ایسے ہی دیکھو اریا کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر کھانا کھانا یا تکیے سے ٹیک لگا کر کھانا کھانا بھی پسند نہیں کیا گیا کیونکہ یہ سب صورتیں سہارا لینے اور ٹیک لگانے (اللہ!) کی ہیں اور ٹیک لگا کر کھانا کھانے کی صورت میں تین خرابیاں ہیں۔ ایک تو یہ — اور یہ حد درجہ بُری بات ہے — کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے خود کبھی بھی

ایسے کھانا نہیں کھایا اور کھانا تو دور کنار اس تک لگانے کو ہمیشہ منع فرمایا ہے۔ سوس سے زیادہ مزی بات کیا ہو سکتی ہے کہ جس بات یا کامت حضرت رسالت مآب ﷺ منع فرمائیں اور ان کا کوئی احمق اس کا ارتکاب کرے۔ سفوف باللہ منہا۔ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ نے ایک بھٹی ہوئی بکری حضرت رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں پیش کی اور آپ ﷺ دو زانو بیٹھ کر اس بکری کا گوشت کھانے لگے۔ ایک دیہاتی آدمی آپ کو دیکھ رہا تھا تو اس نے دریافت کیا کہ آپ کھانا کھاتے وقت دو زانو کیوں تشریف فرما ہیں؟ تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک عقیدہ اور باوقار بندہ بنایا ہے اور مجھے جبر کرنے والا یا ضدی انسان نہیں بنایا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے عملی طور پر یہ تعلیم دی کہ انسان کو کھانا کھاتے ہوئے دو زانو ہو کر بیٹھنا چاہیے۔ فقہاء کرام رحمہم اللہ نے کھانا کھانے کی نشست کا دوسرا انداز یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ کھانا کھانے والا اپنی دائیں ٹانگ کو کھڑا کرے اور بائیں ٹانگ کو موڑ کر اس پر بیٹھ جائے اور پھر دائیں ہاتھ سے کھانا کھائے اور اپنے بائیں ہاتھ کو زمین پر ٹیک کر دائیں ہاتھ سے کھانا کھانا کر دے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے کبھی بھی ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھایا۔ حضرت عابد تابعی رحمہم اللہ کی مرسل روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے ٹیک لگا کر کھانا کھالی تو اللہ تعالیٰ سے ان الفاظ میں اس غیر ادبی طریقے کی معذرت کی کہ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ لَعَلَّکَ وَ اَسْئَلُکَ



(اے اللہ میں آپ کا بندہ اور آپ کا رسول ہوں۔) یہ جو ایک مرتبہ نیک لگا کر کھالینے کی روایت ہے، غالباً حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما تک پہنچی نہیں اس لیے انہوں نے فرمایا کہ آپ نے نیک لگا کر کبھی ایک مرتبہ بھی کھا نہیں کھایا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی مرفوعہ اور حضرت عطاء بن یدار رضی اللہ عنہ کی مرسل روایت میں بھی یہ آیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے نیک لگا کر کھانا کھالیا تو حضرت جبریل امین حاضر ہوئے اور نیک لگا کر کھانے سے، جب منع کر دیا تو پھر آپ نے بھی اس طرح کھانا نہیں کھایا۔ ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نیک لگا کر کھانا درست فعل نہیں اور اسی بنا پر فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ نے نیک لگا کر کھانے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

دوسری خرابی یہ ہے کہ یہ طریقہ متکبر لوگوں کا تھا اور ہے۔ وہ بجائے اس کے کہ رزق کو نعمت الہی سمجھ کر تواضع سے کھائیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں، متکبرانہ حیثیت بناتے ہیں اور بیش وحمم کی زندگی کا اظہار کرتے ہیں۔ کبر اور اس کا اظہار بلاشبہ بدترین اخلاقی پرابوں میں سے ایک ہے اس لیے شریعت جہاں ظاہری زندگی کے آداب سکھاتی ہے، باطنی کیفیات پر بھی نظر رکھتی ہے اور اگر باطن میں کبر اور ظاہر میں اس کا اظہار نیک لگا کر کھانے کی حیثیت سے ہوتا ہو تو اسلام اس پر قدغن لگاتا ہے کہ کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ دوسروں پر اپنی فوقیت جتلائے اور اپنا برتر ہونا ثابت کرے یہی وجہ ہے کہ بعض فقہاء جو نیک لگا کر کھانے کی رخصت دیتے ہیں تو وہ اس رخصت کو اس شرط کے ساتھ مشروط

کر دیتے ہیں کہ کوئی شخص ٹیک لگا کر اس وقت کھا سکتا ہے جب اسے سو فی صد اطمینان ہو کہ وہ یہ فعل نہ پائے کبر نہیں کر رہا۔

تیسری خرابی یہ ہے کہ ٹیک لگا کر کھانے سے انسان کو جو سکون اور اطمینان ملتا ہے اس کی وجہ سے انسان ضرورت سے دو چار تھکے زیادہ ہی کھالیا کرتا ہے اور آہستہ آہستہ یہ عادت بن جاتی ہے اور انجام کار جسم میں چربی کی مقدار زیادہ ہو جاتی ہے۔ جسم مونا پے کا شکار ہو جاتا ہے اور ہیٹ بائرنگل آتا ہے۔ اس کو تا ہی کا مشاہدہ کرنا ہو تو آپ کسی بھی مسلک اور فرقے کے مذہبی رہنماؤں کو دیکھیے کہ وہ کیسے ٹیچر شیم ہوتے ہیں تو ندیں بائر کوٹنگی ہوئیں اور ایسے چلتے پھرتے ہیں کہ گویا گوشت کا پہاڑ ہیں۔ آپ انہیں جب بھی کھانا کھاتے ہوئے دیکھیں گے تو انہوں نے ٹیک لگا رکھی ہوگی، کبھی کبھی لگا کر کھائیں گے کبھی بستر پر بیٹھ کر کھانا کھائیں گے اور کبھی بائیں ہاتھ کو زمین پر ٹیک کر دائیں ہاتھ سے کھاتے ہوئے ملیں گے۔ اس پر مستزاد ان کی مرفن مذائمیں اور پھر اس سے جو غماز پیدا ہوتا ہے اور گہری نیند آتی ہے یہ سب اسباب و عوامل مل کر ہیٹ کی چربی اور مونا پے میں اضافے کا باعث بنتے ہیں اور یہی وہ جسمانی ساخت ہے جو اللہ تعالیٰ اس کے رسول ﷺ کو اور حضرات صحابہ کرام علیہ السلام کو عظام کا تختہ کو تختہ ناپسند ہے۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایسے عالم دین کو پسند نہیں کرتا جو بہت مونا تازہ ہو اور غنی فتنہ، ﷺ کے امام عظیم القدر تاجی حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے تھے کہ صحابہ کرام علیہ السلام ہمیشہ ٹیک لگا کر کھانے کو ناپسند کرتے

تھے اور اس بات سے ڈرتے تھے کہ کہیں ان کی توہدیں نہ نکل آئیں۔

اگر یہ لوگ کتب احادیث اور سیرت طیبہ میں "کتاب الاطعمۃ" کی شروع و حواشی کا مطالعہ کرتے تو انھیں معلوم ہوتا کہ ان کی ظاہری حیثیت اور جسم کا بھد اپن کیسا شریعت کے مخالف ہے۔

سیرت طیبہ ہمارے باطن ہی کو نہیں ظاہر کو بھی مہذب بناتی ہے۔

احادیث مبارکہ کو سوچ سمجھ کر بیان کرنا چاہیے۔

**فرمایا** انسان کو ہمیشہ بھعداری سے کام لینا چاہیے۔ احادیث کو سوچ سمجھ کر بیان کرنا چاہیے۔ ہر حدیث نہ تو بیان کرنے کے قابل ہے اور نہ ہی ہر شخص اس کا اہل ہے کہ حدیث کو سمجھ سکے۔ ہر موقع بھی دیکھنا چاہیے، غلام موقع یا غلام شخص کو صحیح حدیث بتا دینا فتنے اور فساد کا موجب بھی بن سکتا ہے۔ بے وقوف آدمی تو یہ سمجھ کر خوش ہو رہا ہے کہ میں نے حدیث سنائی اور اس کا حدیث سنائی ہی فسق کی جز بن گیا۔ ہمارے دور میں بچے احادیث کو پڑھ لیتے ہیں۔ ذرا بھی مذہبی شعور پیدا ہوا اور بھگے بخاری شریف پڑھنے اور تفسیر پڑھنے کا ناکہ عمر اور عمر کی پختگی پر جن علوم کا مطالعہ مفید ہوتا ہے، اب ہنسی مہر میں پڑھ لیا اور سمجھانے والے کوئی استاذ بھی نہ ہوئے تو یہی تفسیر وحدیث امت کو پرہیزگار بنانے کا باعث بن جائیں گی۔ سچ فرمایا بڑے لوگوں نے:

— سمجھ وا کو دیکھیے جا کو سمجھ سہائے

سمجھ نہ دیکھیے ہاندرا جو گھر بنے کا جائے

بمگر دوسری بات یہ بھی ہوتی ہے کہ کبھی شری مسئلہ یا تفسیر یا حدیث بیان کرنے والا شخص نہایت متقی اور پرہیزگار ہوتا ہے۔ اس نے تنہا کوئی دنیاوی کبھی ہی نہیں ہوتی اس لیے وہ سمجھتا ہے کہ ہر آدمی اس کی طرح نیک اور سادہ لوح ہوتا ہے۔ ظالم لوگ اس سے پوچھتے ہیں اور دو گنج جواب دیتا ہے۔ یہ ظالم اس کے گنج جواب کو غلط مقاصد حاصل کرنے کا ذریعہ بنالیتے ہیں۔ زمانے کے آثار چڑھاؤ کو نہ جاننے کے سبب کبھی کوئی صحابی رحمۃ اللہ علیہ تابعی یا فقیہ اور مفتی گنج روایت یا فتویٰ صادر فرما دیتے ہیں اور ظالم سکران اسی حدیث یا فتوے کی آڑ لے کر مذہب، مسلک اور امت کو برا کر دیتے ہیں۔ نام دین، اسلام اور سنت کا اور کام شیطان کا ظلم، قتل اور حقوق العباد کا انصاف۔

عسکری اور عربیہ عربوں کے دو قبیلے تھے۔ پہلے قبیلے تھے چار اور دوسرے سے تین افراد اور مزید انہی کے ساتھ ایک اور آدمی یعنی کل آٹھ افراد حضرت رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ نے انہیں ایک چراگاہ میں بھیج دیا تاکہ وہ اونٹوں کی خدمت اور گرائی کرتے رہیں۔ یہ وہاں پہنچ کر مرہ ہو گئے، پھر جو پہلی غلط قبیلے سے وہاں اس کا سر پر مامور تھے انہیں قتل کیا اور ڈاکر بھی ڈاکر اونٹوں کو لیکر بھاگ کھڑے ہوئے۔ گویا مدتہ اوقل اور ڈاکر قتل جرائم کے مرتکب ہوئے۔ حضرت رسالت مآب ﷺ پر اس وقت حدود کے اجراء کی آیات نازل نہیں ہوئی تھیں اور آپ نے اپنے اجتہاد اور صواب دین پر انہیں سخت سزا سنائی دی۔ آنکھوں میں نیل کی سلاخی پھیر دی گئی اور ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر انہیں مرنے کے لیے پھینک دیا گیا۔ یہ ظالم سب سے زیادہ سخت سزا تھی جو حضرت رسالت مآب ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں جاری فرمائی تھی۔

حاجان بن یوسف ایسا ظالم تھا کہ بہت سے چاہین و غلام بہت اس کے ٹھکر کا فتویٰ دیتے تھے، اس ظالم نصیب مارے، اس پر کرام اللہ کے گستاخ کو یہ واقعہ کسی نے بتا دیا۔ اس نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو بلا کر پوچھا کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں زیادہ سے زیادہ سزا، جو کسی کو دی تھی وہ کیا تھی؟ سیدہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہی قبیلہ مشکل اور عین کا قصہ بیان کر دیا۔ وہ فوراً اٹھ منبر پر جا کھڑا ہوا اور کہنے لگا،

لوگو! تمہارے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو حضرت رسالت مآب ﷺ نے ان کی آنکھوں میں ٹیٹ کی سوائی پھروائی اور ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے تو انکے دست و پاڑ کوئی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے تو کیا ہم بھی اس کو یہی سزا دے دیں؟

اب یہ ظالم اس صحیح حدیث سے غلام فائدہ اٹھا رہا تھا کہ جو شخص بھی بنو امیہ کے مظالم اور غیر شرعی حرکات پر اٹھے، احتجاج کرے یا زبان کھولے تو اس کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا جائے۔ اپنی غیر شرعی سزاؤں کے جواز میں یہ حدیث پیش کر رہا تھا۔ حالانکہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے یہ سزا انہیں اس وقت دی تھی جب حدود کی آیات نازل نہیں ہوئیں تھیں۔ اب تو آیات نازل اور حدود نافذ ہو چکی تھیں اب کوئی بھی شخص یہ سزا کیونکر دے سکتا تھا؟ اور پھر ان مجرمین نے تو ارتداد کیا تھا، ذاکرہ اللہ تعالیٰ اور قتل کے مرتکب ہوئے تھے۔ کہاں یہ کبیرہ گناہ، حقوق العباد کی تظلمی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، اور کہاں اموی خلافت کے مظالم پر احتجاج۔ یہ ظالم حاجان بن یوسف ان گناہوں کا تھیل بنو امیہ کے خلاف احتجاج سے کر رہا تھا جبکہ یہ احتجاج کوئی ایسا حرام کام تو کیا،

یہ تو ان مکتوم اور بے بس مسلمانوں کا شرعی حق تھا اور ان سزاؤں کا حکم دینے والے حضرت رسالت پناہ، سید المصومین و خاتم النبیین ﷺ تھے اور یہ ظالم اپنے احکامات کو ان کے احکامات پر قیاس کر رہا تھا۔ اس حدیث کو سن کر وہ ظلم پر مزید جری ہو گیا۔

یہ تمام قصہ سیدنا ابیہن حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ تک پہنچا۔ حجاج بن یوسف کا سوال اور حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا جواب، انہوں نے سنا تو بے اختیار فرمایا کاش حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ یہ حدیث حجاج بن یوسف کے سامنے بیان نہ فرماتے۔

حجاج اپنے کبار اور مظلوم پر اس حدیث کا پردہ ڈالتا رہا اور سنت کا نام لے کر لوگوں کو ایسی سخت سزائیں اور قتل کروا رہا تھا۔ اس کے یہی مظلوم و کچے کر خود حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ فرماتے تھے:

”مجھے زندگی میں کسی بات پر ایسی ندامت نہیں ہوئی جتنی ندامت اس فعل پر ہوئی کہ خریکوں میں نے حجاج بن یوسف کو یہ حدیث سنائی۔“

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ  
اور ان کی البیہ صاحب رضی اللہ عنہ

**فرمایا** حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ کی وہ مشہور حدیث جس میں ان کی شادی اور حضرت رسالت مآب ﷺ کا ان سے استفسار کہ کسی کنواری لڑکی سے شادی کی یا بیوہ عورت سے؟ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا عرض کرنا کہ ایک بیوہ خاتون سے شادی کی ہے تو اس بیوہ خاتون کا نام سہلہ بنت مسعود بن اوس

بن ہا کب انصار یہ۔۔۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عنہا۔۔۔ تھا۔

چھپکلی کی فطرت میں شر اور استہارے کا حکم

فرمایا

سیرت طیبہ کے مطابق سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ چھپکلی کو مار دینے کا حکم ارشاد فرماتے تھے اور اس کی فطرت میں ایسا شر ہے، اس کی وضاحت کے لیے ارشاد فرماتے تھے کہ جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو اس کے قریب جتنے بھی جانور تھے ہر ایک کی خوشنقہی کی آگ بجھ جائے مگر یہ چھپکلی چھوٹکیں مار رہی تھی کہ آگ بجھ کر۔۔۔ پھر آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو شخص اسے پہلے نشانے ہی پر مار دے اسے ایک سو (۱۰۰) نیکیاں ملیں گی اور جس شخص کا پہلا نشانہ چوک گیا اور پھر اس نے دوسری مرتبہ اس کا نشانہ لے کر اسے مارا اسے ساٹھ (۶۰) نیکیاں ملیں گی۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے اسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی حقوق قرار دیا اور حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تو ایک فیروز رکھا رہتا تھا، ان سے دریافت کیا گیا یہ فیروز کس مقصد کے تحت رکھا گیا ہے؟ تو فرمایا نے تھیں ہم اس سے چھپکیوں کو مارتے ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ تو چھپکیوں کو فورا مار دیتے تھے اور یہ بھی ارشاد فرماتے تھے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے ہمیں انھیں مار دینے ہی کا حکم دیا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ چھپکلی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی مخلوق ہے۔

\*\*\*

=====

کسی بھی مومن شخص کا جنازہ ضرور پڑھا اور پڑھایا جائے  
خود وہ کہتے ہی بڑے کبیرہ گنہگار تکب کیوں نہ ہوا ہو

**فرمایا** حضرت رسالت مآب ﷺ بھی بھی اس شخص کا جنازہ نہیں پڑھاتے تھے جو کہ کسی کبیرہ گنہگار میں مر گیا ہو۔ ایک صاحب نے خود کھٹی کر لی تھی تو حضرت رسالت مآب ﷺ نے اس کا جنازہ نہیں پڑھایا تھا۔ ایسے ہی کسی شخص نے فروغ خیر میں مال قیمت سے چوری کر لی تھی آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ کہہ کر جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا کہ تمہارے اس دوست نے مال قیمت میں خیانت کی ہے اس لیے تم خود ہی اس شخص کا جنازہ پڑھ لو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب یہ سنا تو ان کے چہرے فم کے مارے اتر گئے اور اندازہ ہو گیا کہ اسلام میں خیانت کتنا بڑا گناہ ہے۔ جن لوگوں پر یہ کاری کی حد جاری ہوئی اور وہ مر گئے تو آپ نے بھی تو کسی کا جنازہ پڑھا یا اور بھی انکار بھی فرمایا ہے۔

نماز جنازہ نہ پڑھانے کی حکمت کیا تھی؟ اس پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ یہ جنازہ اس لیے نہ پڑھتے تھے اور نہ پڑھاتے تھے کہ لوگوں کو ان جرائم کے عقین ہونے کا احساس ہو اور وہ اپنی اصلاح کریں۔ انھیں یہ خوف ہو کہ اگر ہم بھی کل کسی گنہگار کبیرہ کے ارتکاب میں مر گئے تو حضرت رسالت پناہ ﷺ نہ تو ہمارے لیے کوئی دعائے مغفرت کریں گے اور نہ ہی وہ ہمارا جنازہ پڑھائیں گے۔ یہ سب کچھ لوگوں کی تادیب اور اصلاح کے لیے کیا جاتا تھا اور لوگ اس سے



سبق سیکھتے تھے۔ یہ طرز عمل اس لیے نہیں تھا کہ کبیرہ گناہ کے مرتکب کی نماز جنازہ ہی چار نہیں اسی لیے امت اس بات پر متفق ہے کہ کوئی بھی شخص جو مومن ہو اس کا جنازہ ضرور پڑھا اور پڑھایا جائے گا خواہ وہ کتنے ہی بڑے کبیرہ گناہ کا مرتکب کیوں نہ ہوا ہو۔

اب ہمارے دور کے حالات بہت بدل گئے ہیں۔ معاشرے میں شاید ہی کوئی شخص ملے جو ایک کبیرہ گناہ کیا، کئی ایک کبائر پر عمل کرنا ہو پھر ایک آدمہ مرتبہ کبیرہ گناہ تو کیا، مسلسل کئی کئی کبائر کا ارتکاب نہ کرتا ہو۔ صرف بدکاری اور شراب پی تو کبیرہ گناہ نہیں حسد، جھوٹ، چغلی، حرام کمال کھانا، تہمت، غلیبیں اور کیا کیا خرافات ہیں۔ یہ تمام کبائر ہر ایک مسلمان یا منافق کر رہا ہے تو کیا ان کے جنازے نہیں پڑھنے چاہیں؟ اگر کسی جنازے کو اس لیے ترک کر دیں کہ نہیں پڑھائیں گے تو لوگوں کو ہجرت حاصل ہوگی یہ بات بھی نہیں رہی۔ لوگ حیا اور شرم کو بھائے طاق رکھ چکے۔ آپ نہیں پڑھائیں گے تو کیا ہوا؟ دس اور علماء دین پڑھانے کو تیار اور نہ پڑھائیں تو کیا ہوا؟ آسان جہنم گیا ہے "اللہ بہت غفور و رحیم ہے"، "اللہ بخش دے گا" جس نے خود کبھی دل لگا کر عمر بھر نماز نہیں پڑھی اسے اس کی بھی کوئی پروا یا کوئی زیادہ بھی نہیں ہے کہ اس کا جنازہ بھی ہوگا یا نہیں۔ اس لیے ان حالات میں بہتر یہ ہے کہ ہر ایک گنہگار کا جنازہ پڑھنا چاہیے۔ کوئی خود کشی کر کے مرتا ہے یا زیادہ شراب پینے سے موت واقع ہو جاتی ہے یا کوئی بھی کبیرہ گناہ کرتے ہوئے مرتا ہے تو اس کا جنازہ پڑھنا چاہیے اور وہ تو اس

بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کے لیے زیادہ عاے مغفرت کی جائے کہ وہ شاید  
برہنائے گناہ کبیرہ سزا کا بھی زیادہ مستحق ہوگا۔ اس لیے نہ صرف یہ کہ ان حالات  
میں اس کا جنازہ پڑھنا اور پڑھا دینا چاہیے بلکہ اور بھی زیادہ درود اور اخلاص سے  
اس کی مغفرت کی دعا مانگنا چاہیے۔

حضرت رسالت مآب ﷺ عمر بھر اللہ تعالیٰ کو تہائی میں  
یاد کرنے کا اہتمام فرماتے رہے۔

**فرمایا** حضرت رسالت مآب ﷺ عمر بھر اللہ تعالیٰ کو تہائی میں یاد کرنے کا  
اہتمام فرماتے رہے۔ خاندان میں آپ نے اپنے بچپن میں یہ دیکھا تھا کہ آپ  
کے دادا حضرت عبدالملک بن عبدالمطلب غار حرا میں تشریف لے جاتے تھے اور نعل تہائی کا  
کچھ وقت بارہ رمضان کے صیغے میں کچھ دن اور راتیں وہیں گزارتے تھے۔ طبعی رجحانات،  
خاندانی روایت اور وہ عظیم ذمہ داری جس کو آپ نے نبی بنا تھا، قیامت تک  
آنے والے انسانوں کی آخرت کا فیصلہ اور ”قول ٹھیل“ کا جو جو برداشت کرنے  
کی طاقت و ہمت پیدا کرنے کے لیے یہ تہائی کی عبادت بہت ضروری تھی۔  
چنانچہ آپ بھی غار حرا میں تشریف لے جاتے تھے۔ ستواور پانی ساتھ ہوتا تھا اور  
آپ تعلق مع اللہ کے جن مدارج میں تھے کسی کے لیے ممکن ہی نہیں کہ وہ جان  
سکے۔ مصعب نبوت اور مصعب ختم نبوت پر فائز کیے گئے اور پھر ہجرت کے بعد  
آپ نے ماورہ رمضان کے سب سے افضل حصے کو تہائی اور تعلق مع اللہ کے لیے جان لیا

اور ہمیشہ آخری عشرے کا احکاف فرماتے رہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے استاد حضرت مالک رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے مسجد نبوی میں دو جگہ دکھائی تھی جہاں حضرت رسالت مآب ﷺ احکاف میں بیٹھ کر تے تھے۔ اور یہ مقام مسجد نبوی میں اسطوانات توپ کے پیچھے تھا۔ مالک کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی جب احکاف کرتے تھے تو ان کا ہنر اسطوانات توپ کے پیچھے بچھایا جاتا تھا۔ کیونکہ ان پر سنن نبویہ کا اتباع اور مقامات نبوی ﷺ کا تتبع نہایت غالب تھا اس لیے ان کا ہنر بھی وہیں بچھایا جاتا تھا جہاں حضرت رسالت مآب ﷺ کا خیمہ برائے احکاف نصب کیا جاتا تھا۔

غزوہ بدر ۱، رمضان المبارک میں ہوا اور فتح کے بعد آپ نے وہاں تین دن قیام فرمایا تھا۔ اس لیے جب مدینہ منورہ پہنچے تو رمضان المبارک کا آخری عشرہ شروع ہو چکا تھا اس لیے اس سال آپ نے احکاف نہیں فرمایا اور وفات کے سال آخری دو عشروں کا احکاف فرمایا تو آخری عشرے کا احکاف تو معمول تھا لیکن دوسرے عشرے کا احکاف یا تو یہ بدر کے سال منہ کی وجہ سے رو جانے والے احکاف کی قضا تھی اور یا پھر غزوہ خندق کے سال میں بھی چونکہ آپ سفر میں تھے اور اس سفر میں بھی آپ کا احکاف رو گیا تھا تو اس سال کے سفر کی قضا تھی اور یا پھر یہ فتح مکہ والے سال کی قضا تھی کیونکہ فتح مکہ کے بعد جب آپ مدینہ منورہ واپس تشریف لائے ہیں تو احکاف کا وقت گزر چکا تھا۔ آپ کی حیات طیبہ میں تین رمضان ایسے گزرے ہیں کہ آپ سفر میں تھے اور احکاف کا

معمول نہیں ہو سکتا تھا۔ اور یا پھر ان تمام توجیہات کے علاوہ یہ کہا جائے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ کی حیات طیبہ کا یہ آخری سال تھا اور یہ بات آپ کو معلوم ہو چکی تھی اس لیے آپ نے بہت سے معمولات کو دوہرا کر لیا تھا مثلاً آپ ہر رمضان میں ایک مرتبہ جبریل امین کو قرآن کریم سنایا کرتے تھے لیکن اس سال آپ نے دو مرتبہ قرآن کریم سنایا تھا۔ شہدائے اُحد کے حشرات پر ہمیشہ تشریف لے جاتے تھے لیکن اس مرتبہ ان کے حال پر بہت شفقتیں تھیں اور معمول سے زیادہ جانا ہوا تھا۔ ایسے ہی آپ ہر سال رمضان المبارک میں صرف آخری عشرے کا احکاف فرماتے تھے اور اس مرتبہ اس عبادت کو بھی دوہرا کر دیا تھا۔

احکاف اگر کسی امتی سے قضاء ہو جائے تو اس کے ذمے تو کچھ نہیں لیکن حضرت رسالت مآب ﷺ کی عبادت شریفہ یہ تھی کہ جب کسی عبادت کو شروع فرماتے تھے تو اس پر دوام بھی فرماتے تھے اور وہ عبادت اگرچہ نفل ہی کیوں نہ ہو، اس کی قضاء بھی ادا فرمایا کرتے تھے۔

پھر ایک مرتبہ یہ بھی ہوا کہ آپ نے لیلۃ اللہ کو تلاش کرنے کی غرض سے رمضان المبارک کے پہلے عشرے کا احکاف فرمایا۔ پھر دوسرے عشرے کا احکاف بھی فرمایا اور ان دونوں عشروں میں آپ کو لیلۃ اللہ نہیں ملی اور پھر آپ نے اسی غرض سے تیسرے عشرے کا احکاف بھی فرمایا اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ ارشاد فرمایا کہ لیلۃ اللہ رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق

راتوں میں تلاش کریں۔

ایک سال یہ ہوا کہ رمضان المبارک میں ۲۰ رمضان کی صبح آپ نے فجر کی نماز پڑھائی، احکاف کے لیے آپ کا خیرہ نصب کیا جا چکا تھا اور آپ نے دیکھا کہ مسجد میں آپ کی ازواج مطہرات، تین امہات المؤمنین حضرت عائشہ، حضرت حفصہ اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے مزید تین خیمے نصب کر دیے گئے ہیں تو آپ نے اسے پسند نہیں فرمایا کہ اس طرح تو مسجد نبوی نمازیوں کے لیے تنگ ہو جائے گی یا یہ کہ جب آپ کی یہ تینوں ازواج مطہرات آپ کے خیمے میں اکٹھی ہوں گی تو یہ تو گویا گھر جیسا، حول بن جائے گا اور جس مقصد کے لیے احکاف ہوتا ہے اس میں غلل پڑے گا تو آپ نے احکاف ختم کر دیا اور پھر شوال کے پہلے عشرے میں احکاف فرمایا۔

حضرت رسالت مآب ﷺ جب شوال کے پہلے عشرے میں احکاف فرماتے تھے تو یقیناً کم شوال کو تو روزہ نہیں رکھتے تھے کہ دو دن عید الفطر کا ہے اور عید الفطر کے دن روزہ رکھنا درست نہیں ہے اور پھر آپ کا یہ احکاف نقل بھی ہوتا تھا کیونکہ آپ کی مستقل سنت اور معمول تو رمضان المبارک کے آخری عشرے کا احکاف تھا نہ کہ شوال کے پہلے عشرے کا، تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نقلی احکاف کے لیے روزے کا ہونا ضروری یا شرط نہیں ہے۔ اور یہی احکاف ﷺ کا مؤقف ہے کہ دو بر نقل احکاف کے لیے روزے کو شرط قرار نہیں دیتے اور اسی وجہ سے وہ کہتے ہیں کہ کوئی شخص جب مسجد میں جائے اور رخص ہوئے وقت نقلی احکاف کی

نیت کر لے کہ میں جب تک مسجد میں ہوں اللہ تعالیٰ کی خوشی کے لیے احکاف کرتا ہوں تو اس کی یہ نیت درست اور اسے احکاف کا ثواب ملے گا خواہ وہ روزے سے نہ ہو کیونکہ حضرت رسالت مآب ﷺ کا کیم شوال کا نفل احکاف تو یقیناً بغیر روزے کے ہوتا تھا اور بغیر شوال کے پہلے دن کے، نو (۹) دن آپ روزے رکھتے تھے یا نہیں اس سے متعلق اب تک کوئی روایت نظر سے نہیں گذری۔

مسجد نبوی میں آپ کے لیے خیر نصب کیا جاتا تھا اور آپ اپنے خیمے میں تہا قیام فرماتے تھے۔ اپنے گھروں میں تشریف نہیں لے جاتے تھے۔ آپ کی ازواج مطہرات آپ سے مختلف حالات عرض کرنے حاضر ہوتی تھیں اور آپ ان کی بات سن کر پھر انہیں مسجد کے دروازے تک رخصت کرنے کے لیے تشریف لاتے تھے یہ سب رات کو ہوتا تھا۔ آپ اپنی روزمرہ کی زندگی میں جب اپنی بیویوں کے پاس تشریف لے جاتے تھے تو آپ ان کا جسم اپنے جسد اطہر کے ساتھ ملا دیتے تھے، انہیں چومتے بھی تھے لیکن ہر مرتبہ یہ نہیں ہوتا تھا کہ آپ ان سے ازدواجی تعلقات بھی قائم کریں اور احکاف کی حالت میں آپ اتنا بھی نہیں کرتے تھے اور ازواجی تعلقات تو کیا ان کی مبادی بھی مسجد میں نہیں ہوتی تھیں۔

احکاف جب شروع ہوا تو حضرات صحابہ کرام علیہ السلام بھی حضرت رسالت مآب ﷺ کے ہمراہ احکاف کرتے تھے لیکن جب وہ مسجد سے انسانی ضروریات کے لیے باہر جاتے تھے تو رات کو اپنی بیویوں سے ازدواجی تعلقات کو قائم کر کے پاک ہو کر پھر مسجد میں احکاف کے لیے آ جاتے تھے۔ وہ اس جنسی ضرورت کو بھی انسانی

ضروریات میں سے ہی کچھ کر ایسے کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات سے منع فرمادیا اور ارشاد دیا کہ جب تم مسجدوں میں احکاف کر رہے ہو تو اس حالت میں اپنی بیویوں سے ازدواجی تعلقات مت قائم کرو۔

حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اسی لیے فتویٰ دیتی تھیں کہ احکاف کی حالت میں کوئی شخص اپنی ضروریات کے علاوہ مسجد سے باہر نہیں جائے گا اور اگر وہ ایسے کرے گا تو اس کا احکاف باطل ہو جائے گا۔ نہ مریض کی عیادت کے لیے جانے کی اجازت ہے اور نہ ہی نماز جنازہ میں شرکت کی۔ کوئی شخص اپنی بیوی سے تعلقات قائم کرنے کی غرض سے بھی نہیں جائے گا اور نہ ہی مسجد میں بوس و کنار ہوگا۔ استیحاء وغیرہ کے علاوہ مسجد سے نکلنے کی کسی بھی صورت میں کوئی اجازت نہیں ہے۔ یہی عاقبت فقہاء احناف رحمہم اللہ کا ہے اور ان کے امام حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور حضرت حسن بصری رحمہم اللہ کا بھی یہی فتویٰ تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی حوائج ضروریہ کے علاوہ مسجد سے نکلے گا تو اس کا احکاف باطل ہو جائے گا۔ چارے کے دور کے جال صوفیاء نے یہ جو اپنے پاس سے مسجد بنالیا ہے کہ جب کوئی شخص بیت المقداء میں جائے تو وہیں غسل بھی کر لے، یہ جہالت ہی کی بات ہے اس طرح سے احکاف باطل ہو جائے گا اور باقی احکاف سنت نہیں بلکہ نقل قرار پائے گا۔

حضرت رسالت مآب ﷺ کے اہل خانہ جب حاضر ہوتے تھے تو آپ ان سے بہت خوشی سے مسجد ہی کے اندر باقی بھی کرتے تھے۔ آپ کی ازدواجی مطہرات حاضر ہوتیں اور آپ سے مل کر بہت خوش ہوتیں۔ ایک مرتبہ آپ ان خواتین

میں تشریف فرماتے اور جب ام المومنین حضرت سیدہ منیہ رضی اللہ عنہا وہیں ہو گئیں تو آپ نے فرمایا ذرا ٹھہریں کہ میں آپ کو رخصت کرنے کے لیے چلتا ہوں اور پھر جب باقی خواتین ملیں تو آپ حضرت منیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مسجد کے دروازے تک انھیں رخصت کرنے کے لیے تشریف لے گئے، ان کا مکان وہی تھا جو بعد ازاں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا مسکن بنا۔ کیونکہ اس وقت تک حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا کوئی مستقل گھر نہ تھا۔ حضرت رسالت مآب ﷺ کی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہا کے گھر مسجد نبوی ہی کے ارد گرد تھے۔ یہ عشاء کے بعد کا وقت تھا اور آپ نے ان سب سے ملاقات اور گفت و شنید کے بعد رخصت کیا اور ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تک ام المومنین منیہ رضی اللہ عنہا کو رخصت کیا اور دیکھتے رہے یہاں تک کہ وہ گھر کے اندر چلی گئیں تو آپ کی نظر دو آدمیوں پر پڑی جو اس طرف سے مسجد حاضر ہو رہے تھے۔ ان دو افراد کے نام حضرت اسید بن حضیر اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہما تھے جاتے ہیں لیکن یہ عادت کرنا کہ ان دو کے یکے نام تھے، ذرا دشوار ہے۔ ان دونوں حضرات نے آپ کی خدمت میں سلام پیش کیا اور آگے چلے۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے انھیں آواز دے کر بلایا اور جلدی سے ان کے پیچھے چل پڑے اور ارشاد فرمایا یہ میری اہلیہ منیہ بنت نقی ہیں۔ ان دونوں حضرات نے نہایت تعجب کا اظہار کیا اور عرض کیا اللہ کے رسول آپ کے متعلق تو ہمیشہ ہماری سوچ اچھی ہی رہتی ہے ہم تو آپ سے کسی ایسی ویسی بات کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا



مجھے ذرا لگے کہ کہیں شیطان تمہیں کسی غلط فہمی میں نہ ڈال دے۔

حضرت رسالت مآب ﷺ نے یہ بات کمال کی ارشاد فرمائی کہ آپ جانتے تھے کہ یہ نہایت نازک مقام ہے ان لوگوں کا ایمان ہی کہیں خطرے میں نہ پڑ جائے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ سے بدگمانی سے ان کا ایمان چھن سکتا تھا۔ آپ کی شفقت تھی کہ آپ نے کسی بھی بدگمانی کی پیش بندی فرمادی۔

ان کے یہ اعلا کف، یہ تجاہلیاں، انھما لہی اللہ، آووزاری اور لگ پٹ کر اپنے پروردگار سے مانگنا، یہ سب کچھ جہاں ان کی عنایت تھی، وہاں اُمت کے لیے ہی تو تھا۔ اللہ تعالیٰ انھیں تمام اُمت کی طرف سے وہ بہتر سے بہتر جزا دے جو اللہ تعالیٰ نے کسی بھی پیغمبر کو ان کی اُمت کی طرف سے اور کسی بھی رسول کو ان کی قوم کی طرف سے دی ہو۔ اللہ تعالیٰ کی دائمی رضا ان کے شامل حال ہو۔ اس کا بے پایاں وبے حد حساب قرب حقیقی انھیں نصیب ہو۔ مقام محمود ان کا مقدر بنے اور اللہ تعالیٰ انھیں اپنے شایان شان ہر وہ مقام نصیب فرمائے جس کے مستحق وہ خود ہوں۔

### ﴿ذرائع معاش کی تحقیق﴾

**فرمایا** جب کوئی شخص دعوت کرتا ہے یا کوئی شخص کسی کو اپنا مال دیتا ہے کہ مشترکہ کاروبار کیا جائے یا کوئی کسی کے لیے قرض لاتا ہے یا کسی شخص سے قرض لینا ہو تو یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ تحقیق کی جائے کہ دوسرا ان تمام معاملات میں جو پیشہ خراب کر رہا ہے اس پیسے کی آمدنی کے ذرائع کیا ہیں؟

اگر کسی شخص کا پیشہ حرام ہو یا مظلوم ہو اور کوئی دوسرا شخص اس پیسے کو اس لیے قبول نہ کرے کہ یہ بات تقویٰ کے منافی ہے، تو یہ ایک الگ بات ہے لیکن فتویٰ اس بات پر نہیں دیا جاسکتا۔

حضرت رسالت مآب ﷺ کو قرض مطلوب تھا اور آپ نے اپنی وفات سے پہلے اپنی ذہال یہودیوں کے ہاں رہن رکھا کر ان سے قرض لیا اور یہ تحقیق نہیں فرمائی کہ یہودی جو قرض مجھے دیں گے آیا ان کا یہ پیشہ حلال مال میں سے ہے یا کہاں سے ہے؟ حالانکہ یہودیوں کی رقم قاسد معاملات، شراب کے کاروبار وغیرہ سے ہوتی تھی۔ یہودیوں سے ہمیشہ مسلمان، جز یہ اور مختلف نگیں وصول کرتے رہے ہیں لیکن کسی نے کبھی تحقیق نہیں کی کہ یہودیوں کا یہ سرمایہ کہاں سے آ رہا ہے جب کہ وہ ”سحہ الحنرہ“ کا بیہ پار بھی کرتے تھے۔

حضرت رسالت مآب ﷺ کے خدام علیہ السلام

**فرمایا** جن خواہتیں و حضرات نے حضرت رسالت مآب ﷺ کی خدمت کی ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو ان کا بہت خیال رہتا تھا۔ ان کے حالات اور تعداد وغیرہ پر ایک بہترین کتاب امام شاہ ولی اللہ نے ”تفسیر المستوفیٰ“ میں منسب بنی النبی ﷺ من الخدم والمواليٰ کے نام سے تحریر فرمائی جو کہ اپنے ہاں کے ذخیرہ کتب میں موجود ہے۔

## صحابہ کرام

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجْهَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ  
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا  
لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ

(پہ: ۱۰ سورۃ الانفال، آیت: ۷۳)

اور جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے (اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا)  
گھریا چھوڑا (مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) اور اللہ تعالیٰ ہی کی راہ میں  
جہاد و جد بھی کی، پھر جن لوگوں (انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے انہیں  
(مہاجر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو) رہنے کو جگہ دی اور ان کی (ہر طرح  
سے) مدد کی، پس یہ تو (تمام مہاجرین اور انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم)  
پورے پورے ایمان والے ہیں۔ انہی کے لیے (تو) خطاؤں سے  
درگزر ہے اور (انہی کے لیے تو جنت میں) بہترین رزق ہے۔

مقام ابراہیم علیہ السلام اور اس کی تعظیم

**فرمایا** (۱۸) مقام ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ سے جڑا ہوا تھا۔ امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اہل بیت جب بیت اللہ کی توسیع کروائی ہے تو مکہ مکرمہ میں ۲۰ دن ٹھہرے تھے اور انبی ایام میں یہ حکم دیا تھا کہ مقام ابراہیم علیہ السلام کو کچھ اللہ سے کچھ فاصلے پر رکھا جائے۔ لیکن یہ کہنا کہ جہاں آج مقام اہل بیت علیہم السلام ہے، یہ وہی جگہ ہے جہاں امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے رکھ دیا تھا، شاید ممکن نہیں، شاید اس "مقام" کو مختلف جگہوں پر رکھا جاتا رہا ہے۔

عام الزماذہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اقدامات

**فرمایا** (۱۹) کوفہ کو "عام الزماذہ" کہا جاتا ہے۔ "رماذہ" کے معنی ہیں "راکھ" اس سال بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط پڑ گیا تھا اور قحط اور خشک سالی اتنی شدید تھی کہ وحشی جنگلی جانور بھی بھوک کے مارے انسانوں کے قریب آ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی مملکت میں امراء کو خط لکھا کہ اس قحط میں اہل حرمین شریفین کی مدد کی جائے، سب سے پہلے حضرت ابومعبد و بنی الجراح رضی اللہ عنہم نے اتفاق لاد کر چار ہزار اونٹ تھانوں کے لیے روانہ کئے۔ پھر حضرت عمر و بنی العاص رضی اللہ عنہم نے مصر سے خشکی اور بحری دونوں راستوں سے اشیاء خور و نوش بھجوائیں۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نماز استسقاء پڑھائی، بارش کے لیے دعا مانگی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بھی دعا

مانگی ابھی اس دعائے فارغی ہوئے تھے کہ بارش شروع ہو گئی اور بارش بھی ایسی کہ لوگوں کو جوتے پہننا دشوار ہو گئے۔

### حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا شرف

**فرمایا** حضرت رسالت مآب ﷺ کی صاحبزادیوں میں حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو یہ شرف حاصل ہے کہ جب ان کی تدفین ہوئی تو آپ نے بنفس اطہر و بنفس خود مٹی کے ڈھیلے اٹھا کر قبر بند کرنے والے افراد کو دیکھ کر فرمایا ان سوراخوں کو بند کرو۔

### قناتِ فجر کی جماعت کی اہمیت نکاح و فاروقی ﷺ میں

**فرمایا** امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میں تمام رات اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہوں اور نماز فجر کی جماعت میں شامل نہ ہوں تو پھر اس سے زیادہ اچھا یہ ہے کہ شب بھر سوتا رہوں اور فجر کی نماز جماعت سے پڑھوں۔

### حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا نبوت میں

**فرمایا** حضرت رسالت مآب ﷺ کو حضرت زید رضی اللہ عنہ سے بہت محبت تھی اسی لیے تو ان کے لیے اپنی پوجہ بھی زاد بن کر حضرت زید رضی اللہ عنہ کا رشتہ پسند فرمایا تھا۔ پھر ان کے صاحبزادے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی بہت محبت تھی، آخری جہنم جو آپ نے باندھا ہے، وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے تھا۔ شب معراج میں آپ نے

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اعمال بھی ملاحظہ فرمائے تھے اور یہ بھی ملاحظہ فرمایا کہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا وہ زید رضی اللہ عنہ تو پر ہے تو حضرت جبریل امین علیہ السلام سے فرمایا کہ یہ فرق کیوں ہے؟ میرا تو خیال یہ ہے کہ زید، جعفر سے کم درجے کے انسان نہیں ہیں۔ جبریل امین علیہ السلام نے عرض کیا کہ زید، جعفر سے کم درجے کے انسان تو نہیں ہیں لیکن جعفر کا ایک درجہ اس لیے بلند کیا گیا کہ جناب والا کے عزیز (چچا زاد بھائی) بھی تو ہیں۔

حضرت معاویہ بن جبلہ رضی اللہ عنہ پر عنایات نبوی ﷺ

**فرمایا** حضرت معاویہ بن جبلہ رضی اللہ عنہ کو حضرت مآب ﷺ نے ”جند“ میں صرف تھک رہے اور قاضی ہی مقرر نہیں فرمایا تھا بلکہ انھیں قرآن کریم اور شریعت کی تعلیم کا استواری بھی مقرر فرمایا تھا۔ بہت لکھی تھی۔ ان کے ہاں مال جمع کرنے کا دستور ہی نہیں تھا۔ اسی لیے عمر بھر جو کچھ بھی کمایا، قرض ادا کرنے میں لگ گیا۔ فتح مکہ کے بعد حضرت رسالت مآب ﷺ نے انھیں یمن روانہ کیا ہے۔ امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں شام کا گورنر مقرر فرمایا تھا۔ پھر ان کی وفات کے بعد انہوں نے یہ عہدہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو دے دیا تھا۔

یمن کے پانچ حصے اور ان کے گورنر۔

**فرمایا** حضرت رسالت مآب ﷺ نے یمن کو پانچ حصوں میں تقسیم فرمایا تھا۔ منعاً

پر حضرت خالد بن سعید کو، کندہ پر حضرت مہاجر بن ابی امیہ کو، حضرت موت پر حضرت زیاد بن لیث کو، چند پر حضرت معاذ بن جبل کو، زبید پر حضرت ابوموسیٰ اشعری کو اور عدن اور ساحلی علاقوں پر حضرت زمرہ رضی اللہ عنہم کو گورز مقرر فرمایا تھا۔ یمن والوں نے ایک استاد کا بھی مطالبہ کیا جو انھیں تعلیم دے تو آپ نے ارشاد فرمایا رات کو آنا میں ایسا چھ آدمی ہوں گا جو اس منصب کا اہل بھی ہے اور امانتدار بھی۔ رات کو جب وہ حاضر ہوئے تو آپ نے حضرت ابوسعیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور ارشاد فرمایا انھیں لے جائیں میری امت میں سب سے زیادہ امانتدار فرد تو بس یہ ابوسعیدہ ہے۔ اسی لیے تو حنیفہ بنو ساعدہ میں جب خلافت کی بحث ہوئی تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگو ان دو — عمر اور ابوسعیدہ رضی اللہ عنہ — میں سے کسی کی بھی بیعت نہ کرو، میں خوش ہوں اور یہی وجہ یعنی امن ہوتا ہی تو تھا کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ شام تشریف لے گئے ہیں تو وہاں فوج کے قائد یہی تھے، انھیں دیکھا، پھر ان کے حالات ملاحظہ فرمائے تو ارشاد فرمایا ابوسعیدہ، حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دنیا کے اموال و اسباب نے ہم سب کی زندگی میں ضرور کچھ تہمت کچھ تبدیلی کر دی مگر آپ ویسے کے ویسے ہی رہے۔ حضرت ابوسعیدہ رضی اللہ عنہ کی عمر کم ہوئی انھوں نے برس کے تھے، جب واصل الی اللہ ہوئے۔ اردن میں ان کی قبر ہے بار بار حاضری کی توفیق ہوئی، ان کی نماز چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے پڑھائی تھی اور قبر میں حضرت معاذ، عمرو بن العاص اور ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہم تھے اور انھیں سپرد خاک کیا۔

جن حضرات کو یمن میں حکومت عطا فرمائی تھی ان میں سب سے افضل تو غائب



حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تھے کہ انہوں نے دو ہجرتیں کی تھیں ایک ہجرت تو یمن سے حبشہ اور دوسری ہجرت حبشہ سے مدینہ منورہ لیکن سب سے زیادہ خوبصورت اور حضرت رسالت مآب ﷺ کے محبوب، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ سروۃ مت، گورے چننے، غلانی آنکھیں، دندان مبارک کے درعدن، گھنے، سلجھے اور سیاہ بال لیکن عمر بہت کم ہوئی صرف اڑھیس برس ہجرت مدینہ سے قبل جو ستر سے زائد افراد مدینہ منورہ سے بیعت عقبہ کے لیے مکہ مکرمہ حاضر ہوئے تھے، یہ ان میں سے ایک تھے۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے ہجرت کے بعد انھیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مہاجر یا حضرت جعفر بن ابیطالبؓ مہاجر علیہ السلام کا بھائی قرار دیا تھا۔ دونوں روایات مل جاتی ہیں مگر حضرت ابن مسعودؓ کی مؤافقت کی روایت کو ترجیح حاصل ہے اور وہ اس کی یہ ہے کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے تو براہ راست مدینہ طیبہ ہجرت کی ہی تھیں۔ وہ تو ہجرت مدینہ سے بھی پہلے اپنی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے ہمراہ اہل مکہ کے مظالم سے تنگ آ کر حبشہ ہجرت کر گئے تھے۔ پھر وہ حبشہ سے فتح خیبر کے دن مدینہ منورہ حاضر ہوئے ہیں تو اس طرح سے انہوں نے دو ہجرتیں کی ہیں۔ جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو پہلا حبشہ ہجرت کر کے پہنچے تھے پھر حبشہ سے مکہ مکرمہ واپس تشریف لائے تھے پھر حبشہ تشریف لے گئے تھے اور غزوہ بدر سے پہلے ہی حبشہ سے مدینہ منورہ ہجرت کی تھی۔ بار بار ہجرت کے اسطرح پیش آئے تھے تو قرین قیاس یہی ہے کہ یہ مدینہ منورہ چونکہ پہلے پہنچے ہیں اس لیے ان کی مؤافقت حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے کرائی گئی تھی اور اگر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو مانا جائے تو پھر یہ بھی مانا جائے گا کہ مؤافقت کا سلسلہ کم سے کم

فتح خیر تک باقی رہا جو کہ بہت مشکل ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ مزا اور بھرتوں ہی میں تو گزری ہے۔ ہجرت مدینہ منورہ کے بعد پھر خلافت فاروقی تک بیٹھ رہے پھر حضرت امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں کوئی بطور معلم روانہ فرما دیا تھا۔ خلافت عثمانی میں پھر واپس تشریف آوری مدینہ منورہ میں ہوئی اور پھر یہیں انتقال فرما کر جنت البقیع تشریف لے گئے۔ ان کا مکان وہی تھا جو بعد میں حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا گھر تھا۔

قانون اور انصاف کے فروغ کے لیے فاروقی رضی اللہ عنہ اقدامات

فرمایا حضرت امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں جن شعبوں کی خاص طور پر نگرانی فرمائی ان میں سے ایک شعبہ قانون اور اس کے نفاذ کا بھی تھا۔ لوگوں کو ہمیشہ انصاف بتا رہا اور قانون کی نگرانی رہی۔ اسی لیے انہوں نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے نام ایک گرامی نامے میں تحریر فرمایا کہ جو دیا متدار افروا کا منی بنے کے قابل ہوں، انھیں شکوہ میں رکھو اور ان کی اچھی تجویزیں مقرر کرو۔ اور اس انصاف پسندی کی بھی اصل، تاخوف خدا اور آخرت میں جواب دہی کا گہرا احساس تھا۔

حضرت خالد بن ولید، عمرو بن العاص

اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

فرمایا حضرت خالد بن ولید، عمرو بن العاص اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مجھے میں اسلام

قبول کیا تھا۔ پھر حضرت رسالت مآب ﷺ نے ان تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو غزوہ ذات السلاسل میں امیر مقرر فرمایا تھا اور پھر اس لشکر کی روانگی کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی ماموریت میں شامل ہونے کے لیے حضرت ابوبکر، عمر اور ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم کو بھی بھیج دیا گیا تھا۔ پھر حضرت رسالت مآب ﷺ نے انھیں "عمان" کا گورنر بنا دیا تھا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں عمان سے واپس بلا کر شام کا امیر مقرر فرما دیا تھا۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی تجدیدی شام سے فلسطین کر دی۔ مصر کی فتح کا موقع آیا تو امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لشکر کی قیادت انھیں دے دی اور جب مصر فتح ہو گیا تو آپ نے انھیں مصر کا گورنر مقرر کر دیا اور پھر امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد تک بھی یہ اپنے عہدے پر قائم رہے ہیں۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی انھیں مصر پر حکم بنا دیا تھا یہاں تک کہ ۴۳ھ میں یہ اسی عہدے پر فائز تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

### خطبہ ۱۵: الوداع کن کی درخواست پر تحریر کیا گیا؟

**فرمایا** حضرت رسالت مآب ﷺ نے خطبہ الوداع میں جو خطبہ ارشاد فرمایا تھا وہ حضرت ابوشامہ رضی اللہ عنہ کی درخواست پر تحریر کر کے ان کے حوالے کیا گیا تھا۔ حضرت ابوشامہ رضی اللہ عنہ یمن سے حاضر ہوئے تھے "مصنف ابن ابی شیبہ" میں یہ بتوایا ہے کہ قریش میں سے ایک صاحب نے، جن کو شام کے نام سے پکارا جاتا تھا۔۔۔ یہ درست نہیں ہے۔ قریش میں کسی کا تو یہ نام تھا اور نہ ہی کسی کی کنیت۔ یہ حضرت ابوشامہ رضی اللہ عنہ تھے نہ کہ قریشی۔

علوم وحی میں سے بعض علوم اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ

**فرمایا** پہلی صدی ہجری میں ہی یہ بات پھیل چکی تھی کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے علوم وحی میں سے بعض علوم امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائے ہیں اور ان کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پوری جماعت ان علوم سے محروم اور بے خبر ہے۔ اسی لیے تو حضرت قیس بن عبادہ، ابو عہدہ اور اشتر نخعی کو یہ سوال کرنا پڑا کہ امیر المومنین کیا حضرت رسالت مآب ﷺ نے آپ کو علوم وحی میں سے کچھ ایسا علم بھی مرحمت فرمایا ہے، جو آپ کے علاوہ کسی کو نہیں دیا گیا؟ یہ تمام پوچھنے والے پہلی صدی ہجری ہی کے تھے۔ اور حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کا خود اس بات کو صحت اور فائدہ دار قرار دینا اس سے بھی تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ زعم فاسد حضرت امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت جو کہ ۴۰ھ میں ہوئی ہے، سے بھی پہلے لوگوں میں پھیل چکا تھا۔

جوانی اور بڑھاپا، تکالیف اور عنایات۔

**فرمایا** بعض لوگوں کی زندگی کا ابتدائی حصہ اور جوانی حتیٰ کہ وصالی عمر تک شدید تکالیف اور مسائل میں گذرتی ہے پھر اس کے بعد بڑھاپے کی ابتداء ہی سے مشکلات میں کمی اور انعام و عنایات الہیہ کا دروازہ کھل جاتا ہے تو یہ صحیح زندگی ہے۔ عقل اور نقل دونوں اس کی تائید کرتے ہیں۔ عقل تو اس لیے کہ جوانی وغیرہ کا زمانہ ہی شدید محنت و مشقت کا دور ہوتا ہے۔ آدمی سب سے بھی لیتا ہے، دشواریوں کا مردانہ وار مقابلہ بھی کر لیتا ہے اور بہت اور

طاقت بھی ہوتی ہے اور تقوا اس طرح سے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ کی ابتدائی زندگی پر غور کیا جائے تو کیا کیا مشکلات تھیں اور کیسے ٹھنن حالات تھے اور جب حیات طیبہ کا آخری دور آیا تو بادشاہ اورمان کی اولادیں بھی اسلام قبول کرنے کے لیے خدمت شریفہ میں حاضر ہوئیں۔ یہ حضرت واکل بن جبر ﷺ شہزادے تھے ان کے والد حضرت موت کے بادشاہ تھے جب یہ حضرات یمن (حضرت موت) سے حاضر ہوئے ہیں ان کے وفد کا استقبال ہوا۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے ان کے لیے اپنی چادر بچھائی اور حضرت واکل ﷺ کو اپنے ہمراہ لے جایا اور دعا بھی دی کہ اے اللہ واکل اور ان کی اولاد کو برکت سے نواز۔ ایسے ہی کندوکے بادشاہ حضرت اشعث بن قیس ۱۱ھ میں، منقر حضرات پر مشتمل اپنے وفد کے ہمراہ حاضر خدمت ہوئے ہیں۔ اشعث عربی زبان کا قبط ہے جس کے معنی ہیں ”بکھرے ہاتھوں والا“ انھیں بھی اشعث اس لیے کہا گیا کہ ان کے ہاتھ ہمیشہ بکھرے رہتے تھے۔ حضرت اشعث ﷺ کا استقبال حضرت رسالت مآب ﷺ نے کیا ہے پھر یہ شام اور عراق کی فتوحات میں شریک رہے ہیں۔ کوند میں ہی سکونت اختیار کر لی تھی۔ امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے رفیق و رفیقہ میں سے تھے۔ چنانچہ مصطفیٰ میں بھی انہی کی رفقت میں رہے۔ امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے فحیک چالیس دن بعد آپ کا بھی انتقال ہو گیا تھا اور نماز جنازہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ اسی طرح اسی طرح سے پڑھائی گئی۔ اس لیے عطا و تقوا زندگی دو اچھی ہے کہ ابتدائی دور میں تو محنت و مشقت اور عمر کے آخری حصے میں آسائش اور آسانی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں مدد سے اور سورہ آیات میں جو ایک مثال دی ہے کہ کوئی ایسا شخص جو بوجہا ہو جائے، اس کی اولاد

ابھی چھوٹے بچے ہوں اور ایسے میں اس کے باغ کو آگ لگ جائے تو کسی بڑی حالت ہو۔ اس مثال سے بھی اس جوانی اور بڑھاپے کی بات کو سمجھنا سکتا ہے۔

خلیفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کے بعد امت کے سب سے بڑے فقیر۔

**فرمایا** حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی منقبت میں کوئی حدیث، کوئی واقعہ یا کوئی اثر نہ بھی ہو تو بھی ان کی منقبت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ خلیفہ اربعہ رضی اللہ عنہم کے بعد امت میں سب سے بڑے فقیر وہی ہیں۔ خلیفہ اربعہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ چارے مجمع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کوئی ایک شخص ایسا نہیں ہے، جو علم و فہم میں ان کا پاسنگ ہو۔

جنگ بدر کے موقع پر کن صحابہ رضی اللہ عنہم کا انتقال ہوا؟

**فرمایا** حضرت رسالت مآب ﷺ جب بدر میں تھے تو آپ کی غیر موجودگی میں آپ کی جن صحابہ رضی اللہ عنہم کا انتقال ہوا ہے، وہ حضرت امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ بعض محدثین نے اس موقع پر آپ کی دوسری صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نام لیا ہے، جو کہ غلط ہے۔ ان کا انتقال تو ۹ھ میں ہوا ہے اور انھیں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے غسل دیا ہے اور مدینہ منورہ میں عورتوں کو غسل دینا حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا ہی دیا کرتی تھیں۔ بہت سے اکابر محدثین کرام رحمہ اللہ سے یہ سچ ہوا ہے کیونکہ ان کی نظر تاریخ پر نہ تھی۔

### حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے امتیازات

**فرمایا** غزوہٴ اُحُد میں جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کی عمر عمری کی وجہ سے حضرت رسالت مآب ﷺ نے میدانِ جہاد سے واپس بھیج دیا تھا ان میں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا اصل نام سعد بن مالک تھا۔ ان کے والد مالک بن سنان رضی اللہ عنہ غزوہٴ اُحُد میں شامل تھے اور وہیں شہادت بھی ہوئی تھی۔ رجبی السنۃ ۷۰ھ و ۷۱ھ میں کو "خدری" اس لیے کہا جاتا ہے کہ مدینہ منورہ میں قبیلہ خزرج کی ایک شاخ "خدرہ" تھی اور ان کا تعلق چوکنکد اس شاخ سے تھا اس لیے یہ "خدری" کہلائے۔ دازمگی کو سفید نہیں رہنے دیتے تھے۔ مہندی یا خضاب وغیرہ لگا کر اسے زرد کر لیتے تھے۔ موٹھیں ایسی کاٹتے تھے کہ گویا منہ دیتے تھے۔ فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ اُسی عمر پائی ۳۰ھ میں مدینہ حبیبہ میں انتقال ہوا اور جنت البقیع میں تدفین ہوئی۔ اہل مدینہ نے یزید کے خلاف جو بغاوت کی تھی یہ بھی اس میں شریک تھے۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے یہ تصریح کی ہے کہ حضرت ابوسعید خدری سعد بن مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے حضرت رسالت مآب ﷺ کی معیت میں بارہ غزوات میں شرکت کی ہے۔



حضرت عبداللہ بن زید الانصاری رضی اللہ عنہ نام کے  
دوست! اور ان میں فرق!

**فرمایا** حضرت عبداللہ بن زید الانصاری رضی اللہ عنہ نام کے دو صحابی ہیں ایک تو وہ ہیں جنہوں  
نے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خواب میں اذان کا طریقہ سمجھا تھا۔ ان کا چاراسب یہ ہے۔  
عبداللہ بن زید بن عبد ربیع بن ثعلبہ الانصاری اور اسی نام کے دوسرے صحابی  
حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم المازنی الانصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ انصار کے قبیلہ بنو مازن  
سے تعلق رکھتے تھے اور ہندوستان میں شہید ہوئے تھے۔ یہ جو پہلے صحابی حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ  
عنہ ہیں انہیں محدثین کے ہاں "صاحب التداۃ" یا "الذی ارثی التداۃ" کے عنوان سے بھی یاد  
کیا جاتا ہے۔ ان دونوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں فرق کرنا ضروری ہے۔

حضرت عبداللہ بن زید الانصاری رضی اللہ عنہ کی  
محبت رسول اللہ کا انوکھا انداز

**فرمایا** حضرت عبداللہ بن زید الانصاری رضی اللہ عنہ کو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید  
محبت تھی۔ ان کا اپنا ایک باغ بھی تھا اور اس کی آمدنی سے گندروہر ہوتی تھی۔ ایک دن  
اپنے باغ میں کام کر رہے تھے کہ بیٹے نے آ کر خبر سنائی کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا  
انتقال ہو گیا۔ اس خبر وحشت اثر سے دل پر سخت چوٹ لگی اور زبان سے دعا مانگی کہ اللہ  
اب یہ بصارت واپس لے لے۔ میں اپنے دوست کے بعد اب کیا کسی کو دیکھوں گا۔



چنانچہ اسی مقام پر بیٹھے بیٹھے ان کی چٹائی واپس چلی گئی۔ یہ باتیں بس اسی کی سمجھ میں آ سکتی ہیں جس نے زندگی میں محبت کا مزا چکھا ہو۔ حافظ ابن حجر مقدنی لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ "مسند عبد اللہ بن زید بن عبد ربہ ثعلبہ الاصبہانی الذي تولى الاذان" سمعته لمرء عني من رعيه انه لما يروى سوى حديث الاذان "میں تحریر فرمایا ہے۔

زبان نبوت سے صحابہ کرام صحیح کے لیے القابات

فرمایا

حضرت رسالت مآب ﷺ نے مختلف صحابہ کرام صحیح کو القاب القابات سے نوازا تھا مثلاً امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو "ابو حفص" فرمایا تھا۔ امیر المؤمنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو "ابو تراب" کا لقب دیا تھا لیکن جتنے القابات حضرت علی بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمائے تھے غالباً کسی اور پر یہ شفقت و عنایت نہیں ہوئی۔ حضرت رسالت مآب ﷺ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بہت محبت تھی۔ غزوہ بدر سے پہلے غزوہ ذوالخضر و میں جو حضرت رسالت مآب ﷺ نے انھیں پہلا لقب عنایت فرمایا تھا "الخنزیر" تھا پھر غزوہ بدر میں دوسرا لقب عنایت فرمایا "الغیاض" اور آخری لقب غزوہ خنین میں عطا فرمایا "الجود" انہوں نے اپنے قبیلے "بنو تیم" میں کوئی ایسا گھرانہ نہیں رہنے دیا جسے خوشحال نہ کر دیا ہو۔ اس قدر بخشنے والے تھے کہ قبیلہ بھر کے یتیم بچے، معذور افراد، عورتیں اور بے روزگار افراد انہی کے در پر چلتے تھے۔ ان کے چھارتی قافلے عراق تک جاتے تھے اور جو نعم آتا تھا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیتے تھے۔ جنگ جمل میں ۳۶ھ میں شہید ہوئے اور بصرہ ہی میں تدفین ہوئی۔ عشرہ مبشرہ میں بھی تھے اور امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے

بعد خلافت کے لیے جن چہ افراد کو منتخب فرمایا تھا، یہ ان میں سے ایک تھے۔

امین الامۃ — حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ

**فرمایا** حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ جنہیں حضرت رسالت مآب ﷺ نے "امین الامۃ" کا لقب عنایت فرمایا تھا ان کا اصل نام عامر بن عبد اللہ تھا۔ امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بعد فوج کی قیادت انہیں عطا فرمائی تھی اور شام کی فتوحات انہی پر اتمام پذیر ہوئی تھیں۔ شام میں جو طاعون عمواس پھیلنا تھا اسی میں ۱۸ھ میں ان کا انتقال ہوا تھا۔

حضرت عقیقہ بن خویلد اسدی رضی اللہ عنہ کا اسلام،  
ارتداد اور دوبارہ قبول اسلام۔

**فرمایا** بنو اسد کا ایک وفد ۹ھ میں حضرت رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں قبول اسلام کی غرض سے حاضر ہوا۔ ان میں غرہ شیر اور اپنے قبیلے کی آنکھ کا چراغ، حضرت عقیقہ بن خویلد اسدی رضی اللہ عنہ بھی تھے، جو ایک بڑا سواروں کے برابر مانے جاتے تھے۔ انہوں نے بھی اسلام قبول کیا لیکن جب اپنے قبیلے میں لوٹے تو نبوت کا دعویٰ کر دیا اور مرتد ہو گئے۔ حضرت رسالت مآب ﷺ پر یہ ارتداد بہت گراں گذرا اور آپ نے حضرت ضرار بن الدزدہ کو انہیں سزا دینے کے لیے بھیجا۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ انہیں گھوڑا داری تو ان کی تھوڑا پک (Slip) گئی۔ اس واقعہ کا بنو اسد قبیلے پر یہ اثر ہوا کہ انہوں نے یہ

کہنا شروع کیا اور یقین کر لیا کہ ہمارے نبی کے جسم پر اسلحہ کا اثر نہیں ہوتا۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام میرے پاس آتے ہیں، وہی ہوتی ہے اور پھر اشعار سنا کر اپنی وقتی بیان کی۔ نماز قائم کی لیکن یہ ترمیم کروئی کہ ہماری شریعت میں جو نماز ہے وہ بغیر ہجدے کے ہوگی۔ سرخ چھنڈ اپنا نشان بنایا اور بنواسد سے متاثر ہو کر غطفان اور طئی قبیلے کے لوگ بھی مرتد ہوئے اور ان کی نبوت کے حاکم ہو گئے۔ اسی اثنا میں حضرت رسالت مآب ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے اور اس فتنے کی سرکوبی کے لیے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں ایک لشکر روانہ کیا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے لشکر نے شکست کھائی اور یہ شام ہجرت گئے۔ لیکن اس لشکر کشی کا فائدہ یہ ہوا کہ بنواسد، غطفان اور طئی قبائل نے دوبارہ اسلام قبول کر لیا۔ اب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اسدی رضی اللہ عنہ کا زور نوٹ گیا۔ اسی اثنا میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت رسالت مآب ﷺ کے پہلو میں جگہ پائی اور امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا آغاز ہوا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے ایک وفد تیار کیا اور مدینہ منورہ پہنچ کر دوبارہ اسلام قبول کیا۔ حضرت امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نہایت دانشمندی سے کام لیا، نہ صرف یہ کہ ان کا امداد سے رجوع اور قبول اسلام خوشی سے مانا بلکہ انہیں شرف بیعت سے بھی نوازا۔ انہیں فوج میں جانے کا حکم دیا اور ان کی بہادری کے پیش نظر انہیں عراق کی فوج میں عہدہ بھی دیا۔ ان کی وجہ سے مسلمانوں کی فتوحات میں اضافہ بھی ہوا اور ۲۱ھ میں غزوہ نہادندہ میں یہ شہید ہوئے۔



امام باقریؑ کی کتاب "مناقب الامت الاربعہ"

**فرمایا:** جس شخص نے بھی مسئلہ امامت، حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت، مشہدات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے فضائل، باغ فدک اور حضرات حسین کریمین اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے تعلقات پر اہل السنہ کے صحیح موقف اور گمراہ فرقوں کے باطل موقف، کو پڑھنا یا سمجھنا ہو، اسے چاہیے کہ امام باقریؑ کی کتاب "مناقب الامت الاربعہ" کا ضرور مطالعہ کرے۔ یہ کتاب بظاہر اپنے نام سے تینوں گنتی ہے جیسے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کے مناقب میں ہوگی لیکن درحقیقت یہ چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے مناقب میں ہے۔ اپنے موضوع پر بہترین کتاب ہے۔ لوگ اس کتاب کو پڑھے بغیر ان نازک مسائل پر غلط فہمی شروع کر دیتے ہیں اور بہت گمراہی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ کتاب اگرچہ نایاب ہے لیکن اپنے ذخیرہ کتب میں موجود ہے۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حالات۔

**فرمایا:** حضرت امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی محبت اور آخرت کا اتنا خوف غالب تھا کہ ایک مرتبہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا، میں نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ روز قیامت کوئی نسب اور رشتہ داری کام نہیں آئے گی ہاں البتہ میرا نسب اور تمہارا داماد ہونا سودمند ہوگا۔ تو میری رشتہ داری تو

حضرت رسالت پناہ ﷺ سے قائم ہے (ام المومنین حضرت قصہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے بھی اور قریشی ہونے کی وجہ سے بھی) لیکن چاہتا ہوں کہ ان کا داماد بھی بن جاؤں (تاکہ قیمت میں داماد ہونے کا قطع بھی نہ ہو)۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح با میر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کر دیا اور اس رشتے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے داماد بن گئے۔ اور اسی حوالے سے وہ حضرت رسالت پناہ ﷺ کے بھی داماد ٹھہرے۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی، حضرت رسالت مآب ﷺ کی وفات سے پہلے دنیا میں آچکی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کی ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام رقیہ بنت عمر رضی اللہ عنہا تجویز ہوا اور ایک بیٹا پیڑا ہوا زید بن عمر رضی اللہ عنہ۔ ایک مرتبہ قبیلہ بنو عدی میں باہمی خانہ جنگی ہوئی اور یہ حضرت زید بن عمر رضی اللہ عنہ صبح کھانے کی غرض سے تخریف لے جا رہے تھے۔ بنو عدی کا ایک آدمی انھیں پہچان نہیں پایا اور رات کی تاریکی میں انھیں زخمی کر دیا۔ مگر اٹھ کر لائے گئے۔ کچھ دن یہ زخم برداشت کیے اور اچانک رات کو ان کا اور ان کی والدہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔ دونوں کی وفات ایسے اکنسے ہوئی کہ کوئی بھی یہ فیصلہ نہ کر سکا کہ پہلے کس کا انتقال ہوا ہے اور کون کس کا وارث بنے گا۔ چنانچہ ان دونوں کی وراثت تقسیم نہیں کی جاسکی۔ لہذا جنازہ میں حضرت زید اور ام کلثوم دونوں کے وہ بھائی حضرت حسن اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما موجود تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے احترام میں انھیں جنازہ پڑھانے کے لیے آگے کر دیا حالانکہ وہ میت کے سوتیلے بھائی تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ پہلے

حضرت زید بن عمر کا جنازہ روکھا گیا اور ان کے بعد ان کی والدہ و حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا اور آپ نے ان دونوں کا جنازہ رکھنے پر حاضر۔ فرضی اللہ عنہم و عنہما حبیباً۔

حضرت ابو بکر اور سیدنا عتاب بن اسید رضی اللہ عنہما  
کا وصال ایک ہی دن۔

فرمایا

حضرت رسالت مآب ﷺ نے انعامیہ میں سے جن لوگوں نے حج مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا تھا ان میں سے آپس (۲) سالہ جوان حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو گورنر مکہ مقرر فرما دیا تھا۔ پھر وہی مکہ مکرمہ کے گورنر رہے ہیں حتیٰ کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی جس سال ۱۳ھ میں وفات ہوئی ہے یہ اس وقت بھی مکہ مکرمہ کے گورنری تھے اور پھر جس دن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی مدینہ منورہ وفات ہوئی ہے اسی دن مکہ مکرمہ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ رضی اللہ عنہما و عنہما۔

حضرت زید بن عاص اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما

فرمایا

حضرت زید بن عاص رضی اللہ عنہ سے حضرت رسالت مآب ﷺ کو بہت تعجب خاطر تھا۔ علم میں نہیں کہ کسی لشکر میں حضرت زید رضی اللہ عنہ بھی شامل ہوں اور آپ نے اس لشکر کی امداد کسی اور کے سپرد فرمائی ہو۔ امداد ہمیشہ ان کی ہی رہی۔ قدح محمدیہ سلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک ہیں ان کی شادی حضرت رسالت مآب ﷺ نے اپنی چھوٹی زناہ بن حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کی۔ ان کے علاوہ ان کی شادی حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے ہوئی

اور انہی سے ان کے صاحبزادے سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بھی اپنے والد کی طرح حضرت رسالت پناہ ﷺ کے منقولہ نظر تھے۔ مرض الوفا سے پہلے آپ نے جو شکر شام کی طرف روانہ فرمایا تھا اس کی عمارت حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جیسے مدبر اور باطل حریت ان کے زیرِ نگیں تھے۔ دیکھیں چاند اسامہ کو امیر حضرت رسالت پناہ ﷺ نے مقرر کیا تھا اس لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی حضرت رسالت پناہ ﷺ سے محبت اور ان میں قربانیت اس قدر شدید تھی کہ امیر المومنین ہو جانے کے باوجود تاحیات اس عمارت کا احترام کرتے رہے۔ اسامہ جب بھی نظر آتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے السلام علیکم یا امیر۔ امیر المومنین کو حضرت رسالت مآب ﷺ سے اس قدر تعلق تھا کہ ذکرِ مبارک آنے پر دوہتے تھے اور بھی تو انہی باتوں کی تھی کہ یہ غم فراق کئی کئی دن تک چار پائی پر ڈال دیتے تھا۔ اگر کوئی شخص اس موضوع پر کام کرے تو ایک چھوٹا سا رسالہ مرحب ہو جائے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ تو غزوہ موت میں بطور امیر تھے اور ۱۸ھ میں شہید ہو گئے تھے جبکہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا انتقال مدینہ منورہ میں ۵۵ھ میں ہوا اور جنت البقیع ہی میں بیونہ خاک ہوئے۔ رضی اللہ عنہ و عنہم۔

حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے بیٹوں میں سب سے زیادہ انفس اور کجھدار کون؟

فرمایا

حضرت امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جو عموں کا طاعون ۱۸ھ میں

آیا تھا، اس میں بہت سے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دنیا سے تشریف لے گئے۔ حضرت ابوسعید بن جراح رضی اللہ عنہ کو شام اور اردن وغیرہ پر کمانڈر مقرر کیا گیا تھا اور جہاد پورے زور و شور سے جاری تھا کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کی جگہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا تو ان کا انتقال اسی طاعون میں ہو گیا۔ ان کی جگہ پھر حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا گیا تو غالباً ان کا انتقال بھی اسی طاعون میں ہوا تھا۔

حضرت یزید رضی اللہ عنہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے بیٹوں میں سب سے زیادہ افضل اور سمجھدار تھے۔ لوگ انھیں ”یزید الخیر“ کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر اپنے والد اور بھائی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سمیت اسلام قبول کیا تھا۔ پھر یہ غزوہ حنین میں بھی شریک ہوئے۔ حضرت رسالت پناہ رضی اللہ عنہ نے انھیں حنین کے مال قیمت میں سے سواوت اور چاندی کی ایک بڑی مقدار مرحمت فرمائی تھی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ بلال اتنی چاندی تول کر یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو دے دیں۔ حضرت رسالت پناہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے روایت کی ہے کہ جو شخص روغ اور جہدے کو چار نہیں کرتا وہ اس بھوکے کی طرح ہے جو ایک دو کھجوریں کھاتا ہے اور یہ اس کی بھوک نہیں مٹاؤں۔ حضرت یزید رضی اللہ عنہ کی اولاد نہیں تھی اس لیے ان کا سلسلہ آگے کونہ چلا۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ابولہبانہ محبت رسول رضی اللہ عنہ

خلیفہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اصل نام کیا تھا۔

فرما



اس کے بارے میں اگرچہ علماء اسلام ارجاں کا اختلاف ہے لیکن علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے "عبد اللہ" قرار دیا ہے اور ان کے والد حضرت ابوقحزافہ رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی "عثمان" تحریر فرمایا ہے۔ اس اعتبار سے سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی "عبد اللہ بن عثمان" تھا۔ واقعہ معراج کی صبح آپ نے اس واقعے کی تصدیق کی اور آپ کا لقب صدیق ہوا۔ انھیں کھل یقین، اہل و عیال اور ایمان تھا کہ حضرت رسالت مآب ﷺ جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں وہ سب کچھ حق اور سچ ہے اور حضرت رسالت پناہ ﷺ کو بھی معلوم تھا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہر ہر معاملے میں میری تصدیق ہی کرتے ہیں اور اسی دولت یقین اور باہمی اعتماد ہی کی وجہ سے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نیل پر سوار ہو گیا تو نیل نے کہا میں سواری کے لیے نہیں پیدا کیا گیا، مجھے تو کھیتی باڑی کے لیے دل میں جوہنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ لوگوں کو اس بات پر تعجب ہوا کہ نیل بھی انسانوں سے باتیں کرتے ہیں تو حضرت رسالت پناہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس نیل کے بات کرنے پر میں گواہ ہوں اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے بھی پوچھو، وہ گواہی دیں گے۔

مقام فکر ہے کہ اس واقعے کو حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے نہ سنا اور نہ دیکھا لیکن حضرت رسالت پناہ ﷺ کو ان دونوں ہستیوں پر اتنا یقین ہے کہ وہ میری تصدیق کریں گے کہ بالکل کتب کا ازالہ یہ کہہ کر فرمایا کہ ان دونوں سے دریافت کر لیا جائے، دو بھی تصدیق کر دیں گے۔

ہجرت، بدر، احد، خندق، بیعت رضوان، فتح مکہ، حنین، تبوک، وفات اور حتیٰ کی تہ فہین تک میں ہر موقع اور مقام پر یہ حضرت رسالت پناہ ﷺ کی خدمت میں ہمیشہ ساتھ

ساتھ نظر آتے ہیں۔ مگر دیکھ میں بہت سے لوگوں کو مشرکین نے جھٹکے عذاب کر دیا تھا کہ قبولیت اسلام ان کا "جرم" تھا۔ ان میں کچھ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ستائے گئے، (وَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ) سب سے پہلے ان کو مکر جھٹلانے پہنچایا اور خرق کیا۔ انھیں بخلائی سے آزادی دلائی اور پھر انھیں اپنا تمام بھی نہیں بنایا بلکہ انھیں آزاد کر دیا۔ جب بھی کوئی تحریک یا نیا نظریہ وجود پذیر ہوتا ہے، اس کی جت اور اشاعت کے لیے مال بھی خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اسلام کے آغاز میں مال خرچ کرنے کا یہ فریضہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ادا کیا تھا۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مالی قربانی کے بغیر قومیں بن جاتی ہیں انھیں اس نقشے پر غور کرنا چاہیے کہ کفر ہو یا اسلام اس کی جزیں مقبوضہ کرنے کے لیے مال خرچ کیے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال، عامر بن ابی لہبہ، زبیر، نہید یہ اور ان کی صاحبزادی، قتیلہ، غوثی کی ایک باندی وغیرہ کو ان کے مالکان سے خرید کر اسلام کی بخلائی میں داخل کر دیا۔ حضرات عشرہ مبشرہ و صحابہ میں حضرت عثمان، علیہ رضی اللہ عنہ، عبد الرحمن بن عوف، ابوبکر صدیق، بن جراح اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ان کی محنت اور دعوت سے ملحق اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ ان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اسلام کے لیے ساری تنگ و در، عبادات، کھور و قیوم مختلف ممالک کی لاکھوں مربع میل کی فتح اور ہر پرہیزگی میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بھی حصہ ہے۔

حضرت رسالت بنام حضرت علیؑ نے اپنی وفات سے پہلے جتنے بھی گھروں کے دروازے مسجد نبویؐ میں کھلتے تھے، حضرت ابوبکر اور حضرت علیؑ کے دروازوں کے علاوہ، تین موبند کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

سیدنا ابوبکر خلیفہ رسول اللہ ﷺ تھے، اپنی وفات سے چند روز پہلے ضعف اور بیماری شدید بڑھ گئے تھے، چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ نماز پڑھانے کے لیے اب مسجد میں آؤ، دُعا ہے اس لیے آئیں۔ آپ لوگوں کی امامت کرائیں۔ یہ وہی اراحمی جو حضرت رسالت پناہ ﷺ نے اپنی وفات سے پہلے اپنی قمی۔ آج اس سنت کے اتباع کی گمراہی آگئی اور درحقیقت ان کی وفات کا سبب بھی وہ گمراہی صدمہ تھا، جو حضرت رسالت پناہ ﷺ کے انتقال سے آپ کو پہنچا تھا۔

ایک حدیث مبارکہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا طرز عمل۔

**فرمایا** (حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے بس یہ بات کافی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے یا حضرت رسالت مآب ﷺ نے یہ فرمایا ہے۔ بس حکم صحیح ذرائع سے ان تک پہنچا ہو۔ درمیان میں کوئی خلافتی، انبیائی یا جہوت یا کوئی قطعی تردید وغیرہ شامل نہ ہو گئے ہوں۔ حضرت ابومریم عمر بن مرقہ رضی اللہ عنہ بہت قدیمہ اسلام اور وفات میں شریک رہے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں ان سے فرمایا کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ فرماتے تھے کہ جو حکمران ضرورت مندوں اور غریب لوگوں کی شکایات سننے کی بجائے، اپنے دروازے بند رکھے گا تو پھر اس حکمران کو جب خود مدد کی ضرورت ہوگی تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے دروازے اس کے لیے بند کر دے گا۔ یعنی نہ تو مشکل حالات میں اس حکمران کی دعا سنی جائے گی اور نہ اس کی مدد کے لیے رحمت کے دروازے کھلیں گے۔ حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کو نہایت شکر ہوئے کہ

نور ایک نئی وزارت قائم کر دی۔ ایک شخص کو اس عہدے پر مقرر کیا اور اس کی ذمہ داری صرف یہ تھی کہ جو بھی ضرورت مندرجہ بالا شکایت کرنے والے یا داری کے حاملین وغیرہ اس کے پاس آئیں، ان کی شکایات کے ازالے کے لیے فوراً اطلاع حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو دی جائے۔ کاش کہ اس امت کے لائق سے لے کر اعلیٰ افسران تک، یہ تمام حضرات اس حدیث اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے طرز عمل سے کچھ سیکھتے۔

خود اپنے ہی اسلحہ سے شہید ہو جانا اور  
حضرت موانا نور محمد صاحب ثواب کی شہادت

فرمایا) میدان جنگ میں، بہت مرتبہ یوں بھی ہوتا ہے کہ آدمی خود اپنے اسلحے سے ہی شہید ہو جاتا ہے۔ مثلاً ہینڈ گریڈ (Hand Grenade) اٹھ کر دشمن کی طرف پھینکنا چاہا اور فوجی کے خود اپنے ہی ہاتھ میں پھنس گیا اور وہ شہید ہو گیا اور دشمن صاف بچ گیا تو ایسی شہادت پر داعی مزان لوگ بہت سے افکارات کا اظہار کرتے ہیں اور حتیٰ کہ اس شہادت کو شہادت ماننے سے ہی انکار کر دیتے ہیں لیکن یہ طرز فکر عمل درست نہیں ہے خود حضرت رسالت مآب ﷺ کے دور میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا تھا تو آپ نے ایسے مجاہد کو دو گنا ثواب ملنے کی بشارت ارشاد فرمائی تھی۔ حضرت سلمہ بن اُوع رضی اللہ عنہ کے چچا حضرت عامر بن منان رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کی شاعری کو دربار رسالت میں نہ صرف قبولیت حاصل تھی بلکہ بھی فرمائش بھی ہوتی تھی کہ عامر بن منان اپنے اشعار سے راحت پہنچائیں۔ غزوہ خیبر میں انہوں نے اشعار پڑھے اور رحمت کی دعا بھی حاصل کی، بہت

بے بھگری سے لڑ رہے تھے اور ایک کافر کو جو گوار باری تو وہ اس کافر کے جسم سے اچک کر خود نہیں آگئی۔ وار کچھ ایسا کاری تھا کہ یہ موقع پر اپنے اسلحے سے خود شہید ہو گئے۔ کچھ لوگوں کو ان کی شہادت پر اشکال تھا کہ یہ کیسی موت تھی جو اپنے ہی اسلحے سے آگئی! شدہ شدہ یہ اشکال حضرت رسالت پناہ ﷺ کی ہمت مبارکہ سے گزرا تو آپ نے ان لوگوں کی عقلیہ کی جو اس موت کو شہادت نہیں سمجھتے تھے اور فرمایا کہ جو لوگ اس موت کو شہادت نہیں سمجھتے ان کی یہ سوچ درست نہیں ہے یہ شخص (عامر بن سنان رضی اللہ عنہ) تو جہاد کر بھی رہا تھا اور مجاہد بھی تھا اس لیے اللہ تعالیٰ اسے دوسرے شہید کا اجر دے گا۔ پھر اپنا دست مبارک بلند کر کے دو انگلیوں سے اشارہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اسے دوسرے شہید کا اجر ملے گا۔

ایسے ہی وہ لوگ جو بدوق صاف کر رہے ہوتے ہیں اور وہ بھری ہوئی ہوتی ہے اور ذرا سی بے احتیاطی سے چل جاتی ہے اور صفائی کرنے والا شہید ہو جاتا ہے، وہ بھی شہید ہی کے زمرے میں آتا ہے کیونکہ اپنے اسلحے کی حفاظت اور صفائی میں خود اپنے اسلحے ہی سے شہید ہو جاتا ہے۔ ہم نے اپنے اساتذہ میں حضرت مولانا نور محمد صاحب رحمۃ اللہ جیسا ذکی، ذہین، انہایت متقی اور حاضر و مانع شخص کسی کو نہ پایا۔ اپنی مثال خود ہی تھے مسلم شہوت، سلم، مکتوفہ و شریف اور صحیح بخاری اور ترمذی ان سے پڑھی۔ ہماری آنکھیں تو ان جیسا کیا کسی کو دیکھیں خود ان کی آنکھوں نے بھی اپنے جیسا نہ دیکھا ہوگا۔ وفات سے کچھ دن پہلے اپنی ترمذی شریف مرمت فرمائی جس کے حواشی پر بعض جگہ بہت معمولی سا کچھ تحریر بھی فرمایا ہے۔ اپنے ہاں کے ذخیرہ کتب میں موجود ہے۔ ان کی شہادت بھی ایسے ہی

ہوئی تھی۔ اپنے گھر (مینووی، اسلام آباد) میں اپنی بندہ و صاف کر رہے تھے اور وہ بھری ہوئی تھی، اچانک کوئی چس گئی اور وہ زخمی ہو گئے اور اسی زخم سے شہادت واقع ہوئی۔  
 حکایت ثراۃ رضی اللہ عنہا وعہم۔

وہ واحد صحابی ہیں جن کی چار پشتیں  
 شرف صحابیت سے مشرف ہوئیں۔

فرمایا

فلذہ حضرت رسالت مآب ﷺ، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہما وہ واحد صحابی ہیں جن کی چار پشتوں نے حضرت رسالت مآب ﷺ کی زیارت کی اور صحابیت کے شرف سے مشرف ہوئے۔ ایک تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہما جنس نہیں دوسرے ان کے والد حضرت ابوقحافہ قریشی تھے جن کا جو کہ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے تیسرے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما یہ اپنے چچ اور بھادر تھے کہ غزوہ بدر میں اور پھر احد میں کفار مکہ کے صحرا جنگ کے لیے آئے اور فتح کیا کہ کوئی میرے مقابلے کا ہو تو ذرا سامنے آئے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہما اٹھے اور قریب تھا کہ مومن والد اور کافر بیٹے کا مقابلہ ہو جاتا حضرت رسالت مآب ﷺ نے والد کو روک دیا اور فرمایا ابھی تو تم مجھے اپنی ذات سے قطع اٹھائے دو۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہما حدیبیہ میں مسلمان ہوئے تھے ان کا پرانا نام عبدالکعبہ تھا اور حضرت رسالت مآب ﷺ نے حدیبیہ ہی میں ان کا نام عبدالرحمن تجویز فرمایا تھا۔ بہت مانے ہوئے تیر انداز تھے۔ اور پھر چوتھی پشت میں محمد بن عبدالرحمن تھے اور یہ بھی صحابی تھے جن کا گویا کہ ان چاروں صحابہ کرام محمدیہ کا شجرہ ویاں بنا۔

حضرت ابوبقار قریشی رضی اللہ عنہ (صحابی)



خلیفہ رسول اللہ حضرت سیدنا ابوبکر (صحابی)



سیدنا عبدالرحمن (صحابی)



سیدنا محمد (صحابی)

رضی اللہ عنہما وغنہم.

علم کی فضیلت و اہمیت۔

فرمایا

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بھی مختلف مدارق تھے دو تہاں حضرات علم و فضل کی مختلف منازل پر فائز تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت علی، حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم تو ایسے لوگ تھے کہ ان میں سے ایک آدمی کے علم کی زکوٰۃ بھی شہراں کو کافی ہے۔ حضرت رسالت مآب ﷺ ان لوگوں کو ترجیح دیتے تھے جن کا تعلق علم سے تھا اسی لیے ایک مرتبہ مسجد نبوی میں مختلف حضرات کے مختلف جگہ گئے ہوئے تھے کہ آپ کی تشریف آوری ہوئی اور آپ اس جگہ میں تشریف فرما ہوئے جہاں قرآن کریم کی تعلیم پوری تھی اور تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا کہ مجھے علم ملا ہے کہ میں اصحاب قرآن کی مجلس میں بیٹھوں۔

سیدنا علیؑ کے "مولیٰ" ہونے کی حدیث متواتر ہے۔

**فرمایا** امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالبؑ کے "مولیٰ" ہونے کی حدیث متواتر ہے اور وہ لوگ جو اس روایت کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں، انھیں بہت محتاط رہنا چاہیے کہ متواتر احادیث کا انکار بسا اوقات موجب کفر بن جاتا ہے۔ سیدنا علیؑ نے ایک دن خود اس روایت کے متعلق حضرات صحابہ کرامؓ سے دریافت فرمایا تھا کہ کس کس نے یہ جیسے براہ راست حضرت رسالتؐ سے سنا ہے تو سترہ (17) صحابہ کرامؓ نے انھیں گھڑے ہوئے اور گواہی دی کہ "یوم غدیر" میں انھوں نے حضرت رسالتؐ کو سترہ سالہ گھڑے سے اٹھا کر جس کا مولیٰ (آقا) ہوں، علیؑ اس کے مولیٰ ہیں اسے اللہ جوتلی کا دوست ہو اس سے محبت فرما اور جوتلی کا دشمن ہو، اس سے دشمنی رکھو اور یہ جملہ آپؐ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔

حضرت ام انسؓ کی دعا اور خواہش۔

**فرمایا** حسن عقل بھی اللہ تعالیٰ کی عطا ہے جسے چاہے سر فرما دے۔ حضرات صحابہ کرامؓ کی ایسی خواہش و دعا تھی اور اتنی عقل اور ایسے سلیقے سے مانگتے تھے کہ لا جواب تھے۔ حضرت ام انسؓ جب حاضر ہوئیں اور حضرت رسالتؐ کو دعا دی کہ اللہ کے رسول، اللہ تعالیٰ آپؐ کو آخرت میں "رفیق احی" کا مقام عطا فرمائے۔ پھر دوسری دعا یا خواہش کا اظہار فرمایا کہ اے اللہ کے رسول اس مقام پر میں بھی آپؐ کی خدمت میں



دوں۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے اور فرمایا: امین۔ پھر اس اعلیٰ مقام کی تمنا اور دعا کی قبولیت پر نظر کر کے فرمایا: ام! اس نماز پابندی سے پڑھا کیجئے اور سنا ہوں سے ہمیشہ دور رہتا ہے۔ دیکھیے گناہ کو چھوڑ دینا، جہاد سے بھی افضل عمل ہے۔

اب امت مسلمہ کے افراد مرد و عورت کا یہ حال ہے کہ معمولی گناہ تک نہیں چھوڑ سکتے۔ اپنی روزمرہ کی باتوں میں جھوٹ تک سے پرہیز نہیں کرتے حتیٰ کہ بغیر کسی سبب اور سزا کے بھی، معاصی میں مبتلا ہوتے رہتے ہیں اور جان دینے کی بات کیجئے بڑے مرتے اور مارنے کی بات کیجئے تو ہزاروں تیار ہوں گے۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی خوش نصیبی

**فرمایا** حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بڑی شان کی خاتون تھیں۔ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ملاقات کے لیے ان کے گھر خود چل کر جاتے تھے اور جب دنیا سے رخصت ہو گئے تو سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما بھی ان کی زیارت کے لیے خود ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نبی کے صاحبزادے تھے۔

حضرت خلید و ریحہ کا خوبصورت استدلال

**فرمایا** جب کسی مرد و عورت کا انتقال ہوتا ہے اور اس کی روح عالم برزخ میں پہنچتی ہے تو اپنے سے پہلے پہنچے ہوئے مرد و زنانہ اپنے اعزاء و اقارب کے احوال بیان کرتی ہے۔ اگر جتنا عذاب نہ ہو تو پھر یہاں کی خبریں وہاں جا کر سناتی ہے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ

کا انتقال ہو رہا تھا کہ حضرت علیؓ و حضرت شریفؓ لائیں اور یہ برائے معرور علیؓ کی صاحبزادی تھیں۔ فرماتے تھیں کہ اسے کب ابھی انتقال کے بعد میرے والد سے ملاقات ہو تو میرا سلام پیش کیجئے گا۔ حضرت کہہ علیؓ نے فرمایا جی اللہ تعالیٰ تمہاری عمر واز کرے وہاں تو حساب و کتاب کی مشغولیت بہت ہوگی۔ تو انہوں نے کہا کہ آپ کیا بات ارشاد فرماتے ہیں آپ نے یہ نہیں سنا تھا کہ حضرت رسالت مآب علیؓ فرماتے تھے کہ ایمان والوں کی روحیں تو جنت کے باغات میں پھل کھایا کریں گی اور وہ جہنم کی روح کو نیش خانے میں بند کر دیا جائے گا۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کی روزہ مبارک پر حاضری

فرمایا حضرت معاذ بن جبلؓ کو حضرت صاحب الرسالت علیؓ سے محبت تھی۔ جب حضرت رسالت مآب علیؓ کا انتقال ہوا تو یہ یمن میں گورہے۔ حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں لوٹے اور مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو رات ہو چکی تھی۔ سیدھے ام المومنین حضرت عائشہؓ کے گھر حاضر ہوئے کہ قبر مبارک وہیں تھی۔ حضرت ام المومنینؓ نے دروازہ بند کر دیا تھا کہ رات ہو چکی تھی انہوں نے دستک دی تو فرماتے تھیں اب اتنی رات گئے کون ہمارے دروازے پر دستک دے رہا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ معاذ۔ ام المومنینؓ نے اپنی خادمہ عتقہؓ سے فرمایا کہ دروازہ کھول دیں۔ معاذؓ قبر مبارک پر حاضر ہوئے اور آنسوؤں کی جھری لگ گئی۔

ایسا ہے ہم نفس ہا ہم ہا ہم  
من و تو کشتہ شان ہا ہم  
دو حرفے ہر مراد دل ہو کہیم  
پائے خواہد پشماں را ہا ہم

حضرت رسالت مآب ﷺ کا حضرت رملہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا سے نکاح اور اس کی تفصیلات۔

**فرمایا** حضرت رسالت مآب ﷺ کو حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے جو تعلق خاطر تھا اس کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے ۵۵ھ میں غزوہ خندق پر پاکیا۔ مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہوئے اور ناکام لوٹے اور ابھی ایک برس کی مدت بھی نہیں گزری تھی کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا۔ حضرت رملہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے شوہر عبداللہ بن خشش کے ہمراہ حبشہ ہجرت کر گئی تھیں۔ وہاں عبداللہ بن خشش نے جبرائیلؑ کو بلا کر لے کر اپنی حالت میں انتقال ہو گیا۔ اب حضرت رملہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہو گئی۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے عائشہؓ اور بنی امیہ رضی اللہ عنہم کو خطا دے کر حبشہ روانہ کیا اور نباشی لکھتے ہوئے کہہ دیا کہ حضرت رملہ کے ساتھ میرا نکاح کر دیں۔ نباشی نے بہت اہتمام کیا حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ، ام المومنین رضی اللہ عنہا کے وکیل ٹھہرے۔ نباشی نے 400 دینار حق مبرا اپنے پاس سے پیش کیا۔ تقریباً نکاح

کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے گوشت پکرایا سب کی دعوت ہوئی اور گویا کہ یہ حضرت رسالت مآب ﷺ کا میرا حق۔ اور آپ مدینہ منورہ میں تشریف فرما تھے۔ حضرت شریعت بن حنظلہ نے بعد ازیں کیا کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ لے جائیں اور پھر خود انھیں لے کر مدینہ منورہ میں ضرور ہوں۔ پھر حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو اس تمام واقعے کی خبر ہوئی تو اپنی بیٹی کے اس رشتے پر صرف یہ فرمایا کہ میرے والد امیر مومنین جیسے رشتے کو انکار نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی بھینروں سے مسائل بھی پوچھا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مسئلہ یہ پیش آیا کہ کوئی آدمی جن کپڑوں میں اپنی بیوی سے مقاربت کرتا ہے ان میں نماز بھی پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انھیں یہ کہہ کر اس معاملے میں حضرت رسالت مآب ﷺ کا طریقہ عمل کیا تھا؟ تو ام المومنین حضرت رطلہ رضی اللہ عنہا نے جواب تحریر فرمایا کہ حضرت رسالت مآب ﷺ جن کپڑوں میں اپنی کسی بھی اہلیہ سے مقاربت فرماتے تھے تو غسل کے بعد ان کپڑوں کو کچھ پیتے تھے کہ ان میں کوئی ناپاکی تو نہیں لگ گئی اور جب ان کپڑوں کے پاک ہونے کا یقین ہوتا تھا تو انھیں ہی پہن کر نماز ادا فرماتے تھے۔

برکتیں تو دنیاویوں کے ساتھ ہی ہوتی ہیں۔

**فرمایا** عورتوں کے مسائل بہت ہوتے ہیں اور پھر وہ معاشرتی زندگی میں تمہیں بھی ہوتے چل جاتے ہیں۔ عرب اسی وجہ سے دنیاویوں کی ولایت کو پسند نہیں کرتے تھے۔ یہ



حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بصیرت

**فرمایا** حضرت امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جن لوگوں سے اصرار کیا گیا کہ وہ خلافت سنبھال لیں ان میں ایک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ مروان نے انہیں یہ پیش کش کی تھی کہ اہل شام کی نگاہ خلافت کے لیے آپ پر ہے۔ آپ آگے بڑھیں۔ انہوں نے فرمایا عراق والوں کا کیا بنے گا؟ اس نے کہا عراقیوں کو تلوار کے زور پر متوائیں گے تو عبداللہ فرمانے لگے اللہ کی قسم اگر خلافت کے مفتوحہ تمام علاقے میری خلافت پر راضی ہوں اور صرف ایک چھوٹے سے گاؤں (ذک) کے لوگ نہ مانیں تو بھی میں خلافت نہ لوں اور اگر باعترض اس گاؤں والے بھی مان جائیں اور ان میں سے صرف ایک آدمی کو باقی قرار دے کر قتل کرنا پڑ جائے تو میں اس خون کے عوض بھی خلافت لینے کو تیار نہیں ہوں۔ مسلمانوں کے خون بہانے سے وہ حد درجہ مجتنب تھے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں لڑنے پر اگرچہ انہیں پہلے اشکال تھا لیکن بعد میں وہ ان کے اجتہاد کے صحیح ہونے کے اتنے قائل ہوئے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ دینے پر ہمیشہ اظہار ندامت فرماتے رہے۔ وفات سے پہلے بھی فرمایا کہ دنیا میں کوئی عمل ایسا نہیں جس پر افسوس ہو سوائے اس کے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کرنے والوں کے خلاف جہاد کیوں نہ کیا؟

حاجن بن یوسف کے گناہوں میں ایک گناہ انہیں شریعہ کریمہ بھی تھا۔

### حضرت عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی جنگ صفین میں شہادت

**فرمایا** حضرت امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دوسرے صاحبزادے حضرت عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ رہے اور حتیٰ کہ جنگ صفین میں انہی کے پرچم تلے لڑے اور شہید ہوئے اس میں بہت اختلاف ہے کہ انہیں کس نے شہید کیا۔ بہت سے نام لیے جاتے ہیں لیکن تحقیق نہیں ہو سکی سخت دشواری ہے۔ حضرت عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بہت طویل القامت تھے۔ شہادت پر ان کی امیران کی میت لینے کے لیے آئیں اور پھر ان کی تدفین کی گئی۔ ان کی تلوار جو درحقیقت انہیں وراثت میں ملی تھی اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی تھی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خرید لی اور پھر یہی تلوار انہوں نے حضرت عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو تختہ میں مدینہ منورہ بھجوا دی تھی۔

### علم کے مختلف شعبے

**فرمایا** علم کے بعض شعبے ایسے ہیں جن سے ہمیں اپنی معاشرتی زندگی میں واسطہ پڑتا ہے۔ مثلاً طب ہے کہ ہر شخص بیماری میں طبیعت کی طرف رجوع کرتا ہے۔ مکانات کے نقشے اور تعمیرات کا، پورا ایک علم فن ہے اب ہر آدمی کو اس کی ضرورت ہے تو ایسے علوم میں کھار سے استفادے کی اجازت نہ صرف شریعت نے دی ہے بلکہ یہ ثابت ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی تو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حادث بن کحدہ سے مشورہ کرنے اور وہاں لینے کا حکم فرمایا جبکہ حادث بن کحدہ

کافر تھے۔ ان کا انتقال بھی کفر ہی ہوا تھا۔ اور ان کے بیٹے حضرت عمارت بن حارث رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے تھے اور وہ وفاتہ القلوب میں سے تھے۔

صاحب نور الانوار پر تنقید — دو ہزار معیار کیوں؟

**فرمایا** آنکہ حلیہ مصنف پر تو تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا الزام دھرتے ہیں کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو تنقید نہیں مانتے۔ صاحب نور الانوار پر تنقید ہے کہ وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو تنقید نہیں مانتے اور نمیک یہی باتیں علماء حدیث و اسماہ الرجال کہیں تو پھر کوئی بات نہیں۔ مخالفین احناف نے یہ دھرا معیار کیوں بنا رکھا ہے؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہ پانے کا فتویٰ دیں اور اس فتوے پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرمائیں تو وہ درست اور احناف یہ بات اور اس کا نتیجہ بیان کریں تو وہ درست۔ علماء اسماہ الرجال اور حافظ ابن الاثیر رحمہ اللہ تحریر فرمائیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم علم حدیث میں توجہ تھے لیکن علم فقہ میں جہل نہ تھے تو صحیح اور صاحب اور یہی جملہ اس کے مضمرات ہم بیان کریں تو تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مرتکب غمیر ہیں یہ کہاں کا انصاف ہے؟ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو وہ کمال کی بنا پر کوئی حقیقی تنقید غیر مجتہد تحریر کرے تو گنہگار غمیر ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ غافل قرار دیں تو قابل ستائش اور محقق غمیر ہیں۔ کیا اسی کا نام بدل ہے؟ حالانکہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے غیر مجتہد ہونے پر خود احناف کا اختلاف ہے۔ علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ نے فتح القدر میں ان دونوں جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم



کو مجتہد قرار دیا ہے۔

عبداللہ اربعہ سے مراد کون ہیں؟

**فرمایا** کتب احادیث میں جب یہ جملہ آتا ہے کہ عبداللہ اربعہ اس بات پر متفق ہیں یا عبداللہ اربعہ کی یہ روایت ہے تو عبداللہ اربعہ سے مراد چار عبداللہ ہوتے ہیں۔ عبداللہ وہ حقیقت عبداللہ کی جمع ہے اور اربعہ کا مطلب ہے چار، تو اس اصطلاح کا مطلب یہ ہوا کہ چار عدد عبداللہ اس قول یا فعل پر متفق ہیں یعنی چاروں کا عمل یا فتویٰ یہی ہے۔ چار عبداللہ سے محدثین کی مراد:

① عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

② عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

③ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

④ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما ہیں۔

یہ چاروں عبداللہ صحابہ کرام حضرت رسالت مآب ﷺ کے انتقال کے موقع پر نو جوان اور کم عمر تھے اس لیے اعلیٰ طور پر بہت مدت تک حیات رہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما ان میں شامل نہیں ہیں کیونکہ وہ ان چاروں صحابہ کرام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے عمر میں بڑے تھے اور پھر ان کی وفات بھی خلافت عثمانی میں ہوئی تھی پھر یہ بھی ہے کہ ان عبداللہ اربعہ سے مراد اگر کوئی اور عبداللہ بھی لیا جائے تو پھر تو عبداللہ نام کے صحابہ کرام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد دو سو سے بھی زائد ہے، جنہوں نے حضرت رسالت مآب ﷺ کے دیدار سے

اپنی آنکھیں روشن کی ہیں۔ ایسے ہی جن حضرات نے ان عباد اللہ اور بعد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو شہل کر کے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے نام کو حذف کیا ان کے اس ترمیم و اضافے کو محدثین کرام مجتہدین نے قبول نہیں کیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مقتدیان کرام

**فرمایا** امام ابن حزم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "اصحاب النبی من الصحابة و التابعین و من بعدهم علی مرتبہم فی کثرة النبیاء میں مطلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد ۱۳۶ تحریر فرمائی ہے اور اس کتاب کے محقق سید کریم نے حواشی میں یہ تعداد ۱۳۴ مردوں اور ۲۰ عورتوں کی تحریر کی ہے اور اس طرح سے یہ کل تعداد ۱۶۴ بنت جاتی ہے۔ اپنے ذخیرہ کتب میں موجود کتاب کو دیکھ لیا جائے۔ رخصی اللہ عنہ و غنا۔

وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کی روایات کی تعداد ہزاروں میں ہے۔

**فرمایا** حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس صحابی سے کتنی احادیث کی روایات ملتی ہیں؟ اس سوال کے جواب کے لیے امام ابن حزم غامی رضی اللہ عنہ کی کتاب "تسماء الصحابة البروق و مسائل کل واحد من العدد" کا مطالعہ کرتا چاہیے۔ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کی روایات کی تعداد ہزاروں میں ہے، کہتے ہیں؟ ابن حزم غامی رضی اللہ عنہ نے صرف چار صحابہ کرام

- ① حضرت ابوہریرہ
- ② حضرت عبداللہ بن عمر
- ③ حضرت انس بن مالک
- ④ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ فرمایا ہے۔



اَنْظُرْ كَيْفَ نَصَرَفُ الْاَيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ.  
(پہلے سورۃ النعام: آیت: ۶۵)

دیکھ اہم دلائل کو ایسے بار بار بیان کرتے ہیں تاکہ وہ لوگ گہری سمجھ  
سے کام لیں۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور فقیرہ کے تین اوصاف۔

﴿فرمایا﴾

کسی شخص نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مسئلہ پوچھا اور اپنے سوال کے ساتھ ساتھ مختلف فقہاء کے مسائل کا تذکرہ بھی کیا کہ ان کے فتاویٰ تو یہ ہیں اب آپ کیا فرماتے ہیں؟ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم نے کبھی فقیرہ دیکھا ہے کہ کون ہوتا ہے؟ پھر فرمایا فقیرہ وہ ہے جس میں تین باتیں ہوں:

- ① دنیا کی محبت سے پاک ہو۔
- ② اپنے دین اور مسلک سے کبھی معنی میں پانچر ہو۔
- ③ ہمیشہ اپنے پروردگار کی عبادت میں لگا رہے۔

”مسلم الثبوت“ اور اس کی پہلی شرط۔

﴿فرمایا﴾

اصول فقہ کی کتاب ”مسلم الثبوت“ کی اصل دیکھنی ہو تو علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کی ”الترغیر“ ابن حجب رحمۃ اللہ علیہ کی ”مختصر“ اور قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کی ”منہاج“ کا مطالعہ کرتا چاہیے۔ حضرت محبت اللہ بہاری رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی معروضات اس کے علاوہ ہیں۔ حنفی اور شافعی اصول فقہ خوب سمجھ میں آتے ہیں بشرطیکہ پڑھانے والا ان مباحث کو سمجھت ہو۔ صاحب اللہ قندھاری نے اپنی کتاب ”مختصر الاصول فی علم الاصول“ میں ان مباحث کو لیا ہے وہ بھی زیر مطالعہ رکھنی چاہیے۔ لفظ کی بات یہ بھی ہے کہ اس کتاب ”مسلم الثبوت“ کی سب سے پہلی شرط ”الفوائد العظمیٰ“ پانی درسی فقہی

عالم امام الدین فرنگی نصی (المتوفی ۱۱۶۱ھ بمطابق ۱۷۷۸ء) نے مصنف کا ضیہ حبیب اللہ بہاری (المتوفی ۱۱۱۹ھ) نے زندگی میں ہی کتبہ دلی تھی۔

**پٹے (Lease) پر دی جانے والی زمین کے احکامات۔**

**فرمایا** جو زمین پٹے (Lease) پر دی جاتی ہے اور دواہی پٹے کر لیا جاتا ہے ان زمینوں میں قبرستان اور مساجد بنانا جائز نہیں کیونکہ یہ پٹے ہمیشہ کے لیے ہوتا ہے۔ لوگ ان پر مکانات بنالیتے ہیں پھر توڑتے ہیں پھر نئے مکانات بنتے ہیں۔ یہ زمین اور مکانات وراثت میں تقسیم ہوتے ہیں۔ وصایا نافذ کی جاتی ہیں۔ نہ آج تک حکومت نے لوگوں کو ان کی زمینوں سے بے دخل کیا ہے اور نہ ہی ان زمینوں میں دفن مردوں کو اکٹھا کیا ہے۔ نہ قبریں مسر کی گئی ہیں اور نہ ہی مساجد و شہید کیا گیا ہے تو پھر یہ وقف یا پٹے ہمیشہ کے لیے نہیں تو اور کیا ہے؟

اس لیے یہ وقف تابید ہے۔ شہ نہیں کرنا چاہیے۔ ہمارے ہاں راولپنڈی کینٹ تقریباً سارے کا سارا اسی طرح دواہی پٹے پر ہے۔ حکومت نے آج تک رعایا، مساجد اور قبرستان کا ازالہ نہیں کیا بلکہ لوگوں کی ملکیت کا اثبات اور جب مدت وقف پوری ہو جائے تو اپنا حصہ وصول کر کے دوبارہ دواہی پٹے پر دے دیتی ہے تو یہ تمام مساجد، قبرستان، وصایا کا نفاذ اور خرید و فروخت درست ہے۔ علامہ ابن حمام رحمہ اللہ نے فتح القدر میں اس مسئلے پر عمدہ بحث کی ہے۔

### خواتین کا قبرستان چنا

**فرمایا** خواتین اگر قبرستان چاہیں اور غیر شرعی اعمال مثلاً بدعت اور من و غیرہ کرنے کی مرتکب نہ ہوں تو ان کے لیے یہ زیارت قبور ممنوع نہیں۔ انھیں بھی مردوں ہی کی طرح اجازت ہے منع نہیں کرنا چاہیے۔ اصل کام سے نہیں روکنے چکداس مستحب کام کے ساتھ جو ناجائز امور بڑھا دیے جاتے ہیں انھیں منع کرنا چاہیے۔ ہاں لوگ اگر ہارسی نہ آئیں تو پھر اجازت ہے کہ اس مستحب کام کی اجازت نہ دی جائے کیونکہ اس صورت میں مستحب کام (زیارت قبور) حرام کام (بدعت) کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب حج کے لیے مکہ مکرمہ جاتی تھیں تو راستے میں ان کے بھائی حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قبر بھی پڑتی تھی۔ وہ اس قبر کی زیارت بھی کرتی تھیں۔ حنفی فقہاء کرام پہلے میں سے امام ملا علی قاری رحمہ اللہ نے "کشف الاستار عن اصول الفروع" میں عورتوں کے قبرستان جانے کا حوالہ لکھا ہے وہاں اسی روایت سے استدلال کیا ہے۔ حضرت ابن قیم رحمہ اللہ نے "المحرر الرائق" میں بھی جواز کی کافوقی دیا ہے۔

### وقف کی حیثیت کی تبدیلی

**فرمایا** وقف کی حیثیت صرف اسی صورت میں تبدیل کی جاسکتی ہے جب واقف نے گھرانہ وقف کو یہ اختیار دیا ہو کہ وہ وقف کی مصلحت ٹوٹنے پر رکھ دے، حیثیت تبدیل

کر سکتا ہے مگر نہ تو وقف کو اپنی اصل حالت میں باقی رکھنا واجب ہے۔

نماز جنازہ اور نماز عید کے قضاء ہونے کا خطرہ اور حکم

**فرمایا** نماز جنازہ اور نماز عید دونوں اسکی نمازیں ہیں جن کی قضاء نہیں ہے۔ اس لیے شریعت نے یہ اجازت دی ہے کہ اگر ان دو فرض نمازوں کے قضاء ہونے کا خطرہ ہو تو خواہ پانی سامنے نظر آ رہا ہو، وضو نہ کرو، تنہم کر لو اور ان دونوں نمازوں کو پڑھو۔

جانوروں میں نفثی اور ان کا حکم

**فرمایا** انسانوں کی طرح جانوروں میں بھی نفثی ہوا کرتے ہیں۔ مردادہ دونوں کی علاقہ میں ایسی ہوتی ہیں کہ کوئی جبہ ترجیح نہیں ہوتی۔ نریادہ ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا تو ایسے جانور کی قربانی درست نہیں ہوتی البتہ اس کو اگر ذبح کریں تو گوشت حلال ہوگا۔ ایسے کا گوشت کھنا بھی نہیں لیکن یہ گوشت کھانا جائز ہے۔

قربانی کے متعین جانور

**فرمایا** اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ قربانی کرو اور جانوروں کا خون بہانے پر تمہیں ثواب دوں گا۔ بس یہ بات ہے مگر نہ جانور کے خون بہانے پر ثواب ملنا ایسی بات ہی نہیں جسے عقل سمجھ قبول کرے۔ اس لیے قربانی بھی فقط انہی جانوروں کی ہوگی جنہیں شرع نے متعین کیا ہے۔ ان کے سوا دوسرے حلال جانوروں کی قربانی بھی درست نہیں۔ مثلاً



کوئی نیک کام کی قربانی کرنا چاہیے تو درست نہ ہوگی۔

﴿اَلُو سے متعلق اہم معلومات﴾

**فرمایا** ﴿اَلُو﴾ حرام ہے اور اس کا کھانا جائز نہیں حضرت رسالت پناہ ﷺ نے ہر اس پرندے کو حرام قرار دیا ہے جو اپنے پنجوں سے شکار کرتا ہے اور حکمت اس کی یہ ہے کہ آدمی جو گوشت کھاتا ہے اس جانور کی بدفصلت اس میں آسکتی ہے۔ جو چغے والا پرندہ پنجے سے بے رحمی اور سنگ دلی سے شکار کرتا ہے ذر ہے کہ اس کی یہ شکاری انسان کی خلعت نہ بن جائے اور انسان اگر شکاری ہو جائے گا تو نصیحت قبول نہیں کرے گا۔ اَلُو نہ صرف یہ کہ اپنے پنجے سے اپنے سے کمزور پرندوں کا شکار کرتا ہے بلکہ کبھی تو رات کے وقت کمزور بیویں اور اس سے ملنے جلتے جانوروں کو بھی نہیں چھوڑتا۔ تو اس لیے اس کی حرمت میں شہ نہیں ہے۔ فتاویٰ حاکمیری میں جو اَلُو کو حلال لکھا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں پر اصل عربی عبارت میں لفظ ”یوم“ آیا ہے۔ اب اس لفظ ”یوم“ کا ترجمہ کرنے والا کوئی مفتی اور تفسیر تو تھا نہیں، اس نے ترجمہ ”اَلُو“ کر دیا حالانکہ عربی میں ”یوم“ ہر اس پرندے کو کہا جاتا ہے جو رات کی تاریکی میں اپنے آشیانے سے نکلتا ہے۔ جو جو پرندہ رات کو اپنے آشیانے سے نکلتے اور ان کے پنجے نہ ہوں تو وہ کھانا جائز ہوں گے اور جن کے پنجے ہوں گے اور وہ ان سے شکار کرتے ہوں گے، اگرچہ وہ ”یوم“ تو ہوں گے لیکن ان کا کھانا ناجائز ہوگا۔ اس لیے مترجم نے یوم بمعنی چند یعنی ”اَلُو“ ترجمہ کر کے اسے جائز لکھا حالانکہ یہ کیونکر حلال ہو سکتا ہے کیونکہ پنجے سے شکار

کرتا ہے، گوشت خور ہے۔ اس کے بچے بہت سے شکاری پرندوں کے بچوں سے زیادہ تیز ہیں۔ نیپال میں ”آلو“ بازاروں میں بکتے دیکھا۔ لوگ خرید رہے تھے۔ ایک ہندو شخص ایک سڑک کے کنارے بیٹھا بیچ رہا تھا۔ وہاں اسے اور اس کے بچوں کو خوب غور سے دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ ایک شاعر نے کہا ہے

۔ شاید وہ عاشقوں کو سمجھتا ہو یوم محض

دیکھتے ہیں جو وفا کی تمنا جفا کے بعد

ایک دور ایسا بھی تھا کہ شرف، کسی اہل حق کو ”آلو“ کہیں خلاف ادب سمجھتے تھے چنانچہ جس کو ”آلو“ کہیں ضروری ہوتا تھا اسے ”ٹھکسو“ کہہ دیا کرتے تھے۔ یہی لفظ اب تک وہاں تک میں بولا جاتا ہے اور کسی کو بے وقوف کہنا ہو تو ”ٹھکسو“ بول دیتے ہیں۔

جہاں کوئی مسلمان شرعی حاکم موجود نہ ہو وہاں علماء کرام  
اس کے قائم مقام سمجھے جائیں گے۔

**فرمایا** جس جگہ کوئی مسلمان شرعی حاکم نہ پایا جائے وہاں علماء اس شرعی حاکم کے قائم مقام بن جائیں گے۔ اور اگر کسی ایک عالم پر لوگ متفق نہ ہو رہے ہوں تو پھر ہر علاقے کے لوگوں کو چاہیے کہ اپنے علاقے کے سب سے بڑے عالم دین کا انتخاب کریں اور اگر علماء بھی علم میں برابر ہوں تو پھر ان کے درمیان قرعہ اندازی کر لینی چاہیے۔

حکمران وقت کا قاضی مقرر کرے گا۔

**فرمایا** حکمران وقت خواہ عادل ہو یا ظالم، مسلمان ہو یا کافر، مسلمانوں کے باہمی تنازعات یا امور شرعیہ کے فیصلے کے لیے جب وہ کسی مسلمان، لم دین کو قاضی مقرر کر دے گا تو اس قاضی کا تقرر درست ہوگا۔

در ثناء کو رافت سے محروم کرنے والے خود نہیں

جنت سے محروم نہ کر دیئے جائیں۔

**فرمایا** بعض لوگ اپنے در ثناء کو بغیر ہذر کے، اپنے ورثے سے محروم کرنے کی چالیں چلتے رہتے ہیں کہ اپنا ترکہ ہی نہیں چھوڑنا چاہیے کہ کل ان کی اولاد یا رشتہ دار ان کی وراثت سے فائدہ اٹھائیں۔ تو انھیں سوچنے چاہیے کہ جیسے وہ ورثے سے محروم کر رہے ہیں انہیں موت کے بعد اپنے حقیقی والدہ سید آدم جنت کے ورثے (جنت) سے خود محروم نہ ہو جائیں۔ حضرت رسالت پناہ ﷺ نے بدو عادی ہے کہ جو شخص اپنے ورثہ کو ترک دینے سے گریز کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت میں اسے اس کی میراث (جنت) سے محروم کر دے۔ ہاں کوئی شرعی ہذر ہو مثلاً اولاد ناقص وقاہر ہو اور یقین ہو کہ میراث کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال ہوگا وغیرہ وغیرہ تو پھر اس صورت میں ورثہ کو محروم رکھنا مستحب ہے۔

### گھریلو استعمال کی اشیاء اور ان کی ملکیت کا حکم

**فرمایا**

شوہر جو اشیاء گھریلو استعمال کے لیے خرید کر گھر لاتا ہے اور بیوی کے حوالے کر دیتا ہے مثلاً پنکھا، کرسیاں، صوفہ، میز، برتن وغیرہ تو جب تک صراحتاً یا قرآن سے یہ بات واضح نہ ہو جائے کہ اس نے یہ سامان اپنی بیوی کی ملکیت میں دے دیا ہے، اس وقت تک اس سامان کا مالک شوہر ہی سمجھا جائے گا اور اس کے مرنے کی صورت میں یہ اشیاء اس کی وراثت میں شریک جائیں گی۔ یہ سمجھا جائے گا کہ یہ تمام اشیاء اس مرد نے اپنی بیوی اور بچوں کو محض استعمال کے لیے دی تھیں، مالک نہیں بنایا تھا۔ شوہر کی خریدی ہوئی چیز سے عورتیں فائدہ اٹھاتی ہیں اور شوہر اپنی بیوی اور اولاد کے ان اشیاء کے استعمال کرنے پر خوشی کا اظہار بھی کر دیتا ہے تو بھی یہ ان کے مالک ہونے کی دلیل نہیں۔ ملکیت کے لیے صراحت یا ولایت یا قرآن چاہئیں۔

### اولاد کو وراثت سے محروم کرنا

**فرمایا**

یہ جو لوگ اخبارات میں اشتہارات دیتے پھرتے ہیں کہ ہم نے اپنی اولاد کو وراثت سے حاق کر دیا، یہ اعانات محض بے کار ہیں۔ کوئی شخص وصیت بھی کر جائے کہ میرا سارا مال فلاں کو دے دیا جائے یا فلاں کو محروم کر دیا جائے تو اس کی وصیت کا کوئی اعتبار نہیں۔ میراث دینے والے خود اللہ تعالیٰ ہیں، نہ تو کوئی شخص کسی کا یہ حق ساقط کر سکتا ہے اور نہ ہی کوئی شخص خود اپنا یہ حق ساقط کر سکتا ہے۔ وارث اگر کہہ بھی دے،

جیسے کہ نہ رے معاشرے میں خواتین یہ کہہ دیا کرتی ہیں — میں نے اپنا حصہ وراثت چھوڑ دیا — تو بھی کہنے والے کا حق ساقط نہ ہوگا، جہاں خواتین کو وارث بنایا جائے گا۔ وراثت سے محروم کرنے یا خود ہو جانے کی کوئی صورت نہیں۔ صرف دو صورتوں میں حق وراثت کسی مسلمان سے ساقط ہوگا ایک تو یہ کہ مثلاً کوئی خاتون اپنا حق وراثت قبضے میں لے کر کسی کو دے دے تو اب جس کو یہ دیا جا رہا ہے اس کے لیے یہ بد یہ ہو جائے گا، وراثت نہ رہے گی اور دوسرے یہ کہ کوئی شخص حالت صحت میں اپنا مال خود ختم کر دے تو اب موت کے بعد اس کا کوئی ترکہ نہ ہوگا تو جب ترکہ ہی نہ رہا تو وراثت کا ہے میں تقسیم ہو؟ ارہ او فیہ کی صورتیں اس مسئلے سے الگ ہیں۔

منصوص مسائل اور لوگوں کا تعامل

فرمایا (منصوص مسائل کے بالمقابل لوگوں کا تعامل معتبر نہیں ہوتا۔)

فتہاء نے جن اقوال کو مرجوح قرار دیا ہے  
ان کے مطابق فتویٰ دینا جائز نہیں

فرمایا (فتہاء اذہاف اللہ نے اپنی کتب فتاویٰ میں جن اقوال کو مرجوح قرار دیا ہے، ان کے مطابق فتویٰ دینا جائز نہیں۔ مرجوح اقوال پر فتویٰ منصب ائمہ کے خلاف بھی ہے۔ جہالت بھی ہے اور ابلاغ کو باطل قرار دینا بھی ہے۔)

سود کے متعلق احکامات۔

فرمایا

سود کے حرام مال کا اگر کوئی شخص مالک بن جائے تو وہ منگب حیثیت ہے۔ اس لینے والے پر فرض ہے کہ یہ ناپاک مال جن افراد سے لیا ہے انھیں واپس کرے اگر وہ لوگ زندہ نہ ہوں تو ان کے ورثاء کو ذمہ لے کر واپس کرے وہ بھی نہ ملیں تو بغیر نیت ثواب اس مال کو صدقہ کر دے۔ اور اگر وراثت میں سودی مال ایسا ملے کہ اصل مالکان کا بھی معلوم نہیں اور اس سودی مال کے ساتھ کچھ حال مال کی بھی آمیزش ہے تو اب قنوتی تو یہ ہے کہ کل مال صدقہ کر دے، یہ بہتر ہے اور اگر صدقہ نہ کرے اور اس قلعو مال کو اپنی ضروریات میں استعمال کرے تو جائز ہے۔ مال کا حرام ہونا، پشت بہ پشت چمکا رہتا ہے لیکن وراثت میں یہ صورت نہیں ہوتی۔ حرام کی وراثت اگر اصل مالکان یا ان کے ورثہ و معلوم ہیں تو انھیں لوٹائی جائے۔ مگر نہ یہ مال اصل مالکان کی طرف سے نیت کر کے صدقہ کر دیا جائے اور اگر حرام و حلال قلعو ہو تو یہ مال مشتبہ بھی ہے اور پھر اگر اصل مالکان کا بھی علم نہیں تو اب وارث کے لیے جائز ہے لیکن اس سے بھی بچے تو قنوتی اور رضائے الہی کا سبب ہے۔

امام ابو بکر خلیفہ کا قنوتی اور باقی آنحضرت کی رائے۔

فرمایا

اکابرین امت کا احترام چاہیے جو دنیا کا نظام قائم رکھنے اور آخرت میں نفع بخش ہے لیکن پرستش نہیں کرنی چاہیے۔ یہود و نصاریٰ اسی سبب سے اپنے دین میں

تحریف کے مرتکب ہوئے کہ ان کے پاس جس کسی نے کوئی مسکے طے کر دیا اب دلائل سے اس کے خلاف ثابت بھی ہو جائے تو بھی نہیں ماننا، اپنے علم و مشائخ کو شرع کا درجہ دے دیا۔ یہ ”شرک فی امر سالتہ“ تھا جو آہستہ آہستہ بڑھتا چلا گیا اور شرک باللہ کا سبب بنا۔ ایسے ہی اکابرین امت کا احترام نہ کرنا، ان کی مساعی کی قدر نہ کرنا، ان کے مقام سے ناواقفیت اور ان کی توہین تو نہایت خطرناک ہے۔ یہ صحیح حرکت تو کبھی کبھی سلب ایمان کا موجب بن جاتی ہے۔ ہمارے دور کے بعض اہل حدیث نوجوان اور وہابی تو خاص طور پر اس مصیبت میں مبتلا ہیں اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے اور انھیں سلامتی کی راہ نصیب فرمائے۔

اپنے اکابر سے علمی اختلاف ہمیشہ امت میں رہا ہے۔ چاہیے کہ اختلاف اور احترام کو جمع کیا جائے۔ دیکھیے علامہ محمد بن عمرو بن مسیر الشیبانی المعروف امام ابو بکر خضاف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کس قدر بلند پایہ شخصیت ہیں۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صرف دو واسطوں سے شامرو ہیں، فتویٰ یہ دیتے ہیں کہ نکاح میں لڑکی کا وکیل لڑکی کی غیر موجودگی میں، اس کا نام لیے بغیر نکاح کر دے تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔ حضرت شمس الدین نسیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس فتوے کا بہت احترام کیا ہے اور فرمایا کہ حضرت ابو بکر خضاف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بلند پایہ ہستی تھے ان کے فتوے کو مانا جائے لیکن اس کے باوجود علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس فتوے پر اپنی رائے تحریر فرمائی کہ حضرت خضاف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اگرچہ امام کبیر تھے لیکن فقہ حنفی میں فتویٰ اس کے برعکس ہے۔ ایک دوسری مثال دیکھیے ایک شخص نے کسی سے دس لاکھ روپے قرض لیے۔ اب واپس نہیں کرتا۔ تو جس شخص نے قرض دیا ہے کیا اس

کے لیے یہ درست ہوگا کہ وہ اپنے قرض کے عوض اس شخص کی کسی ایسی گاڑی پر قبضہ کر لے، جس کی مالیت بھی اس کا کہ ہے۔ منفی فقہاء کا یہ کہ اسے چار نہیں کہتے تھے کہ شے کی جنس بدل گئی۔ قرض تو اس کا کہ کے قوت دینے تھے اور واپس گاڑی لی جا رہی ہے جو کہ قوت نہیں ہیں۔ لیکن علامہ مقدسی رحمہ اللہ نے اس فتوے سے اختلاف کیا اور لکھا کہ میرے والد کے ۵۵۵ جمال اشتر نے یہ فتویٰ دیا کہ خلاف جنس قرض وصول کرنے کا فتویٰ اگر کے دور میں اس چہ سے تھا کہ لوگ قرض کی ادائیگی میں شریعت کا خیال رکھتے تھے اور اب لوگ قرض لے کر بے فکر ہو جاتے ہیں مسلسل اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں یعنی رقم ہونے کے باوجود قرض ادائیگی کرتے اس لیے اب فتویٰ یہ ہوگا کہ خلاف جنس سے قرض واپس لے لینا درست ہے۔ اس طرح کی سیکڑوں مثالیں مل جائیں گی کہ اگر بے اسافر کے قول کو قبول کیا اور اسافر نے اگر بے کے اقوال سے بہت کر فتویٰ دیا تو یہ علمی اختلافات ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ اس میں نہ تو کسی کی توجہ ہے اور نہ عدم احترام۔ اگر کوئی شخص اسے عدم احترام سمجھتا ہے تو اسے چاہیے کہ اپنی طبیعت میں اعتدال پیدا کرے۔

امام ابو بکر خضاف رحمہ اللہ کا فقہی مقام و خدمات۔

قرابا! حضرت امام ابو بکر خضاف الشیبانی رحمہ اللہ کے والد ماجد عمرو بن مسیر الشیبانی رحمہ اللہ، حضرت حسن بن زیاد نووی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے اور وہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے، سواں طرح امام ابو بکر خضاف رحمہ اللہ بد واسطہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد



تھے۔ حدیث میں ابو داؤد الطیالسی، مسدد بن سرحد، علی بن مدینی، ابویہجم، فضل بن دکین، امام واقدی، سفیان بن عیینہ، کندی، وکیع بن الجراح، ابن ابی الزنادی جیسے محدثین اور فقہائے کرام جیسے شاکر دہلوی تھے۔ بہت کتابیں تحریر فرمائیں۔ کتاب الوصایا، کتاب الشروط الخیر، کتاب الرضاع، کتاب الطلقات علی الاقارب، کتاب ذرائع النکوح، کتاب احکام الوفاق، کتاب المسجد والقرآن سے علاوہ بھی بہت کتابیں ہیں لیکن انہوں نے اب اکثر کتابیں نہیں لکھیں۔ غلیظہ وقت المسعودی ہالہ العباسی کو ان کے فتوے پر بہت اعتماد تھا اور انہیں اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتا تھا لیکن جب وہ قتل ہوا تو شہید کرنے والوں نے اسے جان سے اور انہیں کتابوں سے محروم کر دیا۔ ان کی کتابوں کی کثرت اور کچھ مسودات وہ ساتھ لے گئے، انہوں نے اس غلیظہ وقت کے لیے ایک کتاب ”کتاب الخراج“ بھی لکھی تھی۔ متقی اسے تھے کہ ہمیشہ اپنے ہاتھ سے محنت مزدوری کر کے اپنا رزق کماتے رہے۔ محنت کیا تھی؟ پھر سے جوتے بنانا، پیٹنے سے آئی کامرچہ چھین نہیں ہوتا، ذات اور پیشہ دیکھیے اور علمی مرتبت اور جلالت شان دیکھیے۔ احناف کے آثار میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی کتاب الطلقات کی شروع امام ابو بکر بصرامی رازی، امام حوافی، امام سرخسی، امام اسماعیلی اور حضرت صدر الشہید جیسے جیسی ہستیوں نے تحریر فرمائی ہیں لیکن انہوں نے اب ان میں سے اکثر شروع نایاب ہیں۔



## تقید کیا ہے؟

**فرمایا** ہر بھڑے میں، فیصلے کی غرض سے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت رسالت مآب ﷺ کی طرف رجوع کیا جائے گا مگر ہر شخص کو بلا واسطہ رجوع کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ یہ ضروری ہے کہ رجوع کرے لیکن جو کچھ ہم اس کو سمجھنے کے لیے واسطہ ضروری ہوتا ہے اور اسی واسطے کی اتباع و تقید کہا جاتی ہے۔

## قربانی کی کمال کے احکامات

**فرمایا** قربانی کی کمال شوہر اور بیوی ایک دوسرے کو بد یہ کر سکتے ہیں اور جو بد یہ قبول کرے اگر اس بد یہ کو بچ دے تو اس کی قیمت استیصال کرنا درست ہے۔ مثلاً شوہر نے قربانی کی اور اپنے جانور کی کمال بیوی کو بد یہ کر دی، بیوی نے یہ کمال فروخت کر کے دام کھرے کیے تو اب یہ رقم اس بیوی کو خرچ کرنا درست ہے۔ ایسے ہی قربانی کی کمال سادات کرام کو دینا بھی جائز ہے۔

## نکاح ایک پلندہ عہد

**فرمایا** نکاح اور طلاق کو لوگوں نے کیل سمجھ رکھا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نکاح کو ”پیشانیِ خلیفہ“ (نہایت پلندہ عہد) فرماتا ہے۔ یہ اتنا مضبوط عہد ہے کہ شوہر کو اگر کوڑھ یا بے مصلحتی ہو جائے تو بھی عورت طلاق کا مطالبہ نہیں کر سکتی اور شوہر بیوی سے کسی بھٹس

کی جہت صحبت نہ کر سکے مثلاً بیوی کے ستر کا مقام جڑ گیا اور مرد و عورت نہیں کر سکتا یا بیوی کے اس مقام پر ہڈی ابھرتی اور شوہر اپنی ضرورت پوری نہیں کر سکتا تو پھر بھی بیوی کا کوئی قصور نہیں وہ ان وجود کی بنا پر اسے حلال دینا تو درکار اس کا نان و نفقہ بھی بند نہیں کر سکتا۔

جو شخص حرام مال چھوڑ کر مر جائے تو.....!

**فرمایا** جو شخص حرام مال چھوڑ کر مر جائے تو اس کے ورثہ کو چاہیے کہ اس کل مال کو صدقہ کر دیں یہ تکذب انھیں تو معلوم نہیں کہ یہ مال کس کس شخص سے وصول کیا گیا ہے اور اس مال کا اصل مالک کون ہے۔ فقہاء کرام رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ تمام مال اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچ کر امانت رہے گا اور قیامت میں تفصیلی حساب کے وقت اللہ تعالیٰ یہ مال اصل مالکوں کو اس ظالم شخص کی طرف سے پہنچا دے گا۔ قادیانی کشمیری میں حشر قسائل کے ضمن میں جہاں غصب کے مسائل تحریر کیے گئے ہیں وہاں یہ مسئلہ حل جائے گا۔

دعوت الیہ اور اس کا قبول کرتا۔

**فرمایا** اگر کوئی دوست الیہ کی دعوت دے اور اس اقرب میں کوئی شریعت کے خلاف کام نہ ہو تو ایسی دعوت کو قبول کرنا بعض فقہاء کرام کے نزدیک تو واجب ہے کہ اسے قبول نہ کرنے پر گنہگار ہو گا چنانچہ قادیانی تارخانہ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

علامہ یعنی رحمہ اللہ نے اسے واجب کے قریب لکھا ہے اور فتویٰ اس بات پر ہے کہ اس دعوت میں جانا، بشرطیکہ کوئی غیر شرعی کام نہ ہو رہا ہو، تو سنت مؤکدہ ہے اور کھانا کھالے تو بہت اچھا ہے کہ دوستوں کو دلی خوشی ہوگی اور اگر کسی وجہ سے نہ کھائے تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔

جانور کو ذبح کرتے وقت بکیر کا حکم

**فرمایا** جانور کو ذبح کرنے کے لیے جب قصاب چھری چلائے اور کوئی انسان قربانی کے ارادے سے اس قصاب کی چھری پر ہاتھ رکھ کر اس چھری کو چلانے لگے تو اس کے لیے بھی یہ ضروری ہوگا کہ وہ بکیر پڑھے۔ دونوں پر بکیر ذبح واجب ہے۔ اگر ایک نے بھی یہ سوچا کہ دوسرا تو بکیر پڑھ رہا ہے مجھے کیا ضرورت ہے اور بکیر نہ پڑھی تو جانور حرام ہو جائے گا۔

حربی کا فراور صدقہ

**فرمایا** حربی کا فرق مسلمان صدقہ نہیں دے سکتا۔ احناف نے لکھا ہے کہ اگرچہ وہ مسلمان بھی ہو تو بھی اسے تمام صدقات دینا ناجائز ہے۔ اس کے ساتھ صلہ رحمی بھی نہیں کی جائے گی اور نہ ہی اس پر احسان کیا جائے گا۔



### بد نظری کی نیت اور فقہاء کرام

فرمایا

یہ جو فرمایا گیا ہے کہ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے تو اس کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ کسی شخص نے نکاح اٹھائی اور دو رفاصلے پر اسے ایک عورت نظر آئی، اب یہ اسے دیکھنے کی نیت سے بار بار نکادھا کرتا ہے۔ اس غیر محرم کو دیکھنا چاہتا ہے، لیکن جب بہت قریب آیا تو معلوم ہوا کہ یہ تو نظر کا دھوکہ تھا، کوئی عورت نہیں بلکہ یہ تو ایک درخت ہے۔ اس فعل پر گناہ ہوگا کیونکہ نیت تو غیر محرم کو دیکھنے کی تھی چنانچہ فقہاء کرام اسے نے اس کی تصریح کی ہے۔

### سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حج روم کی شرط

فرمایا

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے روم کی فتح کے بارے میں جو شرط لگائی تھی، جب کفار مکہ وہ شرط ہار گئے تو آپ نے حضرت رسالت مآب ﷺ کی اجازت سے شرط میں شہداء اونٹ کفار مکہ سے لے لیے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ کفار مکہ حربی کافر تھے۔ اور حربی کافر کا مال معصوم نہیں ہوا کرتا، اگر ان کا مال معصوم ہوتا تو پھر یہ معاملہ جواز ہوتا۔ اور جوئے کا مال سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اجازت حضرت رسالت مآب ﷺ سے لے لیں، یہ کیسے ممکن ہے؟



### فتاویٰ قاضی خان کا ایک اہم مسئلہ

(فرمایا)

حضرت الامام قاضی خان رحمہ اللہ کے کیا کہنے، حقیقتاً فقیر بنفس تھے۔ ان کے فتاویٰ میں ایک مسئلہ لکھا ہے جس پر احناف بکسر الخفاء سوادھب کے مخالفین بہت جھوٹے ہیں اور کہتے ہیں کہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کہ جس شخص کی تکسیر بھوت پڑے اور خون بند نہ ہو اور وہ اپنی پیشانی پر اسی خون سے قرآن کریم کی کوئی آیت لکھے تو کیسا ہے؟ حضرت ابو بکر اکاف رحمہ اللہ نے فرمایا جائز ہے پھر ان سے عرض کیا گیا کہ اگر پیشاب سے کوئی آیت لکھے تو جائز ہے؟ فرمایا اگر اس میں شہہ معلوم ہو تو یہ بھی جائز ہے۔ عرض کیا گیا کہ اگر مردار جانور کی کھال پر قرآن لکھے تو؟ فرمایا یہ بھی جائز ہے۔ اب اس مسئلے کو جان کرتے ہیں اور احناف ایسے کو مطلقاً کہتے ہیں۔ جب کوئی سنتا ہے تو قرآن کریم کی نسبت سے یہ سب کچھ سن کر واقعی اس کے ہوش اڑ جاتے ہیں۔ لیکن اس مسئلے کی حقیقت یہ ہے کہ فقہائے احناف ایسے اس فتوے کے ساتھ پہلی شرط یہ لگاتے ہیں کہ تکسیر کا خون اس قدر بہہ رہا ہو کہ تھمتی نہ ہو حتیٰ کہ زندگی خطرے میں پڑ جائے۔ اب انسان غور کرے کہ ایسی حالت میں تو اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں سور کے گوشت کو کھانے کی اجازت دیتے ہیں، یہ فتویٰ تو کم درجہ کا ہے کہ سور کا گوشت تو جزا بدن بنے گا۔ اب احناف رحمہ اللہ کے اس فتوے کو غلط استعمال کرنا ایسی ہی ہے جیسے کوئی عیسائی کل کو یہ کہے کہ مسلمانوں کی مذہبی کتاب قرآن میں سور کا کھانا جائز لکھا ہے۔ واغیا! باندہ۔ حضرت قاضی خان رحمہ اللہ نے دوسری شرط یہ تحریر

فرما دی کہ یہ عمل اس وقت جائز ہوگا جب چہرے یقین سے یہ معلوم ہو جائے کہ اس طرح کرنے سے خون رک جائے اور انسانی زندگی بچ جائے گی۔ خود ہی انصاف کرنا چاہیے کہ اگر یقین سے یہ بات معلوم نہ ہو تو پھر جائز نہیں ہوگا۔ اور اگر یقین سے معلوم نہ ہو اور پھر انسانی جان کا نسیان ہو جائے کچھ پروا نہیں کرنی چاہیے، کون عقلمند یہ مشورہ دے گا اس لیے اس شرط کے بعد ہی بات بنے گی۔ قیصری شرط یہ ہے کہ اس عمل کے علاوہ کوئی دوا کارگرنہ ہو سکے تو یہ عمل جائز ہے۔ اب تو سائنس کی ترقی سے ایسی ایسی ادویہ بازار میں میسر ہیں کہ ان اعمال کی نوبت ہی نہیں آتی۔ اس لیے یہ عمل زمانہ قدیم میں بحالت اضطرار شاہد ہوتا ہوگا تو اس زمانے کے اعتبار سے یہ فتویٰ ہوگا اور یہ کون حجت کر سکتا ہے کہ اس فتوے پر کبھی عمل بھی ہوا ہے۔ بسا اوقات لوگ محض فرضی سوالات دریافت کرتے ہیں۔ اور یہ فعل واقع نہیں ہوتا۔ حضرت قاضی خان رحمہ اللہ کی ان تین شرائط کے بعد احناف رحمہ اللہ کے پاس چوتھی شرط یہ ہے کہ مریض کے لیے کوئی متبادل دوا تو ہو لیکن فوری طور پر مل نہ رہی ہو تو پھر یہ عمل جائز ہے۔ گویا کہ مریض کی جان بچانے کے لیے یہ عمل کیا جاسکتا ہے۔ اب فوراً کرنا چاہیے کہ جو عمل ان چار شرائط کے ساتھ مقید ہو

① مریض کے مرنے کا اندیشہ

② عمل سے یقینی طور پر زندگی کا بچاؤ

③ عمل کے علاوہ کوئی دوا نہ ہو

④ دوا ہو لیکن دستیاب نہ ہو تو پھر یہ عمل کیا جاسکتا ہے۔

اب کہاں یہ پھر شرکاء اور کہاں یہ کہنا کہ احناف کے نزدیک ناپاک خون اور پیشاب سے قرآن نکلتا جائز ہے۔ جب خوف خدا نہ ہو تو پھر تہمت گھڑنے میں کیا دیر لگتی ہے۔ اس طرح تو قرآن کریم سے یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ کفر کا کلمہ کہنا، توہین رسالت کا ارتکاب اور غیبا کی توہین بھی قبول نہ ہونا سبھی باتیں قرآن میں لکھی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ احناف کتاب و سنت کا اتنا احترام اور ادب کرتے ہیں کہ باید و شاید۔ ہمارے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے تو اپنے اجتہاد اور مسلک کی بنیاد ہی اس بات پر رکھی ہے کہ ہمارے ہاں حدیث شریف اگرچہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو، قیاس اور رائے سے بہتر ہے۔ اس اصول پر حنفی فقہاء کا اجماع ہے اور ہمارے اس اصول کو ہر مکتبہ فکر کے فقہائے کرام نے نقل بھی کیا ہے کہ احناف کے ہاں یہ اصول مسلم ہے۔ "اعدام الموقوفین" میں حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس اجماع کو نقل کیا ہے۔ کنوئیں کی پاکی اور ناپاکی کے متعلق جو بھی مسائل ہیں، ان میں ہم نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار پر عمل کیا ہے اور قیاس کو بالکل ترک کر دیا ہے۔ امام چندیہ رحمۃ اللہ علیہ پر حائے اور اس کے پیچھے مقتدی کھڑے ہو کر نماز پڑھیں، یہاں قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ مقتدیوں کی نماز فاسد ہو کیونکہ مقتدی کی حالت قیام کی ہے اور امام کی حالت بیٹھنے کی ہے تو مقتدی کی حالت امام سے بہتر ہے اور اگرچہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ یہ ہے، لیکن ہم نے قیاس کو صحیح حدیث ہی کی بنیاد پر تو ترک کیا ہے کہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض و وفات میں نماز میں چند کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی امامت کی حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حالت قیام کی تھی اس لیے احناف کے خلاف یہ دھندلہ دراپیشنا کہ ان کی فقہ



خلاف حدیث ہے، ایسا اِکرام ہے جس کی باز پرس قیامت میں ہوگی، بیٹھ جھومت اور تہمت لگانے سے بچنا چاہیے۔ مقلدین میں سے جو محمد شہن کرام اور غیر مقلدین میں سے جو ان کرام نکات کی بے ادبی کے مرتکب ہوتے ہیں، انکی کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور اپنی روش تبدیل کریں وگرنہ بے ادبی دنیا و آخرت دونوں پر پادکرتی ہے۔

ازدواجی تعلقات قائم کرنے میں تین مقاصد

فرمایا

اہلہ کے ساتھ تعلق قائم کرنے میں تین مقاصد یا نیتیں ہونی چاہیں

① اللہ تعالیٰ صانع اولاد و عطا فرمائیں۔ امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہما تو شادیاں اسی غرض سے کرتے رہے کہ اولاد و صالحہ میں اضافہ ہو۔

② بیوی کے حقوق کی ادائیگی کے لیے کہ حقوق العباد میں بیوی کا ایک اہم حق یہ بھی ہے

③ اپنے اطمینان نفس کے لیے کہ ذہن پر سکون ہو اور اپنے دینی اور دنیوی کام اطمینان سے پایہ تکمیل تک پہنچا سکے۔

مشتبہ مال اور اس کا مصرف

فرمایا

کسی شخص کے پاس کوئی ایسا مشتبہ مال ہو جسے اس نے خیرات کرنا ہے تو یہ ضروری تو نہیں کہ وہ اس مال کو کسی غیر پر خیرات کرے یا مسجد کے بیت الخلاء و نحو اسے اگر اس مال کو وہ اپنے بھائی کو دے دے والد کو دے دے یا خاندان میں کسی کو دے دے تو اس کی ذمہ داری ادا ہو جائے گی۔

حضرت رسالت مآب ﷺ کے لیے دعائے مغفرت۔

فرمایا

حضرت رسالت مآب ﷺ صغیر و کبیر تمام گناہوں سے معصوم تھے اس لیے کوئی امتی ان کے لیے دعائے مغفرت مانگے، یہ جائز کیا، گناہ کی بات ہے۔ کیونکہ یہ وہم پیدا ہوگا کہ ان سے کوئی کوتاہی ہوگئی تھی جو امتی ان کے لیے دعائے مغفرت مانگ رہا ہے۔

خطبہ جمعہ کے احکام۔

فرمایا

خطبہ جمعہ جب شروع ہو جائے تو پھر اس کے سننے کا حکم نمازی کی طرح کا ہو جاتا ہے یعنی جیسے نماز میں کھانا چٹا، بات چیت کرنا، ادھر ادھر دیکھنا، گھڑی دیکھنا، پیدل چلنا، کوئی فضول حرکت کرنا وغیرہ سبھی کام منع ہیں ایسے ہی یہ کام اگر کوئی خطبہ کے دوران کرے تو گنہگار ہوگا۔

وقف کو دو بار وقف کرنا۔

فرمایا

وقف کو دو بار وقف نہیں کیا جاسکتا۔ مثلاً ایک مقام پر قبرستان تھا اور اس کی زمین وقف تھی اب اگر کوئی یہ چاہے کہ ان تمام قبروں کو مٹا کر دو بار وہ اس زمین کو مسجد کے لیے وقف کر دے تو حرام ہے دو بار وقف ہو نہیں سکتی کیونکہ اب اس پر قبرستان بن چکا۔

فاسق اور عدالت میں گواہی

**فرمایا** جس شخص کو شریعت کا ضروری علم بھی حاصل نہ ہو مثلاً اسے یہ نہ پتہ ہو کہ غسل یا وضو کب فرض ہوتا ہے یا نماز کے فرائض کیا ہیں یا نماز کن کاموں سے ٹوٹ جاتی ہے یا نماز پابندی کو جان بوجہ ترک کر دیتا ہے یا اپنی اولاد کو گالیاں دیتا ہے، مجھے وغیرہ میں لوگوں کو گالیاں دیتا پھرتا ہے یا اسے معلوم ہی نہیں کہ ضروریات دین کیا ہیں تو ایسا شخص خود ہی فاسق ہو جائے گا اور عدالت میں اس کی گواہی قابل قبول نہ ہوگی۔

زکوٰۃ کا وکیل اگر خود مستحق ہو تو.....!

**فرمایا** کسی شخص نے اپنی زکوٰۃ کا وکیل کسی دوسرے شخص کو بنایا اور اسے اجازت دی کہ وہ زکوٰۃ کی رقم جس مستحق کو چاہے، دے دے تو اگر یہ وکیل خود مستحق ہے یا اس کی اولاد، بیوی وغیرہ مستحق ہیں تو یہ زکوٰۃ کی رقم یہ خود بھی رکھ سکتا ہے اور اپنی بیوی اور بچوں کو بھی دے سکتا ہے کیونکہ زکوٰۃ دینے والے (مالک مال) نے اسے مطلقاً اجازت دے دی ہے۔

چاہے وہ کسی تقسیم اور مالک اولاد

**فرمایا** جس شخص کے ورثاء مالدار ہوں یا اسے معلوم ہو کہ اگر میں اپنے مال میں سے ۳۰ اے کو اٹھ لیتی کی راہ میں خرچ کروں اور اس کے بعد بھی جو میرا مال یا چاہیے وہ

بچے کی، میرے درمیان میں سے ہر ایک کا حصہ اسے مالدار کر دے گا تو اس شخص کے لیے بہتر یہ ہے کہ اپنے مال میں سے ۱/۳ حصہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے دے اور اگر اسے معلوم ہو کہ جو مال اور جائیداد میں چھوڑ کر دنیا سے جاؤں گا اس کے حصے جب تقسیم ہوں گے تو میرے تمام درمیان مالدار نہ بن سکیں گے تو پھر ایسے شخص کے لیے ثواب کی بات یہ ہے کہ وہ اپنے مال میں سے ۱/۳ حصہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی ہمت نہ کرے کیونکہ وہ ۱/۳ حصہ اللہ تعالیٰ کی جس راہ میں بھی خرچ کرے گا مثلاً مسجد کی تعمیر، مدرسے کی مدد، بیادوں کی ادویہ، یتیم خانہ وغیرہ ان تمام مصارف سے بہتر یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کا خیال کرے اور انھیں کھاتا پیتا چھوڑ کر چائے اور اگر اولاد نالائق ہو اور معلوم ہو کہ یہ میرے چھوڑے ہوئے مال یا جائیداد کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ذریعہ بنادیں گے تو ایسی نالائق اولاد کو وراثت سے محروم کر دینا بہتر ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی زمین اس کی نافرمانیوں سے پاک رہے۔

قرآن کریم کی تلاوت اور فرض نماز کی ہمت۔

**(فرمان)** اگر کوئی شخص تلاوت قرآن کریم میں اتنا مصروف ہو گیا کہ فرض نماز کی جماعت جاتی رہی تو ایسی تلاوت کرنا گناہ ہوگی۔ اگر کوئی شخص اتنی تلاوت کرے کہ کمزور پڑ جائے اور رمضان شریف کا فرض روزہ نہ رکھ سکے تو ایسی تلاوت کرنا بڑا ہی نہیں گناہ کی بات ہے۔ کسی شخص نے فرض روزہ رکھ اور پھر اتنی کمزوری ہو گئی کہ فرض نماز نہ کرے ہو کر انہیں کر سکتا تو اسے فرض روزہ چھوڑ دینا چاہنا نہیں روزہ رکھے اور فرض نماز پڑھ کر دوا کرے۔

بغیر عذر کے زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر

**فرمایا** مال اور سونے چاندی وغیرہ پر جو فی سال پورا ہوا یا جو فی زکوٰۃ کی ادائیگی کا دن آئے، اسی دن زکوٰۃ فوراً ادا کرنا ضروری ہے، بغیر کسی عذر کے زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ حضرت امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایسے شخص کی گواہی قبول نہیں کی جاسکتی ہے اسے روک دینا چاہیے۔

نماز کا ایک اہم مسئلہ

**فرمایا** کسی شخص نے کوئی فرض نماز پڑھنی شروع کی پھر اسے خیال آیا کہ یہ نماز تو میں پڑھ چکا ہوں اور اس نے نماز توڑ دی، تو درست کیا اب اس کے ذمے کوئی قضا نہیں لیکن کسی شخص نے نفل نماز شروع کی اور پھر اسے توڑ دیا تو اس کے ذمے ان نفلوں کو ادا پڑھنا یعنی انکی قضا کو ادا کرنا یعنی دو نفل پڑھنا واجب ہے۔

مفتی کو جب دو صحیح قول مل جائیں تو.....!

**فرمایا** مفتی کو جب فتویٰ دینے کے لیے دو صحیح قول مل جائیں اور کسی ایک قول کو ترجیح دینے کی کوئی وجہ کچھ میں نہ آ رہی ہو تو پھر کسی بھی ایک قول پر اکتفا و قضا جائز ہوتی ہے۔

چند مسافروں کا اپنے طور پر نماز جمعہ ادا کرنا۔

**فرمایا** چند مسافر مل جائیں اور بروز جمعہ اپنا جمعہ قائم کرنا چاہیں تو جمعہ تو رکنا نماز ظہر بھی پابتاعت نہیں پڑا۔ سکتے شہر کے جمعہ میں شرکت کریں۔ شہر کی نماز جمعہ سے پہلے اور نماز جمعہ کے بعد بھی مسافر، قیدی اور معذور افراد اپنی نماز ظہر علیحدہ علیحدہ پڑھیں۔ جماعت کرنا جائز نہیں۔

محمد شین اور فقہاء کا کسی حدیث کو موضوع قرار دینے میں معیار۔

**فرمایا** کسی بھی حدیث پر کوئی حکم لگانے کے معاملے میں محمد شین اور فقہاء کرام ہستہ کے طریقہ کار میں فرق ہے۔ محمد شین جب کسی حدیث کو "ضعیف"، "منکر"، یا "غریب" کہتے ہیں تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو حدیث اس وقت پیش نظر ہے اس کی سند یا متن میں ضعف یا نکارت ہے یہ ضروری نہیں ہو کرتا کہ اسی حدیث کے باقی طرق بھی ضعیف یا منکر ہوں۔ لیکن یہ کہ وہ حدیث کسی اور سند یا متن کے اعتبار سے بالکل صحیح ہو لیکن فقہائے کرام ہستہ کا طریقہ مختلف ہے کہ وہ جب کسی حدیث کو موضوع کہتے ہیں تو اس حدیث کے متن پر موضوع ہونے کا حکم لگا رہے ہوتے ہیں کہ اس حدیث کے جتنے بھی متن ہیں سب موضوع ہیں۔

\*\*\*

————— ﴿﴾ —————

### مذاور عیث میں فرق

**فرمایا** "نظارہ" اور "غلبہ" میں فرق ہے۔ "انغیث" کے معنی ہیں کسی شئیہ و کام کے ساتھ کھیل کود کو شامل کر دینا۔ اسی لیے وہ کھانا جو مختلف اشیاء کو باہم ملا کر پکایا گیا ہو "انغیث" کہلاتا ہے۔ کھجور، آچی اور ستو کو ملا کر جو آمیزہ یا کھانا تیار کیا جاتا ہے اسے "انغیثی" کہا جاتا ہے۔ بنییدہ کام بیٹھ کسی غرض کے تحت کیے جاتے ہیں اور کھیل کود کے کام عام طور پر بغیر کسی صحیح غرض کے غفلت سے انجام پاتے ہیں اس لیے "انغیث" اس کام کو بھی کہتے ہیں جس کا مقصد صحیح نہ ہو۔ فقہاء کرام جیسے اپنی اصطلاح میں "انغیث" اس فعل کو کہتے ہیں جس فعل کو کرنے والے کی غرض صحیح نہ ہو۔ یہ اس کی غرض شرعی نہ ہو، مثلاً ایک شخص رقم اس غرض سے جمع کرے کہ اس سے شراب پینے کا تو اس کا یہ فعل غیث ہے اسی لیے فقہاء کرام جیسے ہر عیث کام کو حرام کا مقرر دیتے ہیں۔ اور نظارہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ کام جس کا کوئی مقصد ہی نہ ہو دراصل یہ لفظ (نظارہ) بنیادی طور پر جھگڑے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ بچی چیز قیام پذیر نہیں ہوتی اور اس میں اضطراب پایا جاتا ہے۔ اسی لیے "مبار" کو "دعا تم نسیئہ" کہا جاتا ہے کہ وہ ہر وقت متحرک رہتی ہے اسے قرآن نہیں ملتا۔ "غوب نسیئہ" رومی اور بے کار کپڑے کو کہا جاتا ہے اور اسی وجہ سے وہ انسان جو ہلکا ہو جس کی رائے میں استقامت نہ ہو جو پہلو اپنے فیصلے اور سوچ تبدیل کرتا رہے اسے بھی "نسیئہ" یہ توقف کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی زندگی اس کی فکر اس کا کام اور اس کے فیصلے سب بے مقصد ہوا کرتے ہیں۔ اس وجہ

سے فقہاء کرام جیسے کے نزدیک یہ "غیبت" سے بھی بدتر ہے کہ وہ تو ایسا کام کرتا ہے کہ دنیا اور آخرت دونوں میں خسارہ اٹھاتا ہے۔ یہ قیوف آدمی یا تو عقل سیکھنے کی کوشش کرتا رہے اور یا پھر عقلمندوں کی مجلس میں بیٹھ کر ان کی گفتگو سنے اور ان کے اعمال کی طاعت کیجئے کی کوشش کرے اور یا پھر اپنے آپ کو کسی عقلمند کے حوالے کر دے اور یا پھر خاموشی سے موت کا انتظار کرے۔

کتاب و سنت کا باہمی تعلق

فرمایا ﴿اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے کہ رکوع کرو اور سجدہ کرو اس لیے نماز میں رکوع اور سجدہ کیا جاتا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ارشاد فرمایا گیا کہ رکوع کرو تو ایک رکعت میں ایک رکوع کر لیا گیا۔ حکم ربانی کی اطاعت ہوگئی۔ پھر فرمایا گیا کہ سجدہ کرو تو اگر ایک سجدہ بھی کر لیا جاتا تو آیت کریمہ پر عمل ہو جاتا پھر سجدہ سے دو کیوں اختیار کیے گئے؟ اس سوال کا کوئی جواب نہیں ہے۔ یہ جاننا پڑے گا کہ اس آیت میں اجمال ہے تفصیل نہیں ہے۔ اور اس آیت پر عمل کرنے کے لیے تفصیل ہمیں حضرت رسالت مآب ﷺ کے عمل سے ملے گی کہ آپ نے اس آیت پر عمل کرتے ہوئے نماز کی ہر آیت میں رکوع تو ایک ہی کیا لیکن سجدہ سے ہمیشہ دو کیے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تشریح کبھی حضرت رسالت مآب ﷺ کے اقوال سے ہوتی ہے اور کبھی اعمال و افعال سے۔ اس لیے جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ ہدایت کے لیے صرف قرآن کافی ہے اور سنت یا احادیث کی کوئی ضرورت نہیں تو پھر وہ اس مندرجہ بالا سوال کا



جواب دے دیں۔

ادب اور بے ادبی کا معیار۔

**فرمایا** ادب اور بے ادبی کا دار کبھی عرف پر بھی ہوتا ہے۔ حضرت رسالت مآب ﷺ کے دور میں یہودی اپنی مہارت گاوٹیں داخل ہونے سے پہلے جوتے اتار دیا کرتے تھے۔ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کی مخالفت کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہودیوں کے برعکس تم لوگ مسجد میں جوتوں سمیت آیا کرو۔ چنانچہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے جوتوں سمیت مسجد میں جانا بھی ثابت ہے۔ لیکن اب مسلمان ہر جگہ مسجد میں جوتے پہن کر جانے کو بے ادبی سمجھتے ہیں تو مسجد کی تعمیر کا اعتبار اب عرف پر آ گیا اور مفتی حضرات نے فتویٰ دیا کہ مسجد میں جوتے پہن کر داخل ہونا مکروہ ہے۔ ایسے ہی عرب اور انگریز اپنے بڑوں کو انت (7) You (7) کہہ کر جاتے ہیں اور چار سے ہاں بڑوں کے لیے ”آپ“ کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اس لیے اگر کوئی اپنے بڑوں یا ماں باپ وغیرہ کو یہاں ”تو“ کہہ کر پکارے گا تو بے ادب سمجھا جائے گا اور فی الواقع ہے بھی ”بے ادب“ کہ عرف عام کا اعتبار نہیں کرتا۔

فقہ کا یہ فرمان کہ ”یہ بات نہ کرنا بہتر ہے“ کی وضاحت۔

**فرمایا** فقہاء کرام رحمہم اللہ جن امور پر یہ تحریر فرماتے ہیں کہ ”یہ بات نہ کرنا بہتر ہے“ تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوا کہ اگر کوئی شخص وہ کام کر لے تو گناہ کا مرتکب ہوگا بلکہ

مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کام کو اگر کر بھی لے تو کوئی حرج نہیں۔ اس کی ایک واضح مثال یہ بھی ہے کہ فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد قرآن کریم کی کوئی سورت یا چند آیات کا پڑھنا واجب ہے اور آخری دو رکعتوں میں جیسے حکیم، مصر اور عشاء یا آخری ایک رکعت میں جیسے کہ مغرب، میں سورہ فاتحہ کے بعد اگر کوئی سورت یا چند آیات پڑھے تو اس پر فقہاء کرام ایسا فتویٰ دیتے ہیں کہ یہ عافِ اولیٰ ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان آخری رکعتوں میں سورت یا آیات کا پڑھنا جائز ہے۔ اگر کوئی شخص یوں کرے تو گناہ نہ ہوگا۔

اس کی ایک دوسری مثال یہ بھی ہے کہ جس شخص نے قربانی کرنی ہو اس کے لیے ذی الحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد تاخیر تراشایا جسم کے بال لینا مناسب نہیں۔ مستحب یہ ہے کہ قربانی ہو چکنے کے بعد منہ کی مائل کرے۔ لیکن اگر کوئی شخص اس پر عمل نہیں کرتا ذی الحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد قربانی سے پہلے ان ٹوٹوں میں منہ کی مائل کرتا ہے۔ تاخیر تراشنا ہے تو یہ بالکل جائز ہے کوئی گناہ نہ ہوگا۔

بدعت جب اہل بدعت کا شعار نہ رہے تو.....

فرمایا

بدعت، جب اہل بدعت کا شعار نہ رہے تو پھر اس کام کو کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ کسی کام پر بدعت کا حکم لگانے کے لیے بہت احتیاط چاہیے۔ کوئی کام اگر بنیادی طور پر کتاب و سنت سے نہیں نکلتا، تو وہ بدعت نہیں ہوتا اگرچہ اس کام کی کتاب و سنت میں کوئی دلیل بھی نہ ہو۔ قرآن کریم جو روایات میں تقسیم کیا گیا ہے تو

اس تقسیم کی کتاب وسنت میں کیا دلیل ہے؟ اور ایسے ہی ہر آیت کے بعد نمبر شمار لکھ دیا گیا ہے۔ اس لکھنے کی بھی کتاب وسنت سے کیا دلیل ہے؟ عام طور پر کھانے کی دعوت میں اصل کھانے کے بعد جو چٹھی چیز (Sweet Dish) کھائی جاتی ہے اس کا کتاب وسنت میں کیا ثبوت ہے؟ حضرت رسالت پناہ علیہ السلام کو اگرچہ ٹھنڈا پسند تھا لیکن دعوتوں میں جس اہتمام سے ٹھنڈا کھلایا جاتا ہے اس اہتمام کی اصل کیا ہے؟ خود مدارس کا پختہ اور خوب آرام دہ بنانے کا مسکد بھی ایسے ہی ہے کہ کتاب وسنت میں ایسے مدارس کا کیا جواز ہے؟ سوچیں کہیں گے کہ یہ تمام افعال کتاب وسنت کے منافی نہیں اگرچہ براہ راست ان کا ثبوت بھی نہیں۔ ایسے ہی کوئی کام درحقیقت جائز ہو اور اہل بدعت کا شعار بن جائے تو جب تک وہ ان کا شعار رہے گا اس وقت تک اس کام کو نہیں کیا جائے گا کہ اہل بدعت سے مشابہت پیدا نہ ہو اور جب وہ وقت گزر جائے اور وہ فعل اہل بدعت کا شعار نہ رہے تو پھر اس کام کو کرنے میں بھی کوئی حرج نہ ہوگا۔ مثلاً کسی زمانے میں اہل السنۃ والجماعۃ کے فقہاء کرام السنۃ دائیں ہاتھ میں انگلی پینے سے منع فرماتے تھے کہ اس زمانے میں یہ اہل بدعت کا شعار تھا۔ اب کوئی منع نہیں کرتا کہ اب دائیں ہاتھ کو انگلی کے لیے مخصوص کرنا اہل تشیع کے شعار میں سے نہیں رہا۔ فقہاء کرام السنۃ کی کتابوں میں اس اصول کی متعدد مثالیں نہیں کی۔

بدعت کو بھی تو اس وجہ سے منع کرتے ہیں کہ اس فعل میں بدعتوں سے مشابہت پیدا ہوتی ہے اگرچہ وہ فعل سنت سے ثابت ہی کیوں نہ ہو ہاں جب کوئی فعل بدعت اور واجب کے درمیان دائر ہو جائے تو اس کام کو کیا جائے گا کیونکہ واجب فعل کا کرنا

ضروری ہے، بدعت کا لحاظ نہ کیا جائے گا اور جب کوئی فعل سنت اور بدعت کے درمیان دائر ہو تو اس کام کو چھوڑ دیا جائے گا کیونکہ بدعت کا ارتکاب حرام ہے اور سنت کے اتباع سے کہیں زیادہ ضروری یہ ہے کہ بدعت سے بچا جائے کیونکہ اس کا ارتکاب حرام ہے۔ حرام سے بچنا فرض ہے۔ مثلاً کچھ سیاحیہ یا نہانا حضرت رسالت مآب ﷺ سے ثابت ہے۔ فتح مکہ زادھا اللہ شرفاً و تعظیماً کے موقع پر آپ نے یہی زیب سراقدس فرمایا تھا لیکن ہمارے دور میں یہ شیعہ اور خوارج دونوں کا یکساں شعار بن گیا ہے اس لیے اس سے منع کیا جائے گا کہ یہ سیاحیہ مردان دونوں بدعتی فرقوں کا شعار بن گیا ہے۔ اہل السنۃ والجماعۃ اس سے بچیں گے کہ یہ اگرچہ سنت سے ثابت لیکن اہل بدعت کا شعار ہے لہذا اس مشابہت سے بچنا واجب ہے۔

اور کبھی بدعت سے بچنا اس لیے بھی ضروری ہوتا ہے کہ وہ فعل سرے سے شریعت سے ثابت نہیں ہوتا۔ شیعہ جو تعزیہ برآہ کرتے ہیں اس کی اصل شریعت میں کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں۔ دور از کار تاویلات سے ثابت کیا جاتا ہے اور انفرادی جہا بات دیے جاتے ہیں وگرنہ تو یہ خود اہل تشیع کے ہاں بھی مختلف طور پر ثابت نہیں ہے۔ اس لیے جو کام دراصل شرعی ثابت ہی نہ ہو اور نہ وہ ایسا کام ہو جو امور شرعیہ میں معاون ثابت ہوتا ہو، یا امور خیر کا وسیلہ بننا ہو تو ایسا کام بدعت اور حرام کے زمرے میں آئے گا اس لیے اس سے بچنا بھی ضروری ہوگا۔

اور کبھی کوئی شخص اہل بدعت جیسا کام خود کرتا ہے تاکہ وہ اہل بدعت سے مشابہت پیدا کر سکے، اپنے آپ کو انہی میں سے ایک ہونے کا تاثر دے تو پھر مسک یہ پیدا ہو جاتا

ہے کہ آخروہ یہ تاثر نہیں دینا چاہو رہا ہے؟ اس لیے کہ انھیں دھوکہ دے تو دھوکہ تو انھیں دینے بھی چاہتے تھے، جو دائرو اسلام سے خارج ہیں۔ کیا یہ کہ اہل بدعت کو دھوکہ دیا جائے کہ وہ کم سے کم دائرو اسلام میں تو داخل ہیں۔ یا وہ یہ تاثر اس لیے پیدا کرنا چاہتا ہے کہ اہل بدعت نے ہتھیار اٹھا لیے ہیں۔ خوارج کی طرح عام مسلمانوں کے جان و مال کو ہمارے بھوکہ کر دھیت نہ حرکتیں کر رہے ہیں۔ شرعی حکومت انھیں تہ تیغ کرنے کی غرض سے مغربی کے لیے اپنی فوج کو اہل بدعت کے شعائر اختیار کرنے کا حکم دیتی ہے۔ تو ان مقاصد کے لیے اہل بدعت کے شعائر کو شرعی فرائض کو انجام دینے کی غرض سے، اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ یا کسی وقت علماء کرام کو جو صحیح معنی میں اصحاب علم و تقویٰ ہوں اور آواز رہے ہوں کہ ان اہل بدعت پر اگر کام نہ کیا گیا اور دین کی صحیح تصویر ان کے سامنے نہ رکھی گئی تو یہ اب تو بدعتی ہیں، پھر کافر ہو جائیں گے تو اس صحیح مقصد کے تحت اور کفر سے بچانے کی خاطر یہ کسی وقت اہل بدعت کے شعائر کو اپنائیں تو اس میں بھی کچھ حرج نہ ہوگا لیکن یہ راستہ بہت خطرناک ہے۔ اس راہ پر اسی کو چھٹنا چاہیے جو علماء راتین کے زمرے میں آتا ہو۔ علم میں مجاہد اور سلوک و تصوف کی کھائیوں کو عبور کر چکا ہو اور مشہور مقتدا بھی نہ ہو مگر نہ ان کو کفر سے بچاتے، بچاتے اپنے تبیین کو بدعت کے گڑھے میں پھینک دے گا۔

حاکم ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ "در فتح القدر"

فرمایا: صاحب فتح القدر علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں فقیر تھے اس کا صحیح اندازہ

اس وقت ہوتا ہے۔ جب کوئی شخص خود فتح اللہ برکات اللہ علیہ کے فقہ حنفی کے اصولوں پر فروعات کو ایسے منطبق کرتے ہیں کہ گویا انگوٹھی میں بیہرہ جڑتے ہیں۔

یہ سیواہی الاصل ہیں ان کے آباء و اجداد ترکی کے شہر سیواس کے رہنے والے تھے اور ان کے والد "سیواس" شہر کے قاضی بھی تھے اس لیے یہ سب اہل کہاے۔ اسکندر یہ (معمر) میں پیدا ہوئے پھر وہیں عمر بسری اور قاہرہ میں انتقال ہوا۔ عام طور پر "ابن کمال ابن الہمام" یا "ابن الہمام" کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔ دس سال کے بچے تھے کہ والد مرحوم ہوئے اور نانی مرحومہ نے تربیت کی قرآن کے حافظہ تھے اور ایسے ذہین تھے کہ ان کے جوابات پر ان کے اساتذہ و رشک کی انکوائسٹ ویکھتے تھے۔ علم حدیث بھی خاص طور سے پڑھا اور پھر سلوک و مجاہدہ کے مقامات طے کرنے کے بعد صاحب کرامت اہلبیاء اللہ میں شمار کیے جانے لگے حتیٰ کہ اپنے دور کے "ابرار" میں شمار کیے گئے۔ ان کے اساتذہ میں علامہ بدر الدین مینی، شیخ سراج الدین قاری الحدادیہ، ابن شحہ، ابن جصاص، غفرتی اور حافظ ابن حجر مستطانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ آسمان علم کے آفتاب و مانتاب تھے اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر مزید کرم فرمایا اور ان کے شاگرد بھی ایسے ہی دنیا کے علم کے نامی گرامی اساتذہ ہوئے۔ علامہ مناوی شافعی، علامہ ابن امیر الحاج حنفی، قاسم بن قطلوبغا، امام حنفی، امام جلال الدین السیوطی اور شیخ الاسلام زکریا بن محمد الانصاری جن کے علم کی چاپ سے اب بھی عالم اسلام گونج رہا ہے، یہ پورا گروہ اسی ہستی سے سیراب ہوا تھا۔ یہ بھی اپنے دور کے علماء کے حسن کا شکار ہوئے اور پھر زندگی کے آخری سال میں قاہرہ سے مدینہ منورہ حاضر ہو گئے۔ اب بقیہ تمام زندگی وہیں گزارنے کا ارادہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ کا ارادہ غالب

آیا اور بلاشبہ اسی کا ارادہ اصل ہے اور یہ قہر و لوٹے۔ رمضان المبارک ۸۶۰ھ میں انتقال ہوا۔ قہر و مصر کے سفر میں "قراؤ" کے مقام پر جو ایک بڑا قبرستان ہے، یہ وہیں مدفون ہیں اور بے شمار کابرین امت رحمۃ اللہ علیہ کی قبور کی زیارت ہوئی تھی۔ ابن عطاء اللہ سکندری مشہور صوفی بزرگ اور ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے حواری میں یہ مدفون ہیں اسی پر حاضری ہوئی اور دیر تک ان کی شخصیت اور خدمات کے بحر میں کھوئے رہے۔

فقہ حنفی پر اللہ تعالیٰ نے ان سے بہت کام کروایا۔ بدیع النظام کی شرح تحریر فرمائی ہے اور فتح القدیر میں اس کا حوالہ بھی دیا ہے۔ اپنے شیخ عمر بن علی قاری الہدایہ رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ بھی جمع فرمائے مگر ان کا اصل کام ہدایہ کی شرح "فتح القدیر" کا تحریر فرماتا ہے جو کہ بظاہر ہمیشہ ان کے ایصال ثواب کا ذریعہ قرار پائے گا۔ اگرچہ اس میں انہوں نے تفردات کو بھی اختیار کیا ہے لیکن مجموعی اعتبار سے یہ ایک بے مثال کتاب اور کاوش ہے۔ نماز کے کئی ایک مسائل میں ان کے اپنے فتاویٰ ہیں جو کہ امت کے مختار نہیں ہیں لیکن یہ پڑھنے سے معلوم ہوا کہ فقیر کیا مجتہد ان شان رکھتے تھے۔

کتاب اصولوۃ میں یہ بحث کی ہے کہ نماز مغرب کے فرائض سے پہلے دو نفل پڑھنا کیسا ہے؟ اور آخر پر لکھا ہے کہ قیام بحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ دو نفل مستحب نہیں ہیں لیکن کیا یہ ثابت ہو سکے گا کہ یہ دو نفل مکروہ ہیں؟ انہیں کیونکہ کراہت ثابت کرنے کے لیے نقلی احتجاج کے علاوہ کوئی مستقل دلیل درکار ہے۔ مستحب کام نہ کرنے سے کراہت تنزیہی لازم نہیں آتی۔ کراہت تنزیہیہ ہو یا تحریریہ اس کے ثبوت کے لیے ہمیشہ دلیل درکار ہوتی ہے۔ بے کوئی شک نہ اس فقہ بہت کا۔ پہلی صدی کے مفتی اور

جاء حضرت عاب اللہؒ اہم بوقت ضرورت ہی سہی اس کا کچھ نہ کچھ مطالعہ کر ہی لیا کرتے تھے اب تو وہ بھی نہ رہے۔ جاء وفتیاء وادناف اس عظیم کتاب کی طرف اعتنا فرماتے، اس کی تحقیق و تخریج ہوتی اور کم سے کم ایک نسخہ ہی ایسا تیار ہو جاتا کہ اس کا سہولت سے مطالعہ کیا جاسکتا محراب تک ایسے بھی میسر نہیں۔

امام ابن تیمیہؒ کی کتاب "السیاسة الشرعية"

فرمایا

حضرت رسالت مآب ﷺ نے ان لوگوں کو بھی مسلمان کر لیا جنہوں نے اپنے قبول اسلام میں یہ شرط لگا دی تھی کہ وہ وہ سے زیادہ نمازیں ادا نہیں کریں گے۔ اور ان لوگوں کو بھی مسلمان کر لیا جنہوں نے یہ کہا کہ وہ شراب پیتے رہیں گے۔ ان لوگوں کی شرائط تسلیم کرنے میں مصلحت یہ تھی کہ کم سے کم یہ لوگ کفر سے توبہ کر لیں گے۔ پھر ان کا اسلام، حضرات صحابہ کرامؓ کی صحبت و ملت اسلامیین سے افتخار، نماز، کفر سے انکراؤ، اسلام کے لیے غیرت و محبت اور خود حضرت رسالت پناہ ﷺ کی دعا نہیں وغیرہ وغیرہ یہ تمام عوامل مل کر انہیں ان گنہوں کے ترک اور توبہ کی طرف رغبت دلائی گئی۔ اس طرح کی باتوں کو سمجھنے اور اسلام کا مزاج پھر اس میں جو حکمت اور قانون کا احترام ہے، اس کی تفہیم کے لیے، حضرت شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کی کتاب "السیاسة الشرعية"، امام ولی اللہ محدث دہلویؒ کی کتاب "محجة اللہ الباقية"، ابن عاشورؒ کی کتاب "مقاصد الشريعة" اور امام ہدایؒ امام غزالیؒ امام شافعیؒ مولانا قاسم نانوتویؒ اور مولانا شرف علی قنویؒ کی تمام کتابوں کا بغور مطالعہ کرنا چاہیے۔



عیدین کی نماز اور زمین کا وقف ہو۔

فرمایا

حضرت رسالت پناہ ﷺ نے جن مساجد میں جمعہ یا فرض نمازیں پڑھائی ہیں وہ تمام مساجد وقف شدہ زمین پر قائم تھیں اگر وہ زمینیں وقف نہ ہو تھیں تو مسجد ہی نہیں بن سکتی تھیں البتہ جہاں نماز عید پڑھائی ہے وہ زمینیں وقف نہ تھیں بلکہ لوگوں کی نجی ملکیت تھیں اسی وجہ سے فقہائے احناف ﷺ نے تصریح کی ہے کہ نماز عیدین کے لیے زمین کا وقف ہونا نہ عیدین کی سنت ہے نہ مستحب، سنت تو صرف یہ ہے کہ صحرا یا جنگل یا شہر میں ایک کھلا میدان ہو۔

بلغاریہ کی موسیٰ صورتحال — شمس الازہر طوائفی رحمہ اللہ کا فتویٰ  
اور شیخ کبیر بھائی رحمہ اللہ کی ذہانت

فرمایا

بلغاریہ میں ایسے بھی دن آتے ہیں کہ سورج ایک طرف مغرب میں غروب ہو رہا ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ہی مشرق سے سورج کا طلوع بھی شروع ہو جاتا ہے۔ اس صورتحال میں انہیں نماز عشاء کی ادائیگی کے لیے وقت نہیں ملتا۔ علامہ مثنیٰ رحمہ اللہ نے ایک جگہ تحریر فرمایا ہے کہ ہر سال وہاں چالیس دن ایسے آتے ہیں کہ عشاء کا وقت نہیں ملتا۔ بلغاریہ کے مسلمانوں نے حضرت شمس الازہر طوائفی رحمہ اللہ سے فتویٰ طلب کیا کہ ان حالات میں نماز عشاء کا کیا کیا جائے تو انہوں نے نماز عشاء کی قضاء کا حکم تحریر فرمایا۔ یہی استدعا جب شیخ کبیر بھائی رحمہ اللہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے عشاء کی نماز فرض نہ

ہوئے کا فتویٰ دیا اور جب یہ بیان فرمائی کہ نماز کا سبب وقت ہے تو جب عشا کا وقت ہی نہیں ہوتا تو پھر نماز بھی فرض نہیں ہوتی۔

شخص الامار حلوانی رحمۃ اللہ علیہ نے جب اس فتوے کو دیکھا تو ایک آدمی کو بلا کر فرمایا کہ خوارزم ہمارا ہے اور جب حضرت بھائی رحمۃ اللہ علیہ عام لوگوں کے مجمع میں سوالات کے جوابات ارشاد فرما رہے ہوں تو تم کھڑے ہو کر صرف یہ پوچھنا کہ اگر کوئی شخص پانچ نمازوں میں سے کسی ایک نماز کا انکار کر دے تو اس کی تکفیر کی جائے گی یہ نہیں؟

اس آدمی نے اس ہدایت پر عمل کیا اور چار مع مسجد خوارزم میں پہنچ کر جب یہ سوال کیا تو حضرت بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے منفقہ اور ذہانت کی بنا پر یہ بجانب لیا کہ بلغار یہ والوں کو جو فتویٰ میں نے دیا تھا، یہ سوال اسی کے متعلق ہے۔ اس شخص کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ میں آپ سے یہ دریافت کرتا ہوں کہ فرض کر دو کسی شخص کے دونوں ہاتھ کہنوں سے یا دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت کٹ گئے تو اس کے لیے وضو کے کتنے فرض باقی رہ جائیں گے۔ اس شخص نے جواب دیا کہ تین فرض باقی رہ جائیں گے کیونکہ چوتھا فرض جس جگہ کو وضو کا تھا، جب وہ جگہ ہی ندی تو یہ فرض ساتھ ہو جائے گا۔

علامہ بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بس اسی طرٹ پانچویں نماز بھی ساتھ ہو جائے گی کیونکہ نماز تو وقت کی وجہ سے فرض ہے تو جب جب (سبب) ہی ندی تو اب نماز کی اور پہلی کس وقت ہوگی۔

وہ شخص یہ جواب لے کر حضرت شمس الامار حلوانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام ماجرا عرض کیا۔ حضرت حلوانی، حضرت بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی ذہانت اور حاضری جوابی سے بہت متاثر ہوئے اور اپنے فتوے سے رجوع کر لیا۔ علامہ سائن ہامہ اور حضرت تان صاحبین الشافعی رحمۃ اللہ علیہ

نے اس حکایت کو نقل کیا ہے۔

بیوی کی سوجھ بوجھ میں سالی سے نکاح کا حکم

**فرمایا:** اگر کسی شخص کی بیوی اس کے نکاح میں ہے تو اب وہ اس بیوی کی بہن (سالی) سے نکاح نہیں کر سکتا۔ اگر وہ اس صورت میں سالی سے نکاح کرے تو یہ نکاح فاسد قرار پائے گا۔ اب اگر اس کی اولاد اپنی سالی سے ہو گئی اور پھر اس نے طلاق دی یا تفریق ہو گئی یہ مگر کیا تو اس کی سالی کو حدت بھی گزارنا پڑے گی اور اس شخص کی سالی سے ہونے والی اولاد کا نسب بھی اسی شخص سے ثابت ہوگا۔ نکاح فاسد کی حدت سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ ولد الحرام تو ہوتی ہے، ولد الزنا نہیں ہوتی۔ ایسے بچوں کو یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ نکاح فاسد کی پیداوار نہیں ہیں لیکن حرام کی اولاد نہیں کہا جا سکتا۔ حرام کی اولاد تو ولد الزنا ہوتی ہے۔

صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ کا فقہ مالکی پر اعتراض

**فرمایا:** ہمارے مفتی فقہاء رحمۃ اللہ علیہم سے صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ پر ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ انہوں نے فقہاء مالکیہ کے متعلق یہ جو لکھا ہے کہ وہ کسی شخص کے اپنی بیوی سے غیر فطری فعل کرنے کو جائز قرار دیتے تھے، تو یہ غلط ہے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ نہیں تھا۔ اعتراض کرنے والوں نے مالکی فقہاء رحمۃ اللہ علیہم کی اصل کتابوں سے رجوع نہیں کیا اور خواہ مخواہ صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ پر برتے ہیں۔ اور وہ جنہوں نے آخر مالکیہ رحمۃ اللہ علیہ کی

اصل کتابوں کی طرف رجوع نہیں کیا، وہ بھی معذور ہیں کہ اس دور میں فقہ مائکی کی کتابیں  
مفتی ہی کہاں تھیں۔ خود ہمارے اس دور میں مائکی فقہ کی تمام اہمیت کتب برصغیر میں کہاں  
مفتی ہیں؟ مراکش، الجزائر، تونس، المغرب اور افریقہ میں مائکی مسلک متداول ہے۔ اب  
کوئی صاحب علم وہاں کا سفر کرے اور مواہک کی کتابیں وہاں سے خرید کر لائے۔ مگر کیا  
کچھ کران ممالک کا ویزا بھی دشوار ہے، الغرض پیچیدگی کی دروپیدگی ہے۔

اپنی بیوی سے غیر فطری فعل کی اجازت مائکی فقہاء نے اپنے امام حضرت امام، مک مکھیستہ  
کا قول لکھا ہے کہ وہ اس فعل کو جائز فرماتے تھے۔ جن مائکی فقہاء نے اس طرح اپنی غنمی  
آسودگی سے منع کیا ہے تو یہ من خیرین مائکی فقہاء کا قول ہے ورنہ ان کے حقد بین اس کی  
اجازت دیتے تھے۔ علامہ عینی، حافظ ابن حجر مقدانی اور شوکانی رحمہ اللہ کو پڑھنا چاہیے۔  
حضرت ابن عربی رحمہ اللہ نہایت پختہ صوفی اور مائکی فقیر ہیں۔ وہ فتوحات میں صاف تحریر  
فرماتے ہیں کہ یہ فعل مباح ہے۔ اور جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اپنی بیوی سے ایسے تعلق  
قائم نہ کرے تو اسے چاہیے کہ جو فعل مباح ہے، اس سے روکنے کی کوئی دلیل لائے۔  
شریعت نہ تو یہ کہتی ہے کہ یہ کام کرو اور نہ ہی یہ کہتی ہے کہ نہ کرو اس لیے یہ جائز اور مباح  
ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب ہدایہ رحمہ اللہ نے مواہک کا جو مسلک بیان کیا ہے،  
اس کی اصل خود مائکیوں کے پاس موجود ہے۔ البتہ یہ بات انگ ہے کہ مفتی فقہاء رحمہ اللہ اس  
فصل کو قرام اور کیرہ گناہ کہتے ہیں۔





وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ  
وَرَضُوا عَنْهُ.

(پہ: ۱۱ سورۃ التوبہ، آیت: ۱۰۰)

اور جو لوگ (بعد میں اُمت میں آئے اور) راست بازی کے ساتھ  
ان (مہاجرین و انصار صحابہ کرام علیہ السلام) کے نقش قدم پر چلے،  
اللہ تعالیٰ ان سب (مہاجرین، انصار اور ان کے بعد آنے والوں  
سے، جنہوں نے ان کی پیروی کی، ان) سے خوش ہوا اور وہ (سب)  
اس سے راضی ہوئے۔

### اجازت نامے سلسلہ ہائے تصوف

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۳ ربیع الاول ۱۳۶۵ھ بمطابق 31 اگست 1994ء سنسور ڈی پی ورشی انٹینڈنٹ کے مہمان خانے میں بعد از نماز فجر، محترم مفتی محمد سعید خان صاحب کو طلب فرمایا اور جو خلافت نامہ عنایت فرمایا، اس کا عکس پیش خدمت ہے۔ بعض الفاظ کے پڑھنے میں شاید کسی کو وقت ہو اس لیے نایب کر کے بھی پیش کیا جا رہا ہے۔



### بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى

امام احمد، راقم اسطور (ابوالحسن علی ندوی) کو اس امر کے اعتبار سے مسرت ہے کہ لندن میں مولوی محمد سعید خان صاحب سے ملاقات ہوئی اور چند روز ساتھ رہنا ہوا۔ وہ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ عالیہ محمدیہ نقشبندیہ میں داخل ہوئے۔ اور اس عاجز نے ان کو اس میں اجازت بھی دی۔ وہ دوسرے عالمین کو بھی اس سلسلہ عالیہ میں داخل کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اور اس سلسلہ میں داخل ہونے والوں کو اس سلسلہ عالیہ مقبول کے حقوق ادا کرنے اور شکر کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اس کی برکات میں حصہ عطا فرمائے۔ و ما ذلک علی اللہ بعزیز۔

حضرت سید صاحب کھوسٹ البیہ کے قیام اور عمل بالشریعہ اور احکام نے کلمہ اللہ کے لیے جو جدوجہد فرماتے تھے۔ اور اسی سلسلہ میں جان عزیز دے دی۔ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ میں داخل ہونے والوں اور داخل کرنے والوں کو اس کے اجراء اور اس کے لیے سعی و جدوجہد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

راقم نائب و عاجز،

ابوالحسن علی ندوی

۲۳ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ





محبت عزیز و کرم داعی الی اللہ محمد سعید خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحب  
وہوضی

اسلام پیغمبر رحمتہ اللہ وبرکاتہ:

کل شام کو آپ سے ٹیلی فون پر گفتگو ہوئی اس کے کچھ بعد آپ کا فیکس  
بھی مل گیا: ہمیں وہ بات جو لندن میں ہوئی تھی، یاد نہیں رہی تھی اور  
مسئلہ بھی ذرا اختیاط کا ہے اور اس کے لیے کچھ محبت اور زیادہ اذیت کی  
ضرورت ہوتی ہے۔ آپ کی گفتگو کے بعد اور دعوتی و اصلاحی مصالح کی بنا  
پر جن کی خاص طور پر بیرونی مغربی ممالک میں سخت ضرورت ہے اور  
بہ اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔ ہم تو کھلا علی اللہ تعالیٰ آپ کو سلاسل اربوہ میں  
اجازت دیتے ہیں۔ مسئلہ تو یہ ہے کہ ہم کون کون سے التفسیر اور داعی الی اللہ  
حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری سے اور سلاسل اربوہ میں شیخ وقت  
حضرت مولانا عبدالقدور صاحب رائے پور سے اجازت حاصل ہے۔  
آپ سے یہ درخواست ہے کہ آپ حضرات دیوبند کے مسلک توحید و  
اتحاد سنت پر قائم رہیں اور سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات و ہدایات

اس کے بعد وہ اجازت دے رہے ہیں۔ اس مسئلہ کے بعد بھی لندن میں حضرت مولانا نے فرمایا کہ ہم ہر مذہب کے  
لوگوں کی خدمت میں عرض کریں کہ ہم نے جو بات فرمائی تھی اس میں اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ ان حضرات نے  
حضرت شیخ مدظلہ سے اجازت لے لی کہ ان کے لیے دعا ہے کہ وہ اللہ کے فضل سے اس مسئلہ کو حل کر سکیں۔ ان حضرات نے  
آخری سال گئے ہیں۔ وہ سب کو اس مسئلہ کے بارے میں اجازت دے چکے ہیں اور ان میں سے کچھ نے کہا ہے کہ ہم  
جو اس بار سے لے کر یہ ہیں ان کو یہ بھی نہیں کہ اس سے اوپر کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان اصحاب کرامین و  
اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہ کی توفیق دے۔

پر عمل کریں۔ ان کے ملفوظات وارشادات کے مجموعہ "اصراطِ مستقیم" اور حضرت شاہ اسماعیل شہید نقشبندی کی تالیف "تسویۃ الایمان" کو دستور العمل بنائیں راقم کی کتاب "دستور حیات" اور جو کچھ تو مولانا تھانوی کے مواعظ و ملفوظات سے بھی استفادہ کریں اللہ تعالیٰ آپ سے زیادہ سے زیادہ نفع پہنچائے۔

والسلام  
دعا گو: ابو الحسن علی الحسنی الہندی



حضرت مولانا خان محمد صاحب نقشبندی جو اپنے دور میں تصوف کے امام اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے بدرجہ اتم وارث و امین تھے، ان سے محترم مفتی محمد سعید خان صاحب نے حضرت مجدد الف ثانی سرہندی نقشبندی کے کتب و بات شریف اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے دیگر مشائخ کرام نقشبندیہ کی مختلف کتابوں میں سب سے سبوتا پڑھیں۔ 2005ء میں جب حضرت نقشبندیہ نے جلد فخر نبوت لندن کے لیے سفر فرمایا، تو جناب مفتی صاحب بھی ان کی خدمت میں دوران سفر اور انجینئر حاضر رہے۔ تعلیم و تعلم کا یہ سلسلہ اس سفر میں بھی جاری رہا اور پایہ تکمیل تک پہنچا۔ اس موقع پر حضرت نقشبندیہ نے اپنے دست مبارک سے جو سند جناب مفتی صاحب کے لیے تحریر فرمائی اس کا کس جس کا نہیں قارئین کے لیے حاضر ہے۔ اسے ناپ کر کے بھی پیش کیا جا رہا ہے۔



کیا خواجہ آدم بنوری بجا ہے اپنے شیخ حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات سے منحرف ہو گئے تھے؟

فرمایا

مشائخ مجدد یہ طبائخ اندر اہم کے احوال و مقامات پر خواجہ کمال الدین محمد احسان نے ایک کتاب ”روضة السبوة“ تحریر فرمائی ہے۔ اصل فارسی نسخے کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کے مزاج میں شدید مبالغہ تھا۔ اپنی اسی طبیعت کی بنا پر انہوں نے حضرت خواجہ آدم بنوری نور اللہ مرقدہ پر یہ اِترام لگایا کہ وہ اپنے شیخ حضرت مجدد الف ثانی سرہندی قدس اللہ سرہ الاقدس کی تعلیمات سے منحرف ہو گئے تھے۔ حالانکہ امر واقع ایسا نہیں ہے۔ ان کی اس کتاب ہی کی وجہ سے سرہندی — جن کی قیادت حضرت خواجہ معصوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کر رہے تھے — اور بنوری — جن کی قیادت حضرت خواجہ آدم بنوری نور اللہ مرقدہ کر رہے تھے — دو فرق بنے اور آپس میں اختلافات پیدا ہو گئے۔

”مکاشفات عینیہ“ کی نسبت خواجہ محمد ہاشم کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف درست نہیں۔

فرمایا

”مکاشفات عینیہ“ کے نام سے جو رسالہ چھپا ہے، یہ دراصل حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ البتہ اس کے مرتب حضرت خواجہ معصوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ خواجہ محمد ہاشم کشمیری سے اس کی نسبت

نقطہ ہے۔ انہوں نے یہ رسالہ لکھا ہے اور نہی است مرتب فرمایا ہے۔ اب جو چھپا ہے تو اسے خواجہ ہاشم نعیمی سے منسوب کیا گیا ہے۔ یہ نقطہ ہے اور نقشبندی حضرات کو چاہیے کہ اس غلطی کی تصحیح کریں۔

مولانا محمد ہاشم نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی دو کتابیں  
دیکھئے اور پڑھنے کی حسرت!

مولانا محمد ہاشم نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی دو کتابیں دیکھئے اور پڑھنے کی حسرت ہے۔  
① زبدۃ النقاۃ ② نسۃ القدس۔ تیس (32) برس سے تلاش جاری ہے۔  
کتابیں تو کیا ملیں گی، ان کا نام تک محسوس ہوتا جا رہا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب احیاء علوم الدین — جوفی احادیث  
اور من مخرجات روایات۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "احیاء علوم الدین" کی بہت تعریف کی جاتی ہے اور صوفیاء و کرام رحمۃ اللہ علیہ تو اپنی اپنی خانقاہوں میں اسے پڑھتے پڑھاتے رہے۔ بہت محنت کر کے ایک مرتبہ اسے پڑھا۔ بہت اس لیے کرتی پڑی کہ احادیث کے معاملے

① علیہ السلام و سلمہ کر دو زبانوں میں لکھا ہے۔ زبدۃ النقاۃ: نسخہ جسے کاسم قادی میں چھپ کر دیکھا گیا ہے۔ فقیر اقبال چوہدری صاحب دہلوی نے یہ نسخہ فرمایا ہے۔ "نسۃ القدس" کا نسخہ اور نقشبندی حضرات میں موجود ہے۔ وہ اسے تصحیح کر دے گا۔ کوئی کہہ رہا ہے اسے لکھنے والا میں نہیں لکھی۔

میں یہ کتاب جھوٹ سے بھری پڑی ہے۔ حضرت رسالت مآب ﷺ اور دیگر حضرات انبیاء کرام علیہ السلام سے منسوب روایات، ایسی ایسی تحریکی گئی ہیں کہ پڑھتے ہی اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ سب کچھ وہابیات اور جھوٹ ہے۔ حضرت رسالت مآب ﷺ سے منسوب جھوٹی روایات ہر من گھڑت احادیث پڑھنے سے سخت وحشت ہوتی ہے، اس لیے دل پر جگر کر کے یہ کتاب پڑھی۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے سیر اعلام النبلاء میں محمد بن ولید طرطوشی نے اس خط میں جو انہوں نے ابن مظفر کے نام لکھا ہے، اور حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں احیاء العلوم کی ایسی روایات پر کڑی تنقید کی ہے۔

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے تو احیاء العلوم الدین کی ایسی جھوٹی احادیث اور موضوع روایات پر مستقل ایک کتاب ”الاحیاء“ کے نام سے تحریر کی تھی جو کہ غائب اب تک چھپی نہیں۔

ابن عربی رحمہ اللہ اور ”نزد یاز“ نام کا رکھا جاتا۔

**فرمایا** حضرت الامام نجی الدین ابن عربی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب فتوحات مکیہ میں متعدد ایسے خواب تحریر فرمائے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عالم رویاء اور مراقبات میں بار بار وحی باری تعالیٰ کے شرف سے مشرف ہوئے ہیں، چنانچہ ایک جگہ تحریر فرمایا ہے کہ میں نے ایک مرتبہ ذات اقدس جل سلطان کی زیارت کی اور اللہ تعالیٰ نے میرا وہ نام تجویز فرمایا جو اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں سنا تھا۔ مجھ سے ارشاد فرمایا کہ ہم نے تمہارا نام ”نزد یاز“ رکھا ہے۔ میں نے درخواست کی کہ میرے اس نام کا مطلب کیا ہے

تو ارش فرمایا "مسوک الدار" (اپنے گھر میں رہنے والا)۔

ان عربی نسخہ کی کتابیں پڑھانے اور سمجھانے والے  
علماء اب برصغیر میں نہیں رہے۔

فرمایا

حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی فتوحات مکیہ، فصوحات مکیہ اور دیگر کتب پڑھانے اور سمجھانے والے علماء اب برصغیر میں نہیں رہے۔ ایسے بھی ملے جن کی شہرت تو تھی کہ ان علوم کو جانتے ہیں لیکن ضروری پر معصوم ہوا کہ انھیں تو ذہنیت سے کتاب کھولنا بھی نہیں آتی۔ علماء کو حسد، غیبت اور افتاد سے فرصت ملے تو مطالعہ کریں اور مطالعہ بھی جب کریں جب علمی بنیاد مضبوط ہو۔ جس ملک اور دور کے مفتی حضرات اردو فاقہ کوئی دیکھ کر فتویٰ صادر فرمائیں ان کی جہالت کی بھی کوئی حد ہے۔ ہم سے تو کیا مناسبت ہو اب جری مریدی کی سوچھی ہے اور حال یہ ہے کہ کہیں باقاعدہ مسلک کے اسباق ملے نہیں کیے اور نہ معصوم کہ مراقبہ ذات مقدہ تک کی منازل کیا ہیں اور شیخ المشائخ سے کم درجے پر محکم ہونے کو تیار نہیں ہیں۔ نتیجہ یہ کہ طالب کی استعداد پر باور کرتے ہیں۔ مشائخ حق احق آسانی سے بیعت نہیں فرماتے تھے جتنی آسانی سے آج کل کے یہ مشائخ خلافت دے دیتے ہیں۔

ان عربی نسخہ کی معراج اور مختلف انبیاء کرام علیہ السلام سے ملاقاتیں

فرمایا

حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کے مطابق حضرت رسالت مآب ﷺ کو



چونتیس بار معراج ہوئی۔ ایک مرتبہ کی معراج دسمائی تھی جبکہ باقی تمام روہانی تھیں اور بار بار آپ کو عالم برزخ اور آخرت کا ماحولہ کرایا گیا۔ پھر انہوں نے اپنی معراج کا بھی ذکر کیا ہے کہ وہ کیا تھی اور مختلف آسمانوں پر انھیں کن حضرات انبیاء و پیغمبر کی زیارت اور عرض و معروض کا شرف حاصل ہوا۔ جب وہ اس زمین کی حدود سے نکلے تو عاصرا رہے ہیں سے "آب" غصہ نے ان کا ساتھ چھوڑا پھر "خاک" غصہ سے خلاصی ہوئی اور پہلے آسمان تک رسائی ہوئی۔ سیدنا آدم علیہ السلام نے ان سے دریافت فرمایا کہ بیٹے منیٰ کا غصہ کہاں رہ گیا؟ عرض کیا کہ زمین نے اپنا حصہ واپس لے لیا تو ارشاد فرمایا کہ میرے ساتھ بھی ایسے ہی ہوا تھا۔ پھر دوسرے آسمان پر جانا ہوا تو وہاں پر حضرت سیدنا مکیؑ اور سیدنا یحییٰؑ کی خدمت میں حاضری ہوئی۔ سیدنا مکیؑ نے ان کے بعض سوالات کے جوابات مرحمت فرمائے اور پھر انہوں نے حضرت یحییٰؑ سے عرض کیا کہ روزِ حشر جب موت کو اپنے کی صورت میں حاضر کیا جائے گا اور جنت اور جہنم کے درمیان رکھ کر ذبح کیا جائے گا تو اہل جنت اور اہل جہنم سب دیکھ لیں کہ اب کسی کو موت نہیں آئے گی تو اس موت کو آپ ذبح فرمائیں گے؟ حضرت سیدنا یحییٰؑ نے ارشاد فرمایا کہ یہ درست ہے کیونکہ دیکھیں میں زندگی ہوں اور میں اپنی ضد یعنی موت کے ساتھ قائم نہیں رہ سکتی، اس لیے حکمتِ الہیہ اس بات کی مستثنیٰ ہوئی کہ کامل زندگی کامل موت کو فنا کر دے اسی لیے تو مجھ سے پہلے بھی کسی کا نام یحییٰ نہیں رکھا گیا۔ میں نے ان کا حشر یہ ادا کیا کہ ہم کا یہ نقطہ اس سے پہلے مجھے معلوم نہیں تھا۔ پھر ان دونوں حضرات انبیاء و پیغمبر سے تفصیلی سوالات و جوابات ہوئے۔ انھیں بتایا گیا کہ جنت

میں جب کوئی شخص اپنی بیوی سے لطف اندوز ہونے کے بعد فارغ ہو گا تو انزال کی صورت کیا ہوگی۔ انھوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا اس دوسرے آسمان پر آپ کا ٹھکانا ہے تو انھوں نے فرمایا کہ میں حضرت یحییٰ اور حضرت ہارون علیہ السلام کے درمیان ہوں بھی یہاں ہوتا ہوں اور بھی وہاں۔ یہاں اس لیے کہ سیدنا یحییٰ علیہ السلام میرے خالہ زاد بھائی ہیں اس رشتے کا احترام بھی ضروری ہے اور وہاں اس لیے کہ میں حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں اور ایسے ہی میں حضرت یوسف اور حضرت اوریس علیہ السلام کے ہاں بھی حاضر ہوتا رہتا ہوں۔

پھر تیسرے آسمان پر حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضری ہوئی تو آپ نے عرض کیا کہ حضرت آپ میں اور اس خاتون، عزیز مصر کی اہلیہ میں ایک بات ”غیم“ مشترک تھی؟ ارشاد فرمایا آپ درست کہتے ہیں انھوں نے ”غیم“ (پختہ اور مضبوط ارادہ) یہ کیا تھا کہ مجھے رام کر کے جو وہ چاہتی ہیں وہ ہو جائے اور میں نے ”غیم“ (پختہ اور مضبوط ارادہ) یہ کیا تھا کہ ان کا یہ ارادہ وہ ہو جائے۔

اس کے بعد چوتھے آسمان پر حضرت سیدنا اوریس علیہ السلام کے ہاں حاضری ہوئی، انھوں نے یہ کبر کراستقبال کیا کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم و معارف کے وارث کا آنا بہت مبارک ہے اور پھر سوالات اور جوابات کی ایک طویل نشست ہوئی۔ خطا اور صواب کی بحث ہوئی حضرت اوریس علیہ السلام نے فرمایا صواب اصل ہے اور خطا مہر انسانی ہے۔ انھوں نے دریافت فرمایا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی کس صفت سے کائنات وجود پذیر ہوئی؟ ارشاد فرمایا کہ صفت ”تکاد“ سے۔

اس موقع پر ذہن باقاعدہ حضرت مولانا درویؒ کی مثنوی کی طرف منتقل ہوتا ہے کہ  
 انہوں نے نہایت الہی میں کچھ ای طرح کی بات ارشاد فرمائی کہ  
 ۛ من مکر دم خلق تا سودے کنم  
 بلکہ تا بر بندگاں جو دے کنم  
 ترجمہ: (ہم نے مخلوق کو اس لیے پیدا نہیں کیا کہ ان کی تخلیق میں ہمارا کوئی  
 نفع تھا بلکہ ہم نے تو اس لیے پیدا کی تاکہ اپنے بندوں پر اپنی صفت "جو دے" کا  
 اظہار کریں۔)

اسی لیے تو ہم کئی مرتبہ یہ عرض کرتے ہیں کہ اگر آپ فتوحات یکہ مقصود اہلکم اور  
 حضرت ابن عربیؒ کی دیگر کتب کا مطالعہ کریں اور خاص طور سے فتوحات کے  
 مطالعہ کے ساتھ ساتھ اگر مثنوی مولانا دروہ کو بھی پیش نظر رکھیں تو یہ بات بالکل واضح  
 ہوتی چلی جائے گی کہ جن افکار اور خاص طور پر وحدۃ الوجود کے موضوع پر جو کچھ  
 حضرت ابن عربیؒ نے نثر میں فرمایا ہے، حضرت صاحب مثنویؒ نے اس منشور  
 کو منظوم کر دیا ہے۔ "نہو" کیا ہے؟ "نہو" کے معنی لغت میں حقوت اور فیاض کے  
 آتے ہیں۔ ایک شاعر کا شعر ہے

ۛ جو ہے، بخشش ہے دل نوازی ہے

ہر ایک طرح غلاموں کی سرفرازی ہے

تو جب حضرت ادریسؒ نے فرمایا کہ خلق خدا خلق صفت جو دے ہے تو انہوں نے  
 عرض کیا کہ یہ بات میں نے اپنے بعض مشائخ سے سنی ہے تو انہوں نے تصویب فرمائی

کہ آپ نے جو کچھ تہذیب و آداب سے رہنمائی دی ہے۔ اب یہ یہاں سے رخصت ہوئے اور پانچویں آسمان پر حاضری ہوئی۔ وہاں حضرت ہارون علیہ السلام کی خدمت میں ٹھہرے۔ وہاں دیکھا تو وہاں ان سے پہلے حضرت یحییٰ علیہ السلام موجود ہیں۔ انھوں نے عرض کیا کہ اے حضرت یحییٰ علیہ السلام راستہ میں آپ سے تھک چکے ہیں اور انھوں نے کیا خوبصورت جواب دیا کہ ان عربی ہر شخص کا اپنا ایک راستہ متعین ہے اور اس راستے پر صرف وہی چلتا ہے۔ پھر حضرت ہارون علیہ السلام سے جو گفتگو ہوئی اس کے ذائقے سے واعدہ الوجود سے چاہتے ہیں۔ اس کے بعد اب مجھے آسمان پر اس ہستی کا دیدار ہوا جو حکیم الہی کے شرف سے مشرف اور بارگاہِ ناز میں اس قدر عزیز الوجود ٹھہرے کہ تمناے رویت سے سرفراز کیے گئے۔ حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی تمناے رویت کی حقیقت دریافت کی کہ آپ نے یہ درخواست کیسے پیش کی حالانکہ ہمارے نبی حضرت رسالت ہذا علیہ السلام نے تو فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی زیارت قبل از موت ممکن نہیں؟ تو ارشاد فرمایا کہ حضرت رسالت آتب علیہ السلام نے سچ ہی تو ارشاد فرمایا ہے۔ جب میں نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے یہ درخواست کی تو انھوں نے اسے قبول فرمایا۔ آپ نور نہیں کرتے کہ قرآن میرے بارے میں یہ کہتا ہے کہ میں گر پڑا تو درحقیقت میری موت ہی تھی۔ بس پھر اس موت کے بعد میں نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی زیارت کر لی پھر میں نے جو چاہا تھا اس کا مجھے ملو دے دیا گیا تو میں نے جو یہ کہا کہ اللہ میں تو پہنچتا ہوں تو پھر یہی ذات کی طرف توجہ تھی جسے میں نے دیکھا تھا۔ اس سوال و جواب کے طویل سلسلے میں ایک مقام پر حضرت سیدنا موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے انھیں یہ بھی بتایا



کنائیں موسیٰ اور ہیشی اور دوسرے انبیاء علیہ السلام کو پروردگار کی طرف سے ہمیں  
(ہم) سب پر ایمان لائے۔ ہم ان پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں  
کرتے اور ہم اس (خدا کے واحد) کے فرمانبردار ہیں۔)

یہ بشارت بھی دینی گئی کہ آپ "محمدی المقام" میں عملی صاحبہا اکملہ الشجاعت و  
احسان النساء۔ پھر جب انھیں وہاں پر رسالت حضرت رسالت آب علیہ السلام کی  
عمومیت اور وحدت مشاہدہ کرائی گئی تو یہ تاب نہ لائے اور تنگی دامان کی شکایت کرتے  
ہوئے عرض کیا کہ "خسی خسی" بس کیجئے بس کیجئے۔ یہ جو کچھ بھی دیکھ رہا ہوں مجھے کافی  
ہے۔ مجھ میں اس سے زیادہ گنجائش نہیں ہے۔ میں بالکل بھریا ہوں۔ اور پھر ان تمام  
کشفیات کے بعد فرماتے ہیں کہ تب جا کر مجھ پر عہدیت کی حقیقت واضح ہوئی اور میں  
نے جانا کہ میں تو محض ایک بندہ ہوں۔ مجھ میں رجبیت کا تو شرم تک نہیں۔

اس ایک معراج کے علاوہ بھی انھیں معراج ہوئی اور کئی مرتبہ عروج حاصل ہوا لیکن اب  
تو مدت ہوئی ان واقعات کو چھوئے لیکن یہ واقعات دلچسپ بھی ہیں اور عہدیت  
کی حقیقت اور اس کے عروج، خشیب و فراز، خم و چہل اور مراتب علیادہ سلی کا جو علم  
حاصل ہوتا ہے، وہ ہماری صفت نیاز مندی اور عہدیت کو جلا بخشتا ہے۔ عروج و معراج  
کو چہ کہ بار بار حضرت علامہ اقبال مرحوم و مغفور کا یہ شعر دل کے تار چھیڑتا ہے

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے

کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

”ماوردی“ اور ”ہاشمی“ نسبتوں کی اصل.....؟

فرمایا

جن صاحب کرام رحمۃ اللہ علیہ کیساتھ ”ماوردی“ کی نسبت آتی ہے، ان کے متعلق ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ ”ماوردی“ کا کاروبار کرتے تھے اس لیے ماوردی کہلائے۔ ماور کا مطلب تو ہوا ”عرق“ ”پانی“ اور ”ورد“ کا مطلب ہے ”گلاب“ یعنی یہ حضرات ”عرق گلاب“ کا کاروبار کرتے تھے۔

یہ ضروری نہیں ہے کہ جس کے ساتھ ”ہاشمی“ نسبت ہو، وہ حضرت ہاشم بن عبد مناف کی اولاد میں سے ہی ہوگا بلکہ عباسی خلیفہ سنان نے کوفہ کے قریب ایک شہر آباد کیا تھا اور اس کا نام ”ہاشمیہ“ رکھا تھا، جن لوگوں کی نسبت اس شہر سے ہوئی، ابھی ہاشمی کہلاتے تھے۔

عام طور پر بدگمانی کا سبب

فرمایا

عام طور پر بدگمانی کا سبب حقائق سے بے خبری ہوتی ہے۔

مخلص آدمی کی تاؤ ڈوبتے ڈوبتے بھی سائل پہ چاگتی ہے۔

فرمایا

اعلام بڑی دولت ہے۔ تحریر اور تقریر دونوں مکمل مطالعے کے بعد احاطہ کے چٹاؤ کے ساتھ اور محض اللہ تعالیٰ ہی کے لیے کی جائے اور حقوق کے متاثر ہونے اور اپنے موثر ہونے کی لٹی کی جائے تو اعلام آتا ہے اور اس جذبے سے جو کچھ بھی تحریر کیا جاتا ہے یا تقریر کی جاتی ہے اس کا اثر بہت دیر پا ہوتا ہے۔ نظر ہمیشہ اپنے اعلام پر رہے تو پھر کتنا۔

کہا، سنا، سب کچھ موثر ہو جاتا ہے۔ ہزاروں کی زندگیوں تبدیل ہوتی ہیں اور اثر بہتر اخلاص کی برکات سامنے آتی رہتی ہیں۔ یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ ہم تو اسے عرصے سے تقریر کر رہے ہیں یا اتنی کتابیں لکھ دیں، قوم پر اثر ہی نہیں ہوا۔ یہ باتیں بالکل بے کار ہیں۔ اپنے اندر اخلاص پیدا کرنا چاہیے۔ محض آدمی کی نافرمانی ہوئے بھی ساحل پہ چانکتی ہے۔ غالب نے کیا اچھی بات کہی ہے

کہتا ہے کون نالہ بلبل کو بے اثر  
پردے میں گل کے لاکھ جگر چاک ہو گئے

حضرت خواجہ مبارکگیری رحمۃ اللہ علیہ کے مستند  
حالات و واقعات کی مدت سے تلاش!

**فرمایا** حضرت خواجہ مبارکگیری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و واقعات کی تلاش ایک مدت سے ہے لیکن تاریخ میں گویا کہ ان کا تذکرہ ملتا ہی نہیں۔ چند مستند روایات تک نہیں ملتیں۔ انسان کیا تحریر کرے کہ وہ مبارک ہستی کیسی تھی؟ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ خود بہت بڑے صوفی، حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے قابلِ تحریر بزرگ تھے، انہوں نے بیست گزوں صوفیہ اکرام رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرے تحریر فرمائے۔ ان کی کتابیں مشائخ کے تذکروں سے بھری پڑی ہیں اور یہ دلیل بھی ہے اس بات کی کہ انہیں صحابہ باطن سے کیسی عقیدت و محبت تھی لیکن انہوں نے بھی حضرت مبارکگیری رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی منسل تذکرہ نہیں لکھا۔ شاید ان کو بھی کوئی مستند مواد نہیں ملا، جو اپنی کتاب



”اخبار اللہ خیار مع کتابات“ میں اس قدر سرسری طور سے گزر گئے ہیں۔ صرف سات سطریں تحریر فرمائی ہیں۔ ان کے پاس بھی حضرت مبارکگیری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات تک رسائی کا کوئی مستند ذریعہ نہیں ہوگا۔ اور دوسری طرف مبارکی نسبت کی مقبولیت عند اللہ اور قبولیت عامہ کا اندازہ کرنا ہو تو چھٹی ڈیڑھ صدی کے مشائخ اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہ اسی باب عالی کے درپوزہ مگر ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

فلسفی اور صوفی میں فرق

فرمایا (فلسفی اور صوفی میں کیا فرق ہے؟ حضرت خواجہ ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی بیٹا سے ملاقات ہوئی اور پہلی بیٹا کچھ دیر کے بعد تشریف لے گئے۔ کسی نے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ نے بھی بیٹا کو کیسا پایا تو ارشاد فرمایا

آچھ من می تمام اومی داند

ترجمہ: وہ جو کچھ جانتے ہیں، میں اس کا مشاہدہ کرتا ہوں۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا حالت مراقبہ میں  
مرزا تقی کی روح سے استفادہ

فرمایا (حضرت علامہ اقبال مرحوم خود ”مردخود آگاہ“ تھے، انہوں نے بہت سے عقدے لے ایسے چھوڑے، جو اب حل نہیں ہوتے۔ یا تو ان کی زندگی ہی میں کوئی ان سے دریافت کر لیتا یا وہ خود تشریح فرما دیتے اور یا اب کوئی ”مردخود آگاہ“ ہو، تو شاید یہ عقدے حل

کر پائے۔ مراقبات اسے قوی ہوں کہ عالم ہا انک رسائی ہو تو کچھ خبر ملے۔ لیکن مشکل یہ بھی تو ہے کہ جنہیں خبر ملتی ہے پھر ان کی خبر نہیں ملتی۔

۔ میان ما و بیت اللہ دھڑکت

کہ جبریل امیں را ہم خبر نیست (مدا قبل ص ۱۰۰)

(ہمارے ہر کہنے اللہ کے درمیان ایسے اشارے ہیں کہ حضرت جبریل امیں سے پہنچتے)

کو بھی ان باتوں کی خبر نہیں ہے۔)

یہ بات تو کچھ میں آتی ہے کہ وہ فرماتے ہیں حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ کی روح مبارکہ مجسم صورت میں انھیں ملنے آتی، اور وہ ان کے علوم و معارف سے مستفید ہوتے۔ حضرت شاد ولی اللہ، ابن عربی، خود مولانا ہاروم اور صوفیائے کرام ایسے اس طریق کے خدو و مد سے قائل ہیں لیکن مسئلہ اس وقت تک جاتا ہے جب حضرت علامہ اقبال مرحوم ایک غیر مسلم روایت سے بھی ”نزول شعر“ کے قائل ہیں۔

خود ہر موقی لعل کے ہاں آنجہ بیٹے پیدا ہوئے اور یہ تمام برائی بند و مت پر یقین رکھتے تھے۔ ان میں سے ایک برائی کا نام شمسی برگوپال تھا۔ انیسویں صدی کے سرے پر پیدا ہوئے اور ۱۸۷۹ء کو انتقال ہوا۔ صاحب دیوان شاعر تھے اور ”راستی“ تخلص تھا۔ جب مرزا اسد اللہ خان غالب کی شاعری میں آئے تو انہوں نے تخلص بدل کر ”تقتہ“ کر دیا اور مرزا کا خطاب بھی دے ڈالا۔ اب یہ ”مرزا برگوپال تقتہ“ ہوئے اور مرزا غالب مرحوم کو اپنے اس شاعر سے جو تعلق خاطر تھا، خطوط غالب اس کے گواہ ہیں۔ مرزا غالب نے ان کے ایک دیوان کا دیباچہ بھی تحریر فرمایا تھا اور یہ اسٹینڈرڈ شاعر تھے کہ اپنے بیٹے کو تبریک لکھ

جواں مرگ کی موت پر جو مرثیہ لکھا دوسو بائیس (۲۲۲) اشعار پر مشتمل تھا۔ اپنی وفات کے بعد چارہ پوان چھوڑے اور ان کا کرپا کر بھی بندہ موت کے مطابق ہی ہوا۔ بندہ موت کے یہ ایک محفے ہوئے شاعر تھے اب مسئلہ یہاں پہنچ کر پیچیدہ ہوتا ہے جب حضرت خواجہ حسن نظامی مرحوم ۱۹۳۶ء میں (علامہ اقبال مرحوم کی وفات سے دو برس قبل) دہلی میں پہلی مرتبہ ”یوم غالب“ پر حضرت اقبال کو مدعو کرتے ہیں۔ دعوت نامے کے جواب میں علامہ اقبال مرحوم معذرت کا خط تحریر فرماتے ہیں۔ نہ جائیں دہلی علامہ مرحوم لیکن کم سے کم از روہ موت کوئی پیغام ہی لکھ بھیجیں کہ ان کی فیروموجودگی میں حاضرین جلسہ کو سنایا جاسکے۔ علامہ اقبال مرحوم کے اس پیغام کی تحریر سے قبل کیا ہوا؟ اس کی عقدہ کشائی کرتے ہوئے حضرت خواجہ حسن نظامی مرحوم کو تحریر فرماتے ہیں کہ پیغام کا مضمون کیا ہوا؟ اس کے لیے ملاحظہ کیا تو مرزا بہرگوپال تفتہ مرحوم کی روح سامنے آگئی اور اہل دہلی کے لیے یہ شعر نازل کر کے غائب ہوئی۔

دریں محفل کہ افسون فرنگ از خود ریدو او را

نگاہ پردہ سوز آورد، دلے دانائے راز او را

مے میں اس ساقیان لالہ رو، ذوقے نمی عقدہ

ز فیض حضرت غالب ہاں پیا نہ باز آورد

ترجمہ: (اب دہلی میں ایسی محفل تھی ہے کہ فرنگی جاوے خود انھیں بے قابو کر دیا

ہے اب ایسی پردہ سوز نگاہ چاہیے جو اس افسوں کا پردہ چاک کرے لیکن اس

مقصد کے لیے ایک دانائے راز چاہیے۔ ان محلہ دار کی طرف چہرہ رکھنے والوں

کے لیے یہ شراب مزا نہیں دے۔ رسی حضرت غالب کے ذوق کے مطابق دلی  
شراب دو پارہ والا۔

اور پھر اس کے بعد علامہ مرحوم یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ دلی کے پندتوں کو میر اسرار کہیے گا۔  
مرزا ہر گوپال اقدس کی روح ان کو مراقبے میں ملی کیسے؟ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی روح کے تجسد کو  
مانا جاسکتا ہے، ارشیدس (Archimedes) کی روح کا تجسد بھی کبھی میں آتا ہے کہ  
ان کا دین و مسلک جاننے کا کوئی مستند ذرا یہ نہیں ہے۔ حضرت قاسم الخلوم و الخیرات  
مولانا محمد قاسم خان قوی رحمۃ اللہ علیہ کی روح مبارکہ دیوبند میں تجسد اقدس وارد ہوئی، ایک  
دیوباتی کو بھی اس روح سے اس طرح فیض پہنچا کہ حضرت قدس سرہ عالم ہنری میں جسم  
کے روپ میں آئے یہ بھی کبھی میں آتا ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ حنفی مازیدی تھے لیکن مرزا اقدس  
کا دیان ایمان تو سب کو معلوم تھا، ان کی روح سے علامہ مرحوم کیسے فیض یاب ہوئے اور وہ  
روح ان کے مراقبے میں کیسے آئی؟

پیداؤنی طور پر ہی ذکر و مراقبات ذات و صفات میں  
مصرف رہتے والے۔

**فرمایا** بعض بچوں کو ریاضت و کسرت کا شوق ہوتا ہے۔ اپنے جسم کو بانٹنے میں مصروف  
رہتے ہیں۔ غذاؤں کا استعمال بہت احتیاط سے کرتے ہیں۔ صبح و شام ورزش  
(Exercise) کرتے ہیں حتیٰ کہ اب بعض بچے تو ان مقاصد کے لیے مختلف دکانوں کی  
گولیاں بھی استعمال کرتے ہیں اور تھک چکا ہوتا ہے یہ کہ بہت سی بیماریاں سے محفوظ رہتے ہیں۔

صحت عمدہ رہتی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے۔ اپنے فرائض ادا کرنے میں سستی سے کام نہیں لیتے اور کاجلی نہیں چھوڑتے گزرتی۔ کاجلی سے ایک اہلیقہ یاد آیا اور وہ یہ کہ دو بھائی رات کو سونے کے لیے ایک ہی کمرے میں اپنی اپنی چار پائی پر لیٹے۔ دونوں پانے کے کابل تھے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ ذرا اٹھ کر دو کھمبو تو باہر بارش ہو رہی ہے یا نہیں۔ دوسرے نے لیٹے لیٹے جواب دیا کہ برس رہا ہے۔ پہلے نے پوچھا کہ تمہیں کیسے معلوم ہے؟ اس نے کہا ابھی بجلی آئی تھی میں نے اس پر ہاتھ پھیرا تو تیر تھی اس سے معلوم ہوا۔ پہلا پھر بولا کہ اچھا ابھی آغوا اور چراغ گل کرو۔ دوسرا بولا روشنی کی وجہ سے نیند نہیں آ رہی تا تو منہ لٹاف میں دے لو۔ پہلا بولا ارے بیساقم تو بہت سستی کے مارے ہوئے معلوم ہوتے ہو چلو آغوا اور دروازہ بند کرو۔ جواب ملا کہ بجلی جان آپ کے دو کام تو میں نے کرو دیے اب آپ بھی تو کوئی کام کریں۔

سو یہ بچہ اپنا جسم بناتے ہیں، کابل نہیں ہوتے۔ صوفی بھی ایسے ہی ہوا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کی فطرت ہی میں یہ خاص بات مزید اضافے کے ساتھ رکھ دیتے ہیں کہ وہ اس کی معرفت میں مصروف رہیں۔ ایسے لوگ پیدائشی طور پر ہی ذکور مراقبات، ذات و صفات میں مصروف رہتے ہیں۔ اسم ذات سے لے کر مراقبہ ذات تک کی تمام منازل طے کرتے ہیں۔ ذات باری تعالیٰ نہیں اپنا قرب خاص عنایت فرماتی ہے اور ان کے منتوش عمل کو لافانی بنا دیتی ہے۔ یہ اپنی روح کو بنانے میں مصروف رہتے ہیں۔ روحانی کسرت و ریاضت کے شوق میں اپنے معاصرین سے کوئی اعتنا، کیسے بغیر منازل شوق طے کرتے ہیں اور ہر گناہ سے اس لیے بچتے ہیں کہ ان کی روحانیت متزلزل نہ ہو جاتی ہے۔

حتیٰ کہ قرب فرافض کی منزل سے نکل کر قرب نوافل میں داخل ہو جاتے ہیں۔ یہی ہیں جن کی زندگی قابل تعریف، جن کا عالم نزع قابل رفق اور جن کی آخرت کی منازل ان کے جسم کی موت سے پہلے ہی انھیں دکھادی جاتی ہیں۔ جسم کی موت اس لیے کہا کر فرشتے صرف جسم پر موت طاری کرتے ہیں، روح تو برابر ہر آن حالت حضوری میں رہتی ہے۔ علامہ اقبال مرحوم نے کیا خوب کہا ہے۔

فرشتہ موت کا چھوتا ہے گو بدن تیرا

ترے وجود کے مرکز سے دور رہتا ہے

صحیح عقیدہ سے ہوا فقہ سونی کی صحبت سم حاصل ہے۔

**فرمایا** جو سونی، یہ سمجھتے ہیں کہ تصوف کی بنیاد صحبت شیخ یا ذکر الہی ہے تو یہ ایک بہت بڑا دھوکہ ہے۔ تفسیر ہو یا حدیث، فقہ ہو یا تصوف، تمام علوم اور تقرب الہی کی بنیاد صحیح عقیدہ ہے۔ عقیدہ و اگر رائی کے دانے کے برابر بھی قاسد ہے تو تصوف اور سلوک کی خوشبو تک نہیں پکڑ سکتا اصل جو ہر پانا تو ناممکن ہے۔ اس لیے سب کو سب سے پہلے اپنے عقیدے کو درست کرنا چاہیے۔ یا تو عقیدہ وہ ہونا چاہیے جو تاریخی حضرات رحمۃ اللہ علیہم کے کتاب و سنت سے اخذ کیا ہے اور فقہ اکبر یا عقیدہ مطہ وہ میں تحریر فرما دیا ہے اور یا پھر عقیدہ اشعری حضرات کے مطابق ہونا چاہیے کہ وہ بھی اہل حق ہیں اور انہوں نے بھی عقیدے کا استنباط کتاب و سنت ہی سے کیا ہے۔ تاریخی اور اشعری رحمۃ اللہ علیہم کے ملاحذ کا اختلاف کچھ تو محض نزاع عقلی ہے اور کچھ اختلاف جہنی برحق بھی ہے تو وہ ایسے حق کی نہیں

جس کو ان کی بناء پر دوزخوں میں ایک دوسرے کی تکفیر یا تسخیر کریں۔ جس صوفی کا عقیدہ اس کا معلوم ہی نہیں کہ وہ کیا چیز ہے، اس صوفی کی صحبت ہم قاتل ہے۔ اس سے ایسے ہی چٹا چاہیے جیسے کہ انسان اپنے آپ کو کسی سانپ، ماکڑا، یا دندے سے محفوظ رکھتا ہے۔

جس صوفی کا عقیدہ درست نہ ہو  
اس سے بیعت تو دور کنارہ.....!

**فرمایا** ضروریات دین کی بھی ایک فہرست ہے۔ اور ان ضروریات میں یہ بات بھی شامل ہے کہ جس صوفی کا عقیدہ درست نہ ہو اس سے بیعت تو دور کنارہ، اس کی صحبت تک سے بچنے۔ مثلاً صوفی کا عقیدہ اگر یہ ہو کہ حلال و حرام سب جائز ہے۔ وجود ایک ہی ہے اور جو حسن ہے وہ ذاتِ اقدس ہے معاذ اللہ تو یہ صوفی تو خود مکر اور ہے معلوم نہیں کہ ایسے جملوں کے بعد مسلمان بھی رہے گا یا نہیں کہ یہ کہ وہ بی مرو شد ہو۔

اورنگ زیب عالمگیرؒ کے زمانے میں  
وحدۃ الوجود کا غلبہ۔

**فرمایا** سلطان اورنگ زیب عالمگیرؒ کے زمانے میں وحدۃ الوجود کا بہت غلبہ ہو گیا تھا۔ بعض مکرانہ صوفی خاق اور مخلوق کے اتحاد کے قائل تھے اور بعض عہدہ اور موجود میں کوئی فرق روا نہیں رکھتے تھے۔ اس وجہ سے اس زمانے میں چونکہ قباولی عالمگیری مرتب ہو رہی تھی تو وہ مکہ کو یہ لکھتے پڑا کہ اللہ تعالیٰ بھی اتنے نزول نہیں فرما تے کہ بندہ بت جائے اور انسان

کو کبھی اتنا عروج نہیں ہوتا کہ وہ خدا بن جائے۔

جہاں مشائخ کا ایک آدھ صدی کے بعد نام بھی نہیں رہتا۔

**فرمایا** جب کوئی شخص مرید ہونے آئے تو ہمیشہ غور و فکر سے کام لے کر بیعت کرنا چاہیے۔ سب سے زیادہ دوسرے نعم تو اپنے نفس کی نسبت رکھنا چاہیے کہ میں مرے سے اس قابل ہی نہیں ہوں۔ اگر ذہن میں آئے کہ میں اس قابل ہوں یا یہ کہ شفا نے کچھ سوچ کر ہی اجازت دی ہوگی وغیرہ وغیرہ تو ہرگز بیعت نہیں لینی چاہیے کہ ابھی تو یہ خود ناقص ہے اور ان لوگوں کا مرید ہونے کے لیے آنا استدراج ہے۔ یہ سمجھنا چاہیے کہ میرا نفس جو مختلف تاویلات کر کے مجھے ہی بنا رہا ہے یہ وہ باطل عمل ہے جس پر میں قائم ہوں اور لوگ جو آ رہے ہیں تو میں سمجھ رہا ہوں کہ یہ قبولیت عند اللہ ہے جبکہ میں تو ابھی اپنے نفس کے مکر سے نجات حاصل نہیں کر سکا۔ یہ سب استدراج ہے۔ اور اگر لوگوں کو مرید کر کے خوشی محسوس ہوتی ہو تو پھر تو بالکل ہی بربادی ہے، ایسے شخص کو چاہیے کہ اپنی عاقبت کی فکر کرے۔ کیا فائدہ کہ لوگ تو اپنے افلاس کے سبب جنت میں چلے جائیں اور یہ جہنم کا کندہ بنے۔ ہاں اگر اس لیے بیعت کرے کہ شفا کا حکم ہے اس کا ادب اور امر معروف میں ان کی اطاعت ضروری ہے اور مرید کرتے وقت بھی حائف اور لرزاں رہے اور اللہ تعالیٰ سے اتھا اور تقرب و زاری کرے کہ لوگ آپ تک پہنچنے کے لیے مجھے واسطہ بناتے ہیں، آپ ہی میرے اور ان کے وکیل ہیں تو اہل مرید کرنا جائز ہوگا۔ ایسے ہی حضرات کے سلاسل میں اللہ تعالیٰ برکتیں بھی عنایت فرماتے ہیں اور یہی سلاسل قائم



رہتے ہیں۔ اگر نہ چاہل اور مریدوں کے زیادہ ہونے سے خوش ہونے والے مشائخ کا سلسلہ اگرچہ بظاہر پختل رہا ہو لیکن درحقیقت وہ مست رہا ہوتا ہے چنانچہ ایک آدھ صدی کے بعد ان کا نام و نشان بھی نہیں رہتا۔

صوفیہ کرام سب سے کشف والہام و شریعت کے ترازو میں توانا پایا ہے۔

فرمایا

حضرات صوفیہ کرام سب سے کشف والہام ہوتا ہے اسے شریعت کے ترازو میں تول کر قبول یا رد کرنا چاہیے۔ ان کی جو بات شریعت کے خلاف ہے، ایک ننگے کے برابر نہیں ہے۔ ان کے خواب اور کشف اگر شریعت کے مطابق نہ ہوں تو انہیں دعوہ پر دے مارنا چاہیے۔ تصوف کا اصل کام اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور اس کے وعدہ و وعید پر یقین ہونا اور پھر اس یقین میں وہ دن اضافہ ہے۔ یہ یقین اور اضافہ، شریعت پر عمل کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے اور بس۔ اگر کوئی شخص عمر بھر ذکر و مراقبہ میں مصروف رہے اور یہ یقین پیدا نہ ہو کہ حرام کام سے عذاب ہوگا اور نماز پڑھنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوگا، اس کی ذات سبحانہ و تعالیٰ نے اعمال صالحہ اور اپنے فضل سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے اور وہ یقیناً ملے گی اور جن اعمال پر جہنم کا فرمایا ہے ان سے بچتا ہے کہ آخرت میں جہنم دیکھنی پڑے گی تو پھر ایسے شخص کو جہنم سے زیادہ واسطے یقین کو پختہ کرنا چاہیے۔

\*\*\*

————— ❦ —————

اکثر صوفیاء کی نماز کے مسائل سے عدم واقفیت۔

فرمایا

ہمارے زمانے میں اکثر صوفیاء کی نماز سنت کے مطابق نہیں ہوتی۔ انہیں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ نمازوں کے مستحب اوقات کیا ہیں۔ چنانچہ نماز عشاء جلدی ادا کرتے ہیں اور نماز صبح بھی مستحب وقت سے پہلے پڑھ لیں گے۔ فرض نماز پڑھائیں گے اور پہلی دو رکعتوں میں دو مختلف سورتوں کی آخری آیات پڑھ کر نماز کو مکروہ کریں گے۔ دوسری تیسری اور چوتھی رکعت کے آغاز میں تسمیہ نہیں پڑھیں گے اور نماز کو مکروہ کریں گے۔ انہیں چاہیے کہ سب سے پہلے اپنی نماز میں سنت کے مطابق کریں۔ تزکیہ نفس تو بہت بعد کی بات ہے۔ فقہ میں صرف طہارت اور نماز کے ابواب ہی پڑھ لیں تو بہت اہمیت ہے۔ اور ان کے مرید ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ ایسی نمازیں پڑھتے ہیں جیسا کہ ان کا شیخ پڑھتا ہے۔ اور اس جہل شیخ کی نماز کو دلیل بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمارے حضرت ایسے ہی پڑھتے تھے یا پڑھتے ہیں۔ کیا قلم بچا ہوا ہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے جیسے نماز پڑھی ہے ویسی پڑھنے کے لیے علم حاصل نہیں کرتے اور اپنے جہل شیخ کی نماز کو دلیل بتاتے ہیں حالانکہ دلیل تو سنت ہے۔ وہ نماز، کیجیہ کہ اور علم حاصل کر کے پڑھنی چاہیے اور اپنی اور اپنے شیخ کی نماز اس کوئی پرکھنی چاہیے۔ جہل مرید اللہ معاملہ کرتے ہیں۔



اللہ تعالیٰ نے سلسلہ نقشبندیہ کو ہندوستان میں  
عروج نصیب فرمایا۔

**فرمایا** (اللہ تعالیٰ نے سلسلہ نقشبندیہ کو ہندوستان میں بٹھا دیا۔ چہ در چہ اس نے اکابر و اہم اس سلسلے میں داخل ہوئے کہ ان کی چٹک کے سامنے لعل یمن مانند پڑ گئے۔ حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کو بہت فکر تھی کہ ہندوستان میں اس سلسلے کا مستقبل کیا ہوگا؟ چنانچہ اپنے مکتوبات شریف میں بھی ایک مقدم پر تحریر فرمایا ہے کہ ایں سہبت عالیہ کہ دریں دیار بسیار غریب است (سلسلہ نقشبندیہ کی عالی نسبت ہندوستان میں بہت کم ہے)

اس مقدمہ کے لیے ہمیشہ دعا گو رہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا مظہر جانجناں، حضرت شہ ولی اللہ، حضرت مولانا غلام علی صاحب دہلوی، تاجی ثناء اللہ صاحب پانی پتی، حضرت شہ عالم اللہ، خواجہ آدم بنوری، حضرت سید احمد شہید، حضرت خواجہ دوست محمد صاحب قد بادری رحمۃ اللہ علیہ سے اس پاک سلسلے کو استقامت بخشی اور ان حضرات میں تاریخی عقیدہ، اتباع سنت، صحیح علم، نماز، تلاوت، اپنے مریدین کو سوک کے تمام اسباق طے کرانا، پختہ خانوں میں بنائے کا ذوق، کتب خانوں کا اہتمام کرنا، ضبط احوال اور سکوت، برابر چلتا رہا۔ اور بعد میں اللہ تعالیٰ ان کی جن شاخوں میں جماعت نہیں آئیں، وہاں یہ خصوصیات اب تک قائم رہیں۔ نسنا اللہ و ایاہم علی الطریقۃ الرشیدیہ۔

## گمنامی — مشائخِ چشت کا شیوہ

**فرمایا** (حضراتِ مشائخِ چشتؒ اپنے گاہنِ چشت (جو کہ اب بھی افغانستان میں موجود ہے) سے ہندوستان وارد ہوئے۔ گمنامی ان کا ہمیشہ شیوہ رہا۔ نہ کبھی پناہ خانہ چیں بنائیں اور نہ کہیں جامِ وصال کے لیے جدوجہد کی۔ اپنے آپ کو ہمیشہ مٹاتے رہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ انھیں مقاماتِ ارفع عنایت فرماتے رہے۔ یہ اپنے آپ کو اللہ کے لیے خاک میں ملاتے رہے ہر دم اپنی فی ان کا شعار رہا اور جو جتنا مٹا، وہ جتنا اس پر اتنی ہی مرضی۔ ان خاکِ نشینوں کی تمام عمر داستانِ عشق بیاں کرنے میں گزری اور ہجر کے غم نے ان کی بذریعہ تک کو گھا دیا۔ یاد آتی کے تلے میں گریہ و زاری ان کا حال رہی اور حقوقِ خدا کا قلم اور امانت کے زماں کا حسد، ان پر ہر دور میں ایسا برساکِ سمان میں برکھا بھی کیا برسی ہوگی۔ تھکرا لہی پر مہر اور اپنے آپ کو مٹا دینا سلسلہِ عالیہ کی پہچان تھی اور اب تک بھی ان کی جو شمعیں بدعات میں جتنا نہیں ہوئیں، وہاں یہی صورت حال ہے۔ ان کے درویش ہمیشہ اس اصول کے قائل رہے کہ

ہر کہ داد و رنج مارا حش بسیار باد

(جو جیسے تکلیف دے اللہ تعالیٰ اس کی راحت میں اضافہ فرمائے)

اربابِ حکمت سے بے نیازی اور اٹھائے حال سلنے کا خاصہ ہے۔ شیخِ بدیع الدین غزنویؒ نے سلسلہٴ چشتیہ کے مشائخ اور حضرت خواجہ قطب الدین غزنویؒ کے عقائد نقل کیے کہ ان میں سے تھے۔ ان کا تعلق دہلی میں امرائے سلطنت سے تھا اور انہوں نے سلسلہٴ چشتیہ کی

خدمت کی غرض سے ان کے لیے ایک پختہ خانہ تعمیر کر دی۔ حکومت جب تبدیلی ہوئی تو یہ خانہ اور اس کے پانی معتب قرار پائے۔ مصائب کا پہلا زلزلہ اور شیخ بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خواجہ تاج حضرت فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ کو اجودھن بھیجا۔ عرض احوال کے بعد دعا کی درخواست کی تو شیخ جنت نے جو جواب تحریر فرمایا وہ سلسلہ چشتیہ کے ذوق کا نمائندہ تھا۔

جو خود اپنی فی روش بنائے گا ضرور چٹکائے مصیبت ہوگا اور بے چینی ہوگی۔  
آپ تو جہان پاک کے دامن گرفت ہیں پھر ان کی روش کے برعکس خانہ کیوں  
بنوائی؟ اس میں کیوں پیٹھے؟ ہمارے شیخ حضرت خواجہ قطب الدین اور ان کے  
شیخ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ روش تو نہ تھی کہ اپنے لیے خانہ  
بنوائیں اور دکان کھول لیں۔ ان کا طریقہ تو گمنامی و بے نشانی تھا۔

مولانا الطاف حسین حالی کا ایک شعر مشائخ سلسلہ چشتیہ رحمۃ اللہ علیہ کے ذوق کا صحیح  
ترجمان ہے۔

۔ مال ہے نایاب اور گاہک ہیں اکثر بے خبر

شہر میں کھولی ہے حالی نے، دکاں سب سے الگ

سلسلہ چشتیہ کے حالات سے آگاہی کے لیے اس وقت سب سے زیادہ مستند کتاب

کیا ادا کیا ہے۔



غالب کا بجز، بندگی اور امتدادی اللہ۔

فرمایا (ع) غالب نے اپنے اس شعر میں اپنے بجز، اپنی بندگی اور امتدادی اللہ کی کیا خوب بات کہی ہے۔

۱۔ جنس بازار معاصی، اسد اللہ اسد  
کہ سوا تیرے کوئی اس کا خریدار نہیں  
اسی مضمون کا ہندی دوہا بھی کیا خوب ہے۔

۲۔ دانت گرے اور کھر گھسے پیٹھ پوچھ نہ لے  
ایسے بوڑھے تیل کو کون پاندھ، بھس دے

صوفیاء کے دکا شفات نکال دھونے کے  
ادکانات زیادہ ہوتے ہیں۔

فرمایا (ع) شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی رحمت اہل جہنم کے بھی شامل حال ہو جائے گی۔ کافروں کو عذاب دوزخ تین لفظ تک ہوگا۔ لفظ عربی زبان میں آٹھ سال کو کہتے ہیں اور ہر سال تین سو ساٹھ دن کا ہوگا۔  $(360 \times 80 = 28800)$  سو ایک لفظ جب انھیں ہزار آٹھ سو دن کا ہوا  $(28800 \times 3 = 86400)$  تو تین دفعہ چوبیس ہزار چار سو دن کے ہوئے اور پیکل مدت دوسو چالیس سال بنتی ہے اور اس مدت کے بعد دوزخ کی آگ کافروں کی ایسی ہی غمگینی ہو جائے گی جیسے کہ وہ سیدنا ربکم علیہ

کے لیے غنڈی ہو گئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے جو انھیں ہمیشہ عذاب دینے کا وعدہ فرمایا ہے تو اگر اللہ تعالیٰ کسی سے انعام کا وعدہ کر کے اسے عطا نہ فرمائیں تو یہ بات تو اس کی شان کے خلاف ہے اور اگر ہمیشہ عذاب دینے کا وعدہ فرمائیں اور کچھ مدت (دو سو چالیس سال) کے بعد وہ عذاب بنادیں اور مزید عذاب نہ دیں تو یہ جو عذاب کا وعدہ پورا نہ کیا تو یہ تو مزید اس کا کرم ہے، کوئی بات اس کی شان کے خلاف نہیں اور حضرات صوفیہ کرام اللہ میں سے کسی کا بھی یہ مسلک نہیں ہے کہ کفار کو جہنم کا دائمی عذاب ہوگا۔

ہمارے شیخ و عارف بابت حضرت مجدد الف ثانی سرہندی نور اللہ مرقدہ نے شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے اس نظریے پر شدید تنقید کی ہے اور فرماتے ہیں کہ شیخ بہت سے دیگر مسائل کی طرح اس مسئلہ میں بھی دو صواب سے بہت گئے ہیں کیا انھیں یہ معلوم نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت دونوں جہاں میں صرف ایمان والوں کے لیے ہے اور کافروں کے لیے تو اس کی رحمت صرف دنیا میں ہے آخرت میں نہیں۔ آخرت میں تو کافروں کی رحمت سے محروم ہوں گے۔ شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ جن قرآنی آیات سے استدلال کرتے ہیں وہ ان آیات کے صرف ابتدائی حصے ہیں انہی کے آخری حصے کیوں نہیں پڑھتے جہاں اللہ تعالیٰ نے آخرت میں رحمت کو صرف مسلمانوں کے ساتھ مبروط کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہ السلام سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ان کے مخالفین (کفار) کو ہمیشہ جہنم میں رکھے گا تو اگر اللہ تعالیٰ کسی موقع پر کافروں سے عذاب ہٹا کر رحمت سے کام لے گا تو اس وقت وہ اپنے اس وعدے کے خلاف بھی تو کرے گا جو اس نے اپنے دوستوں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ ہر طرح کے معائب سے منزہ اور پاک ہے اور یہ جو شخص صوفی کرام کا مسکب ذکر کرتے ہیں کہ کوئی صوفی بھی کافر کے ہمیشہ جہنم میں رہنے کا قائل نہیں ہے تو زیادہ سے زیادہ صوفیاء کو ایسا کشف ہوا ہوگا تو جب اصناف امت کافروں کے دائمی عذاب پر ہے تو اس اصناف کے مقابلے میں کسی صوفی کے کشف کی حیثیت ہی کیا ہے؟ صوفیاء کا کشف غلط ہونے کی امکانات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔

کمالات نبوت اور کمالات ولایت۔

فرمایا ﴿ کمالات نبوت کے مقابلے میں کمالات ولایت کی حیثیت اتنی بھی نہیں جتنی ایک ادنیٰ قطرے کو کسی چھوٹے سے ادنیٰ سمندر سے ہوتی ہے اس لیے جو لوگ سلوک ازراہ نبوت طے کرتے ہیں ان کے مقابلے میں جو لوگ سلوک ازراہ ولایت طے کرتے ہیں ان کا شمار اس درجے میں بھی ہوتے جو درجہ ذرے کا آفتاب سے ہے۔

سلاسل طریقت میں بدعات کو رائج کرنا  
شعرات و برکات سے محرومی کا سبب ہے۔

فرمایا ﴿ وہ تمام مسائل جن میں حضرات صوفیائے کرام اور علما کے مقام ہستہ کا اختلاف ہے صحیح تر بات یہ ہے کہ حضرات علما و کرام ہستہ کا مسکب بہت غصوں اور واضح ہے۔ ان کے قدوسی و دوک اور قابل تسلیم و اتباع ہیں اور وہ اس کی یہ ہے کہ حضرات علما و کرام اپنے علم کو کتاب و سنت اور ان کے مجتہدین کے دلائل کی بنیاد پر عمل میں تبدیل کرتے ہیں جب



کہ حضرات صوفیاء کرام اپنا علم کلمات ولایت سے اخذ کرتے ہیں۔ پھر کبھی اس میں اپنے مکشوفات کو بھی شامل کر لیتے ہیں اور وہ صواب سے دور اور وہ خطا پر چل پڑتے ہیں۔ پھر ان صوفیاء کرام میں وہ گمراہ بھی شامل ہو جاتے ہیں جو کتاب و سنت کی بجائے محض اپنے مشائخ کے طرز عمل کو دیکھ کر اسے ”صراطِ مستقیم“ کا نام دیتے ہیں۔ اپنے آپ کو اپنے مشائخ کے طرز عمل کا مرد و مقلد قرار دیتے ہیں اور چونکہ خود بھی علم سے واسطہ نہیں ہوتا، مطالعہ کرتے نہیں اور ان کے مشائخ کا بھی صاحبانِ علم نہیں ہوتے محض چاہل صوفی ہوتے ہیں، اس لیے یہ بھی ان کی جہالت کی راہ پران کے تتبع ہو جاتے ہیں۔ اپنے مشائخ کے اعمال کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ تو ہمارے غلام حضرت کی سنت ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، کیا یہ گمراہی کا بھی نہیں چانتا کہ اصطلاحات میں یہ لفظ حضرت رسالت پناہ ﷺ کی غیر منسوخ شدہ احادیث پر عمل کرنے کا نام ہے اور اسی وقت قدس کے لیے مخصوص ہے، اس گمراہ صوفی کو یہ بتایا جاتا ہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: اِن کا فعل مبارک۔ یہ ہے تو یہ اپنے مشائخ کے اعمال کو دلیل بناتا اور سنت کے مقابلے میں لاتا ہے۔ یہ شرک فی الہامیہ نہیں تو اور کیا ہے؟ اس قسم کی باتیں جب سننے میں آتی ہیں تو غیرت ایمانی اور تعقل نبوی اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ ان گمراہوں کے اعمال کی کوئی تاویل کریں۔ آخر مجتہدین کے اجتہاد پر اپنے مشائخ کے عمل کو ترجیح دیتے ہیں اور امت میں گمراہی اور فرقہ بندی کے دو کھولے ہیں اسی لیے تو اللہ تعالیٰ ان کو سلاسلِ طیبہ کی برکات سے محروم اور ان کے سلاسل کو معدوم کر دیتا ہے۔ بدعات پر تسامح برتتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ جیسے شریعتِ مطہرہ میں بدعات و اقلیہ

کرنا گمراہی ہے ایسے ہی سلسل طریقت میں بھی، بدعات کو رائج کرنا ثمرات و برکات سے محرومی کا سبب ہے۔ حضرت مجدد الف چہٹی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صاحبزادہ و والد چار حضرت خواجہ محمد صادق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام جو گرامی نامہ تحریر فرمایا ہے وہاں ان حقائق پر بھی قدرے روشنی ڈالی ہے۔ چاہیے کہ اس کا مطالعہ کریں۔

کافروں کی مذہبی رسومات سے دلی طور پر نفرت ہونی چاہیے۔

**فرمایا** کافروں کی جو بھی مذہبی رسومات ہیں ان سے دلی طور پر نفرت ہونی چاہیے۔ ان رسومات کو نہ جانے اور ان کے لیے دعا مانگے کہ اللہ تعالیٰ انھیں ان بد رسوم سے نجات دے۔ ان پر بھی ترس کھائے اور ان کافروں کو نرمی سے کہنا نا چاہیے تاکہ تبلیغ ہو جائے اور صحیح پیغام ان تک پہنچ جائے۔ ان کی تمام مذہبی رسومات میں کفر و شرک شامل ہے اور اگر ایمان بچاؤ تو ان مذہبی رسومات سے برکت ضروری ہے۔ جس کافر کو اسلام کا پیغام، خود اس کی اپنی زبان میں پہنچا اور اس نے عاقل، باخ اور چٹائی بوش دھواں اس پیغام کو سمجھ کر پھر انکار کیا تو ایسے کفر کی سزا دیدی جہنم ہے اس لیے مسلمان ہونے کے باوجود کافروں کی مذہبی رسومات میں شرکت کرنا اور ان کا بچانا نا، اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالنا ہے۔ حضرت مجدد الف چہٹی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ ایک ایسے مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے جو عالم نزع کی کوشش میں تھا۔ جان، جسم کا ساتھ نہیں چھوڑ دی تھی۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اس صورتحال کو برداشت نہ فرما سکے اور حق عیادت نہایتے ہوئے اس

کے دل کی طرف متوجہ ہوئے۔ پایا تو یہ کہ وہ دل کفر کی تاریکیوں سے اٹا ہوا تھا۔ توجہ مبارکہ سے اس کا تزکیہ ممکن نہ تھا اور بتایا گیا کہ اس دل کی تاریکیوں کو اب جہنم کی آگ ہی دور کرے گی۔ پھر معلوم ہوا کہ اس دل میں اتنے کفر کے پاؤں جو ایمان کا ایک ذرہ ہوتی ہے اس لیے اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ اس لیے کافر کو حق بات پہنچانے اور اسے حق سمجھانے میں تو نئی مصلوب ہے لیکن کفر ہوس سے متعلقہ رسومات سے کفر بھی مطلوب ہے۔

کیا ابن عربی رحمہ اللہ ارواح کا سین کے  
قدم اور ازلیت کے قائل تھے؟

**فرمایا** حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمہ اللہ نے مکتوبات شریف میں اپنے شیخ حضرت خواجہ باقی باہد رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ تحریر فرمایا ہے کہ حضرت ابن عربی رحمہ اللہ ارواح کا ملین کے قدم اور ازلیت کے قائل تھے اور اگر اس جملے کی کوئی تاویل نہ کی جائے تو یہ عقیدہ موجب کفر ہے۔ ایک مدت تک یہ پریشانی اور جستجوری کہ حضرت ابن عربی رحمہ اللہ نے آخر یہ عبارت کہاں تحریر فرمائی ہے، حتیٰ الوسع تلاش جاری رکھی لیکن یہ عبارت نہی۔ آخر مسرت حضرت ابن عربی رحمہ اللہ کی جو تفسیر بھیجی ہے، وہ ہاتھ لگی۔ اسے پڑھا تو معلوم ہوا کہ سورہ ابراہیم کی تفسیر میں یہ جملہ موجود ہے۔ حضرت مجدد رحمہ اللہ نے خود اس جملے کی تاویل بھی فرمائی ہے۔

اتحاد امت کے متا بے میں ناقص صوفیاء  
کے کشف کی حیثیت ہی کیا؟

**فرمایا** جن صوفیاء کرام نے اپنے کشف کی بنا پر امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حضرات شیخین رضی اللہ عنہما پر فضیلت دی ہے ان کے ایسے کشف کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اور باب اہل السنۃ والجماعہ نے عقائد کے باب میں حضرات شیخین تو کیا حضرت امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل مانا ہے اور یہی صحیح عقیدہ اور نظریہ ہے۔ اتحاد امت کے متا بے میں ایسے ناقص صوفیاء کے کشف کی حیثیت ہی کیا ہے؟ صوفی کا کشف، غیر پر تو کیا جت ہوتا، وہ اگر مسلمات اہل السنۃ والجماعہ سے نکرائے تو خود اس صوفی کے لیے بھی جت نہیں جب کہ غیر مجتہد پر مجتہد کی تقلید واجب ہے۔ ایسے صوفیاء کے دست و بازو کمالات انبیاء علیہ السلام سے کوتاہ ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ کمالات و اہمیت، کمالات نبوت کے سامنے پر کاوئی حیثیت بھی نہیں رکھتے۔

دل کا اصل مرض اس کا غیر اللہ کی محبت میں گرفتار ہونا ہے۔

**فرمایا** دل کا اصل مرض اس کا غیر اللہ کی محبت میں گرفتار ہونا ہے۔ اولاً وہ اس لیے محبت کہ یہ مجھے نفع دیں گے، مال سے اس لیے کہ دنیا میں کام آئے گا، عہد سے اس لیے محبت کہ حب چاہ کی تسکین ہوگی، دوستوں سے اس لیے محبت کہ کام آئیں گے۔ اغرض جتنی بھی اشیاء سے محبت ہے محض اپنی ذات اور نفس کے لیے، تو اصل محبوب،

مطلوب اور معبود اپنا نفس ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی کہاں ہے؟ یہ سب غیر اللہ ہیں اور جب تک ان کی محبتوں اور اپنے نفس کی بندگی سے نجات نہ ملے، نجات کیونکر متصور ہے؟ اس لیے غالب نجات کو چاہیے کہ اپنا نقطہ نظر بدلے۔ اولاد سے تعلق خاطر کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حقوق تیرے ذمے رکھے ہیں یہ فرمانبردار ہوں یا نہ فرمان، ان کے ساتھ بھلائی کرنی ہی ہے۔ دوست ملنے آتے ہیں تو آنے والے کا حق بنتا ہے، اس کے حقوق کو بھالانا ہے۔ مال اللہ تعالیٰ نے دیا ہے تو اس کا صحیح مصرف تلاش کر کے اسے خرچ کرنا ہے۔ ان تمام اشیاء سے محبت نہیں بلکہ اپنے فرائض کی ادائیگی ہے اور بس۔ جو شخص یہ نقطہ نگاہ رکھے اور اپنے دل کو غیر کی محبت سے بھالے وہ نجات پائے گا۔ غیر اللہ کی محبت ایسا مرض ہے جس کا ازالہ ضروری ہے اور اسی ازالے کے لیے تصوف کی راہ پر چلا جاتا ہے۔

شیخ محمد بن عبدین ابن عربی رحمہ اللہ کے حقیقی مختلف نظریات!

فرمایا

حضرت شیخ محمد بن عبدین ابن عربی رحمہ اللہ کے کچھ ہی کار تو ایسے تھے کہ جو کچھ حضرت رحمہ اللہ نے فتوحات، یا انصوس یا اپنی دیگر تصانیف میں لکھا، اسے بالکل برحق مانا اور ان افکار کی نشر و اشاعت کرتے رہے۔ نہ یہ سوچا کہ ممکن ہے ان کی کتابوں میں تحریف یا ان کا کشف مشتمل برخطا ہو یا ان کے الہامات و کشف اگر انصوس سے خارج و انحراف تھے جس تو ان کی کیا تاویل تو جیسہ کی جائے اور دوسرا اگر وہ ایسا تھا جس کو صرف یہ معلوم ہو جائے کافی تھا کہ حضرت ابن عربی رحمہ اللہ نے یہ فرمایا ہے، وہ مکمل کائنات سے لیس ہو کر ایسے مسلح ملے کرتے

تھے کہ پادہ کھس حیران رہ جاتی ہے۔ حسن ظن اور تاویل سے بالکل نا آشنا ہیں اور ان کی ہر عبارت کو جامہ کفر پہنانے کو تیار۔ ادھر رکھائے بیٹھے ہیں کہ ہر قیمت پر حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا رد کرتا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ بھی بعض مقامات پر یہی رویہ اختیار کرتے ہیں لیکن پھر بھی ہر قیمت میں کہ کئی مقامات پر عدل کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیا لیکن جس گروہ نے انھیں اپنا قادم بنا ہے، وہ گروہ آج تک حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ سے زیادتی کا ارتکاب کر رہا ہے۔ پھر ایک گروہ ان دو اجتہادوں کے درمیان ہے۔ یہ ہندوستان کے علماء کرام و صوفیان عظام رحمۃ اللہ علیہ ہیں نہ فطری کی تصویب کرتے ہیں اور نہ صحیح کی تقلید کرتے ہیں۔ پھر ان میں بھی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سر بندی نور اللہ مرقدہ اور باب وحدۃ الشہود کے تو کیا کہتے۔ اعتدال کی راہ پر گامزن ہیں۔ کتب ہدایت شریف میں نہایت وضاحت سے بار بار یہ اقرار فرمایا ہے کہ ”ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ از اولیاء مقبولان است“ اور پھر جہاں ان کی عبارات انصوح سے کمراتی نظر آتی ہیں یا تو ان کی توجیہ کی ہے اور یا پھر انھیں ”خطا کشفی“ قرار دیا ہے۔ جو لوگ بھی حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا مطاع کرتے ہیں انھیں چاہیے کہ حضرت شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ عبد الوہاب شمرانی اور حضرت مجدد الف ثانی سر بندی رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ لکھا ہے، اس سے بھی غافل نہ رہیں۔





ذٰلِكَ مِنْ اَنْبِیَاءِ الْقُرْاٰی نَقْصَةٌ عَلَیْكَ مِنْهَا قَاٰنِمٌ  
وَّحَصِیْدٌ.

(پ: ۱۲: سورہ صود، آیت: ۱۰۰)

یہ ان تباہ شدہ بستیوں کی کچھ داستانیں ہیں جو ہم آپ کو سنا رہے  
ہیں، اُن (برہاؤ شدہ بستیوں) میں سے کچھ تو اب بھی باقی ہیں اور کچھ  
وو، جن کی فصل کٹ چکی (اور وہ قصہ پارینہ ہو گئیں۔)



واقعہ خز و واقم اور اہل بیت نبوی ﷺ کی دورانہ گئی۔

**فرمایا** خز و واقم کا مشہور واقعہ ۶۳ھ میں پیش آیا تھا۔ قصر یہ تھا کہ حضرات اہل مدینہ میں سے انصار جماعہ کا ایک وفد یزید کے دربار میں پیش گیا۔ یزید نے اگرچہ ان کے ساتھ حسن سلوک کیا لیکن انھوں نے جب یزید کی زندگی کو شریعت کے خلاف اعمال سے ہند پایا تو صبر نہ کر سکے اور مدینہ منورہ انہیں پہنچ کر ایسے خاسق و ناخوشگوار شخص کی حکومت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور بغاوت برپا ہو گئی۔

حضرت عبداللہ بن حنفیہ غنیمت ملائکہ انصاری کہتے ہیں کہ باوجود بیعت ہوئی اور مروان بن حکم اور تمام بنو امیہ کو مدینہ منورہ سے نکال دیا گیا۔ یزید تک جب یہ خبر پہنچی تو اس نے اہل مدینہ کی بغاوت کو ختم کرنے کے لیے ایک لشکر بھیجا، جس کا امیر مسلم بن عقبہ کو مقرر کیا۔ مدینہ منورہ سے باہر ایک مقام "خز و واقم" تھا، اس میدان میں اہل مدینہ جمع ہوئے اور یزیدی فوج اپنے کمانڈر مسلم بن عقبہ کی قیادت میں یہاں پہنچی تو بہت گھمسان پڑا۔ مجاہدین اور انصار صحابہ کرام علیہ السلام کی اولاد میں شہید ہو گئے، محمد بن ثابت بن قیس بن شماس، محمد بن ابی بن کعب، معاذ بن حارث ابو حلیہ انصاری۔ انھیں امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب علیہ السلام نے مدینہ منورہ میں تراویح کا امام مقرر کیا تھا۔ کثیر بن اسدؓ سیدنا عثمان علیہ السلام نے جن کا تین سے مختلف مصائب گھوٹے تھے ان میں سے ایک یہ بھی ہیں۔ معطل بن شان، عبداللہ بن حنفیہ غنیمت ملائکہ، عبداللہ بن زید۔ جنہوں

نے حضرت رسالت مآب ﷺ کے وضو کی بعض تفصیلات بیان کی ہیں اور مہاجرین و انصار کی اولاد جملہ میں سے تقریباً سات سو افراد شہید ہوئے۔ تین دن، لوگ اپنے گھروں میں خاک و سہک مینے رہے۔

اہل بیت نبوی ﷺ واقعہ کربلا سے ہی یہ سمجھ چکے تھے کہ اب حکومت سے نگرانہ کے نتیجے میں اصلاً نہیں ہوگی اس لیے حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ اس معاملے میں بالکل ایک تھک رہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے، حضرت علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بھی اس میں شریک نہیں ہوئے کیونکہ یہ تمام حضرات سمجھتے تھے کہ ایک جی ہوئی حکومت کے خلاف بغاوت سے کچھ مثبت نتائج تو برآمد ہونے کے نہیں، کیوں نہ علم کے پھیلاؤ اور عوامی فلاح و بہبود کے کام کیے جائیں۔

تاریخ یمن "روح الروح" کا قلمی نسخہ اور اس پر کام کی ضرورت۔

فرمایا: تاریخ سے شغف رکھنے والے حضرات کو چاہیے کہ تاریخ یمن "روح الروح" پر کام کریں۔ اس کا ایک قلمی نسخہ دارالمصنفین اعظم گڑھ میں موجود ہے۔ تاریخ کا یہ عظیم سرمایہ حاجی عبدالکریم صاحب مرحوم و مغفور، جو کہ رشتے میں مولانا شبلی مرحوم کے ماموں ہوتے تھے، ہندوستان لائے تھے۔ اب یہ تاریخ ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی۔ نویں صدی ہجری کی یمن اور خلافت عثمانیہ کی تاریخ کے بہت سے اہم واقعات اور نوادرات اس کتاب میں ہیں۔ یمن کے سفر میں، وہاں کے علماء سے بھی اس کا تذکرہ ہوا تو بعض علماء کرام اس سے واقف تھے لیکن کسی ایسے کتب خانے کی نشاندہی

نہ کر سکے جہاں سے اس کا کوئی قلمی نسخہ ہی کہی مل تو جاتا۔ عیسیٰ بن لطف اللہ بن مطہر بن شرف اللہ بن اس کے مصنف ہیں اور ۹۰۱ھ سے لے کر ۹۲۹ھ تک کے واقعات اور خلافت عثمانیہ اور یمن کی حکومت کے درمیان خط و کتابت کی بعض اہم دستاویزات بھی اس میں شامل ہیں۔

شیعہ سنی اتحاد کے لیے شرائط اور "تاریخ نادری"۔

**فرمایا** محمد مہدی امیر آبادی کی "تاریخ نادری" بھی ضرور پڑھنی چاہیے۔ تاج شاہ درانی نے خلافت عثمانیہ سے شیعہ سنی اتحاد کے لیے جو شرائط پیش کی تھیں اس کے متعلق اہم مواد اس میں موجود ہے لیکن افسوس کہ یہ تاریخ اب عام طور پر مٹی نہیں۔

ابن خلدون اور امیر تیمور کی ملاقات۔

**فرمایا** مشہور مؤرخ اور فلسفی ابن خلدون اور حضرت امیر تیمور گورگانی کی ملاقاتیں ۱۳۸۱ء میں دمشق میں ہوئیں۔ امیر تیمور نے دمشق کو فتح بھی اسی سال کیا تھا اور بارہ برس کے ایک لڑکے۔۔۔۔۔ ابن عرب شاد۔۔۔۔۔ میں انھیں نہ معلوم کیا خوبی نظر آئی کہ اسے اس کی والدہ اور بھائیوں سمیت سر قند بچھ دیا۔ اس بچے ابن عرب شاد نے جب ہوش سنبھالا تو امیر تیمور کے خاندان کے متعلق معلومات حاصل کیں، پھر اپنے دائرہ علم کو اور بڑھا دیا اور اس خاندان کی تاریخ اور اپنے دور کے حالات عربی زبان میں تحریر کیے ان کی یہ تصنیف۔۔۔۔۔ امیر تیمور کی سوانح عمری۔۔۔۔۔ تقریباً دو سو سال تک گوشہ گمانی میں

پڑی رہی۔ مشہور مستشرق جیکب گولیس نے اس مخلوطے کو ایٹ کیا پھر عربی سے انگلش میں نقل کی۔ 1636ء میں خاندان بالینڈ سے اس کی یہ کاوش طبع ہوئی اور پھر مسلمان دنیا اور مغربی فضا نے ابن خلدون کا حقیقی مقام چانا۔

ایک اور مغربی فاضل اور مستشرق ڈاکٹر فضل (Walter J. Fischel)، جو کبلی فورنیا یونیورسٹی میں صدر شعبہ تھے انھوں نے جب اس کتاب میں یہ پڑھا کہ حضرت امیر تیمور گورگانی اور علامہ ابن خلدون <sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup> کی آپس میں ملاقات ہوئی تھی تو انھوں نے یہ جستجو شروع کی کہ کسی طرح یہ معلوم ہو سکے کہ ان دو عظیم ہستیوں کی باہمی ملاقاتوں کی تفصیل کیا ہیں۔ وہ واحد شخص جو حضرت امیر تیمور گورگانی کی طرف سے شاہی ترجمان مقرر کیا گیا تھا اور ان دوستیوں کی گفتگو ایک دوسرے تک پہنچا رہا تھا، عہدِ بہارِ نعمان تھا۔ ڈاکٹر فضل نے اس کی باقیات کی طرف رجوع کیا لیکن کوئی سراغ نہ مل سکا۔ ڈاکٹر فضل نے ہر طرف سے ماپیں ہو کر "تاریخ ابن خلدون" کا قاعدہ مطالعہ شروع کیا اور وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ابن خلدون نے اس تاریخ کے آخر پر اپنی سوانح عمری لکھی ہے لیکن 1395ء کے سال پر پہنچ کر ان کا قلم رک اور خود نوشت کے صفحات خشک ہو گئے ہیں۔ ڈاکٹر فضل نے بہت ضمیمہ باری اور یہ طے کیا کہ اس تاریخ کے قلمی نسخے تلاش کرنے چاہئیں شاید کوئی ایسا نسخہ مل جائے جس کے آخر پر 1395ء کے بعد کے حالات بھی درج ہوں کیونکہ ان دو بڑی ہستیوں کی ملاقات تو 1401ء میں ہوئی تھی۔ ڈاکٹر فضل نے اسی غرض سے 1950ء میں ترکی کا سفر کیا اور اسی مقصد کے تحت وہاں کے کتب خانوں کی خاک چھانی۔ آخر کار انھیں اسعد آفندی کی لائبریری اور آغا صوفیا کے کتب خانے

میں تاریخ ابن خلدون کے دوایسے فیصلے مل گئے جن پر ابھی تک کام نہیں ہوا تھا اور ان میں ان تاریخی حقائق کا ذکر اور تفصیلات خود ابن خلدون کے قلم سے مرتب تھیں۔ اسی طرح کا ایک تیسرا نسخہ انیسویں صدی میں ملا اور انہوں نے ان تینوں مخطوطات کو سامنے رکھ کر تاریخ ابن خلدون کے حاشی مرتب کیے اور تنقیدی اشارات بھی لکھے۔ عربی سے انکس میں ترجمہ کیا اور اپنی انکس کتاب "ابن خلدون اور امیر تیمور" (Ibn Khaldun and Tamer Lane) کو 1952ء میں کیلی فورنیا یونیورسٹی سے پہلی مرتبہ طبع کروایا۔

### خارجیت اور باحیثیت

**فرمایا** خارجیت اور باحیثیت ایسے فتنے نہیں ہیں جو کبھی ختم ہو جائیں گے۔ باحیثیت کا اصل مقصد حضرات اہل بیت کرام علیہ السلام کی توہین اور ان پر سب و شتم ہے اور خارجیت نام ہے اس دہشت گردی کا جو ہر مذہب میں اپنے مذہب کے نام پر کی جاتی ہے۔ جو و قلم، جبر و تشدد، خون ریزی اور ہر ایک کی توہین یہ خاص اجزاء ہیں خارجیت کے۔

محمد بن عبد الوہاب نے توحید و سنت کے نام پر جو پر تشدد و تحریک برپا کی تھی وہ بھی تو خارجیت ہی تھی، اسی لیے علامہ شاہی لکھتے ہیں اسے اور اس کے پیروکاروں کو خارجی قرار دیا تھا۔ پاکستان میں "عابان" اور "فتح پوری" حضرات کی پر تشدد و جدوجہد بھی خارجیت ہی ہے اسی لیے تو یہ حضرات اپنے علاوہ کسی کو مسلمان بھی نہیں سمجھتے اور یہ ملہ شعائر کی توہین کرتے ہیں۔ واللہ! خواتین اور بچوں کو قتل کرنا، جھوٹا دینا من گھڑت داستانیں سنانا، جھوٹ بیان، اپنے کو مظلوم بنا کر پیش کرنا اور اپنے اوپر مصنوعی مظلومیت کا لبادہ اوڑھنا،

اپنے خارجی اور داخلی دہشت گرد دوستوں کی قبروں سے خوشبو کا آغوش، اذراۃ راسی بات پر مسلمانوں سے بدگمانی اور پھر انہیں اغوا کر کے قتل اور تانوان وصول کرنا، یہ سب کچھ خارجیہ نہیں تو اور کیا ہے؟

پہلے بھی تو ان خارجیوں نے ہی خلافت اسلامیہ کو تار تار کیا تھا۔ تین خارجی کد کمرہ میں تھے اور اس وقت کے سیاسی حالات پر غور کر کے اس نتیجے پر پہنچنے کو اس وقت امت کے تمام مسائل کے لئے دار

① امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ

② حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

③ حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ۔

لہذا اگر اسلام کی خدمت کرنی ہے اور امت مسلمہ کو آرام پہنچانا ہے تو ان تین افراد کو قتل کر دینا چاہیے۔ چنانچہ عبدالرحمن بن ملجم مروزی نے کہا کہ وہ حضرت امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دے گا۔ برک بن عبداللہ تمیمی نے کہا کہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو شہید کروں گا اور عمرو بن ابیہر التمیمی نے حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کی ذمہ داری لے لی۔ نتیجہ نے ملے کیا کہ یہ کام ایک ہی رات میں کر دینا چاہیے۔ خواہ اکیس رمضان ہو اور خواہ ستائیس رمضان، یہ کام خیر سرائی مہر سے دینا چاہیے۔

دوبد بخت مصر چلے گئے کہ حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ وہیں تھے اور ایک بد بخت نے کوڑے کا زخ کیا جو اس وقت دارالافتاء تھا اور حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ خود وہاں تشریف فرما تھے۔

عبدالرحمن بن ملجم فاسق اپنے خارجی دوستوں سے ملا اور حضرت خلیفہ راشد امیر المومنین سیدنا علیؑ کو شہید کرنے کے لیے مسجد کوفہ میں آ گیا۔

اور حضرت امیر المومنین سیدنا علیؑ بیدار ہوئے تو اپنے صاحبزادے حضرت حسنؑ سے فرمایا کہ بیٹے مجھے ابھی خواب میں حضرت رسالت مآب ﷺ کی زیارت ہوئی اور میں نے ان سے امت کی شکایت کی ہے کہ ان لوگوں نے مجھے بہت تکلیف دی ہے اور میری دشمنی میں انہوں نے صدق و صفا کا رستہ ترک کر دیا ہے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا علیؑ پھر ان کے لیے بددعا مانگو۔ تو میں نے دعا مانگی کہ اسے پروردگار مجھے اس امت سے بہتر لوگ عنایت فرما اور اس امت کو میرے بعد مجھ سے کم درجے کے لوگ مقدر فرما۔

پھر حضرت امیر المومنین سیدنا علیؑ مسجد کوفہ کے لیے گئے۔ ان دنوں موفان آیا اور اس نے ذہان دی۔ سیدنا علیؑ کو لوگوں کو خینہ سے اتھا رہے تھے اور ہار ہار نماز کے لیے فرما رہے تھے کہ عبدالرحمن بن ملجم آغا، آگے بڑھا اور نکو اسید علیؑ حضرت علیؑ کے سر مبارک پر دس ماریں۔ اس قدر شدید وار تھا کہ تلووار داغ تک پہنچی تھی۔ لوگ چاروں طرف سے دوڑ پڑے اور اس بد بخت کو پکڑ لیا گیا۔ حضرت امیر المومنینؑ کو جمعہ کی صبح ایسے زخمی کیا گیا پھر وہ ہفت کے دن بھی حیات رہے اور اتوار کی رات کو شہید ہو کر واصل جنت ہوئے۔ حضرات حسنین اور عبداللہ بن جعفرؑ نے غسل دیا۔ سیدنا حسنؑ نے نماز جنازہ پڑھائی اور عبدالرحمن بن ملجم جو قید میں تھا اس کے چاروں ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیے گئے۔ کچھ دن کا کھنڈار کھنے کے لیے ایک بڑا ڈبہ (قصرہ) جو کہ شاخوں سے ڈھلیا جاتا تھا، اس میں اسے بند کیا گیا تھا۔ اس کا سر با آغوش بد بخت فاسق جہنمی کو زندہ جلا دیا گیا۔

شیر حسین، جسے حضرت خالد بن ولیدؓ نے فتح کیا تھا۔

(فرمایا)

تاریخ کی کتابوں میں ایک شعر "قصرین" کا نام بہت ملتا ہے۔ یہ شام کا ایک شعر تھا اور ماضی قدیم میں تجارت و صنعت کا بہت بڑا مرکز تھا۔ شام ہی کے مشہور شعر حب کے جنوب میں ہے اور اب جب ہم اسے دیکھنے گئے تو بالکل ایک قصبے کی مانند دیکھا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے قصبے کے بعد اسے فتح فرمایا تھا۔ حضرات صحابہ کرامؓ صحیح بھی یہاں تشریف لاتے رہے ہیں۔

قرامطہ کی تاریخ اور امام غزالیؒ کی  
کتاب "فصاح الساطعہ"

(فرمایا)

مسلمانوں کی تاریخ میں جو ہم ایک فرقہ "قرامطہ" یا "قرمطیہ" کے نام سے پڑھتے ہیں یہ فرقہ دراصل ان اسماعیلی شیعہ دی کی ایک شاخ ہے، جو اسماعیلی شیعہ اب بھی پائے جاتے ہیں۔ "مندان قرامطہ" ایک جاہل صوفی تھا اور اس کی طبیعت میں فطری طور پر یہ بات تھی کہ وہ کوئی ایسا علم حاصل نہ کر پاتا تھا جس میں "اسرار و رموز" پائے جاتے ہوں۔ کثرت عبادت کی وجہ سے اس میں زہد اور ورع کے آثار تھے اور کوثر میں رہتا تھا۔ ایک دن اس کی ملاقات ایک باطنی شیعہ سے ہوئی اور باطنی شیعہ ہمیشہ اس بات کے قائل رہے ہیں کہ نصوص شرعیہ میں ضرور رموز و اشارات پائے جاتے ہیں جو کہ عوام کو معلوم نہیں ہوتے، صرف خواص ہی جانتے ہیں۔ جنت، جہنم، وضو، نماز، جنازہ یہ ان اعمال کا ہم



تھیں ہے جو یہ محام کرتے ہیں بلکہ ان تمام اللہ کی مراد کچھ اور ہی ہے جو کہ صرف باطنی جانتے ہیں۔

اس جاہل صوفی "محمدان قرمط" کی ملاقات جب اس اسماعیلی، باطنی شیعہ سے ہوئی تو وہ نہایت خوش ہوا کہ جن اسرار و رموز کی تلاش اسے تھی، ان کا خزانہ تو اس باطنی داعی کے باطن میں پوشیدہ ہے۔ اس نے بار بار التجا کی کہ وہ خزانہ اس کے سینے میں منتقل کر دیا جائے تو آخر کار اس باطنی اسماعیلی شیعہ نے اس سے کہا کہ ایک "سر خزون" (نہایت گہرا راز) ہے جو صرف ائمہ دینیوں ہی کو بتایا جاسکتا ہے پھر وہ ائمہ آوی چنے کے لیے عہد و بیان ہوئے۔ اس "سر خزون" کا لفظ اس پر کیا گیا۔ اس جاہل داعی نے اس ان پڑھ صوفی کو اسرار و رموز سکھائے اور "محمدان قرمط" کو خلافت ملی۔ اس نے اپنا حلقہ بنایا اور شیعیان اپنے انسان دوستوں کو یہ لفظ کرتے رہے کہ اس حلقے میں داخل ہو جاؤ۔ اس حلقے کا نام آہستہ آہستہ "قرامط" ہوا اور پھر عالم اسلام میں ان قرامطیوں نے اس قدر زور پکڑا کہ بغداد کی خلافت ان کی چٹائی میں ناکام ہو گئی۔ خلافت نے اس مقصد کے لیے حضرت یحییٰ الدیالیہ سلطان محمود غزنوی کو درخواست بھیجی۔ وہ غزنوی (افغانستان) سے اٹھے اور اس وقت قرامطی کا اہم مرکز مکیان تھا، اس پر حملہ کر کے قرامطی کا قتل عام کیا اور برصغیر کو ان باطنی "اسرار و رموز" کے مدعیان سے نہایت دلائی۔

حقیقت یہ ہے کہ مولوی جس کے دل سے مال اور عہدے کے محبت نہ ختم ہوئی ہو اور اس کا تزکیہ باطن نہ ہو اور صوفی جس نے باقاعدہ و علم حاصل نہ کیا ہو، اس اُمت کے بہت بڑے نقص ہیں۔ مسلمانوں کا دین اور دنیا انہی دو جہتوں کے ہاتھ سے برباد ہو رہا ہے۔ اس

یہ مسئلہ کبھی ایسے مولوی سے دریافت نہیں کرنا چاہیے جو مال اور عہدے کی محبت میں گرفتار ہے۔ جب دنیا اس کے رگ و ریٹھ میں سمٹی ہوئی ہے۔ مال اور عہدہ جتنا ضرورت ہے لیکن ”محبوبہ“ نہیں ہے کہ اس کی خاطر دین، عاقبت، ایمان اور زندگی گزارنے کے شرائط اصول سب نذر طاق نہیں کر دیے جائیں اور اصلاح نفس کے لیے اپنا ہاتھ کبھی ایسے صوفی کے ہاتھ میں نہیں دینا چاہیے جو جاہل ہو۔

مدینہ منورہ میں کسی ایک صوفی ایسے دیکھے جنہیں ”مضوری“ کہا جاتا تھا یعنی وہ ایسے بزرگ تھے کہ برآمدہ بر آن حضور اقدس ﷺ کے دربار میں حاضر رہتے تھے۔ معلوم نہیں وہ اس دولت سے مشرف تھے یا نہیں لیکن انھیں مسجد نبوی میں نماز پڑھتے ہوئے بار بار دیکھنا اور ان کی نماز سنت کے مطابق نہیں تھی۔ سو جنہیں نماز تک سنت کے مطابق نہ پڑھنی آتی ہو، وہ اس درجے پر تیسرا فائز تھے واللہ اعلم۔ کھل دنیا میں ان کے بدعتی مریدان کے گن گاتے ہیں اور بدعات کی ترویج میں خوش ہیں۔ انکار اس سے نہیں کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ کے ہاں حاضری نہیں ہوتی، انکار اس سے ہے کہ جاہل صوفی اس مقام پر نہیں پہنچتا۔ وہ اپنی قوت خیالی ہی کے الجھاؤ میں جتنا ہوتا ہے اور ایسا گم ہوتا ہے کہ عالم خیال سے باہر اس کی دنیا کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ برزخیت حضرت رسالت پناہ ﷺ کے تصور میں ڈوبا رہتا ہے اور اس کا یہی خیال کبھی کبھی جسم کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ کی زیارت ہو رہی ہے اور درحقیقت وہ اپنے خیالی ہی کو جسم صورت میں دیکھ رہا ہوتا ہے۔ اصل جسم مبارک اور چہرہ انور جو مرقعہ منورہ میں موجود اور خوش و خرم و تازہ و تازہ ہے اس کو اور جو کچھ یہ جاہل، اپنے خیالات میں الجھ رہا، صوفی

دیکھتا ہے ان دونوں چیزوں میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے، ایک حقیقت ہے اور ایک محض خیال ہے۔ ایک کا تعلق عقیدے سے ہے اور دوسرے کا تعلق قوت و اہمیت سے ہے۔ ایسے جاہل صوفیوں کو کشف بھی ہوتے ہیں۔ اور کرامات بھی دیکھ کر سرزد ہوتی ہیں لیکن یہ ایک جہان کوڈ بولتے ہیں۔ عوام الناس اس "محمدان قرامطہ" کے ویسے ہی ہجو کا نشان بن گئے تھے اور وہ بھی اتنی بڑی تعداد میں کہ ایک پورے فرقہ "قرامطہ" وجود پذیر ہوا۔ ان لوگوں نے بھی اس جاہل صوفی "محمدان قرامطہ" میں کچھ کرامتیں دیکھی تھیں جو حقیقت استداران تھا۔ ایسے ہی اپنے آپ کو "حضوری" کہنے والے صوفی، انھیں اشاعرہ و ماتریدہ کے عقائد تک کی خبر نہیں ہوتی، نماز اٹھتی اعتبار سے درست نہیں ہوتی، لیکن یہ "حضوری" ہوتے ہیں اور دین کے "اسرار و رموز" انہی کی مجال میں ملتے ہیں۔ ایسے مولوی اور صوفی خود بھی گمراہ اور ان کی پیروی کرنے والے لکھی گمراہ۔ عبادا اللہ من علماء النبو و صوفیاء النبو۔ ایسے گمراہوں سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے امام غزالی لکھتے ہیں کتاب "نقد الباطنیہ" کا سطر ادا کرنا چاہیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کا لوندوں کی  
حکومت سے پناہ مانگنا۔

**فرمایا** کتب احادیث و اسماء اہل جہاں میں بہت صراحت سے یہ بات آئی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بکثرت یہ دعا مانگتے تھے کہ اللہ تعالیٰ انھیں لوندوں کی حکومت اور ۶۰ کے سال سے اپنی پناہ میں رکھے۔ چنانچہ وہ ۶۰ کے چاند نہیں دیکھنے پائے اور

۵۹ھ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور کوئی مورخ اس بات کی تردید نہیں کر سکتا کہ یہ پہلا وفد جو حکومت میں آیا ہے وہ یزید بن معاویہ تھا اور اس نے ۶۰ھ میں حکومت سنبھالی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ پیش گوئی یا اس سال کے متعلق حضرت رسالت پناہ ﷺ سے اُگرتا ہوتا تو پھر ان کے پاس اور کون سا ذریعہ علم تھا کہ وہ اس سال اور یزیدوں کی حکومت سے چٹا نکلتے تھے۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے انھیں جو دم کے دو رتن عنایت فرمائے تھے یہ تیشین گوئی بھی دوسرے رتن ہی سے ظاہر کی جاتی تھی۔ اس لیے اہل السنۃ والجماعہ کے آثار اور اہل علم نے جو یزید کی مسلسل مذمت اور اس کے فسق کی تصریحات کی ہیں وہ بے بنیاد اور بے سبب نہیں ہیں۔

کیا جنت البقیع اور جنت المعلىٰ میں  
تدفین قابلِ فخر ہے؟

**فرمایا** تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ جنت البقیع اور جنت المعلىٰ میں منافقین، معتزلہ، قدریہ، خوارج اور ردائض تک کی تدفین ہوئی ہے۔ اس لیے کسی بھی فرقے کا یہ فخر نہ کہ ہمارے اچھے اکابر پیچہ البقیع اور جنت المعلىٰ ہوئے، بے جا فخر اور بے کار کی بات ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ مہفون کا عقیدہ کیا تھا؟ اہل اہل السنۃ والجماعہ کے مطابق تھے یا پھر عمر بھر بدعتی رہے اور اپنے پیچھے بھی بدعات کا ایک سلسلہ چھوڑ گئے۔ جو ردائض یا معتزلہ عمر بھر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا کہتا رہا، جنت البقیع یا جنت المعلىٰ کی تدفین اس کے مذاہب میں کس حد تک کی کر سکے گی؟ قابلِ موصوفی

کتاب و سنت کی انصاف ہونے کے باوجود بدعات کی ترویج کرتا رہا تو مدینہ منورہ کا مکرمہ کا قیام اور تدفین اسے کیا نفع پہنچائے گی۔ اس لیے اصل بات صحیح عقیدہ، پھر صحیح علم اور پھر اس صحیح علم پر صحیح عمل اور پھر عمل میں بھی انصاف ہے۔ راہِ صاف لیکن بچہ در بچہ ہے، خطرہ در خطر ہے۔ محض جنت البقیع یا جنت البعلی کی تدفین پر سہارا کر لینا اپنے کو بلاکت میں ڈالنا ہے۔

خاندانوں میں بھادر و مجھے یا گورکن

**فرمایا:** تاریخ بتاتی ہے کہ دو ملی مراکز اور خاندان ہیں باآ غرہ اُز کر رہیں جہاں ریت یہ چلی کہ باپ کے بعد بیٹے کو جانشین بنایا جائے۔ اس بات سے قطع نظر کہ شریعت کا ایک بالکل واضح حکم موجود ہے کہ امانتیں اہل لوگوں کے سپرد کی جائیں لیکن اس حکم کی خلاف ورزی کی گئی۔ خاندان اہل تھے کہ گدی اور خاندان سنبھالیں۔ شاگرد اس لائق تھے کہ چائے استاد کو بحسن و خوبی پڑھ کر دیں لیکن کہیں تو صاحب مدرسہ و سجادہ خود نا اہل تھے یہ وصیت کر کے مرے کہ میرے بیٹے کو میرا جانشین بنایا جائے اور کہیں علماء و مشائخ نے فیصلہ نہیں کیا تو ان کے بعد مدرسہ و خاندان کا فیصلہ بددیانت افراو نے کیا اور صاحبزادگان کے حوالے علمی مراکز اور خاندان ہیں گردنی نہیں اور یہ کچھ برباد ہو کر رہ گیا۔ صاحبزادے جو اس مشکل کا مصداق تھے "پڑھنا کھانا اور نام گدھا فاضل" اور صاحبزادے جو اس شعر کا مصداق تھے:

۔ قم باذن اللہ کہہ سکتے تھے جو رخصت ہوئے

خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن

نفسلاً، و متوطنین کے مرتجع و ماوئی بن گئے اور تاریخ اس بات کی گواہی کہ ہم کے منافع اور اخلاقیات کے گہوارے، بازچہ اطفال ہوئے۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے انتقال کے بعد ان کے کئی سوغلاف، میں سے حضرت نصیر الدین دہلویؒ، چاشمین و سجادہ نشین قرار پائے۔ وہ بہت بلند ہمت اور معتدل آدمی تھے۔ خانقاہ والوں نے کوئی کام کرنا چاہا تو انھوں نے منع فرما دیا۔ اہل خانقاہ نے کہا کہ یہ رسم تو مشائخ کرامؒ سے دور سے چلی آتی ہے تو شیخؒ نے فرمایا دین کتاب و سنت سے ثابت ہوتا ہے نہ کہ مشائخ کے عمل سے۔ ان کا عمل کوئی شرعی دلیل نہیں اس لیے اس رسم ہی کو ختم کر دیا۔ ان کا انتقال 757ھ میں ہوا۔ ان کے زمانے میں بھی نااہل صاحبزادوں کی سجادہ نشینی ہو کر تھی اور تصوف جو ”بازچہ اطفال“ بنا تھا اس کا ایک اہم سبب یہ بھی تھا۔ حضرت نصیر الدین دہلویؒ ان حالات سے بہت کبید و خاطر تھے اور فرماتے تھے:

من چاہا تخم کہ شقی کشم، امر و زخودا میں کار بازی بچکان شد

(میں کہاں اس بات کا اہل ہوں کہ شیخ بن کر خانقاہ میں بیٹھوں حالت

یہ ہے کہ ہمارے دور میں تصوف بچوں کا کھیل بن کر رہ گیا ہے)

ہمارے شیخ حضرت مجدد الف ثانیؒ سرہندیؒ کے زمانے میں بھی یہی فساد تھا کہ بلند ہمت صوفی ناپید ہو گئے تھے۔ خانقاہوں میں محض موردی سلطے تھے اور

مشائخ سلسلہ چشتیہ، قادریہ اور سہروردیہ رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہیں اس مرض کا شکار تھیں۔  
تاریخ حضرت مجدد مہدیؑ کے ماتم پر میر تقی میرؒ کی شہرت کرتی ہے کہ حضرت ان الفاظ  
میں نالہ کرتاں تھے:

فقراء! ایں زمانہ اکثر در مقام رقی و اکتفا کا مت وار نہ صحبت ایشان ہم  
قابل است فرہم کما تقر من الاسد۔

ترجمہ: ہمارے زمانے کے اکثر صوفی اس مقام پر اکتفا کر کے بیٹھ گئے  
ہیں جو انھیں (موروثی طور پر) ملا ہے۔ قرب الہی میں ترقی کی نہ انھیں  
طلب ہے اور نہ وہ بلند سمت ہیں۔ ایسے صوفیوں کی صحبت و ذہر ہے  
جو زندگی کو ختم کر دیتا ہے۔ ان نااہل صوفیوں کی صحبت سے ایسے بچو  
جیسے کہ آدمی شیر (دروغہ) کی درندگی سے بچتا ہے۔

حضرت نصیر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس صورتحال سے تنگ آ کر عجیب طریقے  
سے احتجاج کیا۔ مشائخ چشتیہ کے تبرکات ہی کو اپنے ساتھ لے کر چل دیے کہ اس  
زمانے کے فقراء ان انعامات کے اہل ہی نہیں ہیں۔ ان کے مشائخ سے جو اشیاء  
انھیں ملی تھیں، فرمایا کہ میری تدفین کے وقت میرے شیخ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ  
کا فرقہ میرے سینے پر، انہوں نے جو عبا عنایت فرمائی تھی میرے برابر، ان کی  
تسبیح میری آنکھت شہادت پر پیٹ، ان کا ککڑی کا چال جس میں وہ پانی پیتے تھے  
میرے سر کے نیچے اور ان کے مہارک جو تے میری آغوش میں رکھ کر میری قبر کو  
بند کر دیں۔ ان کے خاکہ، اگرچہ عم و مل میں اپنے دور کے بہ مثال افراد تھے

لیکن وہ اس دور کے نامائیک صاحبزادوں اور نااہل خلفاء کے میدانِ تصوف میں  
تھس آنے کے سخت خلاف اور ان موروٹی خالقاہوں کی جانیشی کی روش سے  
ناہاں تھے۔

حضرت نضر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد سلسلہ پشتیہ نظامیہ کی مشہور خالقاہ ہیں  
جنہوں نے اپنے دور میں ترکیہ و تصوف کے بازار گرم کیے رکھے اور جن کے  
نفوس قدسیہ نے امت کی سیمائی کی وہ کیوں اجڑ کر رہ گئیں؟

مولانا شریف، سیال شریف اور حضرت شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی خالقاہ،  
تونسہ شریف جہاں سے سنگتوں، ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں افراد نے اپنی نفسیاتی  
بہاریوں سے نجات پائی، یہ شفا کے مراکز کیوں برباد ہوئے؟ اس لیے کہ  
صاحبزادگی کی روش شروع ہوئی، نااہل صاحبزادوں نے ان خالقاہوں کو سنبھالا  
اور خود ان مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم کا قصور بھی تھا کہ انہوں نے دھڑا دھڑا نااہل لوگوں  
کو خلافتیں دیں۔ ان کا قصور بھی حلیم کرنا چاہیے کہ وہ حضرات بشر تھے، انسانی  
تھے، معصوم رحمۃ اللہ علیہ نہ تھے۔ اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت خاتم النبیین،  
سید اکوین، رسالت مآب و عصمت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم المعصومین بھی تھے۔ اپنے  
مشائخ کو معصوم جاننا یا ان کی غلطیوں کی تاویل اس لیے کرنا کہ انہیں معصوم ثابت  
کیا جائے یا اپنی زبان و عمل سے یہ تاثر دینا کہ ہمارے اکابر معصوم تھے، یہ سب  
کچھ عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ کے خلاف ہے۔

مدارس و خالقاہیں جب بھی نااہل لوگوں کے سپرد کی جائیں گی خلافتوں کو بغیر



سلوک بنے کیے دیا جائے گا۔ اپنے اپنے سلسلے کے اسباق طے کر کے بغیر دستر بندیاں ہوں گی۔ ذکر، اذکار اور مراقبات میں اشباک و ثبات آئے بغیر لوگوں کو خلافتیں میں گی تو پھر تصوف کا وہی حشر ہوگا جو کہ آج مولانا شریف، سیال شریف اور تونسہ شریف میں ہے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ سلسلہ چشتیہ تھامیہ ان وجوہ سے برپا ہوا اور پھر سلسلہ چشتیہ صابریہ کا عروج شروع ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آخر اس نظام کو قائم تو رکھنا ہے اور اس مبارک کام کے لیے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مبارکی رحمۃ اللہ علیہ کو چنا گیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے میدان تصوف کا معرکہ راہِ حق سے بہت بلند بہت اور قرب الہی کے سمندروں کو پی جانے والے تھے ان کی غلبہ استقامت کی بنیاد تھی ہر صبح اور ہر شام وہ قرب الہی کے نئے میدان چاہتے تھے اور اپنے سلسلے کے اذکار و مراقبات میں بہر تن محو تھے۔ ان کی مستی و سوزوروں نے انھیں اونچے درجے پر مقیم کیا۔ علامہ اقبال کی رباعی ان کی تصویر ہے۔

ز رازنی حکمت قرآن بیاموز چرانے از چراغ او بر افروز  
و لے ایں بخت را از من فرامیز کہ نتاں زینستن بے مستی و سوز  
لیکن اللہ تعالیٰ کے قانون زوال سے کوئی مستدام یا سلسلہ تصوف مستحکم نہیں ہے۔ اب سلسلہ چشتیہ صابریہ اور دیوبندی مکتبہ فکر کا زوال بھی شروع ہو چکا۔ علماء اعلیٰ کا فیصلہ اب شاید ان کے خلاف ہے۔ سلطنتِ علم ان کے مدارس سے ختم ہوتی جا رہی ہے۔ پاکستان بننے کے بعد سے لے کر آج تک یہ اپنے پاکستانی مدارس

صرف اور صرف ایک عالم دین ایسا پیدا نہیں کر سکے جو اپنے تجربہ علمی کے ساتھ آئندہ آنے والی نسل کے لیے صرف اور صرف کوئی ایک وحش کی تعمیر ہی کلمہ دیتا۔ کوئی فتنہ خفی کی تائید کے لیے صحاح ستہ کی کسی کتاب کی کوئی گراں مایہ شرح ہی لکھ دیتا۔ احادیث نبویہ ﷺ ہی پر کوئی تحقیقی کتاب سامنے آتی اور شیخ الصدور کا کام دیتی۔ ان کا جو سرمایہ قباہندوستان ہی سے آیا تھا، وہیں کے فارغ التحصیل علماء کرام رحمہ اللہ باعث افکار تھے۔ "معارف القرآن" نامہ کی تقاسیر انہوں نے ہی لکھی تھیں، صحیح بخاری اور مسلم کی شرح انہی کا کام تھا۔ فتنہ خفی کی تائید میں "اعلاء السنن" جیسی بے مثال کتاب انہی کا کارنامہ تھا۔ اس ملک میں پڑھنے والے علماء نے اپنے کارنامے انجام نہیں دیے جو کارنامے ان کے اسلاف کے تھے۔ انصاف شرط ہے، تعصب نہیں اور اس پر مزید یہ کہ ان کے اکابر جب تک کوئی شخص اپنے سلسلے کے اسباق اور مراقبات کی تکمیل نہ کر لیتا تھا اور بسا اوقات تکمیل کے باوجود جب تک رسوم نہ آجاتا تھا خلافت کے نام سے کوسوں دور تھے، اور اب انہی اصاغر دیوبندی مشائخ کے ہاں خلافتوں کا انبار لگا ہوا ہے۔ عہدوں کی وجہ سے خلافتیں مل رہی ہیں، خاندانوں کی وجہ سے نوازا جا رہا ہے۔ گھوٹوں اور مالی و مادی، اسباب و وساکن کی وجہ سے خلفاء کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ سفارشوں پر وظیفہ بنائے جا رہے ہیں۔ موروثیت کے مرض کا شکار تو یہ بھی پچھلی چند دہائیوں سے ہیں اور ان تمام علامات زوال کے باوجود یہ خوش فہمی ہے کہ ہم "بکو نام اکابر" ہیں۔

تجھے آباء سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی  
کہ تو گفتار وہ کردار تو ثابت وہ سیارا  
گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی  
ثریا سے زمیں پر آسمان نے ہم کو دے مارا

شیخ فرید الدین شہر تہجیہ کا فیض روحانی  
اور حضرت نظام الدین اولیا ؒ

**فرمایا** حضرت شیخ شہر تہجیہ عالم فرید الدین مسعود شہر تہجیہ اپنے سلسلہ عالیہ  
چشتیہ کے مجدد تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں دو خلقہ دے دیئے حمایت فرمائے کہ ان کا  
فیض اب تک تمام عالم میں جاری ہے۔ ایک تو حضرت نظام الدین اولیا ؒ  
تھے ان سے سلسلہ چشتیہ نظامیہ کا ظہور ہوا اور دوسرا مبارک سلسلہ حضرت خواجہ صابر  
کلیڑی ؒ کا ہے جو کہ سلسلہ چشتیہ صابریہ کہلاتا ہے اور ہمارے دور کے چنیدہ  
رجال کا راسِ سلسلے سے وابستہ ہیں۔ حضرت شیخ شہر تہجیہ عالم مسعود شہر تہجیہ کا  
مرضِ وفات چل رہا تھا کہ ان کے ایک غلیظ سید محمد کرمانی ؒ حجاز پر ہی کے  
لیے حاضر ہوئے۔ دیکھا تو جس کمرے میں حضرت صاحبِ فراش ہیں اسی کے  
دروازے پر صاحبزادگان اور معتقدین کا ایک گروہ جمع ہے اور ان کی خواہش  
ہے کہ حضرت مسعود ؒ ان تمام افراد میں سے کسی کو اپنا سجادہ نشین قرار دے  
دیں۔ چنانچہ اسی غرض سے یہ صاحبزادگان کسی کو بھی حجرے میں نہیں جانے دے

رہے۔ سید محمد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کا راستہ بھی روکا گیا لیکن وہ چونکہ خفا میں سے تھے اور ابھی دور دراز کا سفر کر کے دہلی سے آ رہے تھے، اس لیے زیادہ مزاحمت نہ کی گئی اور وہ صبح کرنے کا باوجود نہر کے اور دروازہ کھول کر اندر چلے گئے۔ حضرت مسعود رحمۃ اللہ علیہ کی قدم بوسی کی اور مزاج پرسی کی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مشائخ دہلی کے احوال دریافت فرمائے اور ان کے جی میں آیا کہ کہہ دیں کہ آپ کی صحت کی خبر دہلی پہنچی تھی ہے اور آپ کے چہیتے اور محبوب مرید حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ نے سلام بھی بھیجا ہے اور یہ عرض کیا ہے کہ آپ کی صحت یابی کے لیے دعا گو ہیں، لیکن رک گئے اور تاج فرمایا کہ اگر میں نے یہ کہا اور حضرت مسعود رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں اپنا جانشین قرار دے دیا تو صاحبزادگان ہاراض ہو جائیں گے اس لیے انہوں نے نہایت دانشمندی سے گفتگو کا آغاز کیا کہ حضرت دہلی کے فلاں فلاں مشائخ نے سلام پیش کیا ہے اور آپ کی صحت کے بارے میں شکریہ ہیں اور سب سے آخر میں کہا کہ مولانا نظام الدین نے بھی سلام عرض کیا ہے۔ اور یہ کہ آپ کے لیے دعا مانگتے رہتے ہیں، تو حضرت مسعود رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ بزرگانِ چشت کے تبرکات یہاں سے لے کر دہلی انھیں دے دینا۔ گویا کہ حضرت مسعود رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا جانشین حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کو بنا دیا۔ یہ اطلاع فوراً دروازے سے باہر لگی اور سید محمد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ مزاج پرسی سے فارغ ہو کر جو نعمیہ حجرے سے باہر آئے تو صاحبزادگان شدید ناراض ہوئے اور نرپا سے کہ یہ تم نے کیا کیا۔ سچا وہ نہیں تو ہم نے جتنا ہے، مشائخِ چشت کے تبرکات

حصیں ہرگز نہیں دیے جائیں گے اور نہ ہی یہ سجادہ نشینی دہلی جائے گی۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں نے تو صرف دہلی کے مشائخ کا سلام اور دعا عرض کی تھی اور آخر پر حضرت نظام الدین کا تذکرہ بھی کیا تھا، سجادہ نشینی کا تو کوئی ذکر ہی نہ تھا، لیکن اللہ تعالیٰ اگر کسی پر کرم فرمائے تو میں کون ہوتا ہوں کہ اس راہ میں رکاوٹ بنوں۔ اسی اثنا میں حضرت مسعود رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا اور دہلی یہ خبر پہنچی تو حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ اولیاء رحمۃ اللہ علیہ بغرض تعزیت ابو جمن حاضر ہوئے۔ صاحبزادگان تو کسی صورت تبرکات مشائخ چشت انھیں پہرہ کرنے کو تیار نہ تھے لیکن حضرت مسعود رحمۃ اللہ علیہ کے داماد اور ممتاز خلیفہ شیخ بدر الدین الحق رحمۃ اللہ علیہ نے ذمہ داری کا مظاہرہ کیا اور حضرت مسعود رحمۃ اللہ علیہ کا عصا، خرقہ اور مصلیٰ ان کے نوالے کیا۔ صاحبزادگان اس حرکت پر سخت ناراض ہوئے اور اس جرم کی پاداش میں اپنے بہنوئی حضرت بدر الدین الحق رحمۃ اللہ علیہ کو خانقاہ سے نکال باہر کیا۔ حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تبرکات ہر وہ چشم قبول کیے اور خاموشی سے خانقاہ چھوڑ دی، دہلی روانہ ہو گئے۔ خانقاہ میں جا نشینی ہوئی اور حضرت مسعود رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے سلیمان کو بدر الدین کا لقب دے کر سجادہ نشین قرار دے دیا گیا۔ حضرت بدر الدین الحق رحمۃ اللہ علیہ ابو جمن کی جامع مسجد میں تعلیم و تدوین میں مصروف ہو گئے اور خانقاہ ابو جمن کے دروازے ان کے لیے اور ان کی اولاد کے لیے بند ہو گئے حتیٰ کہ حضرت الحق رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا۔ صاحبزادگان کو چونکہ سجادہ نشینی عزیز تھی اس لیے اس انتقال کے بعد اپنی بیوہ بہن اور یتیم بھانجیوں کے لیے بھی

یہ دور واز سے نہ کھلے۔

ان تمام حالات کی اطلاع دہلی پہنچ رہی تھی۔ حضرت نizam الدین اولیا، <sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup> جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے اپنے شیخ کی صاحبزادی اور یتیم بچوں کو دہلی بلا لیا۔ اور ان کی ایسی شاندار تعلیم و تربیت کی کہ وہ بچے جب اپنی جوانی کو پہنچے تو اپنے دور کے جید علماء قرار پائے۔

صاحبزادوں کو جس موروثی سجادہ نشینی پر ناز تھا اس کا قصہ یہ ہوا کہ شیخ بدر الدین کا انتقال ہو گیا۔ اور حضرت مسعود <sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup> کی خانقاہ شیخ سلیمان کے بیٹے اور حضرت مسعود <sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup> کے پوتے شیخ علاء الدین کے تصرف میں چلی گئی۔ سلسلہ وراثت ہونے کی وجہ سے وہ شیخ قرار پائے اور بیعت و ارشاد کا سلسلہ جاری ہوا۔ جب کہ ان سجادہ نشین شیخ علاء الدین صاحب کی عمر محض سولہ (16) برس کی تھی۔ تصوف کی ایجاد بھی نہ جانتے تھے اور خانقاہ کو اس وراثت نے اپنا ذکر رکھ دیا۔ پھر ان کے بیٹے شیخ معز الدین نے دہلی جا کر اپنے اثرات کا فائدہ اٹھایا اور سلطان محمد تغلق نے انھیں گجرات کا گورنر مقرر کر دیا۔ یہ اپنی نا تجربہ کاری کی بنا پر اپنے مخالفین کے ہاتھوں قتل ہو گئے اور ان کے بیٹے افضل الدین نے اجڑی خانقاہ سنبھال لی اور یہ سلسلہ بنوڑ جاری ہے۔

صاحبزادگان کے سلسلہ کا فیض تو جہاں تھا وہیں فتنہ ہوا اور چند ایک انبیاء کی معدود افراد کے علاوہ یہ سلسلہ کبھی اپنے برگ و بار نہ لاسکا اور وہ نظام الدین جو تبرکات مشائخِ چشت کا تاویل سمجھ گیا اور جسے خاموشی سے خانقاہ چھوڑنی پڑی

اس کے سلسلے کی دھوم مچ چک میں رہی، بادشاہوں نے اس ور پر اپنا سر رکھا، لاکھوں اس آستانے سے فیض یاب ہوئے اور کون شہر کر سکتا ہے اس مخلوق کو جس کے لیے سلسلہ چشتیہ تھا میہ ایمان اور عمل صالح کا موجب بنا اور کون گن سکتا ہے ان چنگاروں کو جو اس پاک سلسلے میں داخل ہوئے، معصیت خداوندی سے توبہ کی اور اپنے پروردگار کی رضا کے مستحق بن گئے۔ نحمدہ و اللہ عبادہ و نعبدہ۔

وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کے  
نظریات کا تاریخی پس منظر

**فرمایا** وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود دونوں نظریات کو اگر تاریخ کے تناظر میں دیکھا جائے تو وحدۃ الوجود کا نظریہ قدیم صوفیاء کرام رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بھی پایا جاتا تھا۔ اس زمانے میں تصوف کے موضوع کی تحریرات اس حقیقت کی عکاسی کرتی ہیں لیکن غالباً سب سے پہلے حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے وحدۃ الوجود کے فلسفے کو علمی سطح پر پہنچا دیا اس طرح بیان کیا کہ پوری عرب دنیا میں یہ آواز نہایت توجہ سے مچی تھی۔ ان کے معاصرین نے بھی ان کے اس نظریے کی تائید کی اور اس موضوع پر ان کی کتابیں بہت کثرت سے نقل ہو کر دنیا میں پھیل گئیں۔ پھر حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی فلسفے وحدۃ الوجود کے قائل تھے۔ مشہور مولانا روم میں انہوں نے چاہا اس نظریے کی وکالت کی ہے اور مشہور کی شہرت کا یہ عالم تھا کہ ادھر ان کے منہ سے نکلے اور ادھر لوگوں کی

زبان پہ چڑھی۔ حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے وحدت وجود پہ جو کچھ اپنی کتابوں میں تحریر فرمایا ہے، وہی مشنوی میں ہے، فرق صرف نظم اور نثر کا ہے۔ دنیا میں جہاں جہاں مشنوی پہنچتی تھی وہاں وہاں یہ نظریات فروغ پاتے پتے گئے اور اس دور میں ہندوستان میں مشائخِ چشت رحمۃ اللہ علیہ کا ڈنکا بہت رہا تھا اور ان کے ہاں تو یہ آواز نا آٹھاتی تھی۔ حضرت معین الدین چشتی اجمیری، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء اور حضرت خواجہ سائبر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کے جتنے بھی مشہد حالات میسر ہیں ان میں وحدۃ الوجود کی کوئی قابل ذکر بحث نہیں ملتی۔ حضرت خواجہ فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ان کیفیات کا تذکرہ ضرور ہے لیکن وحدۃ الوجود بطور کسی نظریے کے نہیں ہے۔ حضرت مسعود رحمۃ اللہ علیہ کے ہمعصر سلسلہ سہروردیہ کے بہت بلند پایہ شیخ وقت حضرت شیخ بہاء الدین زکریا متنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے ہاں بھی یہ بات نہیں ہے البتہ ان کے داماد اور خلیفہ شیخ فخر الدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ فلسفہ وحدۃ الوجود میں ن ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ انہوں نے شام، عراق اور بلادِ عربیہ کا سفر کیا تھا اور اس وقت ان دیار میں سند تصوف کے صدر نشین شیخ صدر الدین قونوی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اہل، چاشمین اور ان کی وجودی فکر کے ترجمان اور داعی تھے۔ حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین اور ان کے معتقدین وحدۃ الوجود کے بحرِ محیط میں غرق تھے اور پورے عالم اسلام میں اس نظریے کی تائید میں کتابیں لکھی جا رہی تھیں اور مجالس گرم تھیں۔

ان حالات میں شیخ فخر الدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیلات



کو براہ راست شیخ صدر الدین قنوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا پھر اسی موضوع پر ان کی  
خط و کتابت اپنے برادر نسبی (ساا) شیخ صدر الدین عارف متنی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی  
ہوئی۔ ان تحریرات کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فخر الدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ  
پر وحدۃ الوجود کا رنگ بنا اور ایسا چاکہ انہوں نے اس کے بنانا میں "لمعات"  
تحریری۔ وہ حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے ایسے دیوانے ہوئے کہ بعد از مرگ و مشق  
میں انہی کے پہلو میں جگہ پائی۔ اب حضرت عراقی کے بیٹے شیخ کبیر الدین اپنے  
خاندانی مراسم بھانے اور سیاحت کی غرض سے مغان تشریف لاتے رہے اور پھر  
انہی کے ذریعے وحدۃ الوجود پر نگہیں جانے والی حضرت ابن عربی، عراقی اور  
صدر الدین قنوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں اور افکار یہاں پہنچے۔ حضرت فخر الدین  
دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ خواجہ سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ نے وحدۃ الوجود کے اثر کو قبول کیا  
اور حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی "فصوص الحکم" کی شرح بھی لکھی۔ ہم گوانے سے  
حیا مانع ہے لیکن وجودی مشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس فلسفے کو اتنا عام کیا کہ اس سے  
اہل السنۃ والجماعہ کا عقیدہ بہت بری طرح متاثر ہوا۔ بہاری نے خدا کی کا دعویٰ  
کیا اور سادہ لوح مریدوں نے اس میں تقلیات الہی کا دیدار کیا اور یہی  
وحدۃ الوجود — جو اپنے مقام پر ایک بالکل صحیح نظریہ تھا — کفر کا سبب بنا۔  
مسلمہ مشائخ طریقت رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے عقیدے کی وضاحت کے لیے وفیر و شاہ تفتیق  
نے دلی طلب کیا۔ یہ وحدۃ الوجود، کچے صوفیوں نے خالق و مخلوق کے اتحاد کا فلسفہ  
بنا دیا اور کثیر تعداد میں مخلوق خدا گمراہ ہوئی۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

کی کتاب "اخبار الاخیار" ان تمام گمراہ، کچے صوفیوں، بغیر سبک کے اسحاق طے ہوئے خائفوں کے مدعیان اور ان گمراہ مشائخ کے خلفاء کے حالات بیان کرتی ہے جنہوں نے خلافتیں تھوک کے حساب سے تقسیم کیں اور طلق کے عقیدے کو برپا کیا۔ عرفہ ربیع الثانی (میں نے اپنے پروردگار کو پروردگار ہی سے پہچانے) کے نعرے لگانے والوں نے منات باری تعالیٰ کو اتحاد و حلول کے درجے میں پہنچا دیا۔ صرف ہندوستان ہی نہیں شام، مصر، اردن، عراق، حرمین شریفین اور ترکی تک میں یہی نعرے بلند ہو رہے تھے۔ ان گمراہ صوفیاء عندہم اللہ سے حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ کا واسطہ پڑا تھا تو وہ ان کی جتنی بھی مذمت کرتے، ہاتھ اور انہوں نے دی کیا۔ اسی اتحاد و حلول کی ایک آواز، آخری دور میں دارا کی بھی سنائی دیتی ہے اس نے بھی تصوف ہی کے پردے میں گمراہی کی دعوت دی اور کفر اور اسلام کو یکساں کرنا چاہا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وحدۃ الوجود کا مسلک برحق اور بہت سے قبیح مشائخ کرام اور جلیں القدر راہبوں کا مسلک تھا اور اب تک ہے۔ لیکن اس مسلک حقد کا پردہ اوزار گمراہوں نے اپنی گمراہی کو بھی خوب پھیلایا۔

وحدۃ الوجود کے علاوہ ایک مسلک وحدۃ الشہود کا بھی ہے۔ بات یہ نہیں ہے کہ حضرات صوفیاء حقد میں یہ مسلک نہیں تھا، بالکل تھا لیکن اس کی ایسی شہرت نہ تھی۔ حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ (۳۷۷ھ) نے اس مسلک کو باقاعدہ اپنی کتابوں میں تحریر فرمایا۔ ان کی کتابیں العروۃ الوثقی، چہل مجالس

جو کہ ان کے خصوصیات کا مجموعہ ہے، وہ ایران کا مل، آتھند و وحدت پھر ان کے اور شیخ عبدالرزاق کاشانی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان جو خط و کتابت ہوئی ہے، اور "مرشد و مرید" کے نام سے چھپی ہے، مجموعہ معنقات شیخ سمنانی جو چھپا ہے، ان سب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ وحدۃ الشہود کی کبھی ترجمانی کرتے ہیں۔ انھیں وحدۃ الشہود سے ایسا تعلق تھا کہ اپنے ہم مشرب صوفیہ کرام رحمۃ اللہ علیہ کا ایک وفد ہندوستان بھجوا یا تا کہ یہاں کے مشائخ کے سامنے اپنا کلمہ نکال دیکھیں اور اس کی تصدیق یا تردید کروائیں۔ ہرات، افغانستان سے جو راستہ ایران کو جاتا ہے، اس راہ پر ایران میں ایک مقام آتا ہے جس کا نام سمنان ہے۔ حضرت ملا والدہ الہی نسبت سے سمنانی کہا جاتے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ کاملہ و واسعة۔ اس دور میں سمنان سے منیر صوبہ بہار ہندوستان آتا، کیا دشوار تھا، چنانچہ شہر ہمدون مشرب کے یہ اصحاب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ شرف الدین نجفی منیری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اس مسلک کی تصویب فرمائی۔

حیرت ہے کہ یہ تصویب کیسے ہوئی یا اس وجہ سے کہ وہ نہایت وسیع القلب صوفی صافی تھے؟ وجہ حیرت یہ کہ شیخ منیری رحمۃ اللہ علیہ وحدۃ الوجود میں فی تھے۔ اس فیاضیت ہی کی وجہ سے تو شاہ فیروز تعلق کو انھیں دہلی بلانا پڑا تھا کہ ان کے عقیدے کی جانچ کریں۔ ان کے حامدین نے سلطان فیروز تعلق کو چاکر یہ شکایت کی تھی کہ وہ اتحاد اور طول کے قائل ہیں، حالانکہ یہ مطلقاً ان خرافات کے قائل نہ تھے البتہ وحدۃ الوجود کا ان پر غلبہ تھا اور حامدوں کو تو یہ چاہیے ہوتا ہے تاکہ کوایا نکلیں۔

سلطان فیروز تغلق کو اطمینان ہوا کہ یہ شخص وجودی ہیں اور مگر اسی نہیں پھیلا رہے تو پھر انھیں رخصت کر لی۔ ایسے ہی وجہ ہجرت یہ بھی ہے کہ کہاں تو حضرت منیریؒ نے ایک ایسے شخص کے قتل پر احتجاج کیا جو اتحاد و حصول کا مدعی تھا اور سلطان فیروز تغلق نے حد شرعی کے تحت اسے قتل کر دیا تھا اور کہاں یہ کہ انھوں نے وحدۃ اشہود کے نظریہ کو بھی سراٹھوں پر رکھ کر قول فرمایا یا پھر شاید یہ وجہ ہو کہ حضرت منیریؒ نے نہایت وسیع الشرب تھے۔ تنگ نظر علماء کے گرد سے نہ تھے۔ ان کی وفات کے جو حالات ان کے مسر شدین نے قلمبند کیے ہیں ان کے مطالعے سے بھی اس حقیقت کی تصدیق ہوتی ہے۔ سوشل مل و الدولہ سمٹانیؒ نے اپنی تحریرات میں وحدۃ اشہود کو بیان کیا ہے ان کی جیسی کتابیں ہندوستان اور افغانستان پہنچی ہیں اور یہاں کے مشائخ نے بھی ان کا مطالعہ فرمایا تھا۔ اسی لیے تو ہم جب حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی تحریرات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں وہاں شافعیہ علماء الدولہ سمٹانیؒ کا تذکرہ ملتا ہے۔ حضرت خواجہؒ جانتے تھے کہ وحدۃ الوجود کے بعد راہ اور بھی ہے۔ انھیں خبر تھی کہ شاہسوار کو ابھی مزید گھڑ دوڑ میں حصہ لینا ہے، ان کی طلب ہر لمحہ انھیں یہ کہتی تھی کہ

جہ مسافر یہ تیرا دشمن نہیں

اور ان کی طلب ہار کی تھی۔ جتنی سیرابی ہوتی تھی اتنی ہی طلب براہم تھی۔ ان کے اپنے خلیفہ اور مجدد دور ان حضرت سرہندیؒ فرماتے تھے کہ حضرت خواجہؒ کے جو خلفاء و مریدین ان کے انتقال کے وقت موجود تھے، ان شخصیات کی روایت

ہے کہ حضرت خواجہ نقشبتؒ نے وفات سے صرف ایک ہفتہ قبل دورانِ مرض یہ فرمایا:  
 مراہین المیقین معلوم شد کہ تو حید کو چاہیست نگہ، شاہراہ و دیگر است۔  
 (میں یعنی مشاہدے کے یقین کی طرح سے چاہتا ہوں کہ وحدۃ الوجود ایک  
 نگہ کو چاہے اور شاہراہ اس کے بعد ہے۔)

یہی بات حضرت مجدد الف ثانیؒ کی سرہندی نقشبتؒ کی بھی ہے لیکن فرق یہ ہے کہ ان سے  
 پہلے کے جو مشائخ وحدۃ الشہود کے قائل تھے ان کی تصنیفات بھی کچھ عام نہ ہوئیں اور  
 ان کے خلفاء نے اپنے اپنے سلاسل میں اس نظریے کی اشاعت بھی نہیں کی اور اگر کی  
 بھی تو اس تاریخ تک بحال رسائی نہیں ہو سکی، لیکن حضرت مجددؒ سے اس نظریے  
 کی اشاعت خوب ہوئی۔

حضرت مجددؒ نے درحقیقت اپنے والد نقشبتؒ سے جو سلسلہ چشتیہ یا قادریہ کا سلوک  
 طے کیا تھا اسی میں وحدۃ الوجود کی حقیقت کو پہنچ گئے تھے اور آپ جس قرب الہی کے  
 متعمق و متبس تھے وہاں استکسائے روحانیت تھا۔ آپ حضرت شیخ علاء الدین سمنانیؒ  
 کی کتب کا مطالعہ کرتے تھے۔ چنانچہ ہم ذات باری تعالیٰ کے متعلق کتابات شریف  
 میں یہ جو اصطلاح پڑھتے ہیں کہ ذات اقدس وراء الوداء، ثم وراء الوداء ہے اس  
 اصطلاح کا ترجمہ اگر اردو میں ہو تو ”اللہ تعالیٰ کی ذات عقل و فہم کی رسائی سے  
 بالا و برتر اور ماورائے عقل“ سے ہوگا اور پنجابی میں ہو تو حضرت مولانا نور احمد  
 صاحب پیروریؒ کی امرتسری محشی کتابت امام ربانیؒ، امرتسری ضمیمہ پنجابی میں  
 اس طرح فرمایا کرتے تھے ”اٹے نالوں آٹوں آٹے، پد یوں پد سے پد سے“ تو یہ

اصطلاح و حقیقت حضرت علامہ الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے، جو انہوں نے اپنی کتابوں میں استعمال فرمائی ہے اور وہیں سے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اخذ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنا خاص انعام فرمایا اور ایسا انعام جو وہ صرف اپنے مقربان و بارگاہی پر فرماتے ہیں، حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی حاضری حضرت خلیفہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ہو گئی۔ اب یہاں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ وحدۃ الوجود (یکے میدان) سے وحدۃ الشہود (یکے بینہ) کی طرف منتقل ہوئے ہیں۔ اب یہاں پہنچ کر وہ جو خطوط اپنے پیچ و مرشد حضرت خلیفہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر فرماتے ہیں تو حضرت شیخ علامہ الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

کہ خود اور ابن باب حضرت شیخ علامہ الدولہ بسیار مناسب میا بدور ذوق و حال و دین مسک چشم مشا را لے متفق است

(اس عاجز نے اس راہ سلوک میں اپنے آپ کو حضرت شیخ علامہ الدولہ رحمۃ اللہ علیہ سے بہت ہم رنگ پایا ہے اور اس مسک وحدۃ الشہود میں میرا ذوق اور حال حضرت شیخ علامہ الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ سے بالکل متفق ہے۔)

اس مقام کے علاوہ بھی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مختلف مقامات پر شیخ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کے جوہر اعلیٰ دیتے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اول تو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے رسائل پڑھے اور انہیں علمی انداز میں اپنایا اور پھر حضرت خلیفہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اور اسباق سلوک نے اس علم کو ان کا حال اور ذوق بنادیا اور پھر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے وحدۃ الشہود کا علم قیام۔ اس میدان میں اس مقام تک پہنچ کر ان

کے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی آنکھت مبارک سے اشارہ کر کے فرماتے تھے کہ اس وحدۃ اشہود سے تو ہمیں اس نوجوان نے آگاہ کیا ہے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف اور ان کے خطوط کے مطالعے سے یہ حقیقت بھی آشکارا ہوتی ہے کہ وہ وحدۃ اشہود سے بھی بلند تر مقام پر پہنچ گئے تھے اور بذریعہ مراقبات ان کی رسائی ان مقامات تک ہو گئی تھی کہ غالباً اب تک کسی کو اس جہان کی خبر نہیں ہوئی۔ اگرچہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ان مراقبات کو کوئی نام نہیں دیا لیکن ان کی تحریرات کو جو بھی غور سے پڑھے گا، اس بات کا اعتراف کرے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قرب حقیقی سے انہیں نوازا تھا اور کچھ ایسی دنیاؤں سے بھی انہیں روشناس کرایا تھا، جن کا وجود مجر حضرات انبیاء علیہم السلام کے کوئی نہیں جانتا تھا۔ قرب الہی کی راہ بے انتہا ہے اور وحدۃ الوجود وہ وحدۃ اشہود اس راہ کے سنگ میل ہیں منزل نہیں کہ یہ دریائے نامید ہے۔

۔ ترقی طلب کیجئے ہر گھڑی

خدا بے نہایت ہے، راہ اس کی بڑی

اب تو خیر اس کام کو کون کرے گا لیکن ایک کرنے کا کام یہ ہے۔ شاید کہ توفیق الہی کسی کے شامل حال ہو۔ کوئی شخص حضرت خواجہ علاؤ الدین سنائی رحمۃ اللہ علیہ کی تمام کتابوں کا مطالعہ کرے اور جو کچھ انہوں نے عالم کشف میں دیکھا یا جو جہان دریافت فرمایا ہے، اسے لکھے، پھر وہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے دریافت کردہ حقائق کو بھی ان کی تصانیف اور خاص طور سے مکتوبات شریف سے الگ کرے۔ پھر ان دونوں کا مقابل کرے یہ لکھے کہ حضرت مجدد وائف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ علاؤ الدین سنائی رحمۃ اللہ علیہ

کے کشف و کھف پر کیا ماننے کیے ہیں؟ کون سی نئی دریاافت ہے جو حضرت مجدد ؑ سے قبل ہمیں نہیں ملتی؟ وحدۃ الشہود کی تاریخ میں اس سے قبل قدر ماننے ہو سکتے ہیں۔ اس لیے تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ وحدۃ الشہود کا آغاز اور اس فلسفے کی دریافت حضرت مجدد الف ثانی ؑ سے ہی نہیں ہوئی بلکہ ان سے پہلے بھی صوفیاء کرام ؒ کے ہاں یہ حقائق ملتے ہیں لیکن اس نظریے کی اشاعت عوامی اور علمی سطح پر سب سے پہلے حضرت خواجہ احمد سرہندی ؒ و مجدد الف ثانی ؑ کے ذریعے سے ہوئی۔

بیت اللہ کے مقابلے میں بیت المقدس کی عظمت و شان  
بڑھانے والے اور ان کا انجام

**فرمایا** تاریخ یہ حقیقت واضح کرتی ہے کہ جو عمارتیں اور مساجد اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتے ہیں، وہ ان کی حفاظت بھی کرتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں ان کی تعظیم اور احترام بھی پیدا ہوتا ہے اور جو عمارت اور عبادت کے طریقے معنوی ہوتے ہیں، ان کی اساس وحی اور اخلاص نہیں ہوتا اور کسی کو نیچا دکھانے یا اپنے تفوق اور برتری کی بنا پر بنائے جاتے ہیں وہ جلد یا بدیر تہہ رجحامت جاتے ہیں۔ بنائے کوچۃ اللہ کا آغاز فرشتوں سے ہوا۔ پہلا گھر جو عبادت باری تعالیٰ کے لیے قائم ہوا، یہی تھا۔ نامعلوم صدیوں سے اس گھر میں عبادت ہو رہی ہے اور آج بھی لوگوں کے دل اس کی محبت سے معمور ہیں۔ اس کے مقابلے میں عوامی نے یہ سعی مذموم کی کہ بیت المقدس کی شان کو بڑھائیں اور مسلمان بغرض عبادت اس



کی طرف متوجہ ہوں لیکن ان کا یہ تا تک بہت جلد اپنے انجام کو پہنچ گیا۔  
 قسے کا آغاز یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت تھی اور  
 اپنے ۹ سالہ دور حکومت میں وہی امیر حج ہوتے تھے۔ مکہ مکرمہ، منیٰ اور عرفات  
 کے اجتماعات میں وہ خطبہ دیتے تھے اور برسر منبر بنو امیہ کے مظالم اور حضرت  
 رسالت پناہ ﷺ کی زبان مبارک سے ان کا "لعین و طریہ" ہوتا جاتے تھے۔  
 چونکہ ان کی خطابت بھی بلا کی تھی اور مسلمان بھی حج کی غرض سے مسلم دنیا کے  
 اطراف و اکفاف سے حاضر ہوتے تھے، تو وہ ان تھریں کا اثر لے کر لوٹتے تھے۔  
 اہل شام نے جب مسلسل کے ساتھ ان احادیث کو سنا تو ان کے دل بنو امیہ کی  
 محبت کی بجائے نفرت سے بھرنے لگے۔ عبداللہ بن مروان نے اس صورتحال  
 سے شک آ کر حجاج کرام کے قافلے روکے اور لوگوں کو حج کرنے سے منع کر دیا۔  
 اس کے ساتھ ساتھ ان اُمویوں نے مسجد اقصیٰ اور مسجد سلیمانی پر منہ بنانا شروع  
 کر دیا۔ دنیا بھر کے معروف کارکن بلائے گئے، غزائوں کا منہ کھول دیا گیا۔  
 حضرت رجا، بن حنیفہ اور یزید بن سلام کو نگران مقرر کیا گیا کہ کوئی مانی بد عنوانی نہ  
 ہونے پائے اور تعمیرات اہل درہنہ کی ہوں۔ رتھیں سب مرمر، اس کے ستون  
 اور نہایت قیمتی پیرے اور جواہرات اس عمارت میں جڑے گئے۔ اہل نوع کے  
 ریشمی پردے لٹکائے گئے۔ نوکروں کی فوج بھرتی ہوئی اور خوشبودار کڑیوں کا  
 بخور تو اس قدر چھایا گیا کہ جب ہوا چلتی تو یہ مہک میلوں تک پھیل جاتی۔ جو کوئی  
 یہاں نماز ادا کرتا یہ بخور اس کے کپڑوں میں اتھا مہک جاتا کہ دور دراز کا سفر کر

کے جب گھر واپس پہنچے تو اس کے اہل خانہ بھی اس خوشبو سے اپنا انیسب حاصل کرتے۔ سونے اور چاندی کی قمیصیں روشن کی گئیں اور انہی سے بنی ہوئی زنجیروں سے ان قنادیل کو لٹکایا گیا۔ اہل دربار کے قالین بچھے اور ایسے "علماء و مشائخ" بھی تیار کیے گئے جنہوں نے یہاں آنے کے فضائل پر خوب جموئی روایات گھڑیں اور پھیلائیں۔

دنیا میں یہ بات ہوتی چلی آئی ہے کہ کسی بھی تحریک کے اصل مقاصد جب نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں اور جماعت بغیر روح کے صرف ایک ڈھانچہ رہ جاتی ہے تو پھر اس میں نئی زندگی پیدا کرنے کے لیے جموں کا سہارا لیا جاتا ہے۔ ان کی آنے والی سلیس صرف جموئی احادیث بیان کرتی ہیں تاکہ کسی طرح سے لوگ تحقیق کا دامن چھوڑ کر محض ان کے پھیلائے، سنئے شائے اور خود غمخوار ہوئے جموں نے قصوں پر اعتبار کر کے اس فرد یا جماعت یا تحریک یا عمارت کو عارضی سہارا دے سکیں۔

جموئی روایات کے انبار لگے گئے اور اس وقت کی مسلمان دنیا میں شاید اس سے زیادہ خوبصورت، دلکش، دیدہ و زیب اور پرکشش عمارت، کوئی نہ تھی۔ ایک چتر بھی لا کر رکھا گیا اور جیسے ہمارے دور میں دہلی میں ایک پاؤں کے نشان کے متعلق یہ جھوٹ بولا جاتا ہے کہ اس چتر میں یہ چوکش قدم ہے، یہ حضرت رسالت مآب ﷺ کا ہے، ایسے ہی ایک چتر رکھا گیا اور اس میں چار پاؤں جو شہت تھا اس کے متعلق لوگوں کو یہ ہادر کرایا گیا کہ یہ نقش قدم، حضرت رسالت مآب ﷺ کا ہے اور ہر

طرح کی دکشی کے سامان اور روایات پھیلائی گئیں۔

اس دور کے بعض جاہل عوام کے لیے یہ ایک بہت بڑا امتحان بن گیا کہ اب کعبہ اللہ کو چائیں یا بنو امیہ کے اس فریب کا رخ کریں؟ اہل علم و دانش تو جانتے تھے کہ یہ سب کچھ آج ہے اور کل نہیں ہے۔ اُپر بہ نے بیت اللہ کو گرانے کی کوشش کی تھی اور وہ اس کے وجود کو ختم کرنا چاہتا تھا اور آج بنو امیہ کعبہ اللہ کی معنویت کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو یہ بھی ایسے ہی غائب و خاسر ہوں گے جیسے کہ اُپر بہ ہوا تھا۔

جاہل عوام نے ادھر کا رخ کیا اور سادہ لوح مسلمان اس صحرا، سیلمانی کے پاس پہنچ کر یوں ہی کھڑے ہو کر دعائیں مانگتے گئے جیسے کہ وہ مقررہ پر حاضری دیا کرتے تھے۔ آجستہ آجستہ اب اس چٹان کا طواف بھی ہونے لگا۔ بنو امیہ کیوں منع کرتے؟ ان کی مراد بر آئی اور پھر تمام مناسک ختم و جاں ادا ہوئے۔ لوگ دس ذی الحجہ کو سر منڈانے لگے۔ اور منی کی طرح یہاں بھی قربانیاں ہونے لگیں۔ وافر بیت اللہ العظیم کے مقابلے میں ایک خود ساختہ اموی کعبہ قائم کرنے کی سرکاری سطح پر کوششیں ہوئیں۔

ولید بن عبدالملک نے اپنے امیر عراق خالد بن عبداللہ کو لکھا کہ کعبہ حرمہ سے باہر ایک کنواں کھدواؤ اور میرے نام پر کھیل جاری کرو۔ یہاں تک تو بات بہت عمدہ تھی کہ پیاس سے نجات تھی لیکن مزید حکم ہوا کہ اس کنوین کے پانی کو زمزم سے افضل قرار دینے کی کوشش کی جائے۔ لوگوں کو اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ

اس کنوئیں کے پانی کو زمزم سے زیادہ حبر کہ سمجھیں اور پھر ای پر اکتفا نہ ہوا بلکہ یہ دور شاہی حکم جاری ہوا کہ زمزم کی خدمت کی جائے۔

یہ سب قصے جاری رہے تاکہ بیت اللہ اور مناسک حج کی عظمت کو کھو یا کم کیا جائے تاکہ آئندہ لوگ اس نے ان کا تحقیر الٹ دیا۔ قبریں کھود دی گئیں اور پہاڑ ٹکرائے۔ ان کی لاشوں پر دست خوان بچھا کر کیا گیا۔ ابو جعفر منصور ۱۳۰ھ اپنے دور خلافت میں بیت المقدس حاضر ہوا اور حکم دیا کہ تمام قیمتی پتھر، سونا، چاندی اور جواہرات آثار کمرکاری خزانے میں داخل کیے جائیں۔ ریشمی پردے بھی آثار دیے گئے اور نعلوں کے مہد کی یہ یادگار بھی ایسے مٹی جیسے کہ یہ نعل خود مٹے۔ نبواں ماس گیا۔ عہد رفت کی داستان بنی۔

ۛ۔ جسے سے کھینچ لے، مسند کو، آن کر فراش

اگر کہیں کہ مٹا، اٹھ کے، چاندنی کا جھول

سدا رہے عام لشکا۔

قانون التحويل

فرمایا) قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن عربی ہاشمی نے "قانون التواہل" بہت عمدہ کتاب لکھی ہے۔ اپنی زندگی کے تجربات بھی بیان کیے ہیں۔ علم فقیر اور تاریخ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ اس کا مطالعہ ماسٹر اور مشرور دونوں کے لیے یکساں نفع بخش ہے۔ بچوں پر اس قلم چمکی تھی اس لیے آج کل نابینا بچے مگر اسے ہاں کے ذخیرہ کتب میں موجود ہے۔



إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ.

(پ: ۲۲، سورۃ طہ، آیت: ۲۸)

اور ایسے ہی اللہ تعالیٰ (کی ذات پاک) سے، اُس کے بندوں میں  
سے وہی ڈریں گے جو صاحبانِ علم ہیں۔

ہر دیال اور مولانا برکت اللہ بھوپالی امریکہ میں۔

فرمایا

آپ کے اس امریکہ میں ہر دیال بھی آئے تھے۔ ہر دیال کا نام آپ نے کیا نکرنا ہو گا؟ ہندوستان کی تحریک آزادی کا روشن ستارہ، دہلی کا خوش پاش اور مشمولہ نوجوان، پنجاب یونیورسٹی لاہور سے فراغت کے بعد 1905ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور شعور مزید بیدار ہوا تو انہیں یقین ہو گیا کہ ہندوستان کے تمام مسائل کا اصل حل "آزادی" ہے۔ تعلیم کو چھوڑا اور لاہور واپس آ کر آزادی کے متوالوں کو اپنے گرد جمع کیا۔ بے این چیز جی، دینا تھہ ہر دیال، مولانا برکت اللہ بھوپالی سب اس ہر دیال کے مدد تھے۔ پارٹی کا اصل نصب العین انگریزوں کو مارنا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے کارکنوں کو بم بنانے اور بم مارنے کی تربیت دی۔ 1912ء میں وائسرائے ہند لارڈ ہارڈنگ پر دہلی میں کاغذات حملہ ہوا، بم پھینکا گیا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ یہ کارروائی ہر دیال ہی کے ایما پر کی گئی تھی۔

اس زمانے میں چوہدری رحمت علی صاحب مرحوم (جنہوں نے پاکستان کا نام تجویز کیا تھا) نے ہندوستان کی تحریک آزادی کو تیز تر کرنے کے لیے تحریک کا خفیہ مرکز واشٹن میں قائم کیا تھا اور ایک بٹل خرید لیا تھا۔ ہوٹل کیا تھا یہ سب انقلابی وہاں جمع ہو جایا کرتے تھے۔ ہر دیال بھی وہاں جایا کرتے تھے۔ پھر ایک اور انقلابی "رام چندر" بھی وہاں پہنچ گئے۔ مولانا برکت اللہ بھوپالی مرحوم اس زمانے میں فرانس میں تھے۔ چوہدری رحمت علی، رام چندر اور ہر دیال نے بہت اصرار کر کے مولانا برکت اللہ مرحوم

کو اس ہوٹل میں بلایا اور جوں یہ انقلابی اکٹھے ہو گئے۔ برکھے یونیورسٹی بھی اس خفیہ تحریک کا ایک مرکز تھی۔ چنانچہ جب دہلی میں لارڈ ہارڈنگ پر بم کا حملہ ہوا تو ہریال اس وقت برکھے ہی میں تھے۔ ہریال کو 23 دسمبر کو یہ خبر ملی تو وہ برکھے میں خوشی سے ناچنے لگے۔ ہندوستانی خون کہاں سے نچھو بیٹھے والا تھا۔ تمام نو جوان ہندو مسلمان ان کے ساتھ ناچنے لگے اور آزادی، آزادی کے نعرے گونجنے لگے۔ ہریال کا جوش غضب انہیں پڑا اور اس نے اس ہمسار کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے ایک پمفلٹ ”حلقہ عہد جدید“ (Yugantar Circle) لکھا۔ وہ دور ہی ایسا تھا خود تارے شہر راولپنڈی میں D. A. V. کاٹ روڈ پر چند طلباء نے مل کر ایک بم ساز فیکٹری قائم کرنے کا منصوبہ بھی بنایا تھا لیکن بعض عاقبت اندیش بزرگوں نے نصیحت کی کہ یہ کام نہ کرو، اور وہ رک گئے۔

ہر دور میں حصول خیر کے طریقے مختلف ہوتے ہیں۔ اپنے گرد و پیش کی دنیا دیکھ کر ہی تعین کرنا پڑتا ہے۔ ہمارے دور میں سب سے مؤثر طریقہ غیر مسلموں میں دعوت کا کام کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ وہ دن دکھائے جب انصاف پسند، چمکی نکلیں اور مجبور جوں سے مادرِ اقوم کو خود ان کی زبان اور ان کی فہم کی سطح کے مطابق ہم اسلام کو پیش کر سکیں تو یہ دعوت ان کے لیے ضرور بالضرور مؤثر ثابت ہوگی اور اگر وہ اسلام کو کبھ لیں تو دنیا بہت سے مصائب سے نجات پا جائے گی۔ اس دور میں عاقبت کا استعمال مسائل میں اضافہ کر رہا ہے، حل نہیں کر رہا۔





موہن سنگھ، راجہ مہندر پر تاب اور نندرا اخبار۔

(فرمایا)

آپ کے اس امریکہ میں موہن سنگھ بھی تو آئے تھے، آپ نے کیوں ان کا نام سنا ہوگا اور پڑھنے کی زحمت گوارا کی ہو، اس کا تو سوال ہی نہیں۔ وہ یہاں گھڑی کے کارخانے میں ایک ملازم تھے لیکن آزادی کی ذمہ داری اسی تھی کہ کیلیفورنیا میں ایک جلسہ کھلایا۔ ہر دیال نے صدارت کی اور مولانا برکت اللہ بھوپانی تو شمع محفل تھے۔ انہوں نے ایک پارٹی بنانے کی ضرورت پر زور دیا اور اسی سال جب سکر و منٹو میں مزدوروں کے مشنر میں جلسہ ہوا تو I.A.P.C کے نام سے پارٹی تشکیل پائی۔ اس مختلف کی اصل ہے: Indian Association of Pacific Coast۔ پارٹی تو بن گئی، اب کام کے لیے رقم درکار تھی۔ چنانچہ اسکی اچیل کی مٹی تو اس وقت 1913ء میں ہندوستان کی آزادی کے لیے اسی جیسے میں لوگوں نے دس ہزار ڈالر سے زیادہ رقم جمع کرا دی۔

موہن سنگھ، ہرمن سنگھ، کرپا سنگھ، چڈت جگت رام، ہرادی، پانڈورنگ کمان کھوجی اور مولانا برکت اللہ بھوپانی یہ سب اس پارٹی کے لیڈر تھے۔ ڈسٹرکٹ نمبر 5 سان فرانسسکو (Wood Street No.5, San Francisco) کے ایک مکان میں دفتر بنا اور اردو، گودکھی اور ہندی تینوں زبانوں میں پارٹی کا ترجمان اخبار ”نندرا“ نکلتا شروع ہوا۔ ”نندرا“ کے ایڈیٹر ہر دیال اور مولانا برکت اللہ بھوپانی تھے۔ ”نندرا“ دیکھتے ہی دیکھتے اپنے دور کا سب سے مقبول اخبار بن گیا۔ کتب، رسائل

اور اخبارات تو گن کر فروخت ہوتے ہیں مگر "نندرا" ایسا نکل کر انہوں کے حساب سے  
 تول کر مختلف ممالک میں بیچا جاتا تھا۔ وی۔ ڈی۔ سادھرکر کی کتاب  
 (The Indian War of Independence) کا اردو ترجمہ "نندرا"  
 میں جانا قسماً چھپنے لگا اور اخبار کی مقبولیت کا عالم یہ تھا کہ آپ کے اس امریکہ کے  
 ملازم، آسٹریلیا اور یورپ میں اسکی، گھ پوری کرنا دشوار تھی۔

اس دور میں جرمنی بھی برطانوی امپیریزم کے خلاف تھا۔ مولانا برکت اللہ بھوپالی نے  
 اس سے بھی فائدہ اٹھایا اور وہ ہندوستانی جو جرمنی میں رہتے تھے، انہوں نے تو بالی  
 طور پر اس پارتی سے بہت تعاون کیا۔ امریکہ میں جرمنی سفیر نے بھی ملی تعاون کیا۔  
 اخبار نے ہزاروں نوجوانوں میں آزادی کی تڑپ پیدا کی اور یہاں تک کہ لوگوں نے  
 اپنی ملازمتیں چھوڑ کر ہندوستان کا رخ کیا کہ آزادی حاصل کریں۔ جاپان اور چین  
 سے لوگ واپس آنے لگے اور حکومت ہند نے ان تمام آنے والوں کی گرفتاری کا حکم  
 دے دیا۔ کرتار سنگھ، سید سنگھ، جیر سنگھ، سریال سنگھ اور کیا کی خوبصورت ہانپانی سکھ  
 نوجوان اور کس قدر دکھ کے گہرو تھے کہ اپنے وطن کی محبت میں اپنے گھر جانے کی  
 بجائے، جیلوں میں جانے سے زیادہ خوشی اور فخر محسوس کرتے تھے۔ ان میں سے  
 سردار کرتار سنگھ جسکی عمر صرف 18 برس تھی، انگریزوں نے چٹائی چڑھا دیا اور باقی  
 لوگوں کو بھی شدید سزائیں دیں۔ جرم کیا تھا؟ صرف یہ کہ ہندوستان کو آزاد کرانا چاہتے  
 تھے۔ اس سلسلے میں اگر آپ پریش کے پوری کی کتاب، GADAR MOVEMENT،  
 IDEOLOGY, ORGANIZATION AND STRATEGY، پڑھیں

تو آپ کو علم ہو کر آزادی کے لیے مسلمانوں، ہندوؤں اور ہندوؤں نے کیا کیا قربانیاں دیں۔ لیکن اب اس آزادی کے بعد غلامی کا دور یاد آتا ہے کہ کم سے کم اس دور میں جتنا انصاف تھا، وہ آج کے ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش کے انصاف سے بڑھ کر ہی تھا۔ معاشی ترقی بھی اس دور میں زیادہ تھی اور نظم و ضبط بھی آج سے پہلے اس غلامی کے معاشرے میں زیادہ پایا جاتا تھا۔

مولانا برکت اللہ بھوپالی 1927ء میں بھی یہاں آئے تھے۔ اس سفر کے لیے انہوں نے جرمن قارن آفس سے 1000 مارک لے کر راجہ ہند پر تاپ — جو کہ اس وقت عالمی سطح کے ہندوستانی لیڈر تھے — کو دیے تھے۔ اور پھر ڈیٹروئٹ (DETROIT) بھی تشریف لائے تھے۔ کچھ گوبھی گئے تھے۔ بھر دو آخر میں کیلی فورنیا چلے گئے تھے۔ ”نندہ“ کے دفتر سے انہیں بہت محبت تھی۔ اس دفتر سے ہزاروں آدمیوں کو آزادی کی جدوجہد کے لیے آمادہ کیا گیا تھا۔ دفتر پہنچے تو شوگر کی وجہ سے بہت بیمار تھے۔ ہندو، مسلمان اور سکھ سب ہندوستانی جمع ہوئے۔ پرچاک استقبال ہوا۔ مولانا یہ سب کچھ دیکھ کر روزے اور لوگوں پر بھی ان آنسوؤں کا بہت اثر ہوا۔ فضا سوار ہو گئی اور پھر مولانا برکت اللہ صاحب نے تقریر کی۔ مولانا کی شوگر بہت بڑھ گئی اور پھر ستمبر 1927ء میں سینٹیکرا ہسپتال میں ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ میٹروپول میں ان کی قبر بنی تھی۔ آپ لوگ تلاش کریں تو مل ہی جائے گی۔ وہاں جانا چاہیے، فاتحہ پڑھنی چاہیے۔ ہم ہندوستانی ہوں یا پاکستانی، مولانا برکت اللہ بھوپالی نے آزادی کے لیے جدوجہد کی تھی۔ ان کا ہم سب پر احسان ہے۔ سنا ہے کہ بھوپالی،

ہندوستان میں کوئی چنیورئی بھی ان کے نام پہنچی ہے۔ رحمہ اللہ و صاف ثرا۔

### مولوی ذکا اللہ اور تاریخ ہند

**فرمایا** مولوی ذکا اللہ مرحوم نے ہندوستان کی ایک بہت خفیہ تاریخ لکھی ہے، ریاضی اور سائنس کی کتابیں بھی سر سید احمد خان کی فرمائش پر لکھی تھیں اور یہ سر سید مرحوم کے دست راست تھے۔ اینڈریوز (Andrews) دہلی میں بہت باادب بہت انگریز افسر تھے، انہوں نے مولوی ذکا اللہ صاحب مرحوم پر ایک کتاب بھی لکھی تھی جس کا نام تھا "ذکا اللہ آف دہلی" اس کتاب کا اردو ترجمہ ہو کر، چھپ بھی گیا تھا لیکن اب نہ اصل کتاب ملتی ہے اور نہ اس کا ترجمہ۔ پڑھنے کی حسرت ہی ہے۔

مولوی ذکا اللہ مرحوم کی زندگی میں جو امور قابل تقلید تھے ان میں سے ایک کام ضیلا اوقات بھی تھا۔ وقت کی پابندی مولوی صاحب مرحوم کی فطرت تھی یہ بنی گئی تھی۔ یہ اور سر سید احمد خان صاحب کے صاحبزادے سید حامد گہرے دوست تھے۔ مولوی صاحب جس مکان میں رہتے تھے، اس میں ایک مرتبہ مرمت کی ضرورت پیش آئی تو اس مکان میں دن بھر تو مستری اور مزدور کام کرتے تھے اور رات کو مولوی صاحب شب بھری کے لیے تشریف لاتے تھے۔ پھر صبح ہوتے ہی وہ اپنے دوسرے مکان پر ٹاٹھتے کے لیے تشریف لے جاتے اور بقیہ وقت وہیں گزارتے۔ ایک مرتبہ جو صبح

© بہت ساری چلی ہوئی تھی وہ وہاں سے اسی کتاب کو اس کا اردو ترجمہ اب بازار میں لے دئے وہ شب میں موجود ہے۔

اپنے گھر سے نکلے اور دوسرے گھر چار پے تھے تو عجیب منظر یہ دیکھنا کہ سید حامد ہاتھ میں دھنی گھڑی لیے کھڑے ہیں، مولوی صاحب ان کی یہ حرکت دیکھ کر ہنس پڑے اور پوچھا "سید حامد خیریت ہے، کیا کر رہے ہو؟" دوپولے "کہ رات گھڑی کو چابی نہ دینے کی وجہ سے یہ بند ہو گئی اور وقت کا پتہ نہیں چل رہا تھا۔ چونکہ آپ کی چھل قدمی کا وقت معلوم تھا اس لیے آپ سے گھڑی کا وقت ماننے کھڑا ہوں۔" مولوی ذکا و اللہ مرحوم ہنس پڑے اور فرمایا "اچھا تو آپ مجھے گھڑی کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔" دونوں دوست کھلکھلا کے ہنس دیے اور دونوں چل پڑے۔

مولوی صاحب کی "سارنچہ بند" اپنے ہاں کے ذخیرہ کتب میں موجود ہے۔

علامہ شبلی نعمانی، خواجہ حسن نظامی اور لالہ چند لال۔

**فرمایا** علامہ شبلی نعمانی کا انتقال نومبر ۱۹۱۲ء میں ہوا اور علامہ الخلف حسین حالی مرحوم کا انتقال دسمبر ۱۹۱۲ء میں۔ ان دونوں مرحومین کے انتقال پر گویا ایک صدی پورا ہوا ہی جاتی ہے۔ علامہ شبلی نعمانی نے ۱۹۰۹ء میں دہلی، خواجہ حسن نظامی مرحوم کو خط لکھا کہ کام کی زیادتی نے تمکا دیا ہے اور تہی چاہتا ہے کہ ایسی جگہ جا کر رہوں جہاں پر کامل سکون ملے۔ خواجہ صاحب نے لکھا کہ دہلی میرے پاس آ جائے اور رہیے، مکمل سکون ہوگا۔

چنانچہ علامہ شبلی مرحوم چلے گئے۔ اور ایک مہینہ تک نواب بدھن کی محل سرائے واقع چٹلی قبر میں ٹھہرائے گئے۔ خواجہ حسن نظامی مرحوم نے ایک مہینہ تک کسی کو وہاں پھرنے نہیں

دیا۔ اسی ایک مہینے میں جناب خولہ حسن نکھی مرحوم کی اہلیہ اور ایک بیٹے کا انتقال ہو گیا۔ خولہ صاحبہ مرحوم ان حوادث کا زیادہ اثر تو لینے نہیں تھے اس لیے اپنے کاموں میں مصروف رہے اور چٹاڑے بھی پڑھ دیے۔  
علامہ شبلی مرحوم یہ سب کچھ دیکھتے دہشتے رہے۔ پھر فرمایا:

”خولہ صاحبہ جب میری بیوی کا انتقال ہوا تھا تو میں تو اس کی جدائی میں پاگل ہی ہو گیا تھا، لیکن آپ ہیں کہ برابر اپنے کاموں میں مصروف ہیں، گویا کہ کچھ ہوا ہی نہیں۔ اسے بھی! آپ تو بہت مضبوط طبیعت کے انسان ہیں۔“

پورا مہینہ علامہ شبلی مرحوم نے، خولہ حسن نکھی مرحوم کی پُر زور سفارش پر، صرف ایک شخص کی دعوت قبول کی اور وہ تھے لالہ چند لال چاول والے۔ لالہ جی بہت با ذوق آدمی تھے اور اس زمانے میں دہلی سے ایک رسالہ ”زبان“ نکال کر تے تھے۔ انہوں نے دعوت میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ طرح طرح کے سامان اور چاول پکوانے اور علامہ شبلی نعمانی جب زردہ کھانے لگے تو لالہ جی نے ایک ٹوکڑ سے کہا ”ذرا گرم زردہ لانا“۔ دعوت ختم ہوئی اور علامہ شبلی مرحوم نے خولہ حسن نکھی مرحوم سے لالہ چند لال کی وضع داری اور مہمان نوازی کی از حد تعریف کی اور پھر فرمایا: ”مجھے اس بات کا تعجب ہے کہ دہلی والے ہو کر لالہ جی نے“ ”گرم زردہ“ کے الفاظ کیوں استعمال کیے؟ گرم کا لفظ تو ”برائی“ کے لیے بولا جاتا ہے۔“



### قرآن کریم کے انگریزی تراجم

**فرمایا** یہاں بہت سے لوگوں سے یہ سنا کہ قرآن کریم کا پہلا انگلش ترجمہ جناب محمد مارہادوک کا کھال (Marmaduke Pickthall) نے کیا۔ یہ اطلاع قلت علم کا نتیجہ ہے۔ ان سے پہلے پامر (pamner)، رانڈویل (Rodwell) اور جارج سیل (George Sale) وغیرہ کے ترجمے شائع ہو چکے تھے۔ کھال بنیادی طور پر انگلش زبان کے عالمی شہرت یافتہ ادیب تھے۔ ترکی میں ۱۹۵۸ء میں جو انتخاب آیا تھا۔ انھوں نے اس پر ایک کتاب "The early hours" لکھی تھی۔ ایک اور کتاب، جس پر انھیں فخر تھا اور اس میں اسلام کے خلاف بہت کچھ مواد تھا اور وہ انھوں نے اپنے زمانہ کفر میں لکھی تھی "Saeed the fisherman" تھی۔ پڑھنے لکھنے کے رسیا تھے اور ان کی اس عادت اور زور مطالعہ نے انھیں اسلام سے روشناس کرایا تھا اور پھر وہ نہ صرف مسلمان ہوئے بلکہ حضرت انعام حیدر آبادی کی سرپرستی اور مالی تعاون سے وہ چاندہ انار بر مصر گئے اور دو سال کی شبانہ روز محنت سے قرآن کریم کا ترجمہ بھی مکمل کیا۔ انہوں نے لندن میں اپنے قبول اسلام کا جب اعلان کیا تو اس کا بہت اچھا اثر، یورپ پر پڑا۔ ملٹی سٹوٹن کے بہت پڑھے لکھے انگریز کہنے لگے کہ جس مذہب کو کھال جیسا آدمی قبول کر رہا ہے تو اس میں ضرور کوئی نہ کوئی خوبیوں تو ہوں گی جنہوں نے کھال کو متاثر کیا ہے۔ ان کی بہت خواہش تھی کہ ان کی قبر حین میں بنے لیکن ملٹی لندن کی تھی، ۱۹۳۶ء میں وہیں ان کا انتقال ہوا۔

### حکیم عبدالوہاب انصاری اور علامہ اقبال

**فرمایا** حکیم عبدالوہاب انصاری جنھیں عام طور پر حکیم تاجہ نام سے یاد کیا جاتا ہے اپنے دور کے طیب حافظ تھے۔ مہاراج سرکشن پرشاد کے ہاں خواتین اور بچے بیمار ہو گئے تو مہاراجہ نے انھیں اپنے محل میں آنے کی دعوت دی۔ یہ تشریف لے گئے تو سب سے پہلے بچے ملاحظہ کے لیے پیش کیے گئے۔ یہ نہ جانتے دہر بچے کی بخش پر ہاتھ رکھ کر بیماری تفتیش کر کے دوا کھواتے رہے۔ اب عورتوں کی باری آئی تو مہاراجی صاحب کو آنے میں دیر ہوئی تو جلدی سے مہاراج سرکشن پرشاد کرسی پر بیٹھے اور اپنا ہاتھ آگے کر دیا۔ حکیم صاحب نے خاموشی سے بخش پر ہاتھ رکھا اور پھر اٹھ لیا۔ مسکرا کر فرمانے لگے یہ بخش تو مہاراج کی ہے۔ مہاراج حیران بھی ہوئے اور پریشان بھی۔ فرمانے لگے میں نے زندگی میں ایسا باکمال طیب نہیں دیکھا۔ یہ سب حیدر آباد کن کا قصہ ہے۔ ریاست میں ایسے ایسے باکمال لوگ تھے۔ حکیم تاجہ مامرحوم نے علامہ اقبال کا علاج بھی کیا تھا۔ وہ جب شفا یاب ہوئے تو حضرت حکیم تاجہ صاحب مرحوم سے اتنے خوش تھے کہ ان کی شان میں ایک رباعی کہی جس میں ان کی اور انہوں نے جو دوا لاہور بھجوائی تھی ”روح الذہب“ دوڑوں کی تعریف کی۔

ہے دو روجوں کا نشین بیکر خاکی میرا  
رکتا ہے بے تاب دوڑوں کو مرا ذوق طلب



ایک جو اللہ نے بخشی مجھے صبح ازل  
دوسری ہے آپ کی بخشی ہوئی روح الذهب

گاندھی جی اور عرسو بانی

**فرمایا** گاندھی جی یقیناً ہندوستان اور عالمی سطح کے بہت بلند پایہ رہنما تھے لیکن  
چند آوازوں میں ان کا ساتھ صرف ہندوؤں نے ہی نہیں مسلمانوں نے بھی بہت  
دیا تھا۔ مسلمانوں نے ان کے لیے بہت قربانیاں بھی دیں اور ان کی تمام  
تحریکیں — جو انگریزوں کے خلاف تھیں — مسلمانوں ہی کے تعاون  
سے اپنے انجام کو پہنچیں۔ ایک مرتبہ آل انڈیا کانگریس کے لیے کچھ رقم کا رقبہ  
تو ایک مہینہ متحمل تاجر جناب عرسو بانی نے اسیلے نہیں صرف یہی سے ۳ لاکھ جمع  
کر کے دیئے تھے اور گاندھی جی کا مارگٹ ایک کروڑ روپے کا تھا۔

عرسو بانی، یوسف سو بانی کے بیٹے تھے اور مہینہ برادری کے نہایت متحمل تاجر میں  
شمار کیے جاتے تھے۔ مشہور زمانہ مصوروں کی ہاتھ سے بنائی ہوئی تصاویر خریدنے  
کے بہت شوقین تھے۔ منہ مانتی قیمت دے کر تصویر خریدتے تھے۔

اسٹیٹ انٹرپرائزس کمیٹی میں ۱۹۱۵ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کو مدد کی ضرورت تھی تو  
مسٹر چٹان کی مدد کی اور جب گاندھی جی نے ایک موقع پر امداد کی درخواست کی تو  
عرسو بانی نے چیک بک کھول کر رکھ دی اور کہا ”گاندھی جی چیک بھر دیجئے“  
گاندھی جی نے قلم اٹھایا اور ایک لاکھ کا چیک بھر دیا۔ یہ دیکھ کر عرسو بانی بہت غصے اور

فرمانے لگے "میں بہت سے بھونچا" گاندھی جی نے فرمایا "بس یہ رقم کافی ہے" یہ واقعہ ۱۹۲۶ء سے بھی پہلے کا ہے کیونکہ عرس ۶ جولائی ۱۹۲۶ء کو رحلت فرما گئے تھے۔ ایسے کتنے ہی واقعات ملیں گے جن سے ہم ہوگا کہ تحریک آزادی میں مسلمانوں کی قربانیاں بھی کسی سے کم نہیں۔

دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہما جو بڑید کے دور حکومت میں باعث تشویش بن سکتے تھے؟

**فرمایا** بڑید کے فتنہ و فتنہ میں کوئی شبہ ہونا تو درکنار اس کی تو تکفیر پر بحث ہے۔ احناف میں علمائے سر قند و بخارنی کا بھی اختلاف ہے۔ ایک گروہ اس کے کفر کا چکل ہے اور دوسرا اس کے فتنہ کا۔ اس کے دور میں جو صحابہ کرام ہجرت اس کی حکومت میں مزاحم ہو سکتے تھے وہ تین تھے:

ایک تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی شفقت، حمایت اور ہمدردی تو سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھی لیکن وہ ہمیشہ اپنے آپ کو اختلافی امور سے الگ رکھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت، اجتماعی فلاح اور فکر آخرت میں رہے۔

دوسرے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ تھے اور وہ بڑید کی فتنہ کو کیا اوجان بن یوسف اور اس کے دستوں کے ساتھ بھی بیروہ آزار ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں رجب شہادت پر فائز فرمایا۔

اور تیسرے، یہ سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ تھے جنھوں نے آخری دم تک اپنی جد و جہد

جاری رکھی۔ یزید یوں کو یہ لاج بھی لاحق نہ ہوئی کہ وہ یمن اس کا تھا؟ حضرت ابو تراب سیدنا کرار حیدر رضی اللہ عنہ کا، حضرت صاحبزادی صاحبہ علیہ السلام نے کس محبت و مشقت سے اپنے لڑکے کو پالنا تھا اور پھر نواسران کا تھا، جنہوں نے فرمایا تھا حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔ صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیہم اجمعین۔

علیہ بارون الرشید، عبداللہ بن مبارک اور ابو معاویہ رضی اللہ عنہ

فرمایا

یہ بات بھی یاد رکھئے کہ قبائل سے کہیں غلیظہ بادن الرشید اس قدر عبادت گزار تھا کہ اسے ایسے کارمضان آیا تو اس نے عمرے کا احرام باندھا اور پھر اسی احرام میں حج کی نیت کر لی اور پھر ایام حج میں بیت اللہ سے پیدل نکلا۔ منی، عرفات، حراء اور پھر منی واپس پہنچ کر ذی الحجہ کے بعد احرام اتار دیا۔ اذہانی، و تک احرام کی پابندیاں اور اطاعت اعلیٰ اب کس کو میسر ہے؟

علاء کرام رضی اللہ عنہ سے اُست اتنی عقیدت تھی کہ جب حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر پہنچی تو باقاعدہ غم کا اظہار کیا اور ایمان سلطنت نے اس حادثے کی تعزیت کی۔ اس کے زمانے ہی میں حضرت ابو معاویہ رضی اللہ عنہ بہت صاحب علم، اس کی ایک دعوت میں آئے۔ کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کی باری آئی تو اس نے اتفاقاً ہاتھ دھو رہا تھا وہاں سے دوے در یافت کیا کہ اگرچہ آپ اپنے تاویلا ہونے کے سبب چھائی سے محروم ہیں لیکن آپ جانتے ہیں کہ آپ کے ہاتھ کون دھوا رہا ہے؟ انھوں نے نفی میں جواب دیا تو بارون الرشید نے اپنا تعارف کراتے ہوئے عرض کیا حضرت اہم بہر حال قابل احترام ہے۔

تاج بن یوسف اور عبدالرحمن بن مسلم خراسانی

**فرمایا** بنو امیہ میں تاج بن یوسف اور بنو عباس میں عبدالرحمن بن مسلم خراسانی — جو کہ تاریخ میں ابو مسلم خراسانی کے نام سے مشہور ہے — وہوں اتنے بڑے شاک (Blood Shedders) تھے کہ کون فیصلہ کر سکتا ہے کس نے کس سے بڑھ کر خون بہایا؟ دونوں مسلمانوں کا خون بہانے میں ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ چاہے شخص اپنی حکومتوں کے استحکام کے لیے مسلمان رعایا کی گردنیں کاٹتے اور معصوم خون سے اپنے دامن کوڑ کرتے رہے۔

یہ ابو مسلم خراسانی پہلا شخص تھا جس نے بنو عباس کی حکومت میں سیاہ لباس کو سرکاری لباس قرار دیا تھا۔ اس وقت سے لے کر آج تک عید یا جمعہ کے دن سیاہ عبا اور زحر خطبہ دینا مستحب قرار پایا ہے۔ علامہ شامی لکھتے ہیں اس استحباب کی تصریح کی ہے۔

یہ ابو مسلم ایک مرتبہ سیاہ لباس اور حے خطبہ دے رہا تھا تو ایک شخص نے اٹھ کر سوال کیا کہ آپ نے سیاہ لباس کیوں زیب تن کر رکھا ہے؟ کتبہ کا میرے استاد حضرت ابو انیسر نے حضرت چاہد بن عبداللہ ثمالی سے روایت بیان کی کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے فتح مکہ کے دن اپنے سر مبارک پر سیاہ عمامہ باندھا تھا۔ اور سیاہ لباس ہمارا قومی لباس بھی ہے اور رعایا کو محبوب کرنے کے کام بھی آتا ہے۔

پھر ایک فوجی کو اشارہ کیا کہ اس سوال پوچھنے والے کو اٹھاؤ اور اس کی گردن اڑا دو۔ چنانچہ وہ آوی قتل کر دیا گیا، جرم کیا تھا؟ صرف یہ کہ تمہاری اتنی بہت سیسے ہو گئی کہ اپنے

اپنے سحرانوں کے کاموں کا جواز دریافت کرتے چلے۔

ملا صدرا اور ان کی کتابیں۔

فرمایا

ملا صدرا کا تعلق اگرچہ اہل تخلف سے تھا مگر اپنے فنون میں کمال کے انسان تھے۔ ان کی کتابیں اہل السنہ کے مدارس میں بھی ایک عرصہ تک پڑھی اور پڑھائی جاتی رہیں لیکن اب تو درس لکھائی کا صرف ڈھانچہ ہی رہ گیا، وہ جو لوگ فلسفہ اور منطق پڑھ کر علم کے مہمیدان تھے، شہروں کے شہر، ان سے خالی ہو گئے اور ذات و صفات البیہ کی مباحث جاننے والے، علوم شرعیہ کے حاشیہ میں رہے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جب ملا صدرا کی کتابیں پڑھیں تو آنکھیں روشن ہو گئیں اور بعض مقامات تو ایسے ہیں کہ وہ سبحان اللہ کیا کہنے۔ ۱۰۵۰ء میں وفات پائی اور اس دور میں سات حج کیے تھے۔ شیخ بہاء الدین عاقلی کے شاگرد تھے۔ ضروری علوم سے فراغت کے بعد چند روز سال تک عبادت میں مصروف رہے۔ مخلوق سے انقطاع اور مراقبات میں مشغول رہے۔ اس کے بعد تحریر و تصویب کا کام ہوا۔ چند کتابیں تو صرف تفسیر قرآن پر ہی لکھ دیں۔ موت کے بعد سچ روح ہوتا ہے یا نہیں اس موضوع پر بہت مدد لکھا۔ ”سمرات آیات“ میں بھی اس موضوع کو بیان کیا ہے۔ ہمارے حضرت شہید العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ جس شخص پر جس خواہش نفس کا غلبہ ہوگا، بشر میں اسی صورت میں محسوس ہوگا۔ کتنے ہی لالچی انسان سکن کی شکل میں اٹھائے جائیں گے۔ کتنے ہی بے حیا، انسانی شکل میں چھپے رہے اور آخرت میں سو کی شکل میں محسوس

ہوں گے، ہندوؤں تک کی صورت میں ہوں گے۔ ماصدرانے یہ مضمون اپنی کئی کتابوں میں نہایت شرف کے ساتھ دلائل بیان کیا ہے۔

مولانا حکیم محمود احمد برکاتی رحمۃ اللہ علیہ اور فلسفہ و معقولات۔

**فرمایا** (فلسفہ کے کچھ اسباق و تقریحات کراچی میں مولانا حکیم محمود احمد برکاتی مرحوم و مغفور سے پڑھے۔ ان کے پردادا مولانا حکیم دایم علی صاحب مرحوم بہار کے رہنے والے تھے اور جب شہرت ہوئی تو نواب ریاست نوک نے انھیں اپنا شاہی طبیب مقرر کر لیا تھا پھر ان کے دادا نے اپنے والد مرحوم سے زیادہ شہرت پائی۔

مولانا حکیم برکات احمد نوکی تو اپنے دور میں فلسفہ اور معقولات کے امام ہوئے۔ پھر ان کے والد مرحوم نے اپنی زندگی طب کی خدمت میں بسر کی اور اب حضرت حکیم محمود احمد برکاتی صاحب مرحوم نے پوری ذمہ داری اور بساط پھر تحقیق کے ساتھ چند ایک کتابیں بہت عمدہ تحریر فرمائیں، خیر آبادی سلسلے کی انتہا یہ ہوئی۔ فلسفہ و معقولات کا جہاں جاتا رہا۔ مولانا محمود علی صاحب مرحوم نے بھی فلسفہ و منطق اسی علمی خانوادے سے پڑھا تھا اور اس خاندان کے جس جس فرد سے واسطہ پڑا مجسمہ ستانت و صدق تھا۔

امام ابو بکر خضاف اشپانی رحمۃ اللہ علیہ — خاندان بنو مازہ رحمۃ اللہ علیہ

**فرمایا** (امام ابو بکر خضاف اشپانی رحمۃ اللہ علیہ کی "ستاب العقائد" کی ایک عمدہ شرح حضرت صدر الشہید حسام الدین ابو محمد عربی بن عبد العزیز ابن مازہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ ۵۳۶ھ

کی ہے۔ یہ شرح حضرت شیخ ابوالوفاء افغانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے ساتھ چھپ گئی ہے، اور ہمارے ذخیرہ کتب میں موجود ہے۔ حضرت صدر الشہید ابن زوہر رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور میں دم کے میدان میں، اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک تھے۔ لیکن افسوس کہ عمر بہت کم پائی۔ صرف تین سال جیسے اور سرقہ میں ایک کافر نے انھیں شہید کر دیا۔ جہد مبارک بخاری منتقل کیا گیا۔ صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں سے تھے چنانچہ انھوں نے اپنے بھم میں اپنے مشائخ کے تذکرے میں ان کی تعریف میں لکھا ہے کہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور فقہ ان سے پڑھی تھی۔ اپنے والد حضرت برہان الدین الکبیر عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز شاگرد تھے۔ جہاں سرقہ، بخاری و فرامان اور مادراء الشہر میں "ابو مازہ" کا خاندان نہایت بلند پایہ علمی وقعت و وجاہت کا حامل تھا۔ حنفی فقہ کے آئینہ کرام رحمۃ اللہ علیہ اس خاندان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنا، اپنے لیے فخر و سعادت جانتے تھے۔ اس ابو مازہ کے خاندان میں کہتے ہی آئینہ گزردے ہیں جو صدر الشہید، صدر السعید اور برہان الدین کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ یہ خود ان کے والد عبدالعزیز، ان کے دادا عمر بن مازہ، ان کے بھتیجے محمود صاحب محیط، ان کے بیٹے ابو جعفر محمد بن عمر، حضرت صدر جہاں محمد بن احمد بن عبدالعزیز بن عمر بن مازہ، یہ سب اسی خاندان "ابو مازہ" کے ورثہ و ستارے تھے۔ سلطان وقت بختیار خلجی نے ان سب حضرات کے لیے اپنے خزانوں کے من کھول دیے تھے۔

رحمہم اللہ تعالیٰ جمیعاً و حشرنا معهم.



مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ اور جوزف بوروش۔

**فرمایا**

ہمارے حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مشہور مستشرق جوزف بوروش (Josef Horowitz) کی تنقید تھری اور مذہبی تعصب پر بہت برہم ہوتے تھے۔ ان کے زمانے میں ”معارف“ میں ان کے کئی مضامین اس موضوع پر چھپے۔ پڑھنے اور سوچنے سے تحقیق رکھتے ہیں۔ حالانکہ یہ پہلا مستشرق ہے جس نے ”اطلیقات“ انگریزی لائبریری لندن سعد رحمۃ اللہ علیہ جیسی سیرت حبیب کی بنیادی مآخذ کتاب مرتب کر کے، بائبل کی لائڈن یونیورسٹی سے اس کی دو جلدیں، 1904ء سے لے کر 1918ء تک محنت کر کے دنیا کے اسلام کو دیں۔ علامہ شبلی نعمانی مرحوم کو حسرت رہی کہ کاش وہ طبقات ابن سعد کو دیکھ لیتے لیکن ان کی وفات کے چار سال بعد 1918ء میں یہ کتاب چھپی۔ اس عظیم کام پر اسے ایک اور مستشرق ایڈورڈ زخاؤ (Eduard Sachau) نے راجب کیا تھا، ”طبقات“ کے علاوہ اس نے ابن قتیبہ کی کتاب ”عیون الاخبار“ کا انگلش ترجمہ بھی کیا۔ افسوس کہ عمر زیادہ نہ پائی صرف 57 سال دنیا اور 5 فروری 1931ء میں انتقال ہوا۔

ابن حزم ظاہری اور ابن عربی کا خواب۔

**فرمایا**

ابن حزم ظاہری کی کتابیں پڑھیں تو یہ فائدہ تو ضرور ہوا کہ احادیث و آثار سے آگاہی ہوئی لیکن بعض مقامات پر اکابرین و اسلاف اُمت اور خاص طور پر انھوں



نے مولا مک ومع امام مالک جیسے پر جو کرم فرمائی کی ہے اسے پڑھ کر از حد کو فہم بھی  
 افغانی پڑی۔ بعض مقامات پر تنقید کا پٹا نا آقا سخت کر دیتے ہیں اور احادیث و آثار کے  
 معاملے میں اتنی سطحیت پر اتر آتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ ہے۔ علمی مباحث میں تو ان  
 کا حال یہ ہے لیکن صاحب فتوحات مکیہ ابن عربیؒ نے لکھا ہے کہ میں نے خواب  
 میں دیکھا کہ حضرت رسالت مآب ﷺ گویا کہ سراپا نور ہیں اور اسی عالم میں آپ  
 نے ابجد ان حزم کو اپنے سینہ مبارک سے چٹا لیا ہے۔ پھر ایک جسم دوسرے جسم میں  
 سمو گیا ہے حتیٰ کہ ایک ہی جسم رہ گیا ہے اور وہ صرف حضرت رسالت پناہ ﷺ ہیں۔  
 یہ پڑھ کر ان سے بعد میں کمی واقع ہوئی۔ خدا ایسے بھلے انسانوں کا بیڑا پار لگائے مگر  
 کاش کہ کچھ حفظ مراتب کا احیاء رکھتے۔

خوبہ الطاف حسین حالی اور ان کی اہلیہ

**فرمایا** خوبہ الطاف حسین حالی کی شادی پانی پت کے شیعہ سادات میں ہوئی۔  
 بی سہم اقسام ان کی اہلیہ تھیں۔ بہت حیز مزاج اور پھر اس مزاج کے اظہار میں ذرا  
 تامل نہ تھا۔ ایک مرتبہ قصہ یہ ہوا کہ خوبہ الطاف حسین حالی مرحوم اپنے بیٹے  
 خوبہ سجاد حسین اور اپنے سالے فیاض حسین کے ساتھ پانی پت میں دنوں محرم کو ایک  
 جگہ لے کر اپنے کسی کام سے گئے۔ گو چوان نے تا نگہ کچھ اس طرح سے چلایا کہ  
 انت گیا، تینوں افراد کو کچھ چوبیس تو آئیں لیکن بیٹے گھر لوٹے تو بی سہم اقسام کا  
 قصہ اپنے عروج پہ تھا۔ خوبہ برسیں اور شوہر بیٹے اور بھائی پر قیمت ڈھادی کہ

حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے پر تو قیامت کی گھڑی ہے۔ ان کے اعزاء اقرباء تو بھوک اور پیاس سے تڑپ رہے ہیں اور تم تینوں کو تاتھ پر سیر کی سوچھی ہے۔ اچھا ہوا کہ تانگہ اٹھا، تمہیں سزا ہوئی، اور بہت کچھ کہا، بیٹے اور بھائی کو یہ رویہ بہت کھرا کہ جانے دو ہماری تو خیر ہے لیکن خواجہ صاحب شوہر ہیں۔ بلند پایہ آدمی ہیں، انہیں اس طرح سے مخاطب کرنا تو بالکل درست نہیں ہے، لیکن خواجہ الطاف حسین حالی اس قدر غصہ لے مزاج کے تھے کہ بولے تو صرف یہ کہا کہ آج سیدانی جال میں ہیں۔ جو کچھ جتنی ہیں، حق ہے آج کے دن سواری پر بیٹھے، ہماری ہی غلطی تھی۔

خواجہ الطاف حسین حالی اور شمس العلماء کا خطاب۔

**فرمایا** سر سید احمد خان اور علامہ شبلی نعمانی کو خواجہ الطاف حسین حالی سے بہت محبت اور ان کے حال پر بڑی شفقت تھی۔ ۱۹۰۳ء میں شمس العلماء کا خطاب، حکومت نے خواجہ صاحب کو دیا۔ اس اعزاز کی مبارک باد میں علامہ شبلی نعمانی نے انہیں ایک نہایت دلچسپ اور موقع جملہ لکھا کہ مولانا آپ کو تو نہیں لیکن خطاب شمس العلماء کو مبارک باد دیتا ہوں کہ اب جا کر اس خطاب کو عزت حاصل ہوئی۔

”سینے گور سے کی قید میں تھا اب کالے کی“

**فرمایا** اگر یہ حکومت نے جن بے قصور لوگوں پر نظر کیا ان میں ایک مرزا اسد اللہ خان غالب بھی تھے۔ چھ ماہ کی نظر بندی کے بعد رہا ہوئے تو دہلی میں میاں کالے کی حویلی

میں قیام ہوا۔ کسی نے دریافت کیا کہ جناب وانا کا قیام آج کل کہاں ہے تو فرمایا ”سپاہ گورے کی قید میں تھا، اب کالے کی قید میں ہوں۔“

میر انیس کی بلی کا چوری ہوتا۔

**فرمایا** میر انیس مرید نگاری کے بادشاہ تھے۔ لکھنؤ گیا برصغیر اور برصغیر کیا اب تو جہاں بھی اردو ادب کی رجائی شاعری کی بات ہوگی حضرت میر انیس سر فرست ہوں گے۔ انھوں نے دل بہانے کے لیے ایک خوبصورت بلی چلی تھی۔ بلی کیا تھی گویا کہ محبوبہ تھی۔ اس کی ناز برداریاں کرتے، قصب کے باں سے اس کے لیے گوشت آتا۔ دسترخوان پر ان کے سامنے یا پہلو میں بلی کو نشست ملتی اور جب تک وہ نہ ہوتی حضرت میر انیس منہ میں لقمہ ڈالتے مگر ہوا یہ کہ ایک مرتبہ یہ بلی چوری ہو گئی۔ بلی کیا چوری ہوئی، حضرت میر انیس پر قیامت ڈھ گئی۔ کھانا چنانا سب موقوف ہو گیا اور منتہی کی پریٹنی لگ، اسی اثنا میں، جبکہ میر انیس سو رہے تھے، دستک ہوئی، دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ حضرت میر انیس کھڑے ہیں انھیں سوتے سے چکایا گیا نہایت گھبرائے ہوئے باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ میر انیس کھڑے ہیں اور زار و قطار رو رہے ہیں۔ میر انیس نے بڑھ کر معاف کیا اور گریے کا سبب دریافت کیا۔ ارشاد ہوا بھوک ستا رہی ہے، کھانا کھلا دیجئے، میر انیس حیران کہہ اُجڑا کیا ہے؟ میر انیس لکھنؤ کے نامور شاعر اور آسودہ مال، کھانا تو نگاہر کی پردہ داری ہے، حقیقت میں معاملہ کچھ اور ہے۔ دسترخوان بچھایا اور کھانا چنانا گیا۔ آداب و عروت کے مطابق میر انیس بھی تھے

اٹھاتے رہے میرا دھیر گویا ہوئے اور فرمایا میری آنکھ لگ گئی تھی کہ آپ کے جذبہ امجد شریف لائے اور فرمایا کہ انہیں نے آج کھانا نہیں کھایا، جا کر انہیں کھانا کھائیں اور کہہ دیں کہ جو کچھ کھو گیا ہے سویرے مل جائے گا۔ چنانچہ اگلے دن سویرے ملی خود بخود واپس چلی آئی۔

### درس نکاحی کی کتاب "مطلول"

**فرمایا** درس نکاحی کی کتاب مطلول، جسے اب مولوی نہیں پڑھتے، مغل بادشاہ نور الدین چنگیز بن اکبر بادشاہ نے اپنے اساتذہ سے پڑھی اور وہ نسخہ نواب صدر یار جنگ مولانا صاحب الرحمن شروانی کے کتب خانے میں تھا۔ اس پر چنگیز بادشاہ کے دستخط بھی تھے۔ یہ نسخہ اب ملی گزرا۔ اسے کتب خانے میں محفوظ ہونا چاہیے۔

### ہنوز ولی دور است — محاورے کی اصل

**فرمایا** اردو کا محاورہ "ہنوز ولی دور است" اپنے پس منظر میں ایک حقیقت کا حامل ہے۔ سلطان غیاث الدین تغلق کو بعض وجوہ کی بناء پر حضرت نظام الدین اولیا، رحمۃ اللہ علیہ سے پرغش تھی۔ بنگال کی ایک مہم کے بعد جب وہ واپس لوٹ رہا تھا تو ایک تیز رو قاصد کے ذریعے حضرت نظام الدین اولیا، رحمۃ اللہ علیہ کو پتہ چلا کہ میرے دہلی میں داخل ہونے سے پہلے پہلے ولی خالی کر دیں۔ ولی میں اب یا تو آپ رہیں گے یا پھر میں رہوں گا۔ ولی نہ چھوڑنے کی صورت میں انجام اچھا نہ ہوگا۔ حضرت نور اللہ مرقدہ نے جب یہ

پیغام نہ تو بے اختیار زبان الہام ترجمان سے یہ جملہ صادر ہوا "بنو زدی دور است" سلطان فیث الدین بنگال کی مجھ سے کامیاب واپس آ رہا تھا۔ پُر غرور فاتح کے استقبال کے لیے ساری دلی سجائی تھی، ولی عہد بہادر نے دلی سے صرف تین میل کے فاصلے پر ایک عارضی محل تعمیر کرایا کہ غازی بادشاہ یہاں آئیں۔ شہر میں داخل ہونے سے قبل کچھ ہلکا بھلکا کھانا کھائیں اور تازہ دم ہو کر بچے ہوئے محل میں داخل ہوں۔ سلطان اس محل میں داخل ہوا اور کھانا کھایا۔ دلی کے امراء اور فقراء اس معرکے کو بھی سوچ رہے تھے کہ اب کیا ہوگا۔ سلطان دنیا کا حکم ہے کہ اس کا دار الحکومت چھوڑ دیا جائے اور سلطان دین کسی قیمت پر دلی چھوڑنے کو تیار نہیں صرف یہ فرماتے کہ ابھی دلی دور ہے۔ ایک کے پس پشت حشم و خدم ہے۔ سلطنت ہے، افواج اور سپاہ ہیں اور دوسرے کی کل کائنات "یقین" صرف تین میل کا فاصلہ۔ بادشاہ نے کھانا کھایا۔ قیام وزرا اور فوج کے سربراہ اپنی ساریوں پہ چڑھے، محل میں صرف پانچ افراد تھے اور بادشاہ ہاتھ دھو رہا تھا۔ چانک آسمان سے بجلی گری۔ محل دھڑام سے گرا۔ بادشاہ اور اس کے پانچوں معاصین ایسی سلطنت میں جا پھنسے جہاں صرف اللہ کی ہادشاہی ہے اور سب مخلوق بے اختیار۔ سلطان دین نے معرکہ جیت لیا۔ یقین نے مظلوم و ہم کو شکست دے دی اور عوام ہان س میں وہاں سے یہ محاورہ چلا "بنو زدی دور است"۔

مولانا آزاد اور جوش ملیح آبادی

فرما

مولانا آزاد اور مولانا آزاد حضرت جوش ملیح آبادی کا تعلق تقسیم کے بعد بھی

استوار رہا۔ یہ جب بھی ہندوستان جاتے مولانا کی خدمت میں ضرور حاضر ہوتی، ایک مرتبہ مولانا نے ارشاد فرمایا کہ دنیا بھر کے لوگ اپنے سیاسی مسائل کے حل کے لیے میرے پاس آتے ہیں، ادب کی دنیا پر کوئی بات نہیں ہوتی۔ آپ بھی تو تحریف لایا کیجیے۔ چنانچہ جناب کنور مہینہ رستگہ بیدی تھر اور حضرت جوش دونوں ایک مرتبہ حاضر ہوئے تو دیکھا کہ مولانا تو سیاسی حضرات کی جھڑپ میں ہیں۔ پندرہ مئی مفت انتھار کے بعد جوش صاحب نے ایک کانڈ کے پرزے پر لکھا:

۔ نامناسب ہے خون کھولنا

پھر کسی اور وقت مولانا

اور اس کے بعد یہ چارہ چلا۔ ابھی گاڑی تک بھی نہ پہنچے تھے کہ مولانا کے سیکرٹری خان اہمل خان بھاگتے ہوئے آئے اور مولانا کی طرف سے معذرت کر کے واپس لے گئے۔ مولانا نے خود بھی معذرت کی اور بہت تپاک سے ملے۔

جواہر لال نہرو اور جوش

فرمایا) پنڈت جواہر لال نہرو کو حضرت جوش سے جو حقیقی خاطر تھا اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ بحیثیت وزیر اعظم انہوں نے کہا کہ جوش صاحب اگرچہ آپ نے اب پاکستان کی شہریت لے لی ہے لیکن اس کے باوجود آپ سال بھر میں صرف تین ماہ ہی ہندوستان آجایا کریں تو میں آپ کو چارے بارہ وادی تھوڑا دوا دیا کروں گا۔

علامہ انور صابری اور تصویر

**فرمایا** جناب علامہ انور صابری مرحوم کا شمار پرگو شعراء میں ہوتا تھا اور گھر سے کانیا نیا دور تھا اور علامہ مرحوم تصویر کھینچنے سے گریزاں رہتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک مشاعرے میں پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے تو تصویر کشی شروع ہو گئی، علامہ صاحب نے بہت مہذب انداز میں رد کیا اور فرمایا کہ: ”بھئی میری تصویر لے کر کیا کرو گے؟“ شکر پر شاہ صاحب نے فوراً فقرہ چست کیا مولانا بچوں کو ڈرانے کے کام آئے گی۔

جوش کی انظم اور مہیدہ رنگھ کی داد

**فرمایا** بمبئی کے ایک مشاعرے میں حضرت جوش شیخ آبادی اپنی مشہور نظم جس نے ایک عرصہ تک برصغیر کی ادبی مجالس میں تہلکہ مچا رہی تھی ”گل بدنی“ اپنے مترجم لہجے میں پڑھا رہے تھے کہ کنور مہیدہ رنگھ بیوی تھر نے برجستہ داد دیتے ہوئے کہا کہ حضرات ملاحظہ ہو، پنهان ہو کر اتنی اچھی نظم کہہ رہا ہے۔ حضرت جوش نے برجستہ جواب دیا کہ حضرات ملاحظہ ہو کچھ ہو کر اتنی اچھی داد دے رہا ہے۔

شکر لال اور اخلاقیات

**فرمایا** دہلی کا تھوڑے مالک سر شکر لال شعر و شاعری اور موسیقی کی دنیا کے آدمی تھے انسانی رویوں اور اخلاقیات کے بادشاہ تھے جس کسی نے ذرا سا بھی احسان کر دیا،

مگر بھرا سے بھرتے رہے۔ دوسروں کا اتنا احترام اور ایسے وضع دار تھے کہ ایک مرتبہ اپنی گاڑی میں کنور میپہ رنگہ بیدی تھرکواپنے گھر لے جا رہے تھے اور ان کی گاڑی کے سامنے ایک اور گاڑی جا رہی تھی۔ ان کے ذرا پیور نے اپنی گاڑی بڑھائی چاہی تو فوراً منع کر دیا اور فرمایا کہ اگرچہ راستہ صاف ہے، کوئی حادثے کا خوف نہیں ہے لیکن دیکھئے سامنے وانی گاڑی راے بہادر پر شاہ کی ہے۔ یہ وہی کے رکش اعظم ہیں۔ ان کے بزرگوں نے میرے آباء و اجداد پر احسانات کیے ہیں اس لیے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہماری گاڑی ان کی گاڑی سے آگے چلے۔ بذات خود پوتروں کے رکش تھے لیکن ہر جہاں اہم انسانیت تھی، درجنوں بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کی کفالت کرتے تھے۔

مجید لاہوری اور ننگدان

فرمایا پاکستان بننے کے بعد ”جنگ“ اخبار میں مزاحیہ کالم نگار جناب مجید لاہوری تھے ”حرف و حکایت“ اور ”ننگدان“ کے عنوان سے بہت عمدہ کالم چھپتے تھے۔ ”جنگ“ اخبار کی پرانی فائلز کو جب پڑھا تو ہارباہ خیال پیدا ہوا کہ اگر کوئی شخص ان کے ان کالموں کو جمع کروے، تو اردو کے مزاحیہ ادب میں ایک قابل قدر اضافہ ہو جائے۔ خود ہی انھیں بھی لکھتے تھے۔ جن لوگوں نے انھیں دیکھا ہے، جانتے تھے کہ اپنی جان اور جتنے کے اعتبار سے بھی جناب مجید لاہوری صاحب سراپا مزاح لکھتے تھے۔ انھوں نے عمر بہت کم پائی۔ صرف چالیس برس جیسے اور خود ہی اپنے ایک مصرعے میں کہا

دوسرا مجھ سا کوئی لا نہ سکے گی دنیا



بابا تاج شاہ اور رنجیت سنگھ۔

**فرمایا** لاہور میں پرانی بھڑی منڈی کو جو راستہ جیمبر لین روڈ (Chamberlane Road) کی طرف جاتا ہے وہاں برب ساک ایک مزار ہے۔ یہ مزار بابا تاج شاہ مہذب کا ہے۔ دلچسپ رنجیت سنگھ ان کے بہت معتقد تھے۔ یہ مغلوبہ الال مہذب اور صاحب کشف تھے اور کئی مرتبہ ایسی فوجیں گویاں کرتے تھے جو اپنے وقت پر پوری ہوتی تھیں اور اس وجہ سے لوگ ان کے معتقد تھے۔ دلچسپ رنجیت سنگھ کی عقیدت کا باعث بھی یہی چیز تھی۔ چنانچہ انھوں نے اپنے مرض الموت میں انھیں بلایا اور صحت کی دعا چاہی تو انھوں نے کہا چندن ملائیں۔ چندن اصل میں مندل کی نکڑی (Santalum Album) کو کہتے ہیں۔ یہ نکڑی مردوں کو بھانے کے لیے استعمال ہوتی ہے اور اس کا شمار عمدہ قسم کی نکڑیوں میں ہوتا ہے اسی لیے یہ محاورہ ہوتا:

چندن پڑا چمار کے نت اٹھ کوئے چام

رو رو چندن مہی پھر سے پڑا بچ سے کام

تو رنجیت سنگھ سمجھ گئے کہ یہ موت کا سایہ ہے۔ پھر انھوں نے اسے بہت بھی دیا کہ تیرے بعد یہ سلطنت، سنگھ صرف نو سال سنبھال سکیں گے۔ چنانچہ یہی ہوا کہ دلچسپ رنجیت سنگھ ۱۸۳۹ء میں نذر چندن ہوئے اور ۱۸۳۹ء میں انگریزوں نے تخت لاہور کو بھی اپنی سلطنت میں ضم کر لیا۔

اورنگ زیب عالمگیر اور شاہ محمد علی آبادی رحمۃ اللہ علیہ

(فرمایا)

حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ بہت بیدار مغز بادشاہ تھے۔ عوام کو صرف دنیوی سہولتیں ہی فراہم نہیں کیں، اس پر بھی برابر نگاہ رکھی کہ ملک میں بدعتیہ کی نہ پھیلنے پائے۔ حضرت شاہ محمد علی آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالے ”تسویہ“ کے بعض مندرجات پر نہ صرف شدید ناراضگی کا اظہار فرمایا بلکہ اسے ضافہ شریعت سمجھتے ہوئے جھانسنے کا حکم بھی دیا۔ ”تسویہ“ کی کئی شروحات ان کے زمانے میں تحریر کی گئیں۔ اس کے مصنف حضرت شاہ محمد علی آبادی رحمۃ اللہ علیہ وجود کے زبردست داعی تھے۔ انھوں نے حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی ”فصوص الحکم“ کی عربی اور فارسی شروح بھی لکھی ہیں اور ان کی باقی تصانیف میں بھی وجود الوجود کی دعوت ہے۔ ”تسویہ“ میں بھی چونکہ یہی دعوت ہے اور کچھ حدت بڑھ گئی ہے اس لیے اس رسالے کے رد میں حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب زادے حضرت خواجہ حیدر اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک رسالہ تصنیف فرمایا ہے۔ اور پھر وجود الوجود کے داعی تھے اور یہ حضرات سلسلہ نقشبندیہ کے اکابرین، وجود الشہود کے قائل۔ حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ بھی نقشبندی مجددی اور وجود الشہود کے قائل اور اُنہی کا بھائی داراشکوہ وجود الوجود کا خالی قائل اور حضرت محمد علی آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے منسلک۔ یہ تمام عوامل واسباب جمع ہو گئے تھے چنانچہ اس دور میں وجود اور شہودی بہت ترال قدر علمی مباحث بھی خوب ہوئیں۔ حضرت شاہ محمد علی آبادی رحمۃ اللہ علیہ تو حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار میں

اسے ہی تھے کہ اپنے دور میں ان عربی ثانی کہلائے۔

نواب کلب علی خان اور داغ دہلوی

**فرمایا** خلد آشیان نواب کلب علی خاں بہادر نواب رام پور نے حضرت داغ دہلوی کو باقاعدہ اعزازت عطا کر دی تھی۔ حضرت خلد آشیان شعراء کو صرف شاعری ہی کی وجہ سے وغیرہ نہیں دیتے تھے بلکہ سلطنت کے کچھ کام بھی شاعر کے سپرد کر دیتے تھے۔ حضرت داغ دہلوی دربار رام پور کے شاعر تو تھے، سو تھے، ان کے ذمے گاڑی خانہ، شہر خانہ وغیرہ بھی تھے۔ حضرت امیریتائی کی دربار رام پور نے قدر افزائی کی وعلیہ مقرر کیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ مفتی عدالت کی ذمہ داری بھی سونپی گئی۔ مفتی امیر اللہ حسین کی قدر دانی بھی رہی اور تا نظر فوجداری بھی کیے گئے۔ حضرت خلد آشیان نے ارادہ تاج کیا اور ۱۸۷۲ء میں کوچ ہوا۔ حضرت داغ دہلوی نے اپنی مشہور زمانہ غزل اسی سفر میں کہی تھی۔

~ لاکھ دینے کا ایک دینا ہے  
دل بے دعا دیا تو نے

داغ دہلوی کا استغنیٰ اور نواب صاحب کی عنایت

**فرمایا** حضرت داغ دہلوی نو عمری ہی میں قلعہ معلیٰ دہلی کا رنگ دکھ چکے تھے اور بہت صاحب کمال ہونے کے بے نیازی اس پر مستزاد، ایک مرتبہ محمود علی خان محمود راجپوری

حاضر ہوئے تو یہ عسکر کا دستور کر رہے تھے۔ حزان ناگوار تھا محمود سے فرمایا کہ کانٹہ لٹاؤ اور میرا استغنیٰ لکھ دو۔ انھوں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا آج حضرت نواب صاحب نے اسٹبل کا کام چھوڑ دیا اور مجھ سے فرمایا "چھوڑ دے دے ہو گئے ہیں"۔ اور یہاں بڑا کام سر میں ہیں۔ مجھ سے ملازمت نہیں ہو سکتی۔ محمود رامپوری نے کہا کہ استغنیٰ تو میں لکھ دیتا ہوں لیکن اسے منظور کون کرے گا۔ فرمایا کہ محمود جب مجھے ہی ملازمت منظور نہیں تو کیسے رکھیں گے۔ استغنیٰ لکھا گیا اور بھجوا دیا گیا۔ جب پیش ہوا تو نواب رام پور حضرت کلب علی خان نے طلب کیا اور وجہ استغنیٰ دریافت کی۔ انھوں نے مدد پیش کیا کہ حضور ضعیف بہت ہو گیا اس لیے ملازمت درست طریقے سے نہیں سکتی اور قرضے نے الگ پریشان کر رکھا ہے۔ حضرت نواب صاحب بہت خاموشی سے سنتے رہے اور جب ان کی بات پوری ہوئی تو فرمایا نواب میرزا آپ کو کون تو کر سکتا ہے۔ میں تو اپنا بھائی کہتا ہوں اور ارادہ یہ ہے کہ میں اور تم ایک ہی قبر میں دفن ہوں اور تم ہو کہ مجھے چھوڑ رہے ہو۔ پھر قرضے کی تفصیل دریافت کی اور فرمایا کہ قرضہ چھوٹ جائے گا اور آج سے آپ کی کھواؤ میں پچاس روپے اضافہ کیا جا رہا ہے۔ حضرت داغ دہلوی واپس ہوئے اور یہ تمام کچھ اپنے شاگرد محمود علی خان محمود رامپوری کو سنا کر فرمانے لگے کہ محمود اب تم ہی بتاؤ کہ یہ باتیں ایسی ہیں کہ کسی کو یہاں سے نکلنے دیں؟۔ حضرت داغ دہلوی کو نواب قلند آشیں سے ایسی محبت اور تعلق نہ تھا کہ شعر کہتا ہے

ہر چند رام پور میں گھبرا رہا ہے  
کس طرح جائے کلب علی خان کو چھوڑ کر

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

۔ رہے کیا مصطفیٰ آباد میں داغ  
وہ سارے لطف تھے غلہ آشیائے کے ساتھ

ان عربی کا ایک خواب۔

فرمایا

حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ میں ایشیاء گیا تو وہاں حضرت ابو عمران موی بن عمران مرتقی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری ہوئی۔ جو کہ اس دور کے اکابر ادویاء اللہ میں شمار کیے جاتے تھے۔ میں نے انھیں ایک کام کے سلسلے میں بہت اچھی خبر سنائی تو انھوں نے مجھے دعا دی کہ جیسے آپ نے مجھے خوشخبری دی، اللہ تعالیٰ ایسے ہی حصصِ جنت کی بشارت دے۔ وقت گزر گیا۔ پھر ایک مرتبہ میں نے اپنے ایک وفات شدہ دوست کو خواب میں دیکھا تو ان کی خیریت دریافت کی۔ انھوں نے مجھے خیریت کی اطلاع دی اور پھر بہت دیر گفتگو کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بشارت دی ہے کہ تم جنت میں میرے دوست ہو گے۔ تو میں نے اپنے اس دوست سے کہا کہ یہ تو خواب ہے جو میں دیکھ رہا ہوں اور خواب کوئی دلیل نہیں ہوتے مجھے ایسی دلیل بتاؤ جس سے مجھے اندازہ ہو جائے کہ یہ جو کچھ آپ نے کہا ہے، یہ سب سچ ہے۔ انھوں نے فرمایا کیوں نہیں اویٹھیے اس خواب اور میرے سچا ہونے کی دلیل یہ ہے کہ کل نماز ظہر کے وقت حاکم وقت آپ کو طلب کرنے کا تاکہ آپ کو قید میں ڈال دے، اس لیے اپنی حفاظت کرنا۔ یہ واقعہ اس خواب کے سچا ہونے کی دلیل ہوگا۔ جب میں سویرے

ہو کر اسی تو غور کرنے کا کہ میں نے ایسا کون سا جرم کیا ہے کہ حاکم دہشت مجھے قید میں ڈال دے گا؟ کوئی جرم کبھی میں نہیں آیا لیکن جو نبی ظہیر کی نماز پڑھ کر غار کی غار ہو تو سلطان کی طرف سے ہر کارے آئے اور میرا دریا منت کرنے لگے۔ میں نے جان لیا کہ وہ خواب سچا ہے اور اپنے آپ کو پندرہ دن کے لیے روپوش کر لیا اور اسی اثنا میں میری طبیعت بھی ختم ہو گئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض خواب سچ ہوتے ہیں ان کا اعتبار کرنا چاہیے۔

بارہویں، تیرہویں صدی ہجری اور عالم اسلام

**فرمایا** بارہویں اور تیرہویں صدی ہجری کا دور چارے عالم اسلام کے لیے عموماً اور برصغیر کے لیے خصوصاً انتہایت بد آشوب دور تھا یہی وجہ ہے کہ اس دور میں ہندوستان میں جو نہایت قوی اہلسنت اور جدید علماء دین تھے ان کے حالات سخی بلیغ کے باوجود نہیں ملتے۔ جو کچھ ان حضرات نے لکھا، ضائع ہو گیا۔ کتب خانے جلا دیے گئے۔ بہت سے قیام پختہ بھرت کی نذر ہو گئے۔ جلاوطنی کی سزاؤں نے ان حضرات کے علمی مشغل کو شدید متاثر کیا اور بچے صرف وہی جنہوں نے ہندوستان کی سیاست میں مشغول نہیں دیا اور یا پھر نہایت خاموشی سے اپنے علمی اور اصلاحی کاموں میں مصروف رہے۔ حضرت شاہ عبد اللہ، صاحب محدث دہلوی نے اپنے اردو ترجمہ قرآن کریم کی وجہ سے شہرت و اہم حاصل کی لیکن آپ ان کے حالات جاننا چاہیں کہ ذاتی زندگی کیا تھی؟ اسرار کتنے کیے؟ اپنے معاصرین میں ان کا کیا مقام تھا، سلوک و تقویٰ کی منازل کیسے طے کیں؟

تعلیم میں کس نصاب کو پڑھاؤ غیر وہ غیر وہ مستند طریقے پر دس صفحات کا مواد پیش کیا۔ جب اس کی بھی جیسی ہے کہ دوسری ایسا افراتفری کا تھا کہ کون تارنخ مہرب کرنا اور سوانح نگاری کا فن کسپہری کا شکار ہو کر رہ گیا۔

تجسد ارواح اور علامہ اقبال کی مرزا غالب

دعوتِ تاروم سے ملاقات۔

فرمایا

تجسد ارواح، حضراتِ صوفیاء کرام رحمہ اللہ کے نزدیک تو معمول کی بات ہے۔ برصغیر کے تمام مکاتیب فکر کے علماء اور صوفیاء اس مسئلے پر متفق ہیں اور ہر ایک فرقے کے اکابر نے اپنی اپنی کتابوں میں اس طرح کے بے شمار واقعات اپنے ہی اکابر کے متعلق تحریر فرمائے ہیں کہ ان کے مشائخ کو تجسد کا درجہ حاصل تھا۔ ان کی ارواح جسم کے روپ میں تبدیل ہو کر اپنی وفات کے بعد مختلف مجلسوں یا محل یا محلات یا اپنے مسترشدین کے پاس تشریف لائیں۔ اس لیے اس حقیقت کا انکا صرف کوئی ایسا شخص ہی کر سکتا ہے، جس کی نظر اپنے اکابرین کی کتب پر نہ ہو۔

علامہ اقبال فلسفہ اور علومِ اسلامیہ کے فاضل اور توانا تہ سے کوسوں دور، لیکن دور و میں ان کے پاس جسم کی صورت میں آئیں۔ خاصی دیر گفتگو جاری رہی اور جو استغراق کی کیفیت ان پر جاری تھی جب وہ اس سے باہر آئے تو ان ارواح کی حاشا ہوئی۔ کیا کیفیت استغراق میں یہ امور پیش آتے ہیں؟ یا پھر ارواح کی تحریر آدھی ہوتی ہے اور وہ دنیا ہی الگ ہے؟ اور یا پھر اسی جہاں میں سا لک بٹا جی ہوش وہ اس ارواح سے

حالات کرتا ہے؟ ابھی باقی کئی چالکتی ہیں۔ یہ تینوں امور درست ہیں۔ عقلاً کچھ بھی مستبعد نہیں۔ ایسے امور کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

علامہ اقبال مرحوم پر اپنی زندگی کے آخری دور میں گریہ و زاری، گہری سوچ اور فکر عمیق کا غلبہ ہو گیا تھا۔ ایک مرتبہ ان کے دیرینہ دوست علی بخش ان کے کمرے میں داخل ہوئے تو فرمایا علی بخش میرے پاس مرزا غالب بیٹھے ہوئے تھے، ابھی ابھی اٹھ کر گئے ہیں۔ جلدی جاؤ اور انھیں واپس بلاؤ۔ علی بخش بے چارہ سادہ لوح خادم ان علوم و اسرار سے ناواقف، فوراً گھر سے باہر بھاگا۔ مرزا غالب کو تلاش کرتا رہا اور واپس پہنچ کر عرض کیا کہ مرزا غالب تو کہیں نہیں ملے۔ علامہ مرحوم کو بہت اصرار رہا اور فرمایا کہ یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ وہ ابھی تو اس کرسی پر بیٹھے تھے، دیر تک مجھ سے بات کرتے رہے، تمہیں گلی میں کیسے نہیں ملے؟

انتقال سے باقی کچھ ہی دن پہلے کا واقعہ بھی ایسے ہی ہے۔ علی بخش ان کے کمرے میں داخل ہوئے تو فرمایا باہر گلی سے مولانا روم (رحمۃ اللہ علیہ) کو بلاؤ۔ وہ ابھی اس دروازے سے نکلے ہیں، انھیں واپس بلاؤ۔

بے چارہ علی بخش اس دنیا سے آٹھ فوراً گھر سے باہر لپکا اور واپس آ کر اطلاع دی کہ مولانا روم نام کا کوئی آدمی اسے نہ ملانہ نظر آیا۔

سو یہ کیفیات پیش آتی رہتی ہیں حتیٰ کہ اہل السنۃ والجماعہ تو اس بات کے اس حد تک قائل ہیں کہ حضرت رسالت مآب ﷺ کی روح مبارکہ بھی کبھی کبھی متجسد ہو کر اس عالم رنگ و بو میں تشریف لاتی ہے لیکن یہ معاملہ بہت نازک ہے۔ اگر کسی کو واقعی پیش



آئے تو اپنے مشائخ اور مرہبی سے عرض کرے اور ذرا مبالغہ نہ کرے اور جن لوگوں کو یہ کیفیت پیش نہیں آئی اور انہوں نے دوسروں کو پڑھ کر یا سن کر یا کسی کی دیکھ دیکھی جھوٹ پڑا، انہیں اس دنیا میں ہی سخت ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ آخرت کا عذاب تو اس سے ماسوا ہے۔ اُھاذا نالہ منها۔

### احسان فراموش متوں کے قلص رہنما

**فرمایا** علی برادران (محمد علی جوہر اور شوکت علی) کی ایک نہایت نادر تصویر جس میں دو اپنی والدہ و جدہ کے گھٹنوں پر اپنے بازو رکھ کر تشریف فرما ہیں، اپنے کتب خانے کی ایک کتاب ”عظمتِ رفیعہ“ کی زیب و زینت ہے۔ بی لیاں نے جس طرح کراچی سے ٹکٹ تک اور ان کے دونوں صاحبزادوں محمد علی جوہر اور شوکت علی نے پورے برصغیر میں آزادی حاصل کرنے کی تحریک برپا کی تھی، ان سب کی خدمتوں کا صدر تو بس اب انہیں دین مل ہوگا جو حقیقی صلہ و ستائش کی بارگاہ ہے۔ ہم ان کے بعد آنے والی نسلیں اس عظیم ماں اور اس کے بیٹوں کو کیا پیش کر سکتے ہیں، سوائے اس کے کہ ہم ہاتھ اٹھائیں اور منہم حقیقی سے دعا مانگیں کہ اللہ تعالیٰ ان قائدین حریت کو دوبارہ بہتر سے بہتر جزائے خیر دے جو وہ مردہ قوموں کے زندہ قائدین کو دیتا ہے اور احسان فراموش متوں کے قلص رہنماؤں کو عطا فرماتا ہے۔ راہمونی کے اسیر ہوئے اور علی حشر پران کے دم سے چوٹ پڑی۔

دونوں بھائی ایک ہی جیل میں انگریزوں کی قید میں تھے اور بی لیاں نے حکومت کو

درخواست دی کہ اپنے بیٹوں سے مناجاتی ہیں۔ کھوسہ وقت نے اجازت دی تو یہ کہ چھوٹے بیٹے محمد علی سے ہٹنے کی اجازت ہے اور بڑے بیٹے شوکت علی چونکہ بیٹل میں بھی "قابل اعتراف" کاموں میں ملوث ہیں اس لیے ان سے ملاقات نہیں ہوگی۔ محمد علی نے والدہ ماجدہ کی خدمت میں خط لکھا کہ میری جنت یا تو تمہاروں کی چھاؤں میں ہے اور یا پھر آپ کے قدموں کے نیچے۔ مجھے یہ بات تو گوارا ہے کہ آپ کی زیارت کے بغیر دنیا سے رخصت ہو جاؤں لیکن یہ بات قابل قبول نہیں کہ میں تو آپ کے دیار سے سعادت مند ہوں اور شوکت کی آنکھیں اس نظارے کو ترسیں۔

مقدمہ کراچی میں ان کے خلاف گواہی دینے کے لیے جو صاحب پیش ہوئے ان کا نام لخت حسین تھا۔ محمد علی اسٹنڈن ذہین تھے کہ جب گواہی شروع ہوئی تو برجستہ گواہ کے خلاف شعر پڑھا:

محمد کا دشمن علی کا عدو نہ کہہ لخت حسین اپنے کو تو  
تحریک خلافت کے بعد ان کا موقف یہ تھا کہ مسلمان اب اسمبلی کے انکیشن میں حصہ نہ  
لیں لیکن سنی اس طبقے کی گئی جو اسمبلیوں میں بھی جا پہنچے، محمد علی جو ہر اسمبلی کا تماشہ دیکھنے  
ایک مرتبہ اسمبلی کی کھیری میں جا کر بیٹھ گئے۔ پنڈت شام لال نہرو رکن اسمبلی نے  
انہیں دیکھا تو نیچے اسمبلی ہل سے آواز دی کہ مولانا! اب آپ یہاں تک تحریف لے ہی  
آئے ہیں تو نیچے بھی آ جائیے۔ مولانا نے برجستہ جواب ارشاد فرمایا:

I have come here to look down upon you .

(میں اس بلندی سے آپ کی پستی دیکھنے آیا ہوں) اور راکین اسمبلی کا نوٹو لہو نہیں۔



وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ  
الْبَسِيَّتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْعَالَمِينَ.  
(پ ۲۱، سورہ روم، آیت ۲۲)

اور اس (اللہ تعالیٰ کے ہونے) کے دلائل میں سے، آسمانوں اور  
زمین کی تخلیق اور تہاری بولیوں اور رنگوں کا تنوع بھی ہے۔ بے شک  
اس (تخلیق و اختلاف) میں بھی، اصحابِ علم و دانش کے لیے،  
(ہمارے وجود کے) گونا گوں دلائل ہیں۔

شاد عظیم آبادی اور مولانا قسطنطینی کے اشعار

فرمایا

شاد عظیم آبادی کی ایک غزل کا مطلع ہے

۱۔ احوال دے اگر ملکوں ملکوں کے نہیں تاجاب میں ہم  
تعبیر ہے جس کی حسرت و غمراے ہم فساد و خواب میں ہم  
مولانا قسطنطینی نے اس پر اعتراض کیا کہ شہر شہر پھرے اور گھر گھر گھومے تو محاورہ ہے  
ملکوں ملکوں و احوال ناوئی فصیح محاورہ نہیں۔ اور پھر اس مطلع کی اصلاح کرتے ہوئے کہا:  
۲۔ کیا احوال دہر ہے ہو روہ کر ملنے کے نہیں تاجاب میں ہم  
تم دیکھ کے جس کو بھول گئے اسے افس و فساد خواب میں ہم  
اسی غزل کے مطلع کو حضرت شاد عظیم آبادی نے کہا  
۳۔ مرغان قفس کو پھولوں نے اسے شاد یہ کہا بھیجا ہے  
آتا ہے اگر تو آجاء ایسے میں ابھی شاداب میں ہم  
تو مولانا قسطنطینی کو پھر اعتراض ہوا فرمانے لگے کہ کاش حضرت شاد یہ مطلع نہ کہتے  
اور پھر اس غزل کے دو مطلع لکھے۔

- ① اور اہل قفس کو جاناں کو پھولوں نے یہ کہا بھیجا ہے  
آتا ہے اگر تو آجاء ایسے میں ابھی شاداب میں ہم
- ② شہتے ہو قسطنطینیوں نے کیا شور و غل سن کے کہا  
ان کی تو ہے چاہت وہاں کی جب تک کہ ذرا شاداب میں ہم

### نصیر حسین کی تعلی اور مولانا محمد علی کا جواب

فرمایا) بندہ دستان کے صوبہ بہار کی راج وصالی پند میں حضرت شہ و ارزاں مجلیہ کی خانہ میں ایک مشاعرہ ہوا تو حضرت شائق مرحوم کے صاحبزادے نصیر حسین مرحوم نے بطور تعلی اپنے استاد حضرت شہ و علیم آبادی کا یہ مطلع پڑھا:

۔۔ جب اہل ہوش کہتے ہیں افسانہ آپ کا

سنتا ہے اور ہنتا ہے دیوانہ آپ کا

اور پھر چٹخ بھی دے دیا کہ اس قافیہ و ردیف اور وزن پر کوئی صاحب ایک مطلع بھی بنائے استاد جیسا کہ وہیں تو میں جانوں۔

مولانا قسما محمدی اسے اور برہنہ کیا، حضرت جیال پھلوا ری مجلیہ کا مطلع ہے:

۔۔ ہوش والوں سے جو سنتا ہے قسانہ تیرا

بیٹا منہ پھیر کے ہنتا ہے دیوانہ تیرا

اب نصیر حسین مرحوم نے اصرار کیا کہ مولانا قسما محمدی اپنا کوئی مطلع کہہ کر دکھائیں تو، یکوقت کے بعد مولانا نے اپنی غزل کا مطلع کہا:

۔۔ بے سمجھے کیا کہے کوئی افسانہ آپ کا

غاموش کچھ سمجھ کے ہے دیوانہ آپ کا

خالفین اپنا سے منہ لے کر رہ گئے۔

اس غزل کے ایک اور شعر کے کیا کہنے۔ فرمایا:

وے مارا اس نے ہیرو دل کو زمین پر  
کہتے ہوئے کہ "جائے! میرا نہ آپ کا"

آتے نہیں جن کو اور دھندے ساقی۔

فرمایا

لال قندہ دلی میں دیوان خاص کو خاص طور پر چنایا گیا اور وزیراعظم ہندوستان  
پنڈت جواہر لال نہرو تشریف لائے۔ کنوہ مہید سنگھ بیدی عمر نے ایک نیم سیاسی اور  
ادبی تقریب کا انعقاد کیا تھا۔ وہ خود بھی ایک سرکاری اعلیٰ عہدے پر فائز تھے اور اتفاق  
یہ ہوا کہ وزیراعظم ان دنوں انڈیائی کی مہم میں بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے۔  
حکومت کی پالیسی تھی کہ ہندوستان میں نشے کو کنٹرول کیا جائے اور طرز تماشا یہ کہ  
پاکستان کیا بلکہ دنیا کے ادب کے بادشاہ جناب جوش ملیح آبادی بھی اس تقریب میں  
مدعو تھے۔ سحر اور جوش کا پیرانا زمانہ اور دونوں کو کچھ محفلے کی چڑھی رہتی تھی۔ سورج  
دوب چکا تھا اور حضرت جوش ملیح آبادی نشے کی دنیا میں طلوع ہو رہے تھے۔ انھیں اس  
بات پر بھی حلق تھا کہ وزیراعظم انڈیائی پر اتنا زور کیوں دے رہے ہیں، چنانچہ انہوں  
نے اپنے مذہب (اگر کوئی تھا)، آداب محفل اور ادبی و ادبی کی تیز رکھے بغیر چند  
راعیات سنا دیں۔

آتے نہیں جن کو اور دھندے ساقی  
لوہام کے وہ بٹنے ہیں پھندے ساقی

۔ جس مے کو چھڑا سکا نہ اللہ اب تک

اس مے کو چھڑا رہے ہیں بندے ساقی

ایک اور باقی پڑھ دی جس میں وزیراعظم کو "بونا" کہہ دیا

۔ غم کو توڑیں گے یہ کھلونے دیکھو

چرے جیسے پھٹے بچھونے دیکھو

جس کوہ سے گر چکے ہیں لٹکا والے

اس کوہ پر چڑھ رہے ہیں یہ ہونے دیکھو

کنویر میڈرنگھ بیدی عسکر کا یہ حال کہ کالو تو لہو نہیں۔ یہ سرکاری افسر اور وزیراعظم،

بحری تقریب میں وزیراعظم کی سرکری۔ جوش صاحب تو اٹھ کر چلے گئے اور صبح جب

نشر کا فورہ ہوا تو یہ بھی بہت پچھتاے اور سر کو ساتھ لے کر بغرض معافی وزیراعظم کی کوٹھی

پر حاضر ہوئے۔ باریابی کی اجازت ہوئی تو یہ دونوں کھڑے رہے اور پنڈت جی بہت

دیر تک سرکاری کاغذات دیکھنے میں مصروف رہے، پھر چڑا ہی کو کہنے لگے جاؤ اور

وہ بے کشمی اور اندرا کو جاؤ۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو جوش اور سر کو کہا بیٹھ جانیے

اور ذرا اطمینان سے وہی رہا عیادت سنائیے جو آپ نے کل شام مجھے سنائی تھیں۔ اب

حضرت جوش کھیلانے اور کئی کھڑا رہے ہیں اور پنڈت جی اسرار کیے جا رہے ہیں۔

آخر انھیں وہ رہا عیادت سنائی پڑیں۔ پنڈت جی بہت شے اور بار بار داد دیتے رہے،

پھر کہنے لگے جوش صاحب میں بھی آپ ہی کا ہم خیال ہوں لیکن چونکہ حکومت ہند

نشر بندی کے حق میں ہے اس لیے اعلان وہی کچھ کہنا پڑتا ہے جو سرکاری رائے ہے۔



وہ شاعر جن کا موند سات مرتبہ موتیوں اور جواہرات  
سے بھرا آیا۔

**فرمایا** حاجی محمد جان قدی شہید مقدس میں رہتے تھے۔ حضرت صاحب قرآن  
شاہ جہان بادشاہ کی سخاوت کا چرچا ہوا تو قسمت آزمائے ہندوستان آئے۔ اس قدر  
قادر الکلام شاعر تھے کہ ہر جہت قصیدہ کہتے تھے۔ شاہ جہان بادشاہ کے تخت سنبھالنے کی  
پانچویں سالگرہ جب منعقد ہوئی تو انھوں نے ایک قصیدہ کہا اور ایسا قصیدہ تھا کہ  
شاہ جہان سن کر ہلکا اٹھے اور انعام دینے کے لیے حکم صادر ہوا کہ قدسی کا منہ  
جواہرات سے بھرا دیا جائے۔ یہ ایسا شاعر تھا کہ کہتے ہیں اس کا موند مختلف مواقع پر  
سات مرتبہ موتیوں اور جواہرات سے بھرا گیا تھا۔

میر انیس کی وفات اور یوسف مرزا کا قطعہ تاریخ وفات۔

**فرمایا** میر انیس مرحوم نے وفات سے پہلے آخری شعر جو کہا وہ یہ فرمایا:  
سب عزیز و آشنا نا آشنا ہو جائیں گے  
قبر میں بوند جتنے ہیں، جدا ہو جائیں گے  
اس کے بعد بیماری اور بڑھی یہاں تک کہ ۱۰ دسمبر ۱۸۷۷ء کو انتقال ہوا۔ وفات سے  
پہلے کا ایک آنکھیں کھولیں، مسکرائے اور جان، جان، تفریں کے حوالے کی۔  
یوسف مرزا نے قطعہ تاریخ وفات بھی اسی مناسبت سے کہا:

۱۔ واکرو چشم چوس پے دیدار مرتضیٰ

خندیدہ مثل خنجر و کارش تمام شد

(قبل از وفات انہوں نے امیر المومنین مولیٰ علیؑ کے دیدار کے لیے آنکھیں  
واکس از زیارت ہوئی تو بوس پڑے اور جاں سے گذر گئے۔)

اہل تشیع میں سے بہت سوں کا یہ عقیدہ ہے کہ سیدنا حضرت علیؑ کے چاہنے والوں کو  
وفات سے پہلے عالم نزع میں ان کی زیارت کرائی جاتی ہے۔ یوسف مرزا تاسر نے اس  
شعر میں اسی عقیدے کو سویا ہے۔

خوبہ میر درد اور لوگوں کی مدد و قدح

فرمایا لوگ مدد و قدح کرتے ہیں تو بے اختیار حضرت خوبہ میر درد دہلیؒ کیسے کا  
شعریا آتا ہے

۲۔ یاراں ز مہربانی داند، ہر چہ داند

ما خوب می شناسم، اسے درد، آنچہ مانسم

حقیقت یہ ہے کہ انسان پر خود اپنی حقیقت کھل جائے تو عمر بھر کسی نہ مہربانی و خوش فہمی کا  
شکار نہ ہو۔

اتحش کا صحیح تلفظ

فرمایا برصغیر کے مسلمان حکمرانوں میں سے جن کے نام کے ساتھ آنے والا لفظ

لوگ "الشمس" پڑھتے ہیں یہ لفظ درحقیقت "الشمس" (ان ٹٹ مٹ) ہے اور یہ ایسے ہی پڑھا جائے گا۔

مفتی فیض الدین دہلوی کی کتاب "بزم آخر"

**فرمایا** اردو کا محاورہ "مردوں کی چارک" یا "رجب میں خیرات" سے کیا مراد ہوتی ہے؟ ان باتوں کو سمجھنے کے لیے مفتی فیض الدین دہلوی مرحوم کی کتاب "بزم آخر" کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ سرحویں، مدار صاحب کامیبت، یا مدار صاحب کی چھڑیاں، سلوٹو، وسپرو، دووالی، بولی، غولید صاحب کی چھڑیاں، ان تمام رسومات کی اصلیت بھی اس کتاب سے واضح ہوتی ہے۔

بمصر شعر اور توار و تانی

**فرمایا** حضرت علامہ اقبال مرحوم کی شاعری پر بھی تنقید کی گئی ہے اور اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں کہ انھوں نے اپنے مختلف اشعار کا مضمون کس شاعر کے کس شعر سے حاصل کیا ہے۔ تنقید مافی مرحوم سے خیال اور مضمون لینے کی بہت مثالیں بیان کی گئی ہیں۔ اس بات کو سمجھنا ہو تو اس مثال سے سمجھ جاسکتا ہے کہ حضرت مومن اور مرزا اسد اللہ خان غالب دونوں ہم عصر ہیں۔ حضرت مومن کا شعر ہے:

کل تم جو بزم فیر میں آنکھیں چاگے

کھوئے گئے ہم ایسے کہ اختیار پاگے

نحیک یہی مضمون حضرت غالب نے ایسے بانہہ ہے:

مگر چہ ہے طرزِ تقابلِ پردہ وارِ رازِ عشق

پر ہم ایسے کھوئے جاتے ہیں کہ وہ پا جائے ہے

مضمون اور نفسِ مطلب دونوں شعراء کا ایک ہی ہے اور دونوں ہم عصر ہیں تو کیا یہ  
تواردہنی ہے یا ان میں سے کسی ایک نے فریقِ مافی کا مضمون لے کر بانہہ دیا ہے؟

شاعری میں مبالغہ اور حالی کی مثال

فرمایا

شاعری کے معاملے میں اہلِ بافت اس شعر کی تعریف کرتے ہیں جس میں  
مبالغہ پایا جائے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ بس اتنا مبالغہ کیا جائے کہ سننے والے کے دل پر  
اثر انداز ہو، اتنا مبالغہ کہ صاف جھوٹ نظر آنے لگے۔ بے کار کی بات ہے۔  
علامہ الطاف حسین حالی نے اس کی ایک بہت اچھی مثال دی ہے کہ کسی پازاری  
ریل چل دیکھ کر شاعر نے کہا

رات دن تھکھا ہے، میلہ ہے

مہر و ماہ کا کٹورا جتا ہے

کیا نفوس شعر کہا ہے۔ ہاں اگر فقرہ یوں ہوتا:

”وہاں تو صبح سے شام تک کٹورا جتا ہے“

تو یہ مناسب تھا۔

گزارش عراور گزرا گو۔

فرمایا کسی دور میں ہندوستان میں یہ جملہ بہت مشہور تھا کہ گزارش عمر شیہ گواور گزرا گو یہ عمر شیہ نوال۔

ارو و محاروات اور غالب۔

ارو کے محاروات غالب اس مہارت اور خوبصورتی سے استعمال کرتے ہیں کہ محاورہ عین فطرت معلوم ہوتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

~ رونے سے اور عشق میں بے پاک ہو گئے  
دھوئے گئے ہم ایسے کہ بس پاک ہو گئے

دھویا جانا کا مطلب ہے بے حیا ہو جانا اور پاک ہونا، فہد ابٹ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، تو مطلب یہ ہوا کہ پہلے ہمارا عشق مستور تھا جب سب کے سامنے روئے تو راز فاش ہو گیا اور اب ہم اتنے بے حیا ہوئے کہ فہد سے ہو گئے۔

نکس زندگی اور اناس کی قضا۔

فرمایا نکس زندگی کی اور اناس کی قضا؟ حافض شیرازی مرحوم و مغفور فرماتے ہیں  
~ وقت عزیز رفت، بیا، تا قضا کنیم  
عرے کہ بے حضور صراقی و جام رفت

میرے محبوب زندگی رفعت ہوئی تم آؤ تاکہ جو عمر بغیر صراحتی و جام کے گزری ہے،  
تمہاری صحبت میں رو کر ہم اس کی قضا ملوا کریں۔

؎ مسجد کے زیر سایہ اک گھر بنا لیا ہے

؎ فرمایاؑ مرزا غالب اسلواہوی نہ تھے۔ ان کے تخیل کی متعدد ویسٹ اور آگرہ شہر  
میں بہت بڑی چائیدار تھی۔ یہ بھی وہیں پٹے پڑھے اور دلی میں تقریباً عمر کے آخری  
پچاس برس صرف کیے۔ اپنا مکان کہیں سے خریدتے۔ کرایے کے گھر میں رہے۔ یہاں  
کالے خان نے اپنا مکان مفت دے رکھا تھا، اس میں زندگی کا ایک حصہ گزارا۔ وہاں سے  
انھیں تو دوسرے مکان میں چاہیے۔ آخری مکان حکیم محمود خان کے دیوان خانے کے برابر  
میں مسجد کے چیتھے تھا، وہاں رہے اور اس شعر کا شان ورو بھی یہی ہے کہ فرمایا:

؎ مسجد کے زیر سایہ اک گھر بنا لیا ہے

یہ بندہ کینہہ ہمسایہ خدا ہے

ان کے گھر کے سامنے لے، لو لے، تاجینہ اور معذور افراد پر سے رہتے تھے اور ان کے پاس  
جب دعوت ہوتی تو انہی کا بندہ دست کرتے رہتے تھے، پھر ان مکان کیسے بنتا؟

چٹائی ڈالی اور غالبؑ

؎ فرمایاؑ مرزا غالب کے پاس فیضی کی تعریف ہوئی تو انھوں نے فرمایا "فیضی کو لوگ جتنا  
کچھ کہتے ہیں، اودا تے ہیں نہیں"۔ غالب نے پھر فیضی کی کبھی اور بتایا کہ جب وہ پہلی



معاش میں ہمارا شیراز ہے) حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ نے اپنے کاقدہنی عالمگیر کی مرتب کرانہ اسے خود سننا اور بعض مسائل میں جو تسامع ہوا تھا اس پر گرفت کرنا، یہ تمام شواہد اس حقیقت کو آشکار کرتے ہیں کہ اس معاشرے کے فقی کو بے علم کا گہوارہ تھے اور معاشی ترقی تو ایسی تھی کہ عام عوام کی شادیاں میں بھی بھرے، خواہ راست اور موٹیاں کا تبادلہ ہوتا تھا۔ ان دونوں عوامل نے مل کر ایک ایسا حقیقی ختم دین جو تعلیم سے آراستہ اور تہذیب سے بھرپور تھا۔ تعلیم یافتہ، آئین معاشرت سے آشناء ادب تمدن سے بہرہ ور خواتین المیز۔ ان کا نام طوائف نہیں تھا۔ طوائف بمعنی جسم فروش تو مفید دور منزل کا عقد ہے اگر نہ وہ اصل عقد جو اس قسم سے موسوم تھا، اصحاب علم و کمال ان سے وابستگی کے انہماک کو موجب فخر جانتے تھے اور اپنی اولادوں کو تربیت کے لیے ان کے ذریعوں پر بھیجتے تھے۔ ان خواتین کی پروردہاں اتنی معیاری تھیں کہ ان کی محفل میں بے ادبی پر لوگ باہر نکال دیے جاتے تھے۔ وہ حقیقت یہ وہ خواتین تھیں جو مختلف معاشرتی اسباب کی بنا پر رشتہ ازدواجی سے منسلک نہ ہو سکیں، مگر مرن حیات کے لیے کسی بھی مرد و پیشے سے وابستگی کی بجائے فنون لطیفہ کی گوریکنا تھیں۔ فنون لطیفہ سے متعلق حضرات ان خواتین کے استاد بھی تھے اور شاگرد بھی۔

حکیم مومن خان مومن، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کے شاگرد، حضرت سید احمد شہیدؒ کے مرید باصفاء اور دہلی کے مسلم شریف شعراء میں شمار لیکن ہمیشہ ”صاحب جی“ اور دہلی کی مشہور اور نامور طوائف تھیں، ہمیشہ ان سے تعلق رہا لیکن یہ تعلق ان کی شرافت اور وقار کے منافی نہیں تھا۔ حضرت مومن جی کی صحبت میں رہ کر ”صاحب جی“ کی شاعری میں لکھا یا اور برابر انھیں صلات دیتے رہے۔ لہذا اہل طریقت و ایمان کا اصل مہتمم تھا



شاعری کا رنگ یہ تھا:

- رقیبوں کا جتنا کہاں دیکھتا تو ہوں یہ میرے گھر میں آیا تو دیکھا

○ ○ ○

- کھولے ہیں اس نے جہنم کی آگ کے بند تہہ کر کے جہنم سے بہہ دو، تہائے گل کہا جاتا ہے کہ نسیم مومن خان مومن نے اپنی ایک مثنوی انجی کے لیے تصنیف کی تھی۔

نواب مصطفیٰ خان شیفۃ، جن کے خود غالب مداح اور ایک قاصد دو جان تھے، ان کا تعلق "نزاکت" سے تھا۔ نواب صاحب کے دامن پر کوئی داغ نہیں بلکہ ان کی صحبت کی وجہ سے نزاکت کی شاعری میں جلا پھیرا ہوا ہے۔ تمام دہلی ان تعلقات کو جانتی تھی اور شرفاء کی محفلیں بھی ان خواتین کے ہاں لگتی تھیں لیکن یہاں یہ محال ہے کہ کوئی غیر معیاری فعل تو کیا، لفظ زبان پر آئے۔ اس نزاکت کو "رجو" کے عرف سے یاد کیا جاتا تھا۔ شادی کی تاریخ مقرر ہوئی اور مین جس دن ہارات لے آتا تھا، چانک انتقال ہو گیا۔

دہلی، حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بغرض فاتحہ پڑھتی ہوئی تو یہ تو کتابوں میں پڑھ رہا تھا کہ "رجو" کی تدفین حضرت سلطان جی رحمۃ اللہ علیہ کے احاطے میں ہوئی تھی، اس لیے وہ یافت کرنے پر ایک صاحب نے نشہ دہی کی کہ ان کی تدفین یہاں ہوئی تھی۔ ان کے چند ایک اشعار یہ ہیں۔

بس کہ رہتا ہے یار آنکھوں میں      ہے نظر بے قرار آنکھوں میں  
محفل محلِ رضاں میں وہ عیار      لے گیا دل بزار آنکھوں میں  
سرمہ خاک پا عینیت ہو      آ گیا ہے غبار آنکھوں میں

~ کیا کیا عذاب اُٹھائے ہیں اندوہ عشق کے

جز نام اب تو کچھ بھی نزاکت نہیں رہی



~ کیوں نہ میں قربان ہوں، جب وہ کہے گا سے

ہم کو جفا کا ہے شوق، اہل وفا کون ہے؟

یہ معیاری شاعری اور وظائف — یہ تو جتنا تنزلِ تعلیم اور معیشت کے میدان میں آیا ہے، وظائف کا معیار اتنا ہی گرا ہے۔ پینت کی وہ مار پڑی کہ یہ ادارہ چاہ ہو کر رہ گیا۔ فنونِ لطیفہ کی جان، علم اور پینت بھراؤ ہے اور پینت کے دکھیں فنونِ لطیفہ میں بہت کم ابھر سکے۔ ذرا پرشاد نے ایک کتاب لکھی تھی ”تین انداز“ اس میں اسی (80) سے زیادہ طوائفوں کا کلام اس نے نقل کیا تھا، اسے پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اس کلام کو کہنے والیاں، اس وقت کے معاشرے میں کیا مقام رکھتی تھیں۔

پہلی سینا اور جان استوار مل

(فرمایا) آل انڈیا محمدن لیگوریشنل کانفرنس دہلی (All India Mohammadn

Educational Conference Delhi) کی جانب سے ۱۹۱۱ء میں علامہ

اقبال مرحوم کو دعوت دی گئی کہ آپ نے اپنی شاعری کے ذریعے ملک و ملت کی جو

خدمت کی ہے، اس کے اعتراف کے لیے ایک خاص اجلاس منعقد کیا جا رہا ہے اور

اس کی صدارت آپ کو ہی کرتا ہے۔ علامہ مرحوم دہلی تحریف لے گئے اور جو تحریروں انہوں نے کی اور جس پر ایمان میں زور دیا تا لیاں بنائی تھیں اور ہر طرف سے نعرہ ہائے تحسین، بلند ہوئے، اس کا ایک اقتباس یہ تھا کہ انہوں نے فرمایا کہ "انکس ذی کارت" اور "مل" یورپ کے عظیم ترین فلاسفر مانے گئے ہیں اور ان کے فلسفے کی بنیاد تجربہ اور مشاہدہ پر ہے لیکن ان دونوں کی حالت یہ ہے کہ ذی کارت کا طریقہ کار (Mathed) امام غزالی ٹھیکے کی کتاب "احیاء العلوم" میں موجود ہے اور دونوں کے طریقے اس قدر ملتے جلتے ہیں کہ اگر ذی کارت عربی جانتا ہوتا تو لوگ ضرور یہ کہتے کہ اس نے یہ طریقہ امام غزالی ٹھیکے سے چوری کر کے اپنے نام سے مشہور کر دیا ہے اور جان استوارٹ مل نے منطق کی شکل اول پر اعتراض کیا ہے، وہی اعتراض امام فخر الدین رازی اس سے کہیں پہلے کر چکے تھے۔ اور جان استوارٹ مل جو فلسفہ بیان کرتا ہے، اس کے تمام بنیادی اصول بڑی بیہوشی سے کتاب "حکماء" میں موجود ہیں۔

حضرت علامہ مرحوم کی تحریر کا یہ معیار تھا اور لوگ سن کر خوب چپک رہے تھے اور اب ایک صدی کے بعد عالم یہ ہے کہ شیعوں کے شہر خانی ہیں اور علامہ اقبال مرحوم کے ان چار جملوں کو نکھتے دیکھ کوئی نہیں رہا۔ اس غمی خطاط کے باوجود لوگ یہ آس لگائے بیٹھے ہیں کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ ہوگی۔

منطق و فلسفہ پڑھنے پڑھانے والے مولوی صاحبان اب نہیں رہے۔ مدارس کا فلسفہ تعلیم ان چالوں کے ہاتھ میں ہے جنہیں خود فلسفے اور منطق سے قطعاً منسوب نہیں اور انہوں نے پڑھا ہے۔ معلوم نہیں امام بخاری ٹھیکے کی کتاب اتو حید کیسے پڑھاتے ہیں۔ کالجوں

اور چاندو شیوس کا تو ذکر ہی کیا شاید ملک بھر کے نصاب تعلیم میں ڈی کارٹ اورش کا فلسفہ تفصیلی طور سے نہیں پڑھایا جاتا۔

علامہ اقبال کی معاشی پریشانیاں

**فرمایا** برصغیر کے مسلمانوں کی ناقدری بھی ملاحظہ ہو۔ لاکھوں پتی تھے۔ نواب تھے ریاستوں کے مالک تھے، اپنی اولاد و اقرباء کی شادیوں پر ہزاروں کا خرچہ اٹھاتے تھے، تاج گانے کی محفلوں میں بدکردار خواتین پر ہزاروں روپے لٹاتے تھے، مقدمے لڑنے کا شوق اور دکھاؤ کو بھرتے رہتے تھے اور علامہ اقبال جیسے ہندو روزگار ہمیشہ دینی عقلی اور معاشی پریشانیوں کا شکار رہے۔ جس شخص کو امت کے فہم نے کھوکھلا کر دیا تھا اور شام و سحر آہ و گریہ میں گزرتے تھے، اس ہستی کا حال یہ تھا کہ اپنی اہلیہ کی بیماری میں ملاقہ نہ کرا سکے۔

۱۹۳۵ء میں یعنی ان کی اپنی وفات سے صرف تین سال پہلے، اہلیہ محترمہ کی بیماری نے طویل کچڑا اور علامہ مرحوم چاہتے تھے کہ حضرت حکیم نایبنا مرحوم دہلی سے صرف ایک دن کے لیے لاہور تشریف لاکر خاتونِ خانہ کی امراض چاٹ لیں، تو اپنے بدمذہب ویرینہ جناب نذیر نازی مرحوم کو خط لکھ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ مجھے معلوم نہیں حضرت حکیم نایبنا صاحب کی فیس کیا ہے؟ اور اگر وہ کم فیس پر راضی ہوں تو ان کا شکر گزار ہوں گا۔ ایک برس سے میں بے کار ہوں اور خود بھی بے ر ہوں کوئی کام نہیں کر سکا اور آمدنی کا کوئی ذریعہ بھی نہیں۔ اگر حضرت حکیم صاحب رات کو دہلی سے سوار ہو کر صبح لاہور پہنچیں اور اہلیہ

کے لیے کچھ ادا یہ کا قہین کردیں اور پھر اسی دن شام کو دہلی والی ہو جائے تو اس سفر کا بار اٹھانے کو تیار ہوں۔ یہ خلاصہ ہے اس خط کا جو علامہ مرحوم نے تحریر فرمایا تھا۔ برصغیر کے کسی سرمایہ دار، نواب اور جاگیردار کو توفیق نہ ہوئی کہ اس مرد قلندر کو کلمہ معاش سے آزاد کر دیتا۔ یورپ جاگ رہا تھا اور امت مسلمہ گہری نیند سو رہی تھی۔

### علم اور معرفت میں فرق

**فرمایا** عربی زبان میں جس کو علم کہتے ہیں، فارسی میں اس کا ترجمہ ہے ”دانش“ یعنی جانتا اور یہی علم جب صوفی کا حال بن جائے تو عربی میں اسے کہتے ہیں ”معرفت“ فارسی میں ترجمہ ہوا ”شناختن“ یعنی جانتا۔ اس لیے صوفی کے پاس اگر علم ہی نہ ہوگا تو وہ معرفت کہاں سے پائے گا پھر علم اور معرفت میں اتنا ہی فرق ہے، جتنا کہ ”جاننے“ اور ”پہچاننے“ میں۔ بچہ باپ کو جب تک ”جانتا“ ہے، جب تک نہ اس کے حقوق سے آشنا ہوتا ہے اور نہ اپنے فرائض سے لیکن وہ اسے ”پہچانتا“ لگتا ہے تو پھر حقوق سے بڑھ کر خدای اختیار کر لیتا ہے اور قرب فرائض سے بڑھ کر قرب فوہل کی منزل کو چاہے جاتا ہے۔ یہ ہے فرق علم اور معرفت میں۔

### میر بہادر علی حسینی کی ”تخلیلات“

**فرمایا** حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے جیسے چھوٹی چھوٹی نصیحت اور عبرت آموز کہانیاں کہیں اور بظاہر کہانی چھوٹی اور عالم اخلاقیات میں اس کے نتائج بہت بڑے اور عمدہ۔

ایسے ہی حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی مثنوی بھی ہے اور ایسے ہی اردو میں تعلیقات (Tales) کے نام سے جو کتابیں تالیف ہوئیں بہت عمدہ اور قابل مطالعہ ہیں۔ تعلیقات ہندی اور تعلیقات لقمانی اب کہاں چھپتی ہیں؟ شاید کہیں کوئی قدیم نسخہ کسی لائبریری میں موجود ہو! بہت "میر بہادر علی حسینی" کی "تعلیقات" اپنے ہاں کے ذخیرہ کتب میں موجود بھی ہے اور اس کے مقدمے میں "تعلیقات" کے نسخہ پر اچھی بحث بھی موجود ہے۔

آپ انسانی زندگی پر اور لوگوں کے رویے پر غور کریں تو یہ حقیقت واضح ہوگی کہ بعض لوگ ایسی پست طبیعت کے ہوتے ہیں کہ انھیں اپنی موت سے زیادہ دوسروں کی زندگی سے نفرت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو انعامات ان پر کیے ہوتے ہیں، وہ ان کو محسوس کر کے اور دیکھ کر خوش ہوں اور شکر ادا کریں، یہ نہیں کرتے بلکہ انھیں حقیقی مسرت اس وقت نصیب ہوتی ہے جب وہ دوسروں کو دکھ میں مبتلا دیکھیں۔ اب دیکھیے اس حقیقت کو میر بہادر حسینی مرحوم نے کہانی میں کیسے سو دیا ہے۔



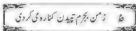
کبڑے سے پوچھا کہو! کیا چاہتے ہو؟ تمہاری پیٹھ سب کی سی ہو جائے یا سب کی تمہاری سی، کہا ہاں! میں یہی چاہتا ہوں کیونکہ جن آنکھوں سے وہ مجھے دیکھتے ہیں ان سے میں انھیں دیکھوں۔  
ایک اور حکایت سنئے لیکن اسے سمجھنے کو توجہ، علم اور ہار کی چاہیے۔



ایک آواز نے جھٹی سے سوال کیا "اوپے کوئے کی صورت کچھ ضد کی راہ پر نہیں  
وے۔" جھٹی نے کالی دی۔ اس آواز نے جواب دیا کہ چٹکا کیا ہے۔ اس لہجے  
پر جھٹی نے ایک روپہ دیا۔ جب اس آواز نے دعاوی۔ "لال روہ"  
ایک اور حکایت سننے کہ دنیا میں ٹیک اور پیچیدہ لوگ جیسے زندگی گزارتے ہیں اور فہم وں  
کی روش کیا ہوتی ہے؟



کسی نے کہتے تھے پوچھا کہ تو رستے میں کیوں پڑا رہتا ہے؟ بولا کہ ٹیک وید  
کے پچھاننے کے واسطے۔ اس نے کہا "تو کیوں کر معلوم کرتا ہے؟" بولا "جو بھلا  
ہے سو مجھے کچھ نہیں کہتا اور جو نہ اے سو خوکہ رہ جاتا ہے۔"



فریاد  
اس مرتبہ دلی حاضری ہوئی تو مرزا اسد اللہ خان غالب مرحوم کے مرقہ پر کچھ  
زیادہ دیر ہو گئی۔ پارہان کا یہ شعر ذہن میں گونجن رہا۔

~ ز من بجزم تچیدن کناروی کردی  
بیا ہٹاک من و آرمید نم بگر

ترجمہ: میری محبت کی تپش کی وجہ سے تم نے مجھ سے موندھ پھیر لیا تھا۔ اب  
میرے حصار پر آؤ اور دیکھو کہ کیا چپ چاپ اور بے حس و حرکت ہو گیا ہوں۔

نگاہ و قلب میں جب تک سرور ہوتا ہے

فرمایا

حضرت جوش ملیح آبادی کا سوا جب خوشنوار ہوتا تھا اور پھر مجلس جو جمعی تھی، بس وہ اس مجلس کے بادشاہ ہوتے تھے۔ بڑے بڑے جہادری، قواد الکلام شعر اور صائب لہجہ کے ادباء کا زبان کھولتے ہوئے، زیر و آب ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ دو اپنا ناز و حکام خود ہی حاضرین مجلس کو سنا رہے تھے اور کیف کا یہ عالم تھا کہ خود ان پر بھی طاری تھا، ایک حکیم صاحب (جن کا اسم گرام بیچہ ادب نہیں لے رہا) کو خدا معلوم کیا سوچھی کہ ایک دم سے بولے اسے حضرت جوش میرا بھی ایک شعر سنئے اور اس غضب کا شعر کہنا ہے کہ گویا آج آپ کی اسی مجلس کے لیے الہام ہوا ہے۔ جوش صاحب کو ناگوار تو گذرا لیکن ضبط کرتے ہوئے بولے جی ارشاد ہوا۔ اسے حضرت جوش سنئے۔ جی جی ارشاد ہو۔ عرض کیا ہے

نگاہ و قلب میں جب تک سرور ہوتا ہے

بھئی داود اور جوش صاحب ذرا ملدھک ہو

نگاہ و قلب میں جب تک سرور ہوتا ہے

پھر حکیم صاحب حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے۔ جو رامصرع ذرا ملدھک ہو، عرض کیا ہے:

نگاہ و قلب میں جب تک سرور ہوتا ہے

حاضرین نے داوڑی۔ تو حکیم صاحب پھر بولے کہ بھئی آپ انفرادہ لگا دیتے:

نگاہ و قلب میں جب تک سرور ہوتا ہے



اور پھر کئی مرتبہ اس مصرع کو دہراتے رہے۔ تمام حاضرین مجلس اس نگرار سے جب تک ہوئے تو یہ حکیم صاحب پھر فرمانے لگے کہ حضرت جوش اپنی بی بی

۱۔ نکاح و لقب میں جب تک سرور ہوتا ہے

اب دوسرا مصرع پڑھائی نہیں رہے تو حضرت جوش ہوئے

۲۔ یہ بندہ والد عبد الغفور ہوتا ہے

حکیم صاحب شرمندہ اور ساری محفل کتبہ زعفران بن گئی۔

طاہر نہیں معلوم اب کے سال سے خانے پر کیا گذری

فرمایا

جناب انعام اللہ یقین شاعر خوب تھے۔ زیادہ شہرت نہیں پائی لیکن دیکھیے کیا اچھا شعر کہا ہے۔ ہر سال 25 دسمبر کے بعد جب لوگ نئے سال (New Year) کے استقبال کی تیاریوں میں مصروف نظر آتے ہیں تو بار بار ذہن میں گونجتا ہے:

۱۔ نہیں معلوم اب کے سال سے خانے پر کیا گذری

ہمارے تو پر کر لینے سے چٹانے پر کیا گذری

لیروں کی تحقیر میں دست خوان بچھاؤ۔

فرمایا

حضرت مرزا مظہر جانجاناں رحمہ اللہ میں بہت سی خصوصیات جمع ہوئی تھیں۔ شاعر بھی تھے اور صوفی بھی، نزاکت مزاجی بھی تھی اور دہلوی بھی تھے۔ ان تمام خلائق نے اپنے اعلیٰ اخلاق کا پیکر بنوایا تھا کہ نادر شاہی عمارت گری میں جب ان کے لیرے بھی خائفہ

میں داخل ہوتے تو ان کی تعظیم میں بھی دستِ خوان بچتا۔ انہیں بھی کھانا کھلایا جاتا کہ گھر آئے کو کھانا کھانا مکارم اخلاق میں سے ہے۔

۔ دوستوں کا کچھ گئی محروم تو کہ با دشمنوں نظر داری  
(دوستی جو اپنے دشمنوں پر بھی نظر کرم فرماتی ہے اس کے دوست نظر شفقت سے کیسے محروم رہ سکتے ہیں۔)

خوبہ حیدر علی آتش اور وحدۃ الوجود

فرمایا

اردو ادب میں غزال کی روایت میں جو تنوع پایا جاتا ہے اس کے ایک مظہر خوبہ حیدر علی آتش بھی ہیں۔ کوئی مستقل ذریعہ معاش نہیں لیکن رکھ رکھاؤ ایسا کہ ہر وقت دروازے پر ایک گھوڑا بندھا رہتا تھا۔ بائچن یہ کہ قوی سب جواب دے گئے مگر کھوار پاندھتے تھے۔ بوریے کا فرش اور پھیلنے پر عمر گزاری دی لیکن یہ کمال کہ نوادین کی طلب کے باوجود ان کے در و درخت پر حاضری دیں۔ کبوتر بازی کے شوقین اور حد یہ کہ جس گھر میں قیام تھا اس کے در و دیوار میں بھی کبوتروں کے گھونسلے تھے دو آواز سرور اور شانوں پر بیٹھتے تھے اور یہ خوش ہوتے تھے، کیا آزار وضع تھی اور کیسی مہذب تھندری تھی۔ وحدۃ الوجود کو سمجھتے تھے اور اسے بیان بھی کیا ہے۔

۔ ظہود آدم غاکی سے یہ ہم کو یقین آیا  
تمشا انجمن کا دیکھنے، خلوت نشین آیا

- خوشا وہ دل کہ ہے جس دل میں آرزو تیری  
 خوشا دماغ جسے تازہ رکھے ہو تیری  
 - اس بجائے جاں سے آتش دیکھیے کیوں کر ہے  
 دل سوا شے سے نازک، دل سے نازک خوئے دوست  
 - نظر آتی ہیں ہر سو صورتیں ہی صورتیں مجھ کو  
 کوئی آئینہ غائب، کارخانہ ہے خدائی کا  
 - بت خائے کھو ڈالے مسجد کو ڈھائیے  
 دل کو نہ توڑے یہ خدا کا مقام ہے

شیخ غلام ہدائی مصطفیٰ کی شاعری

(فرمایا) جب سے مشرقی علوم پر عالم نزع طاری ہوا ہے جب سے دل سے تازہ دماغ کی  
 باتوں نے جگہ پائی ہے۔ عربی میں تو پھر شعراء کے دو اوزن مل جاتے ہیں لیکن فارسی اور  
 اردو کی کتابیں برصغیر میں تاجید ہوتی جا رہی ہیں۔ ایرانی انقلاب کے بعد جوتہدیلیاں واقع  
 ہوئی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انھوں نے اپنی فارسی شاعری اور ادب کے  
 نوادرات تک چھاپنے شروع کر دیئے ہیں اور اب تو کوئی ماہ جاتا ہے کہ نئی کتاب بازار کی  
 رفیق بڑھانے کی اطلاع آتی ہے۔ البتہ اردو کا سرمایہ ماند پڑتا جا رہا ہے۔ اچھے اچھے  
 شعراء کے دواوزن اور ادبی تصنیفات جو کبھی ہر گھر کی زینت ہوتی تھیں اب شہروں کے  
 شہر خالی ہیں کہ نہیں رہیں۔

شیخ غلام محمد الہی مروتی کی کتابیں متعدد زبانوں، خلاصہ، عروض اور منیہ اشعار کا نام اب کیونکر کسی نے نہ ہوگا۔ ان کا وجود ملتا ہے۔ مصطفیٰ منیر شاعر تھے۔ ان کا نام خان آف کی چٹکوں اور جرأت کی طراریوں کے باوجود ان کے مقابل اپنی حیثیت منوالینہ انہی کا کام تھا۔ لوگ تو انہیں محض شاعر سمجھتے ہیں حالانکہ معقولات و مقولات کے عالم تھے اور سب کچھ پڑھ لکھا تھا۔ صرف عربی زبان ہی میں سو (100) سے زائد فقہی تصنیفیں لکھے تھے، فارسی اور اردو کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

کلام میں تیر کا ایسا رنگ چمکتا ہے کہ جاؤ وقف تیز نہ کر پائے۔ دیکھیے فرماتے ہیں:

~ وہ دل روشن کہ تھا سارے زمانے کا چراغ  
گور پر میری بنا ہے اب سربانے کا چراغ  
کر کے صدقے رکھ دیا، دل یوں، میں، اس کی راہ میں  
جیسے چوراہے میں رکھتے ہیں اتارے کا چراغ  
~ تم رات وعدہ کر کے جو ہم سے چلے گئے  
بہر جب سے خواب میں بھی نہ آئے، بھلے گئے  
آتش میں تیرے عشق کی مانتہ چوب خشک  
جب تک کسی نے ہم کو جلایا، چلے گئے  
~ یا یک نیاز اس سے کیوں کر کوئی بر آوے  
آتا ہو سو طرح سے جس کو کہ ناز کرنا

۔ صاف آتش میں کود پڑا، جل جا  
کچھ ٹوٹھلے سے اسے چنگ نہ پوچھ  
کہیے ہے نامہ کارنگ!

انشاء باللہ خان انشا کی شاعری

**فرمایا** خوابش کی کثرت اور وقت کی کمی کا احساس انسان کو اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ وہ حلقہ اندوزی کو حیز سے حیز تر کر دے۔ اسی گھن پتھر میں ایک اعلیٰ پائے کا انسان سرمایہ مزاج بن جاتا ہے۔ پل میں وہ منطق و فلسفہ کی دقیق مباحث بیان کر رہا ہوتا ہے اور میل میں وہ جنسیت زدہ انسان کا روپ دھار لیتا ہے۔ دہلی کے اعلیٰ پائے کے اہل علم جو شہدے ظہرے اور لکھنؤ میں پڑا لکھ کر بھی جو ہانگے بنے وہ انہی حقائق کی منہ بولی تصویر تھے۔ انشاء باللہ خان انشا کی شاعری اور اس کا پس منظر کچھ ایسے ہی معاشرے کی داستان ہے۔ بہادر باگھی اور چنچل جھنڈی کی شادی کے حال پر جو مثنوی لکھی گئی ہے وہ بھی تو ہے۔ معاشرے کی طلب بھی یہی تھی کہ جیسے مرغا اور بھیر آپس میں لڑتے تھے اور ایک دوسرے کو لٹی کرتے تھے، شعر ابھی آپس میں لڑا کریں اور ایک دوسرے کی جھجکائیں۔ سودا جو غنپے سے قہمدان مانتے تھے، یہ اسی دور کی غمازی ہے۔ میر و سودا کی باہمی چٹکاش، سودا نے میر ضاحک کے چولہن طعن کی، یہ دلخراش حقائق بتاتے ہیں کہ ہندوستانی تہذیب کے دھارے کس رخ پر بہنے کا آغاز کر رہے تھے۔ اس دور کے ناکندہ شاعر انشا، باللہ خان انشا، فرماتے ہیں۔

مست نہ جو میں نے قدح بھگ چڑھایا در عالم دہشت  
 جب خطر پکارا کہ بنیا و مر یا اب دیکھ عداوت  
 ہے جی میں فقیروں کے اب تھنچ لنگوٹ اور ہاندھ کے بہت  
 با سنج خرابات میں تک گھوٹے سبزہ یوں کیجئے عبادت  
 اور یہ شعر دیکھیے کہ بھلا کوئی آدمی جو فلسفہ وحدۃ الوجود کو علمی طور پر نہ جانتا ہو اور اس نے  
 وجود شہودی مباحث کو نہ چڑھ رکھا ہو، فلسفہ و منطق کے علوم اس کے دماغ میں نہ ہوں تو  
 وہ یہ کیسے کہہ سکتا ہے۔

خوش رست ہیں چار اہرو کی ہٹا کے صفائی مانتہ قلندر  
 نے ہم کو غم دزد نہ اندیشہ کالا ہے خوب فراغت  
 الہی و تصوف میں جو تھا فرق ہمیں یاں اصلاً نہ رہا کچھ  
 پردہ جو تعین کا محبت نے اٹھایا کثرت ہوئی محبت  
 اسی اعلیٰ تعلیم یافتہ جناب انشا اللہ خان نقشبندی کی شاعری کا دوسرا رخ مصطفیٰ کی اکوٹا حلقہ  
 ہو جو آب حیات میں جناب آرزو نقل کرتے ہیں:

سر لون کا، منہ پیاز کا، اچھور کی گردن  
 کس کا خاکہ اڑایا ہے کیا لکھیے؟ لیکن دونوں پہلو سائے کا مقصد یہ ہے کہ یہ سباب طبع  
 ایسی ہوا کرتی ہیں۔



### میر انیس کی مرثیہ نگاری

فرمایا

میر انیس کی مرثیہ نگاری کے کیا کہنے۔ ایک طرف لکھنؤ کی وہ تہذیب جہاں کے دو ساکن تھے دوسرے طرف خاندانی نسبتیں کہ پشت و در پشت ماضی و اہل بیت ہستہ و عالمین کو اے مرثیہ، تیسری سمت مذہبی قیودات کہ اسلام کے نام لیوا اور ایسے طبقے میں شریعت مطہرہ کے نام لکھتے تھے اور پھر ان سب پر مستزاد شاعری کی نزاکتوں کا لحاظ رکھ کر، من تمام قیود و حدود کے ساتھ بھی اہل بیت کی مرثیہ نگاری نامی کا حصہ تھا۔

حضرت قاسم نقشبندیؒ کی نو بیادستاہین ہیں اور یہ آخری وقت رخصت ہو رہے، کس پر وقار انداز سے منظر کشی کی ہے۔

تم بھی کچھ اپنے باپ کی اس دم مدد کرو  
آفت میں آج ہے پر ضیغم صمد  
دنیا کو بھی خدا نہ دکھائے یہ روز پر  
صدقہ کرو ہمیں کہ بلا ان کی ہوئے روز  
راضی رضائے حق پہ بعد آرزو رہو  
حیدر سے ہم بچوں سے تم سرخرو رہو

### میر تقی میر، شاعر فطرت

فرمایا

میر تقی میر شاعر فطرت ہیں۔ انسانی جذبات و احساسات کے کامل

ترجمان ہیں۔ جو کچھ اندرونی طور پر ہم پہنچتی ہے، وہ اس کے صحیح عکاس ہیں۔  
 انگہار غم پر بھی انھیں کمال کی قدرت حاصل ہے اور محبوب سے اعراض پر بھی۔  
 دل تو تپتی رہتا ہے انہی سے نکلیے اور بے قراری بھی۔ زمانے کی شکایت اور پس مرگ  
 رسوائی، سب احساسات کی تصویر کشی میں انھیں غیر معمولی کمال حاصل تھا۔  
 شمع و پروانہ کی بنیے فرماتے ہیں۔

~ رات بھر شمع سر کو دھتی رہی کیا پٹیلے نے اتھاس کیا  
 پہلے مصرع میں "دھتی" اور دوسرے میں "اتھاس" جواب ہے۔ میر کو کی  
 حرکت کو جو دھنسنے سے تعبیر کر رہے ہیں، جہاں تک علم ہے پوری اردو شاعری اس  
 نزاکت سے بے خبر ہے۔ اگر وہ حد و وجہ حساس نہ ہوتے تو ایسا نایاب شعر کیسے  
 وجود پذیر ہوتا۔

عزت نفس کا ایسا پاس ہے کہ فرمایا:

~ میر صاحب زمانہ نازک ہے دونوں باتوں سے تمہاری دستار  
 کہتے ہیں کہ ظلم انسان کی جہالت کو متعین کرتا ہے۔ ہم کچھ جانتے ہیں تو حیرت  
 میں اضافہ ہوتا ہے کہ اچھا یہ بھی ایک حقیقت ہے اور جہالت کا اور اک ہوتا ہے  
 کہ ہمیں تو اب تک یہ بھی معلوم نہ تھا۔ میر نے ان حقائق کو صرف ایک شعر میں  
 کیسے سوایا ہے۔

~ یہی جانا کہ کچھ نہ جانا ہائے سو بھی اک عمر میں ہوا معلوم  
 عالم ہا سو ت اور کشف غیب کے تعلق کا بیان دیکھیے:



یہ جو مہلت، جسے عمر کہتے ہیں دیکھو تو! انتظار سا ہے کچھ  
 ”آہ بہار“ اور ”چاک گریباں“ میں کیا ارتقا ہے۔

~ اب کے جنوں میں فاصلہ شاید نہ کچھ رہے  
 دامن کے چاک اور گریباں کے چاک میں  
 بہر بان عشق کا انجام کیا ہوا؟ دیکھیے:

~ جن جن کو تھا یہ عشق کا آزار، مر گئے  
 اکثر ہمارے ساتھ کے پیار مر گئے  
 استغناء اور بے نیازی کا نقشہ کھینچا ہے۔

~ آگے سو کے کیا کریں دست طمع دراز  
 یہ ہاتھ سو گیا ہے، سر حانے دھرے دھرے

تصوف کی بغل پار کیوں تھکے کو کیا خوب نظر کیا ہے۔ بغل بے ترتیب اشعار  
 ملاحظہ ہوں۔

~ حیر! اس بے نشان کو پایا جان  
 کچھ ہمارا اگر سراغ لگا  
 ~ نچرے گا وہ عشق میں افراد صید سے  
 روح الامین کا نام شکار یوں ہوا  
 ~ جسم خاکی کا جہاں پردہ اٹھا  
 ہم ہوئے وہ، میر، سب وہ ہم ہوا

۔ عالم کسی حکیم کا ہاندھا علم ہے  
کچھ ہو تو اعتبار بھی ہو کائنات کا  
۔ لایا ہے مرا شوق مجھے پردے سے باہر  
میں درد وہی خلوقی راز نہاں ہوں  
۔ تری آہ کس سے خبر پائے  
وہی بے خبر ہے جو آگاہ ہے

میر تقی میر شاعری کا دریا نہیں سمندر تھے۔

فرمایا

میر تقی میر کے کیا کہنے شاعری کا دریا کیا سمندر ہیں۔ ان کے اشعار کی  
تعداد تیس ہزار کے قریب بیان کی گئی ہے اور یہ اشعار کی کسر نفسی ہے کہ اپنے کو دریا  
کہا و گرنہ سمندر کا دعویٰ بھی کرتے تو کیا بیجا تھا۔

۔ میر دریا ہے سنے شعرِ ربانی اس کی  
اللہ اللہ رے طبیعت کی روانی اس کی

اور پھر اس اشعار میں جو ترنم پایا جاتا ہے انہیں پڑھیے، گنگناہیے یا سنیں تو روح  
وہد کرتی ہے۔ ملاحظہ ہو

۔ جی کچھ کہتی میں جی جی جی، جلی تک کہ دل میں غمی بھی  
یہ جو لگ چکوں میں اس کی ہے، نہ چھری میں ہے نہ کنار میں

۔ چھلے ہیں موڑے، بچلی ہے کٹی، چسی ہے چوٹی، بچنی ہے مہری  
قیامت اس کی ہے تھک چٹی، تھرا جی تو، پہ تھک آیا  
۔ مرا شور سن کے جو لوگوں نے کیا پوچھا، تو کہے ہے کیا  
جسے میر کہتے ہیں صاحبو ایہ وہی تو خانہ خراب ہے  
۔ لذت سے نہیں خالی جانوں کا کھپا جانا  
کب خطر و مسیحا نے مرنے کا مڑا جانا  
۔ جی ڈبا جائے ہے سحر سے آہ  
رات گزرے گی کس خرابی میں

میر تقی میر کی شاعری کا اعتراف

فرمایا: میر تقی میر کی بہت سی خوبیاں ایسی تھیں کہ پھر شاعری میں اب تک ان کا  
کوئی ثانی نہ ہوا۔ ان کے معاصرین اور بعد میں جو شعراء آئے انہوں نے  
اعتراف کیا اور بہت وسعت ظرفی سے کام لے کر یہ اعتراف کیا کہ بعض  
خصوصیات میں میر تقی میر اپنی مثال آپ تھے۔ استاد ذوق مرحوم نے فرمایا  
۔ نہ ہوا، نہ نہ ہوا میر کا انداز نصیب  
ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا  
حضرت مرزا اسد اللہ خان غالب گویا ہیں کہ

۔ میر کے شعر کا احوال کہوں کیا غالب  
جس کا دیوان کم از گلشن کشمیر نہیں  
اور دوسرے مقام پر انہوں نے حضرت ناسخ کی زبان سے اپنا مدعا بیان کیا ہے کہ  
۔ غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقول ناسخ  
"آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہیں"  
حضرت امام بخش ناسخ، معاصر میر تھی میر تھے اور انہوں نے حضرت میر کی شاعری  
کے محاسن کا اعتراف کرتے ہوئے کہا تھا کہ  
۔ شہد ناسخ نہیں کچھ میر کی استادی میں  
آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہیں  
جناب غالب نے اسی شعر کے دوسرے مصرعے کو ذریعہ التکبر خیال بنایا ہے۔  
اس حقیقت کا ادراک خود میر صاحب کو بھی تھا کہ آئندہ زمانے کے شعراء اگر ان  
کا تتبع کریں گے تو یہ پتہ سہل نہ ہوگا فرماتے ہیں۔

۔ آ کے سجادہ نشین قیس ہوا میرے بعد  
نہ رہی دشت میں خالی کوئی جا میرے بعد  
تیز رکھو ہر سر خار کو اے دشت جنوں  
شاید آجائے کوئی آبلہ پا میرے بعد



ایک ڈھیری راکھ کی تھی صبح جائے میر پر

فرمایا

رات کیا ہے؟ غروب و طلوع آفتاب کا درمیانی وقت۔ گھر کو لوٹ جانے کا وقت۔ اپنی اصل کی طرف رجوع کا وقت، اطمینان اور سکون کے پانے کا وقت، معصوب کی پردہ پوشی اور انہیں پر وہوری کا وقت، اعجابِ نعم اور غلبہِ فرحت کا وقت، تجھے اور سو جانے کا وقت، ایک تیاری کا وقت اور تازہ دہی — ایک ستانہ اور فکرجرا کے عزائم کا اظہار — میر تقی میر کے ہاں ملاحظہ ہو رات کو کبھی حقیقی اور کبھی استعارے کے معنی میں کیا خوب بھایا ہے۔

~ ایک ڈھیری راکھ کی تھی صبح جائے میر پر  
 برسوں سے جلتا تھا، شاید رات جل کر رہ گیا  
 ~ ہجر شیریں میں کیوں کہ کانٹے کا  
 کوہ کن یہ پہاڑ سی راتیں  
 ~ دل جو تھا اک آبلہ، پھوٹا گیا  
 رات کو سینہ بہت کٹا گیا  
 ~ حدیث زلف دراز اس کے منہ کی بات بڑی  
 کھوکھو کے دن ہیں بڑے یاں کھوکھو کی رات بڑی  
 ~ غالب کہ دل خستہ شب ہجر میں مر جائے  
 یہ رات نہیں وہ جو کہانی میں گزر جائے

۔ بہت تیر پھر ہم جہاں میں رہیں گے  
اگر وہ مجھے آج شب کی سحر تک  
دکائی دیں گے ہم میت کے رنگوں  
اگر وہ جائیں گے پیٹے سحر تک

آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم

فرمایا (نکھنوی رنگ اور دہلوی رنگ میں فرق ہے۔ اساتذہ شعر کی جانچ کرتے  
ہیں تو فوراً رنگ کو پہچان جاتے ہیں۔ میر تقی میر نے جو بناؤالی ہے وہ یہ ہے:

۔ ہنستی قیا پر تیری مر گیا ہے  
کفن میر کو دھجیو زعفرانی  
۔ دلی میں آج بھیک بھی ملتی نہیں انھیں  
تھا کل تک دماغ جنھیں تخت و تاج کا  
۔ آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم  
اب جو ہیں خاک، انہما یہ ہے  
۔ لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام  
آفاق کی اس کارگہ شیشہ گری کا

# اوراد و وظائف

تمام دعاؤں کا ترجمہ آزاد اور تقاضی بندشوں سے مستثنی ہو کر،  
دعا کے مفہوم کے مطابق کیا گیا ہے۔ ترجمہ سے زیادہ  
ترجمائی ہے اس لیے اردو دعاؤں کو  
پیش نظر رکھا جائے۔

وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْهُ بِهَا .  
(پ: ۹، سورۃ الاعراف، آیت: ۱۸۰)

اور اسماء حسنیٰ (اچھے اچھے نام) اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں  
اس لیے، اس کو انہی ناموں سے پکارو۔



مولانا حالی کے نواسے کی مرگی اور ایک عامل کا سورہ مزمل پڑھنا۔

فرمایا

مولانا الطاف حسین حالی مرحوم کی اکثر و بیشتر پائی پت سے دہلی آمد و رفت رات ہی تھی۔ ایک مرتبہ جب خواجہ حسن نظامی مرحوم حاضر خدمت ہوئے تو حالی فرماتے گئے کہ میرے نواسے کو مرگی ہے۔ حکیم و ڈاکٹر آزما لیے، کچھ نفع نہ ہوا۔ خواجہ صاحب کوئی صاحب نظر بتاؤ جو کوئی تعویذ یا دعا کرے اور اس بیماری سے شفا ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ راولپنڈی میں ایک صاحب ہیں جو سورہ مزمل کے عامل ہیں۔ دم کرتے ہیں اور مریض شفا یاب ہو جاتے ہیں۔ مولانا حالی فرماتے گئے کہ راولپنڈی میں تو میرے بیٹے مولانا سجاد حسین انسپٹر تعلیمات ہیں ان کو کہتا ہوں۔ چنانچہ خط تحریر کیا گیا اور مولانا سجاد صاحب اس عامل سے جا کر ملے اور اپنے بھانجے کی بیماری کی تفصیلات گوش گزار کیں۔ ان عامل صاحب نے اپنی نشست بدلی اور چہرہ پائی پت کی طرف کر کے ایک مرتبہ سورہ مزمل پڑھا کر پلوٹ دی۔ مولانا حالی مرحوم کے نواسے کی مرگی ختم ہو گئی اور مولانا حالی اس عامل کے اخلاص کے بہت شاکل ہوئے۔

شب برأت میں یہ دعا بھی پڑھی جائے۔

فرمایا

معلوم نہیں ہوگا کہ اس دعا کی اصل کیا ہے لیکن حضرت ابن عربی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے کہ شب برأت (چند روز شعبان) میں جب عبادت کرے تو رات کو یہ دعا بھی پڑھے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ.

اللَّهُمَّ إِذَا تَجَلَّيْتَ فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ عَلَى خَلْقِكَ،  
فَجُدْ عَلَيْنَا بِمَنِّكَ وَكَرَمِكَ وَعِثِّقْ، وَقَدِّمْنَا مِنْ  
الْحَلَالِ وَاسِعِ رِزْقِكَ، وَاجْعَلْنَا مِنْ عِبْدِكَ وَقَامَ  
بِحَقِّكَ، اللَّهُمَّ مَنْ قَضَيْتَ عَلَيْهِ فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ  
بِضُولِ حَيَاتِهِ، فَاجْعَلْ مَعَ ذَلِكَ نِعْمَتَكَ، وَمَنْ  
قَضَيْتَ عَلَيْهِ يَوْفَاتِهِ، فَاجْعَلْ مَعَ ذَلِكَ رَحْمَتَكَ،  
اللَّهُمَّ بَلِّغْنَا مَا لَا تَبْلُغُ الْأَمْوَالُ إِلَيْهِ، يَا خَيْرَ مَنْ وَقَفَتْ  
الْأَقْدَامُ بَيْنَ يَدَيْهِ، يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ.  
وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَ  
صَحْبِهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: اے اللہ آج رات جب آپ اپنی مخلوق پر کوئی جہمی فرمائیں تو اپنے احسان، اپنے کرم اور اپنی اس عادت کے صدقے سے کہ آپ آج رات مخلوق کو جہنم سے آزاد کرتے ہیں، ہم پر بھی وہ بہت زیادہ چہیت برسا۔ ہمیں بھی حلالِ رزق کی وسعت عنایت فرما۔ ہمیں ان لوگوں میں سے کر دے جنہوں نے آپ کی عبادت کی اور آپ کے حقوق کی ادائیگی کرتے رہے۔ اے اللہ آج کی رات آپ جس شخص کے متعلق بھی یہ فیصلہ فرمادیں کہ اس کی زندگی طویل کرنی ہے تو اللہ اس کی طویل زندگی میں انعامات کا بھی اضافہ فرما۔ اور جس شخص کے متعلق آپ یہ فیصلہ فرمادیں کہ اسے موت دینی ہے تو اس کی موت رحمت کی موت بناوے۔

اے اللہ ہمیں وہ کچھ دے دے جو ہماری سوچ سے بھی بالا ہو اور جتنے بھی لوگ کسی کے در پر جا کر بھیک مانگنے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور انہیں جو بھی بھیک ملتی ہے، اے اللہ، اے تمام جہانوں کے پالنے والے مجھے اس تمام بھیک سے بھی کچھ زیادہ ہی عنایت فرما (کہ میں تیرے در پر سوائی بنی کے آیا ہوں)۔ اے تمام جہانوں کے پالنے والے، اللہ تعالیٰ کی عنایات حضرت رسالت پناہ ﷺ اور ان کی اہل اور ان کے صحابہ کرام علیہ السلام کے شامل ہوں اور اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے۔



سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ

فرمایا

سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جسم تو ضائع ہے۔ اس قدر علیم الطبع ہے کہ جب لوگ آپ کے کارناموں کو سراجِ ابرق تعریفی کلمات کہتے تو آپ بارگاہِ نبی میں یہ عرض کرتے۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اَعْلَمُ بِيْ مِنْ نَفْسِيْ، وَ اَنَا اَعْلَمُ بِنَفْسِيْ  
مِنْهُمْ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ خَيْرًا مِّمَّا يَظُنُّوْنَ، وَ اغْفِرْ لِيْ مَا  
لَا يَعْلَمُوْنَ، وَلَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا يَقُوْلُوْنَ.

ترجمہ: اے اللہ! آپ میری حقیقت کو مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہیں اور اے اللہ! لوگ جو میری تعریف کر رہے ہیں، میں ان سے زیادہ اپنی حقیقت کو جانتا ہوں۔ اے اللہ! مجھے یہ لوگ جتنا اچھا سمجھتے ہیں، مجھے اس سے بھی بہتر بتا دے اور اے اللہ! میری ان خطاؤں سے درگزر فرما، جن کا علم ان تعریف کرنے والوں کو نہیں ہے۔ اور اے اللہ! جو کچھ لوگ میری تعریف کر رہے ہیں میرا ان جملوں پر مواخذہ نہ فرما۔

لوگ جب کسی بھی بات پر تعریف کرنے لگیں تو اس سے جو شر پیدا ہو سکتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ اس سے بچنے کے لیے اس دعا کا مانگ لینا اور عاجزی سے اللہ تعالیٰ کے حضور بار بار یہ دعا پیش کرتے رہنا بہترین عمل ہے۔

استغفار کے وہ پہلے جنہیں کہنے کے لیے  
گیارہ فرشتے دوڑ پڑے۔

**فرمایا** ﴿منا و منیٰ﴾ زندگی کے لوازمات میں سے ہیں۔ ہر ایک شخص کا من و اس کے اپنے  
اور من کا ہے۔ ایک شخص ممکن ہے صرف فرض پڑھتا ہو اور سنن ہو کہ وہ چھوڑنے کا خواہش کر رہو  
اور من ممکن ہے کہ کوئی فراموش و سنن سب ادا کرتا ہو اور شخص نفل چھوڑنے پر آخرت میں  
خسارہ مند ہو جائے۔ اس لیے ہمیشہ استغفار کرتے ہی رہنا چاہیے۔ استغفار اور اللہ تعالیٰ  
سے معافی مانگنے کی کئی ایک دعا ہیں مختلف احادیث میں آئی ہیں اور ان میں سے ایک دعا  
دوہی ہے، جس کے متعلق آتا ہے کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ نے نماز پڑھائی، ایک  
صحابی ﷺ نماز مکمل کر کے کھڑے ہوئے اور استغفار کی ایک دعا مانگی،  
حضرت رسالت مآب ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کون استغفار کر رہا ہے؟ انہوں نے  
عرض کیا کہ میں — غنیمۃ — استغفار کر رہا ہوں تو ارشاد فرمایا اس اللہ کی قسم جس  
کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اس دعا کا آخری لفظ ابھی تم اپنی زبان سے ادا کر  
ی رہے تھے کہ میں نے گیارہ فرشتوں کو دیکھا کہ وہ اس دعا کو کہنے کے لیے دوڑ رہے تھے  
کہ کون فرشتہ اس مبارک پہلے کو پہلے کہے گا۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ پہلے اسے مبارک ہیں کہ فرشتے دوڑ پڑے کہ جو سب سے پہلے  
اسے کہے اور اپنے پروردگار تک پہنچائے، اللہ تعالیٰ کی خوشی اس فرشتے کو نصیب ہوگی۔ تو  
سوچنا چاہیے کہ یہ تو ان معصوم فرشتوں کا حال ہے جو کہنا چاہتے تھے اور وہ شخص جس دعا

کو چاہے گا اللہ تعالیٰ اس سے کیا خوش ہوگا اور آخر کیوں اس کے گنہ معاف نہیں ہوں گے؟ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے وقت کوشش کرے کہ اللہ اس سے استغفار کے یہ جملے ادا کرے۔

سُبْحَنَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ  
وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ، عَمِلْتُ سُوءًا وَظَلَمْتُ  
نَفْسِي، فَاعْفُ عَنِّي وَارْحَمْنِي وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ  
التَّوَّابُ الرَّحِيمُ.

ترجمہ: اے اللہ تو ہر عیب سے پاک ہے اور اس کے ساتھ ساتھ تعریف بھی تیرے ہی لیے ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے علاوہ کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں نے بہت بُرے کام کیے ہیں اور اپنی جان پر ہمیشہ ظلم کرتا رہا ہوں اے میرے مالک مجھے معاف فرما دے اور مجھ پر مہربان اور میری توبہ کو قبول فرما یا شہد تو توبہ کو بہت قبول فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔



ایک دعا جس کے پڑھنے سے سکون  
اور دل کا اطمینان مل جائے۔

فرمایا

جو اسے دور کے اکثر و بیشتر صوفیاء و مصلحات کی دولت سے محروم ہیں۔ جہالت نے ان کے پاؤں پکڑ لیے ہیں اور یہ اور ان کے مرید مہر مجرا اپنے خود ساختہ وظائف میں مصروف رہتے ہیں اور حضرت رسالت مآب ﷺ نے جن اوجیہ کا بتایا ہے، ان کے قریب تک نہیں پہنچتے، وجہ یہی ہے کہ یہ مشائخ کرام علم کی دولت سے محروم ہیں۔ ہم تو جب آئے، جب کتابیں پڑھیں اور کتابیں جب آئیں جب تربیت میں علم کی اہمیت سکھائی گئی ہو۔ تربیت کا اہم جز وہم ہے اور جب بغیر تربیت کے خلاف فتنیں اور اجازتیں ملیں گی تو پھر یہی کچھ ہوگا جواب ہو رہا ہے۔ ان جاہل صوفیوں اور جذباتی مولویوں نے امت کی تباہی فرمادی۔ ان دونوں طبقات کو جب بغیر محنت کے پیر دتا ہے تو یہ سب سے پہلے اپنی ذہنی اور فنی زندگی کو بدرجہ تعیش آرام دیتا ہے، پھر اپنی اولادوں کے لیے دنیا جمع کرتے ہیں اور محرمات آجاتی ہے، اس لیے ان کے مداح اور خائف ہیں قابل ذکر کتابوں کے ذخیرے سے ہمیشہ سے محروم ہیں۔ دنیا میں بے سکونی کا راق ہے اور آپ جب ان جاہل صوفیوں کے ہاں جائیں اور دل کے سکون اور دماغی پریشانیوں سے نجات کے لیے کوئی دوا یا وظیفہ پوچھیں تو کبھی بھی کتاب و سنت سے کوئی وظیفہ نہیں بتائیں گے۔ محض اپنے جی سے اور اپنی رائے سے کوئی بات یا وظیفہ تجویز کر دیں گے۔ نفع ہوا تو ہوا نہ ہوا تو ان کو کیا اور دوسرے صاحبان کرام ذرا بھی علم سے منسوب ہوتی تو دودھ دیتا ہے جو ان مواقع

پر حضرت رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمائی تھی۔ حضرت رسالت مآب ﷺ سے بڑھ کر کون دیکھتا تھا سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے پوری دنیا کے لیے انھیں ہدایت کا ذمہ دار مقرر کیا ہے مگر کسی شخص کو ان کے عقین فرمودہ وظیفے سے اثر نہیں ہوتا تو ایسے بے یقین کا مرہبہ چھا۔

حضرت یحیٰ بن جابر جو حضرت رسالت مآب ﷺ کی خادمہ تھیں (ام المومنین حضرت یحیٰ بن جابر کے عہد) فرماتی ہیں کہ ایک عورت ہمارے گھر آئی اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ میری یہ مدد فرمائیں کہ مجھے کوئی ایسی دعا چاہیے جسے پڑھوں تو سکون ملے اور دل کا اطمینان حاصل ہو۔ حضرت رسالت مآب ﷺ سے کوئی ایسی دعا چاہیے کہ پڑھتا دیں۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے بھی یہ بات سن لی اور ارشاد فرمایا یحیٰ بن جابر! اپنا دعا بتا دو تو اپنے دل پر پھیرتے ہوئے یہ دعا مانگا کرو:

بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ ذَلِّوْنِيْ بِدَوْلِكَ، وَ اَشْفِئْنِيْ بِشِفَائِكَ،  
وَ اَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَنْ سِوَاكَ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے بارگاہ نام سے شروع کر کے! اللہ تو اپنی دولت مجھے  
تندرست کر دے۔ اے اللہ اپنی شفا سے مجھے شفا بخش دے اور اے اللہ اپنا  
فضل فرما کر تو اپنے علاوہ مجھے ہر ایک سے بے نیاز کر دے۔

کیا خوبصورت جیسے حضرت رسالت مآب ﷺ نے یقین فرمائے۔ دعا کے سکون اور  
اطمینان قلب کے لیے، اس دعا کے مقابلے میں کون حضرت اور کون ہی صاحب ہیں جو



ایسی دعا جو بڑا کمپنی؟

## مال میں برکت کی نبوی دعا

فرمایا ﴿حضرت رسالت مآب ﷺ کے عقین فرمود و کلمات میں بڑا اثر ہے، انسان آج بھی اپنے یقین کے ساتھ ان دعاؤں کو مانگے تو عجیب و غریب اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ ان کے کلام اور دعاؤں کی برکات اب بھی ویسی ہی ہیں جیسے کہ وہ پہلے دن تھیں اور ان دعاؤں کے ثمرات آج بھی ویسے ہی ظاہر ہوتے ہیں جیسے کہ اس زمانے میں ظاہر ہوا کرتے تھے۔ فرق صرف یہ ہے کہ آج بھی اگر مومن کا یقین ہو کہ کلام کی تاثیر ظاہر ہو کر رہے گی تو آج بھی اس کلام کی تاثیر ظاہر ہوگی۔ یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ دعاؤں کو سنتا ہے، اپنے بندوں کے حالات کو تبدیل فرماتا ہے، خالی جھیلیوں کو بھر کر لواتا ہے، بندہ دھار ہے، بڑا اچھا ہے، اسے اب بھی کہتا ہے کہ اپنے بندوں کو خالی ہاتھ لواتے، ہے کوئی لوکان اس کی رحمتوں کا اور ہے کوئی حد اس کے کرم کی، تو آج بھی آگ پاکستان میں تبدیل ہو سکتی ہے۔

حضرت بدر بن عبد اللہ عقیلی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ میرے مال میں برکت نہیں ہے تو ارشاد فرمایا بدرؓ یہ دعا مانگا کیجیے:

بِسْمِ اللّٰهِ عَلَى نَفْسِيْ، بِسْمِ اللّٰهِ عَلَى اَهْلِيْ وَ مَالِيْ،  
اَللّٰهُمَّ ارْضِنِيْ بِمَا قَضَيْتَ لِيْ، وَ عَافِنِيْ فِيمَا

أَبْقَيْتَ، حَتَّى لَا أُجِبَّ تَعَجُّيلَ مَا أُخَّرْتُ وَلَا  
تَأْخِيرَ مَا عَجَّلْتُ.

ترجمہ اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت میرے وجود میں ہو اور اللہ تعالیٰ کے نام کی  
برکت میرے اہل و عیال اور میرے مال میں بھی ہو اسے اللہ میرے پاس  
میں آپ جو بھی فیصلہ فرمائیں، مجھے اس پر راضی رہنے کی توفیق دے اور جو کچھ  
بھی تو نے مجھے عنایت فرمایا ہے اس میں ہر طرح سے خیر رہے اور ایسے بھی ہو  
جائے کہ جو چیز دیر سے عطا فرمائی ہے، میں اس کے لیے جلدی کا شوق نہ محسوس  
اور جو میرائی آپ جلد فرمانا چاہیں میں یہ نہ جانوں کہ اسے تاخیر سے دینا  
چاہیے تھا۔

حضرت بدر بن عبد اللہ رحمہ اللہ روزانہ صبح یہ دعا مانگ لیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ  
دعا اتنی بابرکت ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے میرا کاروبار بھی چکا دیا اور جو نفع آیا اس سے  
قرض بھی ادا ہو گیا اور میں اور میرے گھروالے سب خوشحال ہو گئے۔

بخاری کے مریض کے لیے حضرت رسالت مآب ﷺ  
کی عطا فرمودہ تحریر۔

فرمایا حضرت حافظ ابن حجر مستطانی رحمہ اللہ نے سلیمان بن سنیہ رحمہ اللہ کے حالات  
میں لکھا ہے کہ انھوں نے چالیس حج کیے اور آخری مرتبہ جب روضہ مبارک پر

حاضری ہوئی تو اونکو آگئی اور حضرت رسالت پناہ ﷺ کی زیارت ہوئی، آپ نے ارشاد فرمایا ارے تم اتنی مرچہ آئے ہو اور بیماری طرف سے تمہیں کوئی تحفہ نہیں ملا، اچھا ہاتھ بڑھاؤ، پھر حضرت رسالت مآب ﷺ نے ان کی پھٹی پر کچھ تحریر فرمایا اور وہ تحریر بخار کے لیے تھی کہ کوئی بھی بخار کا مریض اسے پاٹ لے تو اس کا بخار اتر جائے گا۔ جو کچھ تحریر فرمایا یہ تھا۔

اِسْتَحَرْتُ بِإِمَامٍ مَا حَكَمَ فَظَلَمَ وَلَا تَبِعَ مَنْ  
هَزَمَ أَخْرِجِي يَا حُمَى مِنْ هَذَا الْجَسَدِ لَا  
يُلْجِقُهُ أَلَمْ يُخْرِجْ بِحَاجٍ.

ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے غلو و درگزر،  
آسانی اور سہولت کی التجار ہے۔

**فرمایا** سوچنے کا انداز بھی مختلف ہوا کرتا ہے۔ بعض افراد کا بچپن اور جوانی تعلیم ماحول میں گزرے ہوتے ہیں اور جن لوگوں کو تعلیم کی سہولت میسر نہیں ہوتی، ان دونوں کا طرز فکر ہیٹھ یکساں ہو نہیں سکتا۔ ایسے ہی شہزادے اور بادشاہوں کی سوچ اور عام آدمی کی سوچ میں بھی بہت تفاوت ہوتا ہے، اس لیے ہر شخص کے قول و فعل کو یکساں درجے پر پرکھنا حماقت ہے۔ اس شخص کے پس منظر کو بھی

دیکھنا چاہیے۔ سرکرات موت سے پناہ مانگنی چاہیے۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے یہی تعین فرمائی ہے، لیکن کسی کو یہ مرحلہ پیش آجائے تو دورہ کو بہت زیادہ غمراہ بھی نہیں چاہیے۔ بس اتنی ہی بے چینی جو بشریت کا تقاضا ہے، درست ہے۔ یہ سرکرات اس کے گنہوں کا کفارہ بھی تو بن رہی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ نزع کا عالم آسانی سے گزر جائے اور موت کے جھٹکے نہ لگیں اس لیے کہ اس دنیا میں یہ آخری تکلیف ہے جو مومن کو پاک کر دیتی ہے۔ مطلب یہ تھا کہ مومن اللہ تعالیٰ کے حضور بالکل پاک صاف ہو کر پہنچے، یہی مناسبت ہے۔ یہ ان کی سوچ تھی لیکن ہم گنہگار تو یہ تصور بھی نہیں کر سکتے اور نہ ہی کبھی ایسی بات کہنی چاہیے۔ ہر حال میں بہتر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے غلو اور گنہگار آسانی اور سہولت کی التجار ہے۔

ظہوں، صبیحوں اور چیل سے رہائی پانے  
کے لیے دوبار دعا کریں۔

**فرمایا** حضرت ابو بکر بن علی رحمہ اللہ اصناف میں اپنے دور کے سرکاری مفتی اور بہت پائے کے مشائخ کرام میں سے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے ایک ایسا فتویٰ لکھا جو بجا ہر صحیح قوانین حکومت و ملت کی مصلحتوں کے خلاف تھا چنانچہ بادشاہ وقت نے ہراس ہو کر انھیں جیل بھجوا دیا۔ مشکلات نے ڈیرہ ڈال دیا اور تمام وقت پریشانوں میں گزرنے لگا۔ انہی کے شہر اور زمانے میں ایک اور بزرگ

ابوبکر رازی رحمہ اللہ نے خواب میں یہ دیکھا کہ حضرت رسالت مآب ﷺ تحریر فرما رہے ہیں۔ چیریل امین آپ کی دائیں طرف کوکھڑے ہیں اور مسلسل اللہ تعالیٰ کی تسبیح ایسے بیان کر رہے ہیں کہ ان کے ہونٹ متحرک ہیں۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا ابوبکر بن علی کو میرا پیغام دو کہ صحیح بخاری میں غم سے نجات پانے کی جو دعا آئی ہے اسے مسلسل پڑھتے رہو یہاں تک کہ اس مصیبت سے نجات ملے۔

ابوبکر رازی رحمہ اللہ کی آنکھ کھلی تو وہ جیل گئے اور حضرت ابوبکر بن علی رحمہ اللہ کو یہ پیغام دیا اور انہوں نے صحیح بخاری کی وہ روایت میں آئی ہوئی دعا مسلسل پڑھی حتیٰ کہ وہ جیل سے نجات پا گئے۔

صحیح بخاری میں جنوں اور مصیبتوں سے نجات پانے کے لیے حضرت رسالت مآب ﷺ کی دو دعائیں نقل کی گئی ہیں۔ حضرت ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ نے باب کا عنوان یہ باندھا کہ دکھ اور غم میں جو دعا مانگی جائے۔ اور پھر چوتھی روایت حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی ذکر کی ہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ دکھ اور پریشانی کی حالت میں یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ  
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، وہ اللہ جو عظمت

والا اور بہت بردبار ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے قابل نہیں ہے  
وہ جو آسمانوں کا، زمین کا اور عرش بھی عظیم مخلوق کا پروردگار ہے۔

اور دوسری حدیث بھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے کہ  
حضرت رسالت مآب ﷺ نے کہا اور تم سے نجات کے لیے یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ  
الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَ  
رَبُّ الْأَرْضِ، وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، وہ اللہ جو بہت  
عظمت والا اور بہت بردبار ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق  
نہیں ہے، وہ اللہ جو عرش بھی عظیم مخلوق کو بھی پائے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے  
علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، وہ اللہ جو آسمانوں کا پروردگار ہے اور  
زمین کا بھی رب ہے اور بہت عزت کی جگہ عرش ماس کو بھی پائے والا ہے۔

حضرت رسالت مآب ﷺ نے جو یہ دعائیں پڑھوائی تھیں ان کے مطابق تو بلاشبہ یہ دوسری دعا  
تھی جس کے مانگنے کی تلقین حضرت ابو بکر بن علی رضی اللہ عنہما کو کی تھی۔ لیکن مناسبت سے  
معلوم ہوتا ہے کہ زندگی میں جب کوئی مشکل، کوئی تکلیف، کوئی پریشانی آئے تو ان  
دونوں دعاؤں کو ہر نماز کے بعد، دن، رات و صبح پڑھنا یا نہ ہو کوئی کئی مرتبہ پڑھنا چاہیے

تاکہ اللہ تعالیٰ دکھ غم اور پریشانی سے نجات دے۔

شدید ہواؤں کا طوفان اور حضرت رسالت مآب ﷺ کی دعا۔

فرمایا

حضرت رسالت مآب ﷺ جب شدید ہواؤں کا طوفان آتا تھا اور آندھیاں چلتی تھیں تو یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِ مَا اَمَرْتُ بِهٖ، وَ اَعُوْذُبِكَ  
مِنْ شَرِّ مَا اَمَرْتُ بِهٖ.

ترجمہ: اے اللہ ان ہواؤں کو جس خیر اور خوبی کے لیے آپ نے چاہا ہے، میں اس خیر اور خوبی کو اپنے لیے بھی مانگتا ہوں اور اے اللہ ان ہواؤں میں جو شر اور خرابی ہے، میں اس سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔

ہمیشہ اپنی عاجزی، نادانگی اور بے بسی پر نظر رہے  
اور دعا مانگتا رہے۔

فرمایا

صوفیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم میں اس بات پر اختلاف ہے کہ دعا افضل ہے یا تقویٰ؟ اللہ تعالیٰ سے مانگتا رہے یا پھر اس کے حوالے کر دے کہ جو بھی گذر جائے ہم اس پر راضی ہیں۔ پھر ایک دے یہ ہے کہ اپنے حق میں تو سکوت اور رنہ پر قائم رہے لیکن امت کے لیے، دوسرے لوگوں کے لیے، اپنے اہل خانہ کے لیے دعا مانگنا افضل

ہے۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ دعا کا کچھ فائدہ ہی نہیں کہ سب تقدیر میں طے ہو چکا ہے، لیکن یہ مسلک ان گمراہ صوفیاء کا ہے جو چاہش ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ خود دعا تقدیر کو بھی بدل دیتی ہے۔ حق بات اور محققین کا مسلک یہ ہے کہ ہر حال میں دعا ممکن ہی افضل ہے۔ اپنی نیاز مندی، عاجزی، بے بسی کا اظہار اور قدرت خداوندی کا اعتراف، اس کا انکشاف اور اعتدالی انداز جسکی دعائیں دعا مانگنے کی تو مرہون منت ہیں۔ حضرات انبیاء علیہ السلام میں سے کون ہے جو اس ذر سے مانگتا ہوا نظر نہیں آتا، یہ نوح ہیں عرض کرتے ہیں کہ اس دنیا پر کافروں کا ایک گھرنہ رہنے دے۔ یہ ابراہیم ہیں دعا پر دعا مانگتے چلے جا رہے ہیں۔ اہل مکہ کو پھلوں سے رزق دینے کی دعا، اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لیے دعا، اپنی نسل کی برکت کی دعا، اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لیے نماز پر قائم رہنے کی دعا، اپنی مغفرت کی دعا، قیامت میں شرمندہ نہ ہونے کی دعا، یہ موسیٰ ہیں فرعون اور اس کی آل کے فرق ہونے کی دعا، اپنے بیٹی ہارون کی نبوت کی دعا، اشراق قلب کی دعا، یہ عمران کی اہلیہ ہیں، اپنی اولاد اور نسل کو شیطانی اثرات سے محفوظ رکھنے کی دعا اور یہ ہمارے نبی۔۔۔۔۔ ان پر اور ان کے تمام بھائیوں انبیاء علیہم السلام تعالیٰ کی بے پناہ رحمتیں نازل ہوں اور وہ جہاں بھی رہیں برکتوں اور فیوض کے ساتھ رہیں۔۔۔۔۔ کی دعائیں اور آخرت میں اپنی اُمت کی بخشش، شفاعت کی دعا۔ جب سب مانگتے، دعا کرتے نظر آتے ہیں تو کون ہے جو ان حضرات علیہم السلام کی متواتر اور مستقل سنت کو چھوڑ دے اور صوفی، کی اس بحث میں چڑے کہ دعا افضل ہے یا تقویٰ نہیں۔ ہمیشہ دعا مانگتے رہنا چاہیے اور اپنی عاجزی، نادانگی اور بے بسی پر نظر



دینی ہی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی  
مانگنا ہی تمام مسائل کا حل ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے شکایت کی کہ قیلا سالی کے آچار نمایاں ہیں کیا کریں؟ تو فرمایا استغفار کرو۔ ایک اور شخص نے عرض کیا کہ فقر وفاقہ بہت بڑھ گیا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ سے معافی مانگا کرو۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ باغ خشک ہوتا جا رہا ہے کیا کریں؟ ارشاد فرمایا استغفار کی کثرت کرو۔ پھر ایک شخص آیا اور اولاد کے نہ ہونے پر غم اور دکھ کا اظہار کیا، فرمایا کہ استغفار کرو۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنا، اس کی عظمت اور شرف کے خوف سے رو دینا اور دیر تک آنسو بہانا، بخش کرنا اور کثرت سے دعا مانگنا زندگی کے تمام مسائل کا حل ہے۔

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک مجلس میں سو مرتبہ  
سے زیادہ جو دعا مانگتے تھے؟

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ایک ایک مجلس میں سو سو مرتبہ سے زیادہ یہ دعا مانگتے تھے۔

فرمایا

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَ تُبْ عَلَيَّ، إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ  
الْغَفُورُ.

ترجمہ: اے میرے پروردگار مجھے معاف فرما اور میرے حال پر توبہ فرما  
بلشبہ توبہ اپنے بندوں کی توبہ کو قبول فرمانے والا، اپنے بندوں کے حال پر توبہ  
فرمانے والا، اور بہت معاف فرمانے والا ہے۔

حضرت رسالت مآب ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جو دعا خاص طور پر ارشاد فرمائی۔

**فرمایا** جب مرزا ملتی ہے یا تجہائی غالب ہوتی ہے یا کوئی شخص اپنے متعدد حیات میں  
غیر معمولی طور پر شہنک ہوتا ہے تو پھر آہستہ آہستہ یہ احساس غالب ہوتا ہے کہ مختلف  
ضروری کاموں کو چار کرنے کے لیے کوئی ایک آدم دوست، خادم، بیوی یا نوکر ضرور  
ہوتا چاہیے، تاکہ کسوٹی میں ٹٹل واقع نہ ہو۔ پھر غیرت اس بات کی بھی اجازت نہیں  
دیتی کہ کسی کا احسان لیں یا کسی کے در پر پڑے رہیں یا اصراف لاحق ہو جائے، تو ہر  
شخص کی یہ قنن ہوتی ہے کہ وہ چلتے پھرتے بغیر کسی پر بوجہ بنے اور بغیر کسی کی خدمت کا  
احسان لیے، دوناتے چلا جائے۔ مگر یہ ہو کیسے، ابھی کاموں کی کثرت، کبھی تجہائی اور کبھی  
بزدلی اس بات پر غور کراتا ہے اور جواب آسانی سے ملتا نہیں۔ اس کھٹل میں زندگی  
گزر جاتی ہے۔ مقدر غالب آتا ہے کبھی مخدوم خادم بن جاتا ہے اور کبھی خادم مخدوم،

تا آئندہ موت کی گھنٹی بجتی ہے اور جو کچھ ہونا ہوتا ہے وہ ہو کر ہی رہتا ہے۔ الہت یہ دعا مانگتے اور یہ تمنا کرتے ہوئے تو بہت سوں کو سنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ پاؤں پر لے جائے، کسی کا محتاج نہ کرے، بس جتنے پھرتے اس جہان سے گزر جائیں وغیرہ وغیرہ۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ مؤثر چیز جو اب تک کی زندگی میں دیکھنے میں آئی۔۔۔۔۔ وہ حدیث فاطمہؑ ہے۔ جس شخص نے بھی اس پر عمل کیا، بیشک دیکھا کہ وہ کسی پر بار نہیں بنا، جتنے پھرتے، جتنے کہتے اس دنیا سے چل پڑا۔ اور یہ نوبت ہی نہیں آئی کہ وہ کسی کی خدمت کا محتاج ہوتا۔

اس حدیث میں عجیب برکت ہے کہ نوکر چاکر، خادم، بیوی، اولاد ہر ایک کی خدمت سے بے نیاز کر دیتی ہے اور سرکشی کے احسان کا زہر بار نہیں ہوتا۔

حدیث فاطمہ کا معاملہ یہ ہے کہ حضرت فاطمہؑ رحمہا، صاحبزادی صلیبہ اپنے والد حضرت رسالت مآب ﷺ کی نور بین، جگر گوشہ، عنایات کی مورد اور جسد اطہر کا ٹکڑا تھیں۔ تمام بیٹوں اور بیٹیوں کے انتقال کے بعد یہی تو رہ گئی تھیں کہ حضرت رسالت مآب ﷺ ان کے گھر جاتے، اظہار شفقت فرماتے اور آنکھیں غنڈی ہوتیں۔ ان کی شادی ہوئی اور رخصتی کے بعد گھر سنبھالنا دشوار تھا۔ چکی پیستے پیستے ہاتھوں کی نرم جلد سخت پڑ گئی۔ کنوئیں سے پانی بھر کر انھیں اور منگیتر سے کاغذ بچے میں ڈالتے ڈالتے گرون پر نشان پڑ گیا۔ گھر میں جہڑ بھکار کرتیں اور بس سرد آواز آتا۔ شہر تباہ اور حضرت سیدنا علی بن ابی طالبؑ بھی کنوئیں سے پانی نکالتے اور گھبراتے یہاں تک کہ ان کے سینے میں درد شروع ہو گیا۔

یہ معاملہ جاری تھا کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں بہت سے قیدی لائے گئے اور ہر طرف خیر بکھیل گئی۔ سید عالمی رحمہ اللہ نے یہ مناسب چاہا کہ وہ اپنی اہلیہ اور صاحبزادی صاحبہ رحمہ اللہ سے کہیں کہ وہ جائیں اور اپنے لیے بھی ایک خادمہ مانگ لیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ داماد اگر یہ سمجھے کہ اس کے سر کو اللہ تعالیٰ نے کچھ رحمت سے نوازا ہے تو وہ اپنے گھر کی سہولیات کے لیے کچھ طلب کر سکتا ہے، اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اگرچہ ہمارے دور اور ملک میں عرف اس کے خلاف ہے۔

صاحبزادی صاحبہ اپنے والد محترم حضرت رسالت مآب رحمہ اللہ کے ہاں حاضر ہوئیں تو دیکھا کہ بہت سے نو عمر لڑکے اور قیدی کھڑے ہیں لیکن اس ان حضرت رسالت مآب رحمہ اللہ گھر پر تشریف فرمانہ تھے ان کی عاقبت ام المومنین حضرت ام سلمہ رحمہ اللہ سے ہوئی اور پھر یہ اپنے گھر لوٹ گئیں۔ پھر دوبارہ تشریف آوری ہوئی تو اس مرتبہ بھی یہی صورتحال پیش آئی لیکن انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ رحمہ اللہ کو تمام صورتحال سے آگاہ کیا اور واپس ہو گئیں۔ تیسری مرتبہ تشریف لے گئیں تو حضرت رسالت مآب رحمہ اللہ اپنے دولت خانہ پر تشریف فرما تھے اور ارشاد فرمایا میری پیاری چھوٹی سی بیٹی (گڑیا) کیسے آتا ہوا؟ تو غلطہ حیات والد صاحب سے کچھ طلب نہ کرئیں اور صرف اتنا عرض کیا کہ سلام پیش کرنے کے لیے حاضر ہوئی ہوں، اور پھر کچھ وقفے کے بعد اپنے گھر واپس ہوئیں تو سید عالمی رحمہ اللہ نے دریافت فرمایا کہ کیا ہوا؟ انہوں نے تمام کچھ کدیت کی اور اب کے سید عالمی رحمہ اللہ نے انھیں ساتھ لیا اور در دولت پر حاضر ہوئے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رحمہ اللہ نے پہلے ہی سے تمام ماجرا عرض کر دیا تھا اور سوچنے کی

ہات یہ بھی ہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ کی تمام ازواج مطہرات ان کی مائیں تھیں۔  
موجودہ جس لیکن انہوں نے اپنا پیغام پیش کرنے کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہی  
انتخاب کیوں کیا؟ اس لیے کہ وہ جانتی تھیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کیا  
مقام حضرت رسالت مآب ﷺ کی نگاہ میں ہے اور وہ کتنی مجھ دار اور شفقت بھری  
خاتون ہیں۔

اسی اثنا میں حضرت رسالت مآب ﷺ کے بڑے ابا زبیر بن عبدالمطلب کی  
ساجز اہوی حضرت خبابہ رضی اللہ عنہا بھی اسی مقصد کے لیے حاضر ہوئیں۔ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا  
نے بھی عرض کیا کہ اللہ کے رسول، کنوئیں سے پانی کھینچنے کی مرہاسینہ دیکھنے لگے ہے  
اور یہ آپ کی چھاتی ہیں کھینچ چلا آرائے کے ہاتھ تخت پڑ گئے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے  
بہت سے قیدی عنایت فرمائے ہیں تو کوئی ایک غلام ہمیں بھی عطا ہو۔

حضرت رسالت مآب ﷺ نے خاموشی سے اس درخواست کو سن اور پھر اجتماعی اور  
قوی امور کی طرف توجہ دلاتے نہایت شفقت سے ارشاد فرمایا کہ دیکھو پھر میں جو لوگ  
شہید ہوئے تھے، ان کے یتیم بچوں، ۷۰۰ عینہ منورہ میں جو غریب بیوہ عورتیں ہیں، ۷۰۰  
اصحاب صفہ جنہیں کھانے تک کو میسر نہیں، ۷۰۰ یہ سب آپ سے زیادہ ضرورت مند  
ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ان غلاموں کو بیچ کر حاصل شدہ رقم تو ان مصارف میں خرچ  
کروں اور پھر اس کے بعد کوئی غلام بچے کا بھی نہیں کہ تم لوگوں کی ضرورت پوری  
ہو سکے۔ انہوں نے پوری توجہ سے یہ بات سنی، اس ضرورت کو اپنی جانوں اور آرام پر  
ترجیح دی اور خاموشی سے جہاں کہا اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔

حضرت رسالت مآب ﷺ کو اپنی بیٹی سے جو محبت تھی اور فاطمہ آخر کو فاطمہ تھیں۔ سلام اللہ علیہا۔ اس محبت نے اپنا اثر دکھایا اور حضرت رسالت مآب ﷺ بے قراری سے اسی رات ساجزادی سداب کے ہاں تشریف لے گئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ہمارے گھر میں بس ایک ہی تولیاف تھا اور وہ بھی آٹھ اس طرح کا کہ اگر ہم اسے طول میں اوڑھتے تھے تو سر ڈھانپنے سے پاؤں کھل جاتے تھے اور پاؤں ڈھانپنے پر سر کھل جاتا تھا۔ اور اگر ہم اسے عرض میں اوڑھتے تھے تو ہم دونوں اس میں نہ نہ سکتے تھے۔ ہم دونوں اس طرف میں تھے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے اندر آنے کی اجازت پوچھی اور پھر آپ اندر تشریف لائے اور فرمایا بس بھی دونوں اپنی اپنی جگہ پر لیٹے رہو اور پھر اپنی بیاری بیٹی کے سر کے پاس بیٹھ گئے۔ شرم و حیا سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے خال خال کر اپنے سر پر اوڑھ لیا اور حضرت رسالت مآب ﷺ وہاں سے اٹھے اور دوسری طرف جا کر ان دونوں کے پاؤں کے درمیان اس طرح سے تشریف فرما ہوئے کہ آپ کے دونوں پاؤں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سینے کے ساتھ جا کر مل گئے۔ قدیمین شریفین رضی اللہ عنہما تھے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں شخصوں اور مبارک قدموں کو اپنے سینے سے چھلایا اور اتنا چھانائے رکھا کہ ان دونوں پاؤں کی خشک حرارت میں تبدیلی ہو گئی۔ کیا مبارک سینہ تھا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا کہ قدیمین شریفین کا مادی بنا۔ کیا علوم اور برکات ہوں گے جو اس رات ان مبارک قدموں سے سینہ مرتضوی میں منتقل ہوئے ہوں گے اور کیا راحت ہوگی جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے حضرت رسالت مآب ﷺ کو پہنچی ہوگی۔

ارشاد فرمایا مجھے یہ معلوم ہوا تھا (حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے توسط سے) کہ آپ لوگ کسی ضرورت سے آئے تھے اب بات کر دیا اگلے خدوئی چھائی اور صاحبزادی صاحبہ اس تمام صورتحال میں ادب اور غلبہ دنیا کی وجہ سے کچھ کہہ نہ سکیں۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے دوبارہ فرمایا کہ کل تم لوگ جو کچھ کہنے آئے تھے، پھر کہو۔ اب قیسری مرتبہ پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی طلب کہہ سنائی اور پھر صاحبزادی صاحبہ نے عرض کیا کہ یہ خبر سنی تھی کہ آپ کے پاس بہت سے قیدی آئے ہیں اس لیے میرا حق چاہا کہ میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپ مجھے بھی ایک غلام عنایت فرمادیں جو آغا گوندہ کر روئی پکار دیا کرے، کیونکہ روئی پکانا میرے لیے بہت مشکل ہے۔ ارشاد فرمایا میری بیٹی وہ بات مان لوں جو آپ کہتی ہیں یہ پھر اس غلام سے بھی بہتر چیز دے دوں؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فوراً انھیں مستحب کیا اور سرگوشی کی کہ آپ یہ کہیے کہ آپ کی خوشی مجھے زیادہ عزیز ہے۔

اس جواب کو سن کر آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا میں تم دونوں کو انہی بات کی تعلیم دوں جس کی قدر و قیمت سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ ہے؟ عرض کیا کیوں نہیں ضرور ارشاد ہو۔ پھر فرمایا میں تمہیں وہ وظیفہ بتاؤں جو مجھے جبریل امین نے بتایا ہے؟ سنو! اور دیکھو جب آپ لوگ ہستر پر سونے کے لیے لیٹ جاؤ تو اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھاؤ اور تکبیر پڑھا کرو۔

اب حضرت رسالت مآب ﷺ نے اس وظیفے کی کیا ترتیب بتائی تھی، مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مختلف شاگردوں رضی اللہ عنہم کی روایات مختلف ہیں۔

اس لیے یا تو حضرت رسالت مآب ﷺ نے ہی مختلف ترکیبیں بتائی ہوں گی اور یا پھر بعد کے کسی دور میں ان روایات میں تبدیلی آئی ہوگی، لیکن آپ ہمارے لیے سب سے اچھا اور بہتر راستہ تو یہ ہے کہ کوئی شخص ان تمام روایتوں اور تراکیب پر عمل کر لے اور یہ بھی بالکل درست ہے کہ کوئی شخص ان تمام تراکیب میں سے کسی بھی ایک ترکیب کو اپنالے اور اس پر عمل شروع کر دے۔ تو اسے بھی ان شاء اللہ وہ تمام برکات اور منافع نصیب ہوں گے جو تمام روایات پر عمل کرنے والے کو نصیب ہوں گے۔

پہلی روایت میں تو یہ آتا ہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ رات کو جب تم سونے کے لیے لیٹو تو

① بسم اللہ مرتبہ ۳۳

② الحمد للہ مرتبہ ۳۳

③ اللہ اکبر مرتبہ ۳۳

پڑھ کر یہ دعا مانگ لیا کرو۔ وہ دعا آخر پر آ رہی ہے۔

دوسری روایت میں یہ آتا ہے کہ ارشاد فرمایا جب تم سونے کے لیے لیٹو تو

① اللہ اکبر مرتبہ ۳۳

② بسم اللہ مرتبہ ۳۳

③ الحمد للہ مرتبہ ۳۳

پڑھ کر یہ دعا مانگ لیا کرو۔ وہ دعا آخر پر آ رہی ہے۔

تیسری روایت میں آتا ہے کہ ارشاد فرمایا



① سبحان اللہ مرتبہ ۳۳

② الحمد للہ مرتبہ ۳۳

③ اللہ اکبر مرتبہ ۳۳

پڑھ کر یہ دعا مانگ لیا کرو۔ وہ دعا آخر پر آ رہی ہے۔

غالباً یہ تین روایات ایک ہی طرح کی ہیں صرف ترتیب اور کلمات کی تعداد میں فرق ہے۔

پانچویں روایت میں یہ آتا ہے کہ ارشاد فرمایا جب تم سونے کے لیے لیٹو تو

① سبحان اللہ مرتبہ ۳۳

② الحمد للہ مرتبہ ۳۳

③ اللہ اکبر مرتبہ ۳۳

④ لا اِلهَ اِلا اللہ ایک مرتبہ

پڑھ لیا کرو اور پھر یہ دعا مانگ لیا کرو۔ وہ دعا آخر پر آ رہی ہے۔

اور پانچویں روایت میں یہ آتا ہے کہ ارشاد فرمایا جب تم سونے کے لیے اپنے بستر پر

لیٹو تو

① سبحان اللہ مرتبہ ۳۳

② اللہ اکبر مرتبہ ۳۳

③ لا اِلهَ اِلا اللہ مرتبہ ۳۳

پڑھ کر یہ دعا مانگ لیا کرو۔ دعا آخر پر آ رہی ہے۔

ان پانچوں روایات پر عمل کرنے کی آسان صورت ایک یہ بھی ہے کہ انسان جب

سونے کے لیے بستر پر لیٹے تو

- ① سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ
- ② الحمد للہ ۳۴ مرتبہ
- ③ اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ
- ④ کھڑکیہ ۳۳ مرتبہ

پڑھ لیا کرے البتہ ان پانچوں روایات میں مزید تین باتیں سمجھنے کی ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ ان پانچوں روایات میں جو کچھ بھی تسبیح، تحمید، تجلیل یا کھڑکیہ پڑھا جائے گا سب کی مکمل تعداد سو (۱۰۰) ہو جائے گی۔ اسی لیے حضرت رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ سونے سے پہلے تمہارا یہ سو مرتبہ ذکر کرنا تمہاری زبان کے سونے جیسے ہیں نعمتِ قیامت میں جب یہ نام عمل میں تو لے جائیں گے تو دس گنا بڑھ کر ایک ہزار (۱۰۰۰) ہو جائیں گے۔

یہ بھی اللہ تعالیٰ کی کسی مہربانی ہے کہ اپنے بندے کی نیکیوں کو اصل عمل سے ۱۰ گنا بڑھ کر قبول فرمائے۔

دوسری بات سمجھنے کی یہ ہے کہ جن دو آخری روایات میں کھڑکیہ کا ذکر ہے وہاں حدیث میں تو اُرد گرد یہ آ رہا ہے کہ پڑھنے والا ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ پڑھے لیکن کوئی شخص اگر پھر کھڑکیہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ“ بھی پڑھ لے تو نہ لاپاکہ حرج نہ ہوگا بلکہ فائدہ ہی کی بات ہوگی۔

اور تیسری بات یہ سب کچھ پڑھنے کے بعد دودعا ہے، جو ہمیشہ مانگ کر سونا چاہیے۔

امت نے شاید یہ دعا بکھائی دی ہے۔ چنانچہ ہم نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو ان تسبیحات کے بعد اپنے مریدوں یا مقتدیوں کو یہ دعا بخشنے کی بھی تلقین کرتا ہو۔ حالانکہ یہ دعا صحیح مسلم میں بھی آئی ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ یہ تمام باتیں مطالعے سے آتی ہیں اور اس امت نے اب پڑھنا چھوڑ دیا ہے۔ حضرت ان کیا اور دعا کیا، بڑے کیا اور چھوٹے کیا، پیر و مولوی کیا اور مرید و مقتدی کیا، کوئی نہیں پڑھتا۔ اس دعا کی خصوصیت اور اہمیت کے لیے کیا یہ بات قہوڑی ہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے اپنی پیاری بیٹی کو رات سونے سے پہلے اس دعا کو پڑھنے کی تلقین فرمائی تھی؟ ارشاد فرمایا کہ اس واقعے کو پڑھنے کے بعد بیٹی، اللہ تعالیٰ سے یوں عرض کیا کرو۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ رَبَّ الْعَرْشِ  
الْعَظِيْمِ، رَبَّنَا وَ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ، مُنْزِلَ التَّوْرَةِ وَ  
الْاِنْجِيْلِ وَ الزَّبُوْرَ وَ الْفُرْقَانَ، اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ  
كُلِّ ذِيْ شَرٍّ، وَ مِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ اَنْتَ آخِذٌ  
بِناصِيَّتِهَا، اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ، وَ اَنْتَ  
الْاٰخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ، وَ اَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ

فَوْقَكَ شَيْئٌ، وَأَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُونَكَ شَيْءٌ،  
إِقْضِ عَنِّي الدَّيْنَ وَاعْنِنِي مِنَ الْفَقْرِ.

ترجمہ: اے ساتوں آسمانوں اور عرش جیسی بڑی مخلوق کے پائے والے اللہ۔  
اے ہمارے اور دنیا کی ہر چیز کے پائے والے، تورات، انجیل، زبور اور  
فرقان (قرآن کریم) کو نازل کرنے والی پاک ذات، میں دنیا کے ہر ایک  
شر کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ اے اللہ تیری تمام مخلوق جو تیرے  
ہی قبضے میں ہے، میں اس مخلوق کی ہر ہر شرارت سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔  
اے اللہ تو سب سے پہلے اور تجھ سے پہلے کچھ نہیں اور اے اللہ تو سب سے  
آخر پر اور تیرے بعد بھی کچھ نہیں۔ اور اے اللہ تو ایسا ظاہر کہ تجھ سے بڑھ کر  
کوئی ظہر نہیں اور اے اللہ تو ایسا چھپا ہوا کہ تجھ سے زیادہ پوشیدہ کوئی نہیں۔  
اے میرے پروردگار میرے قرض کو ادا فرما دے اور مجھے ضروریات زندگی  
میں کسی کا محتاج نہ فرما، بے نیاز کر دے۔

یہ ہے وہ اوراد و تحفہ پرار کے بہر حال مانگنی ہے۔

پھر حضرت رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا اے علی اور فاطمہ یہ پڑھا کر کہ یہ تم دونوں  
کے لیے سلام ہے، یہی بہتر بات ہے جو میں تمہیں بتا رہا ہوں۔

حضرت رسالت مآب ﷺ نے یہ تحفہ صرف اپنی صاحبزادی صاحبہ اور محترم و محترم  
دامادی کو نہیں بتایا بلکہ پوری امت کو اس تحفہ کے پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے اور تحریر

یہ ہے کہ جو شخص بھی اس وظیفے کو پابندی کے ساتھ پڑھتا رہتا ہے، وہ جتنے بھی کام کرے نقصان نہیں ہے اور اگر تھک بھی جائے تو اس کی تحسین اس وظیفے سے دور ہو جاتی ہے اور یہ تحسین اس کی صحت کو نقصان نہیں پہنچتی۔ صاحبزادی صاحبہ رحمہ اللہ نے تحسین اور غلام کی خدمت کے لیے ہی تو درخواست کی تھی اور آپ نے اس کا بدلہ یہ وظیفہ بتا دیا۔ تو اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص یہ وظیفہ پڑھتا رہے گا تمام عمر اسے کسی خادم کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی بغیر کسی کا احسان لیے، بغیر کسی کا تاج ہوئے، بنسٹا کلیں، ایمان کے ساتھ اور برکتوں کو سمیٹتے ہوئے اپنے پروردگار کے حضور میں پہنچ جائے گا۔

استغفار کے وہ کلمات جنہیں کثرت سے  
پڑھنا چاہیے اور ”سید الاستغفار“

**فرمایا** انسانوں میں کون ایسا ہے، جس سے لغزش نہیں ہوتی۔ ہر شخص کی لغزش اس کے اپنے دور ہے کے موافق ہوا کرتی ہے۔ عام انسانوں کی نافرمانی گناہ اور معصیت کہلاتی ہے اور غلام کی لغزش خلاف اولیٰ کہلاتی ہے۔ انسانوں ہی میں حضرات انبیاء، صلوات اللہ علیہم جو کہ مقام قیادت پر فائز ہوتے ہیں وہ اگرچہ معصوم ہوا کرتے ہیں لیکن خلاف اولیٰ باتیں جو ان کی زندگی میں پیش آئیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں آگاہ بھی فرمایا وہ ان کے اپنے مقام کے اعتبار سے خلاف اولیٰ ہیں۔ عام انسانوں کا تو ذکر ہی کیا ہے وہ تو سرسبز بھی چھوٹ جائیں تو خیمت جا بیٹے۔ معاذ پر اصرار ان کے لیے کہا نہ کہ پیش خیر ہوتا ہے اور کہا نہ کہ پر عدم استغفار، کبھی تو کھڑک چٹپٹا کر دیتا ہے اور کبھی خیر خیر خطرے

میں پڑ جاتا ہے۔ اسی لیے حضرت رسالت مآب ﷺ ہمیشہ توبہ و استغفار کی طرف توجہ دلاتے رہتے تھے اور برابر یہ یقین فرماتے رہتے تھے کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی اور ان کے ناسخ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے رہنا چاہیے۔ ایک مرتبہ توبہ کا سب سے بھرپور طریقہ یہ ارشاد فرمایا کہ جب بھی کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو انہی طرح کیا دھوکا پھر اچھی طرح وضو کر کے دو نفل نماز توبہ کے پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے خوب انہی طرح معافی مانگی چاہیے اور پھر اللہ تعالیٰ سے یہ امید رکھنا مستحب اور نیکی کا کام ہے کہ اس پاک ذات نے اس گناہ کو معاف فرما دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ کرنا چاہیے، آئندہ اس گناہ کا ارتکاب نہ کرنے کا عزم کر کے نیکی کے کاموں میں مصروف ہو جانا چاہیے۔

شریعت نے ایک طریقہ یہ بھی بتایا کہ جتنا بڑا گناہ ہو جائے، اتنی ہی بڑی نیکی کرنی چاہیے۔ خود سوچ کر فیصلہ کرنا چاہیے کہ میں نے کتنا گناہ کیا ہے اور اب کون سی ایسی نیکی کروں جو اس گناہ کو دھوئے میں مٹا دے؟ ثوابت ہو اور پھر اگر وہ گناہ لوگوں کے سامنے کیا ہے تو نیکی بھی لوگوں کے سامنے کرنی چاہیے اور اگر گناہ تنہائی میں ہوا ہے تو یہ نیکی بھی چپکے سراپا مونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے قاعدے کی یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ نیکیاں گناہوں کو دھو دیتی ہیں۔

تو جب کہ تیسرا طریقہ یہ بھی ہے کہ وہ دعائیں کثرت سے پڑھنی چاہیں جن میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی گئی ہے۔ مثلاً حضرت رسالت مآب ﷺ اپنی ایک ایک نشست میں سو سو مرتبہ استغفار کا یہ جملہ ارشاد فرماتے تھے۔

① اَسْتَغْفِرُ اللَّهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَ أَتُوبُ إِلَيْهِ.

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہوں کہ وہ ایسی ذات ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں وہ ہمیشہ زندہ اور ہمیشہ قائم رہنے والا ہے اور میں اپنے اس گناہ سے توبہ کرتا ہوں۔

بھی کبھی یہ جملہ ادا فرماتے:

② رَبِّ اغْفِرْ لِي وَ تُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الْعَفُورُ.

ترجمہ: اے اللہ مجھے معاف فرما دے اور اسے اللہ میری توبہ کو قبول فرمالے یا شاہد ہو تو اپنے بندوں کی توبہ کو بہت زیادہ قبول فرماتا ہے اور تو بہت زیادہ بخشنے والا ہے۔

بھی کبھی یہ جملہ ارشاد فرماتے:

③ اَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَ أَتُوبُ إِلَيْهِ.

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہوں اور اس کے سامنے اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہوں۔

حضرت صاحبِ کرام رحمۃ فرماتے تھے کہ ہم بھی بھیجتے تھے اور حضرت رسالت مآب ﷺ اپنی ایک ایک نشست میں ان تین جہوں میں سے کوئی ایک استغفار کا جملہ سو مرتبہ عرض کرتے تھے۔ اسی لیے آپ نے ایک مرتبہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ قیمت میں سب سے زیادہ خوش قسمت انسان وہ ہوگا، جس کے نامہ اعمال میں کثرت سے استغفار ہوگا۔

توبہ و استغفار کی ایک اور دعا جس کی نسبت حضرت رسالت مآب ﷺ سے کی گئی ہے بلکہ یہاں تک بھی کہا گیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام بھی توبہ و استغفار کے لیے یہی دعا پکارتے تھے وہ یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُكَ لِمَا تُبْتُ اِلَیْكَ مِنْهُ، ثُمَّ  
عُدْتُ فِیْهِ، وَ اَسْتَغْفِرُكَ لِمَا اَعْطَيْتَكَ مِنْ نَفْسِیْ  
ثُمَّ لَمْ اَوْفِ لَكَ بِهٖ، وَ اَسْتَغْفِرُكَ لِلنَّعَمِ الَّتِیْ  
اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَتَقَوَّیْتُ بِهَا عَلٰی مَعَاصِیْكَ، وَ  
اَسْتَغْفِرُكَ لِکُلِّ خَبِرٍ اَرَدْتُ بِهٖ وَجْهَکَ فَخَالَطَنِیْ  
فِیْهِ مَا لَیْسَ لَکَ، اَللّٰهُمَّ لَا تُخْزِنِیْ فَاِنَّکَ بِیْ



## عَالِمٌ، وَلَا تُعَذِّبْنِي فَإِنَّكَ عَلَيَّ قَادِرٌ.

ترجمہ: اے اللہ پہلے تو میں ان تمام گناہوں سے معافی اور تیری بخشش چاہتا ہوں، جو گناہ میں نے اب تک کی زندگی میں کر کے، توبہ کی قسمی اور پھر اپنی شامت نفس سے وہ باروائی گناہوں میں مبتلا ہو گیا۔ پھر اے اللہ میں ان تمام گناہوں سے بھی معافی مانگتا ہوں جو اپنی ذات کے متعلق کوئی وعدہ میں نے آپ سے کیے اور پھر وہ وعدہ پورے کرنے کی بجائے، پھر انہی گناہوں کو دوبارہ کر لیا اور اے اللہ ان تمام گناہوں سے بھی معافی مانگتا ہوں جو میں نے اس لیے کیے کہ تو نے تو اپنی نعمتیں مجھے دیں لیکن میں نے ان نعمتوں کو تیری نافرمانی کا ذریعہ بنا لیا۔ اے اللہ وہ تمام گناہ بھی معاف فرما دے کہ میں نے کوئی نیکی کا کام، جو صرف تجھے راضی اور خوش کرنے کے لیے کرتا تھا لیکن میں نے اس نیکی کے کام میں تیرے علاوہ کسی اور کے خوش کرنے کی نیت کر کے اپنی نیت اور نیکی کو کھوٹا کر دیا۔

اے اللہ مجھے میرے گناہوں کی وجہ سے دوسروں کے سامنے ذلیل نہ کر کہ تو تو میرے کہ تو توں کو خوب جانتا ہے اور اے اللہ مجھے عذاب بھی نہ دے کہ تجھے تو مجھ پر ہر طرح کی قدرت حاصل ہے اور میں تیرے سامنے بالکل عاجز، بے اختیار اور بے بس ہوں۔

پھر استغفار کے ان تمام جملوں اور دعاؤں میں ایک ایسا استغفار رکاوٹ اور دھندلہ بھی

ہے، جسے سید الاستغفار کہا گیا ہے۔ یعنی استغفار اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے کے جتنے بھی جملے اور دعائیں آئی ہیں، ان تمام دعاؤں میں سب سے بہتر اور سب سے افضل دعا یہ ہے۔

اس دعا یا ”سید الاستغفار“ کی اتنی اہمیت اور افضلیت ہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے فرمایا جو شخص ان جملوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لے اور پھر دو پہر میں موت آجائے اور پھر یقین کرے کہ اگر اللہ نے چاہا تو اب میرے گناہ معاف ہو گئے ہیں یا پھر شام کو ان جملوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لے اور رات کو چل بسے اور اس کا یہ یقین ہو کہ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اب میری تمام عمر کے گناہ معاف ہو گئے ہیں تو یہ شخص (اپنی اس توبہ، یقین، اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس ذات پاک سے حسن ظن کے سبب) جنت میں چلا جائے گا۔ اسی لیے ایک روایت میں حضرت رسالت مآب ﷺ نے حکم دیا کہ جس شخص کو بھی یہ ”سید الاستغفار“ کے جملے معلوم ہو جائیں اسے چاہیے کہ وہ یہ ”سید الاستغفار“ میری امت کے دوسرے گنہگاروں تک بھی پہنچائے۔

شاید یہ اسی احساسِ ذمہ داری کا نتیجہ تھا اور حضرت رسالت مآب ﷺ کے فرمان کی تعمیل تھی کہ مکتوبہ شریف اور پھر صحیح بخاری شریف پڑھاتے ہوئے ”سید الاستغفار“ کی یہ روایت آئی تو استاد گرامی قدر حضرت مولانا نور محمد صاحب رحمہ اللہ نے اسے یاد کرنے کا حکم دیا، پھر اگلے دن اسے زبانی سنا اور حکم دیا کہ روزانہ صبح و شام اور سونے سے پہلے بھی اسے کم سے کم ایک مرتبہ ضرور پڑھا جائے۔

وقت گزر گیا اور پھر "سید الاستغفار" پر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جب کچھ علمی تحقیق کی  
 ٹوٹ آئی تو اندازہ ہوا کہ احادیث کی مختلف کتابوں مختلف حضرات صحابہ کرام رضی اللہ  
 سے "سید الاستغفار" کے مختلف الفاظ مروی ہیں تو تقریباً ان تمام روایات کو جمع کرا کے  
 اسے مرتب کر دیا کہ حضرت رسالت مآب ﷺ سے روایت شدہ تمام الفاظ  
 "سید الاستغفار" میں آجائیں۔

اب جو "سید الاستغفار" مرتب ہو سکا ہے وہ یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، اَنْتَ رَبِّيْ،  
 اَنْتَ اِلٰهِيْ، اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ، وَاَنَا عَبْدُكَ، اَمَنْتُ  
 بِكَ مُخْلِصًا لَكَ دِيْنِيْ، وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَ  
 وَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا  
 صَنَعْتُ، اُبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ، وَاُبُوْءُ لَكَ  
 بِذَنْبِيْ، وَاَعْتَرِفُ بِذُنُوْبِيْ، اَتُوْبُ اِلَيْكَ مِنْ سَيِّئِ  
 عَمَلِيْ، مِنْ شَرِّ عَمَلِيْ، وَاسْتَغْفِرُكَ لِذُنُوْبِيْ الَّتِيْ

لَا يَغْفِرُهَا إِلَّا أَنْتَ، فَاغْفِرْ لِي ذُنُوبِي، فَإِنَّهُ لَا  
يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ.

ترجمہ: اے اللہ تمام تعزیریں تیرے ہی لیے ہیں۔ اے اللہ تیرے عطا کردہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ تو ہی میرا پروردگار اور تو ہی میرا معبود ہے۔ تو نے ہی مجھے پیدا کیا ہے اور بلاشبہ میں تیرا ہی بندہ ہوں۔ میں تجھ پر ایمان لایا اور میں تمام عبادات صرف تیرے ہی لیے کرتا ہوں اور میں اپنی بساط بھر تیرے ساتھ کیے ہوئے عہد و پیمان پر قائم ہوں اور میں نے جو نہ سے کام کیے ہیں ان کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ میں ان تمام انعامات کا اعتراف کرتا ہوں جو تو نے مجھ پر کیے اور پھر میں نے جو تیری نافرمانی اور جھوٹا دیکھے، ان سب کا اعتراف کرتا ہوں۔ میں اپنے ان تمام بُرے کاموں سے تیرے سامنے توبہ کرتا ہوں اور اپنے ان گناہوں کے شر سے بھی توبہ کرتا ہوں۔ اے اللہ میں ان تمام گناہوں سے معافی مانگتا ہوں جنہیں تیرے عطا کردہ کوئی معاف نہیں کر سکتا۔ اے اللہ میرے تمام گناہ و معاف فرما اور حقیقت یہ ہے کہ تیرے عطا کردہ کوئی بھی ان گناہوں سے معافی دینے والا نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے اور توبہ کرنے کے لیے یہ وہ بہترین الفاظ ہیں جنہیں یاد کرنے اور صبح و شام پڑھنے کا حکم حضرت رسالت مآب ﷺ نے اپنے برہمن کو دیا بھی ہے اور یہ حکم بھی فرمایا ہے کہ اس "سید الاستغفار" کی تعلیم ہر مسلمان کو دی جائے۔

چاہیے کہ ہر شخص اس نہ صرف خود صبح و شام پڑھے بلکہ اپنے بچوں کو اسے نہ بانی یاد کرا دینا چاہیے تاکہ گنہوں کے وہاں اور غصہ سے بچ سکیں۔

جو دعا کے ذکر کھولتے ہیں وہی قبولیت کا ذریعہ کھولتے ہیں۔

فرمایا

دعا افضل ترین عبادات میں سے ہے۔ زبان سے مانگی چاہیے اور زبان کے علاوہ دل سے بھی مانگی چاہیے۔ دل ہی دل میں بغیر زبان بدلے بس اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی حاجت اور ضروریات رکھتے رہنا چاہیے۔ یہ جائزہ لیتے رہنا کہ میری دعائیں مقبول ہوئیں یا نہیں ہوئیں، زیادہ مناسب نہیں، جس کسی وقت اس غرض سے غور کر لیا جائے کہ اگر قبول ہوگئی ہوں تو شکر ادا کروں۔ باقی اس معاملے کی کوئی چیز میں نہ پڑے کیونکہ جب وہ تجویز کے بعد اس نتیجے پر پہنچے گا کہ میری تو آخر دعائیں قبول ہی نہیں ہوئیں تو شیطان کو بھڑی پیدا کرنے کا موقع مل جائے گا اور پھر یہ اس عبادت سے بھی محروم رہ جائے گا۔ قبول نہ ہونے کا معاملہ تو یہاں تک ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی بھی تمام دعائیں قبول نہیں ہوئیں۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے اپنے قبیضے قریش کے بعض افراد کا نام لے لے کر انھیں بددعائیں دیں لیکن وہ قبول نہیں کی گئیں۔ رمل، ذکوٰۃ اور مسرتیں قبولیوں کے لیے بددعا کی گئی، لیکن قبول نہیں کی گئی حتیٰ کہ منع بھی فرما دیا گیا کہ آپ بددعا نہ کیجیے۔

تو بندے کا کام بندگی ہے۔ قبولیت اس کے اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ قبولیت کے اسباب تلاش کرے جیسے ہمیشہ کی ہونا، حال کا رزق کھانا، اس وقت دعا مانگنا جو وقت

قبولیت کا ہے جیسے تہجد کا وقت، مجلس نکاح کے آخر کا وقت، ہادش کے آغاز میں ہادش میں ایسے کھڑے ہو کر دعا مانگنا کہ ہادش اس پر پڑے، روز و افطار کر کے وقت، اذان اور اقامت کا درمیانی وقت وغیرہ اور وہ جہیں جہاں دعا قبول ہوتی ہے جیسے مساجد، حضرت رسالت مآب ﷺ کا روزہ مبارک اور مسلمانوں کی وہ قبور جہاں طالب گمان ہو کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت یہاں بھی برکتی ہوگی۔ ایسے ہی ان افراد سے دعا کروانا جن کی دعائیں قبول ہونے کے زیادہ امکانات ہیں جیسے اپنے ماں باپ، عمامہ کرام، اولیاء اللہ، فریاد و مساکین، مسافر اور مدارس میں پڑھنے والے بچے وغیرہ تو یہ اسباب اختیار کرے۔ باقی چونکہ قبولیت خود اپنے اختیار میں نہیں تو جو بات غیر اختیار ہی ہے، اس کو سوچ کر پریشان ہونا یا اس پر غور کرتے رہنا، ناجائز ہونا، محض اپنے وقت اور صلاحیتوں کا نسیب ہے۔ اپنا کام کرے اور جو مانگتا ہے، مانگتا رہے۔ دنیا میں فقیر ہمیشہ اپنے جیسے بندوں سے ایک ہاتھ پھیلا کر مانگتے ہیں کیونکہ دینے والے بھی تو بندے ہی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو عطا رکھل اور شہنشاہ ہے وہاں ایک ٹیس دونوں ہاتھ پھیلا کر مانگنے کو دینے والا تو کل کائنات کا حاکم بھی ہے اور حکیم بھی۔ وہ زیادہ بوجہ جانتا ہے کہ کیا اور کتنا دینا ہے۔ ہر وقت تجویز ہی نہ کرتا رہے تقویٰ میں سے بھی کام لے کر ملے یا نہ ملے اس کو رو نہیں چھوڑنا، مانگتے ہی رہنا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے تہجد میں کیا خوبصورت شعر پڑھتے تھے کہ میں ہمیشہ آپ کے در و دولت پر بھیک مانگتے آتا ہوں اور اس دور سے بھیک مانگنا صرف میرا پیشہ ہی نہیں میرے باپ دادا بھی اسی در اقدس پر حاضر ہو کر مانگتے تھے۔ میں تو ناشکیبی بھکاری ہوں، دروازہ کھول دیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جس شخص کے لیے دعا مانگنے کا دروازہ کھل گیا اس کے تدار سے نیا رہے ہو گئے۔ جو دعا کا درکھولتے ہیں وہی قبولیت کا بھی درکھولتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کو مستوجب کرنے کے لیے خاص کلمات

**فرمایا** اللہ تعالیٰ کی شاکہ وہ پہلے جن میں شیعہ اور قیدیہ دونوں سبکچا ہوں یہ پہلے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ایسے پہلے ہیں، جو اس مالک کو خود بہت پسند بھی ہیں اور یہ پہلے بہت بہترین ذکر بھی ہیں، اللہ تعالیٰ کی رضا ان جملوں سے حاصل ہوتی ہے، گناہ معاف ہوتے ہیں اور رزق کے دروازے بھی کھلتے ہیں۔ جب بھی رزق کی تنگی ہو یا قرض کا بوجھ ہو چائے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرنے اور ذکر کرنے کو جی چاہے تو ان جملوں کو بار بار پڑھنا چاہیے۔ یا پھر ان میں کسی بھی پہلے کو اپنا دروہا لینا چاہیے مثلاً یہ کہ جملہ ① روزانہ صبح و شام ایک سو مرتبہ (ایک شیخ) پڑھ لیا جائے یا یہ کہ جملہ نمبر ①، ②، ③ کسی بھی پہلے کو روزانہ اتنی مرتبہ پڑھنا مقرر کر لیا جائے تو یہ ایک دروہا یا دلیفہ بن جائے گا۔

① سُبْحَانَ اللَّهِ وَ بِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ پر عجب سے پاک ہے اور اس کے ساتھ ہی تمام حمد و ثناء اسی کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ، جو عظمت والا، بلند شان اور بے عیب ہے۔

② سُبْحَانَ رَبِّيَ وَ بِحَمْدِهِ.

ترجمہ: میرا پروردگار برہمب سے پاک ہے اور اس کے ساتھ ساتھ تمام حمد و ثنا بھی اسی کے لیے ہے۔

③ سُبْحَنَكَ اللَّهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ.

ترجمہ: اے اللہ تو برہمب سے پاک ہے اور اس کے ساتھ ساتھ تمام حمد و ثنا بھی تیرے ہی لیے ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ میں تجھ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہوں اور میرے اللہ میں توبہ کرتا ہوں۔

④ سُبْحَنَكَ اللَّهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ.

ترجمہ: اے اللہ تو برہمب سے پاک ہے اور اس کے ساتھ ساتھ تمام حمد و ثنا بھی تیرے ہی لیے ہے۔

⑤ سُبْحَانَ اللَّهِ وَ بِحَمْدِهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ مَا شَاءَ اللَّهُ سَكَنَ وَ مَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ پاک ہے اور اپنی سب تعریفوں کے ساتھ، سوائے اللہ تعالیٰ



کی مدد کے بغیر کرنے کی قوت ہے اور نہ نرائی سے بچنے کی طاقت ہے، جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ ہو گیا اور جو نہ چاہا وہ نہ ہوا۔ میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اسی کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔ یہ دعا تو اپنی اور اپنے جان و مال کی حفاظت کے لیے صبح و شام پڑھنی چاہیے اور اسے بچوں کو بھی سکھا دینا چاہیے۔

⑥ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ عَزَّوَجَلَّ خَلَقَهُ وَرَضِيَ نَفْسِهِ وَزِينَةَ عَرْشِهِ وَمِزَادَ كَلِمَتِهِ.

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کے ہر عیب سے پاک ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی حمد و ثناء بیان کرتا ہوں اور ایسی پاکیزگی و حمد و ثناء جس کی تعداد اس کی مخلوق کے برابر ہے اور ایسی پاکیزگی اور حمد و ثناء جس سے وہ خود بھی خوش ہو اور ایسی پاکیزگی اور حمد و ثناء جو اپنے وزن میں عرش کے وزن کے مساوی ہو اور ایسی حمد و ثناء جسے لکھنے کے لیے اتنی ہی روشنائی و رکاوٹیں روشنائی اس کی تعریف کے جملوں کو لکھنے کے لیے مطلوب ہو۔

اس جملے کو جب بھی پڑھا جائے گا تو تین مرتبہ پڑھا جائے گا اور اگر کوئی اس جملے کو تین مرتبہ سے زیادہ پڑھے گا تو پھر تین مرتبہ کی پابندی نہیں رہے گی۔

⑥ سُبْحَانَ اللَّهِ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ

وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا  
بِاللَّهِ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔  
تمام کائنات میں اسی کی بادشاہی ہے اور تمام تعریفیں بھی اسی کے لیے ہیں  
اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ انسان کوئی نیکی کا کام نہیں کر سکتا اور نہ ہی  
کسی گناہ سے بچ سکتا ہے، جب تک کہ اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق اس کے سامنے  
حال نہ ہو۔ میں اس ذات بے عیب کی پاکیزگی اور تعریف بیان کرتا ہوں۔

⑧ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ، أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا.

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کے ہر عیب سے پاک ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی  
حمد و شہادت بھی بیان کرتا ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا  
ہوں اور یہ شہدہ دو تہ کو بہت زیادہ قول فرمانے والا ہے۔

⑨ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الْحَقِّ الْقُدُّوسِ، سُبْحَانَ

اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ بے عیب ہے وہ ہمیشہ زندہ، اس کی ذات مومنوں اور  
وہ ہر عیب سے منزہ ہے۔ میں اس ذات بے عیب کی پاکیزگی اور تعریف  
بیان کرتا ہوں۔



كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ.

(پ: ۲۱، سورۃ الروم، آیت: ۳۳)

ہر ایک گروہ، جو کچھ (بھی) اس کے پاس ہے (اس پر)  
خوش ہو رہا ہے۔

نہ سوئس صدی کا سب سے بڑا تحفہ۔

فرمایا

نہ سوئس صدی کی سب سے بڑی دریافت اور اس کا تحفہ ”بھوک“ ہے۔ پیٹ کی بھوک، سر چھپانے کی بھوک، مہینوں کی مسافت اور عہدِ بحر کے تجربات کو منٹوں اور بجلیات حل کرنے کی بھوک، جنس کی بھوک اور ان سب کے نتیجے میں تمام اخلاقی اقدار پامال ہو کر رہ گئیں۔

استعماری رات نے دنیا کو جہنم کدو بنا دیا۔

فرمایا

نہ سوئس صدی کے استعماری رات نے دنیا کو جہنم کدو بنا دیا۔ ایسے دھو دیے اور ان مظالم کی طرح ڈالی، جواب دہی دنیا تک ختم نہ ہوئی۔ سیدنا مسیح علیہ السلام کے دور مسودہ کا انتظار و اشتیاء ہے مگر نہ تو اب ہر صدی کی اپنی قیامت برپا ہونے کو ہے۔ نہ سوئس صدی میں ہی وہ عظیم جھٹکیں لڑی گئیں۔ شمالی افریقہ کے تمام ممالک ان کے مظالم کا شکار ہوئے۔ اٹلی نے لیبیا پر حملہ کیا۔ برطانیہ نے ہندوستان تو ایک طرف مصر کو اپنے قابو میں لے لیا اور ترکوں کو روک دیا کہ وہ طرابلس کے مظلوم مسلمانوں کی مدد کر سکیں، روس نے برطانیہ کے ساتھ مل کر سازش بنالی کہ ایران اور افغانستان کو تقسیم کر دیا جائے۔ برطانیہ اس تقسیم اور لڑائی پر خوش تھا کہ اسے جنوبی ایران میں تیل کے چشموں پر قبضہ مل جائے گا اور اس کے عوض روس، ایران کے شامی حصوں پر قبضہ کرے تو برطانیہ مدافعت نہیں کرے گا۔ روس نے ایران کو خون میں نہبا دیا۔ برطانیہ نے یونان کو بھی

شدی کہ خلافت عثمانیہ کے جسے خیرے کرو لیکن اللہ تعالیٰ ہی نے حفاظت فرمائی۔

### شرح اشارات کہ جرح اشارات؟

**فرمایا** شیخ ارمیس ابو علی حسین بن عبد اللہ بن سینا نے اپنی کتاب "کتاب اشارات و التہمات" میں جو مشکل اور پیچیدہ الفاظ، تراکیب اور مسائل بیان کیے ہیں، علامہ فخر الدین رازی نے ان سب کی تشریح کے لیے مزید ایک کتاب لکھی، جس میں انہوں نے تشریحات کے ساتھ ساتھ جاہل بولی میں ہر جرح بھی کی ہے۔ پڑھنے والوں نے جب اس شرح کو پڑھا تو کہا کہ فخر الدین رازی کی اس شرح کو "شرح اشارات" کی بجائے "جرح اشارات" کہنا زیادہ مناسب ہے۔ ویسے خواجہ نصیر الدین محمد بن حسن طوسی نے بھی "صل مشکلات" کے نام سے "کتاب اشارات و التہمات" کی خوب شرح کی ہے۔ ایران سے اس کتاب کا قلمی نسخہ، سید محمد عابدی حائری کے مقدمے کے ساتھ خوب چھپا ہے۔ اپنے ذخیرہ کتب میں یہ موجود ہے۔ فلسفہ کے شران اگر اس کتاب سے اشتنا کرتے تو یہ کیا ہیرا تھا جس کی پالش ہو جاتی۔

۵۸۲ھ میں مصر کے نجومیوں کی پیشین گوئی اور اس کا انجام

**فرمایا** ۵۸۲ھ میں مصر کے لیے بہت رسوا کن تھا۔ بواہوں کو علم نجوم کے تمام ماہرین نے دنیا بھر کے زاپے بنائے اور حکم یہ لگایا کہ تمام عالم میں جاہی بچے کی۔

رطل، سرخ، سورن اور چاند ایک سی برتن "سرطان" یا "میزان" میں بیچ رہے ہیں اور ان کے اجتماع کے نتائج حد درجہ چاہکن ہوں گے۔ سرخ رطلی آنندھیاں چلیں گی اور مسموم ہوائیں بستیوں کو اٹھاڑ دیں گی۔

لوگ ان کے جھانسنے میں آگے، خندقیں کھدیں، اشیائے خورد و نوش کا ذخیرہ کیا، کیا اور افضل چٹل چٹی لیکن وقت مقررہ آیا اور کسی تغیر و تبدل کے بغیر گزر گیا۔ نجومی جھوٹے پڑے اور ان کی خدمت میں شعر کہے گئے۔ ابو الفتح عم محمد نے اس دور کے ایک قابل ذکر نجومی ابو الفضل پر بھیجی کسی

۵۔ قل لابی الفضل قول معترف

مضی جمادی و جاء نارحب

وما حرت زعزع کما حکمو

ولا بد اکو کب لہ ذل

ترجمہ: ابو الفضل نجومی کو یہ طے شدہ بات بتا دو کہ جمادی الاول گزر گیا اور رجب آ گیا، ان دونوں مہینوں میں آپ کی فحش گوئیوں کے مطابق شدید آنندھیاں اور نہایت تیز اور چاہکن ہوائیں چلیں گئیں مگر ایسے ہوائیں اور ایک حد استرود، جس کی آپ نے فحش گوئی کی تھی، وہ بھی ظاہر نہیں ہو۔  
پھر ان جھوٹے نجومیوں کو سمجھایا:

۶۔ مدبر الامر واحد لیس للسب

سعة فی کل حادث سبب

لا المشری سالم ولا زحل

ساق ولا زهرة ولا قطب

ترجمہ: دیکھیے پوری کائنات کے کاموں کو بنانے والی ایک ہی ذات (اللہ تعالیٰ کی) ہے اور اس کی طرف نامناسب باتوں کی نسبت کرنا (تحویل بروح و نجم) درست نہیں ہے۔ یہ تمام ستارے مشتری، زحل، زہرہ اور قطب ثاقبی ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے۔

یورپ کی سائنسی ترقی میں مسلمانوں کا حصہ

فرمایا) یورپ میں سائنس کو جتنی بھی ترقی ملی اور آج اس ترقی کے پھل پھول سے جو تمام دنیا مستفید ہو رہی ہے، اس ترقی کی اصل بنیاد مسلمانوں کی و ترقی، تہذیب اور اصول و مضامین ہیں، جو انہوں نے چین میں دنیا کو دکھایا کیے تھے۔ علامہ اقبال مرحوم نے فارسی کے چند اشعار میں اس حقیقت کا انکشاف بہت خوبصورتی سے کیا ہے۔

عسکت اشیاء فرنگی زاد و نیست اصل او جز لذت ایبا و نیست  
چوں عرب اندر ار و مار کیشاد ہم و عسکت را با دیگر نہاد  
دانہ آں صحرا تنہاں کا شمد حاصلش افرنگیاں برداشمد  
ترجمہ: دنیا کی کسی چیز میں کیا اثر و عسکت ہے فرنگی زادوں نے اس ہم سے بے  
خبر تھے۔ انھوں نے مختلف اشیاء کے باہمی ملاپ سے جو لذت پیدا ہو سکتی  
ہے (کیسیا) اسے ڈھونڈ لیا۔ مغربی ممالک جب مسلمانوں نے فتح کیے تو



اس عمر و نعمت کی بنیاد انھوں نے وہاں ڈالی۔ ان مسلمان صحرائیوں نے اس جدید سائنس کا بیج وہاں کاشت کیا اور یہ انہی بیجوں کی فصل (سائنس) ہے، جسے اب فرنگی کاٹ کر جمع کر رہے ہیں۔

### اونٹ اور ہندوستان کی معاشرتی زندگی

**فرمایا** اونٹ کی خصوصیت کچھ عربوں کے ساتھ ہی نہیں ہندوستان میں بھی یہ برابر معاشرتی زندگی کا حصہ رہے ہیں۔ آئبر بادشاہ نے انھیں چٹھی رسائی کے لیے استعمال کیا تھا۔ اس کثرت سے اونٹ ہوتے تھے کہ ہندوؤں کے ایک فرقے ”راستھاری“ نے اپنے آپ کو اونٹوں ہی کے لیے مخصوص کر لیا تھا، وہ اونٹوں کی صحت، علاج، ادویہ اور غذا کے بارے میں دیکھی اونٹوں کی ایسی عمدہ تربیت کرتے تھے کہ وہ سفر کے مقصد صحیح طور پر چورے کر دیتے تھے، کم وقت اور سرعت رفتار۔

### دنیا میں حسد اور آخرت میں جہنم کی آگ میں جلنے والے

**فرمایا** حسن زندگی کے حقائق میں سے ایک ہے۔ اس سے لطف اٹھو نہ ہونا چاہیے اور اس لطف کی حد بندی کر لینا عقل کی ویل ہے۔ جو چیز بھی اپنی حد و کوئیور کر جائے وہ باعث زحمت بن جاتی ہے۔ شدید سردی پڑ رہی ہو، یاد و بار اس کا سامنا ہو، بیست ہو انیس ہوں اور برہنہ شری شروع ہوتے ہی شام کے اندھیرے چھانے لگیں تو ایسے میں گرم لحاف اور بستر کی قدر کس کو نہ ہوگی لیکن اسی لحاف میں روئی مناسب

مقدار کی بجائے محض غنوس دی جائے تو ایسا پھر ری بھرم لحاف جسم کو تھکا تو دیتا ہے لیکن نیند سے لطف نہیں اٹھانے دیتا۔ سو سن سے قہقہہ جب حدود میں مقید ہو تو زندگی اپنی بہار دکھاتی ہے۔ پھر یہ بھی مسئلہ ہے کہ حسن کا مورد کیا ہے؟ عمرت ہے، کتاب ہے، کپڑا ہے، چہرہ ہے، دریا ہے، پہاڑوں کا سلسلہ ہے اور یہ بھی تو ہے کہ دیکھنے والا کون ہے؟ دیکھنے والوں کی ایک قسم ہے:

نک دکھ لیا، دل شد کیا، خوش وقت ہوئے اور چل نکلے

ایک قسم ہے جو حسن میں تعریف چاہتی ہے۔ ایک قسم ہے جو حسن کو اپنی ملکیت میں دیکھنا چاہتی ہے، خود مالک ہوں تو درست اور قابل فخر اور غیر مالک ہو تو حسد اور اس حسن تک کو زائل کرنے کی مذموم کوشش۔ ایسے ہی لوگ ہیں، جن کو دنیا میں حسد اور آخرت میں جہنم کی آگ میں جہنما ہے۔ ان کے لیے تو حسن کو دیکھنا ہی رہا نہیں۔

اہل علم تہجد رہ گئے اور جہاں کی محفیں گرم ہو گئیں۔

فرمایا (دیار اہل اسلام، علم سے ایسے اجڑے ہیں کہ اب بننے کا نام نہیں لیتے۔ جہالت کا ایسا غلبہ ہوا ہے کہ گویا زوال اس کا مقدر نہیں۔ علوم شرعیہ و تکنیکی ہوتا تو بھی کوئی ہتھیاسی ان پر شرمگاہ کو تو آ رہے سے کاٹا جا رہا ہے۔ نتیجہ یہ کہ تہذیب زوال پذیر ہو گئی ہے۔ مشائخِ علم سے ایسے بے بہرہ ہیں کہ ہمارے دور کے اکمل نازک سنت کے مطابق ادائیں کرتے اور عوام محض عقل سے فتویٰ دیتے ہیں۔ جس کی بات جتنی سمجھ میں آئی اپنی معاشی اور معاشرتی مصلحت دیکھ کر اپنی سمجھ کے مطابق مسئلہ بتا دیا۔

ملتی اردو کے قادی و کچہ کر کام چلاتے ہیں کیونکہ محنت سے پڑھائیں اور اب انہماک منصب ہاتھ لگ گیا ہے تو جو کی تعلیم و تربیت میں روٹی تھی اسے پیسے پورا کریں۔ پڑھنے کی بات ایسی اجنبی ہو گئی ہے کہ جیسے اس مسافر کو کوئی جانا تک نہیں اسی لیے اس علم تجارت سے دور چلائی کی مجلسیں گرم ہو گئیں

۷۔ مال ہے نایاب اور گاہک ہیں اکثر بے خبر  
شہر میں کھولی ہے عالی نے، دکان سب سے الگ

کیا غفلت میں گزری زندگی کی بھی قضا ممکن ہے؟

فرمایا عبادت کی قضا ہے۔ نماز کی قضا، روزے کی قضا، حج اور عمرے کی قضا لیکن جو زندگی غفلت میں گزر جائے کیا اس وقت کی قضا بھی ممکن ہے؟

حصولِ علم کے مختلف مراحل اور نیت کی درستگی

فرمایا علم کا آغاز خاموشی سے ہوتا ہے کہ استاد کے سامنے بولے نہیں، خاموش بیٹھئے۔ اس کے بعد دوسرا مرحلہ سنتا ہے کہ استاد بیان کریں اور طالب علم سنے۔ تیسرا درجہ استاد سے سننے یا پڑھنے ہوئے علم کو حفظ کرنا ہے کہ استاد کے بیان کردہ محرو کو ذہن یا قلم پر کے ذریعے محفوظ کر لے۔ چوتھا درجہ عمل ہے کہ علم جب عمل کے مرتبے سے گزرتا ہے، تو پختہ ہو جاتا ہے، یا ایسے ہی ہے جیسے لکھت ہوئی ہے اور جب اسے آگ دکھائی جاتی ہے تو پختہ ہو جاتی ہے۔ اب پانچواں مرحلہ آتا ہے کہ اس علم کو بیان کرے یا اس کو شائع کرے۔

یہ تو طریقہ ہے کسی بھی علم کو محفوظ رکھنے کا اور ان تمام مہاتر میں اگر نیت درست ہوگی تو پھر برکت بھی آئے گی اور اگر نیت ہی درست نہ ہو تو پھر نہ اپنا علم تو آجائے گا لیکن برکت اٹھ جائے گی۔

در بار الہی میں حاضری اور ناپاکی کا کوئی میل نہیں۔

**فرمایا** حضرت رسالت پتہ سوجہ کا سینہ مبارک شب معراج میں چاک کر کے ظہیر و ہاتھن، تھکے پیس کی اعلیٰ سطح پر پہنچایا گیا۔ پھر اسے ایمان اور صحت سے مجروح کیا گیا۔ یہ سب کچھ اس لیے کیا گیا کہ نماز بھی عبادت اور حضرات انبیاء و پیغمبر اور فرشتوں کی خدمت کے لیے یہ اہتمام ضروری تھا۔ عشاء اعلیٰ کا بلا حجبہ کرایا گیا اور انھیں اس شب پروردگار عالم، اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے مناجات کا شرف بخشا گیا۔ اس کے بعد پانچ نمازیں فرض کی گئیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کا کیا شرف اور مقام ہے۔ اسی لیے اب بھی کوئی شخص جب نماز کی تیاری کرتا ہے تو پہلے پاکیزگی حاصل کرتا ہے کہ در بار الہی میں حاضری اور ناپاکی کا کوئی میل نہیں۔ پھر فرشتوں کی ہم رکابی سے اسے عشاء اعلیٰ سے مناسبت حاصل ہوتی ہے اور پھر وہ نماز میں اپنے پروردگار سے شرف مناجات پاتا ہے۔ جو لوگ نماز سے غافل ہیں وہ کس مقام سے محروم رہتے ہیں؟ کاش کہ انھیں احساس ہو۔

حاتم عالی کی نصیحت

**فرمایا** حاتم عالی اپنی ستاوت کے لیے مشہور تو ہے لیکن وہ بہت دانا شخص بھی

تھا۔ اس کا ایک شعر ہے۔

فَبَإِذَا بَلَغَ الْبُغْيَ نَضَّطَتْ نَضَّطَاتُ

وَفَرَحَتْ لَا مُشْهِدَ لَهَا مُشْهِدًا

(ترجمہ) اگر تم اپنے پیٹ اور شرمگاہ دونوں کی مرادیں پوری

کرتے رہے تو تم انجام کار رسوا ہو جاؤ گے۔

جو شخص بروقت کمانے پینے میں یا اپنی جنسی خواہشات پوری کرنے کی فکر میں رہے گا اس کے پاس تعمیر کا مومن کے لیے وقت ہی کیا ہے گا اور پھر اس حیوانیت کے لیے جو مال درکار ہوگا وہ کہاں سے آئے گا؟ نتیجہ یہ کہ جب حلال مال نا کافی ہوگا تو وہ ضرور حرام مال حاصل کرنے میں متنبہ ہو جائے گا اور ایسی حرکتوں کا انجام بجز رسوائی کے اور کیا ہے؟

”تھ“ کو مرزا غالب کی وضاحت

**فرمایا** ”تھ“ کے حلق اہل دلی میں اختلاف تھا کہ یہ لفظ مذکر بولا جائے گا یا مؤنث؟ مرزا غالب سے دریافت کیا گیا تو فرمایا: ”بسیا جب تھ میں خواتین سوار ہوں تو مؤنث کہو اور جب مرد بٹھیں تو مذکر کہوں۔“

سکن، انہاں اور سوتن

**فرمایا** اور وڑپان میں سکن یا سوتن لفظ اس لہجہ کے لیے بولا جاتا ہے، جو مرد اپنی پہلی

دکن پر لڑتا ہے۔ فردی میں اس کا ترجمہ ہے "انہائ"۔

۷۔ کانٹا نڈا کرمل کا اور بدری کا گھام

سوکن ندی ہے پٹن کی اور سانجے کا کام

شکست زبان میں دشمن کو "سکتن" کہتے ہیں۔ اور وہیں سے یہ لفظ پنجابی اور اردو میں

بدل کر سوکن ہو گیا کہ یہ دونوں یوں بھی آپس میں دشمن ہوتی ہیں۔

دنیا نے سیاست چوب الدہن شخص کی طلبکار ہوتی ہے۔

فرمایا

مکی سیاست ایک الگ بات ہے اور کسی شخص کا صاحب تقویٰ ہونا الگ بات

ہے۔ ممکن ہے کہ ایک شخص نہایت متقی اور پرہیزگار ہو، نقل نمازیں تک قضاء نہ کرتا ہو

اور اللہ تعالیٰ کے پاس مقررین ہارگاہ میں سے ہو اور امور مملکت میں اس کی رائے نافضل

قابل اعتناء نہ ہو۔ اور اس کے مقابلے میں ایک شخص امور مملکت اور سیاست کا بادشاہ ہو

لیکن اس کی زندگی تقویٰ و طہارت کے معیار پر پوری نہ اترتی ہو۔ امور دنیا چلانے کے

لیے اس دوسرے شخص کو ترجیح دینی چاہیے، یہ نہیں ہونا چاہیے کہ فلاں حضرت چونکہ فلاں

کے خلیفہ ہیں اور اس قدر متقی و پرہیزگار ہیں اس لیے سیاست میں بھی منصب قیادت کے

مل ہیں۔ پاکستان میں دیندار مصلحتوں کو سیاست کے میدان میں ہی طرز عمل نے دہویا ہے کہ

چونکہ ہمارے حضرت چٹاں و چٹنیں ہیں لہذا سیاست میں بھی انہی کا ساتھ دینا ہے جبکہ

دنیا نے سیاست چوب الدہن شخص کی طلبکار ہے۔

حضرت امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا طرز عمل یہی تھا۔ وہ نہایت متقی فردی تھا، بجائے انتخابی



نے اپنے دور خلافت میں قیادت ان سے لے کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دے دی تھی۔ حضرت شرمیل رضی اللہ عنہ نے اپنی معزولی کا سبب یہ کہہ کر در یافت کیا کہ امیر المؤمنین کیا آپ مجھ سے ناراض ہیں اس لیے آپ نے مجھے معزولی کیا ہے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں شرمیل بات یہ نہیں ہے بلکہ میں نے تو یہ کیا ہے کہ جو پہلے اس عہدے پر فائز تھا (شرمیل) میں نے دیکھا کہ ایک شخص (معاویہ) اس پہلے آدمی سے زیادہ اس عہدے کا حق ادا کر سکتا ہے تو میں نے اسے مقرر کر دیا ہے۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ افضل نہیں۔ افضل تو حضرت شرمیل رضی اللہ عنہ ہی ہیں لیکن انصافیت کے ہر دور جب ان سے بہتر ایک شخصیت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سامنے نظر آئی تو گورنر انہیں بنا دیا۔ یہ طرز عمل سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا تھا اور جو ان کا طرز عمل ہے وہ اسلام بھی ہے اور اسلام کی بنیاد بھی۔

### جرش اور جوارش جالٹھوس

**فرمایا** سکھاء کے ہاں مختلف بیماریوں کے علاج میں ایک دوا کھائی جاتی ہے، جسے ”جوارش“ کہتے ہیں۔ جوارش کی کئی قسمیں ہوتی ہیں اور یہ مختلف جزی بوٹیوں اور ادویہ کے اختلاط سے بنتی ہیں جیسے ہارے ہاں ”جوارش جالٹھوس“ بہت مشہور ہے۔ جوارش کا یہ لفظ اور حقیقت عربی کے ایک لفظ ”جرش“ سے بنا ہے اور ”جرش“ کہتے ہیں اس آواز کو جو کسی سخت چیز کے چبانے سے دانتوں سے پیدا ہوتی ہے۔ چونکہ اچھی طرح کھانا نہ کیا ہو اسے ”جرش“ کہتے ہیں کیونکہ اس تک کو کوئی چبانے کا تو آواز



پیدا ہوگی، سانپ جب اپنی کنگھی بدلتا ہے تو اس کے اترنے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے، اس آواز کو بھی "جرش" کہتے ہیں۔ مختلف اشیاء پھسلنے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے اسے بھی "جرش" کہا جاتا ہے اور اس دو کو بھی "جوارش" اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کے کھانے سے آواز پیدا ہوتی ہے۔

### سبزیوں کا گہرا رنگ اور کلوروفل

**فرمایا** سبزی کا رنگ جتنا گہرا سبز ہو وہ اتنی ہی مفید ہوتی ہے۔ بعض پھل اور سبزیاں جو گہرا رنگ تک پہنچی جاتی ہیں تو درحقیقت ان میں کلوروفل زیادہ ہو جاتا ہے اور کلوروفل (Chlorophyll) کا دانتوں کے لیے نفع بخش ہونا سائنس کی ایک حقیقت ہے۔

### قریش کی فصاحت و بلاغت

**فرمایا** جزیرہ عرب میں سب سے زیادہ فصیح و بلیغ عربی قریش مکہ کی تھی۔ زبان کے معاملے میں عربوں کا کوئی شہر یا قبیلہ ان کا ہم پلہ نہ تھا۔ جیسے اردو زبان کے معاملے میں دہلی اور قصواء اردو سندھ مانی جاتی تھی اسی طرح قریش کی عربیت اپنے دور میں مسلم تھی۔ قریش سائنس حرم اور بیت اللہ کے چھاور تھے۔ حج اور عمرہ کی غرض سے بھی اہل عرب بڑے بڑے قبائل اپنے باہمی اختلافات میں فیصلہ کرانے کی غرض سے بھی مکہ مکرمہ حاضر ہوتے اور قریش سے رجوع کرتے۔ قریش نہ صرف یہ کہ ہر طرح کا تعاون کرتے بلکہ دین ابراہیمی کے وارث ہونے کے زعم میں نبی فی بدعت بھی

شروع کرتے اور عالم عرب کو ان بدعات کا اتباع دین اور ایسی کچھ کر کرنا پڑتا۔  
 قریش اپنی ذہانت کی وجہ سے مشہور بھی تھے اور ان کی ذہانت ہی کی یہ بات تھی کہ وہ  
 مختلف قبائل کے اشعار اور ان کے خطبہ کا کلام سن کر اس میں سے اچھی اچھی لغات،  
 الفاظ اور تراکیب آہستہ آہستہ اپنی زبان میں شامل کرتے رہتے۔ مدتوں یہ عمل جاری  
 رہا اور قریش جو عربی بولتے تھے یہ اس کا ارتقاء سفر تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی عربی دنیا کی  
 فصیح ترین زبان قرار پائی، مانی گئی، اور فطرت زبان کو ان مراحل سے اس لیے بھی  
 گزرا رہی تھی کہ اس میں وقتی خداوندی (قرآن کریم) کو نازل کیا جائے۔ دنیا کے فصیح  
 ترین فرد حضرت رسالت مآب ﷺ کو اس قبیلے میں پیدا کیا جائے اور پھر ایک ایسی  
 جماعت، حضرات صحابہ کرام رضوانہ اللہ علیہم اجمعین بھی بنیادی طور پر اسی قبیلے کے افراد ہوں جو  
 فصاحت و بلاغت میں اپنی مثال آپ ہوں۔ وہ ایسی خوبصورت زبان بولیں کہ سننے  
 والے عش عش کر اٹھیں۔ وہ دوران کلام الفاظ اور تراکیب کا ایسا عمدہ چناؤ کریں جیسے  
 کوئی ماہر موسم بہار کی ایک مچھ، رنگت و خوشبو کی نزاکت کو خوبصورت طریقے سے ایک  
 دلکش و خوشنغمہ دست تیار کرتی ہے۔ قرآن کریم اسی لیے لغت قریش میں نازل ہوا تھا۔  
 ایسی، ہر صیب سے مزین زبان، امام محمد بن حسن الشیبانی رضی اللہ عنہ بولتے تھے کہ وہ انص  
 عرب اور عربوں کے قبیلے شیبان کے ایک بونہار فرزند تھے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ  
 ان کے شاگرد تھے اور اپنے استاد امام محمد رحمہ اللہ کی زبان وائی کی تعریف میں فرماتے  
 تھے کہ قرآن امام محمد رحمہ اللہ کی عربیت میں نازل ہوا تھا اور یہ ایسے ہی ہے جیسے ہم یہ  
 کہیں کہ قرآن کریم اگر وہابی میں نازل ہوتا تو حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی رحمہ اللہ

کی اردو میں نازل ہوتا۔

یہ جو قریش کی عربیت پر عیب سے مزاحمتی بات کو سمجھنے کے لیے ہمیں چاہیے کہ اس دور کے دیگر عرب قبائل کی زبان سے اس کا تھل کریں کہ یہ دعویٰ واضح ہو۔

تو سنئے کہ اس زمانے میں مشہور عرب قبیلہ قحیم کی عربیت "معدہ" کے عیب سے نہ تھی جہاں کسی گھلے کے آواز میں جزوہ آیا اور انہوں نے "میں" پر حالہ قریش "ان" کا تلفظ بولتے تھے اور یہی فصیح عربی تھی جب کہ بنو قحیم "عن" بولتے تھے۔ تو ہم عرب "اسلم" بولتے تھے اور یہ بنو قحیم "اسلم" بولتے تھے اور ان کے اسی عیب کو "معدہ" کہا جاتا تھا یعنی جزوہ کی بجائے میں بولنا اور زبان کا یہی عیب قبیلہ "قحس" کے عربوں میں بھی تھا۔

نور ہید اور مصرعہ دونوں ممتاز عرب قبائل عین ان کی عربیت "اسلم" اور "معدہ" کے محبوب کی ماری ہوئی تھی۔ جب کسی مذکر کو مخاطب کرنا ہوتا تھا تو خطاب کے "ک" کو یا تو سین سے بدل دیتے تھے اور یا پھر "ک" کے بعد "س" کا اضافہ کر دیتے تھے۔ مثلاً ریش (میں نے تمہیں دیکھا) یہ وہ عربی ہے جو آج قرآن حکیم کی عربی ہے اور یہی قریش کی فصیح عربی تھی۔ نور ہید اور مصرعہ کے قبائل کے افراد اس کو بھی تو پڑتے تھے ریش (میں نے آپ کو دیکھا) اور بعض افراد تو اس کو مخاطب کا "ک" بالکل غائب کر دیتے تھے اور بولتے تھے ریش (میں نے آپ کو دیکھا)۔

سویہ مذکر مخاطب کے "ک" کے بعد "س" کا اضافہ یا "ک" کو "س" سے بدل دینا ان کی اس عادت یا لہجہ یا تلفظ کو قصداً عیب جانتے تھے اور جانتے تھے کہ ان قبائل کی زبان میں "اسلم" کا عیب ہے۔

پھر یہی قبائل، یہی الفاظ جب کسی عورت یا عورت کے لیے ادا کرتے تھے تو "ش" کا اضافہ کر دیتے تھے۔ مثلاً قریش کی بے عیب عربی تھی رائٹ (میں نے آپ (خاتون) کو دیکھا)۔ اب ربیعہ اور مضر کہتے تھے رائٹ کسن (میں نے آپ (عورت) کو دیکھا)۔ مسرژٹ بنت (میں آپ کے پاس سے گزرا)۔ یہ تو قریش کی عربی تھی اور یہ قبائل بولتے تھے مسرژٹ سکسن (میں آپ (عورت) کے پاس سے گزرا)۔ فصیح عرب اس زبان کو عیب شمار کرتے تھے اور اس عیب کا نام "سکسہ" تھا یعنی تانیث میں "ش" کا اضافہ۔

قبیلہ "حذیل" جن کے فخر اور قیامت تک نام باقی رہنے کے لیے معلم الامۃ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی ہی کافی ہے کہ وہ اس قبیلہ کی آنکھ کا تارا تھے۔ اس قبیلہ کی عربیت میں "فح" کا سقم تھا۔ جہاں "حاء" کا لفظ آتا تھا یہ اسے "ہین" بنا دیتے تھے۔ جیسے قریش تو "حتی" بولتے تھے۔ قرآن کریم حتی کہ اردو زبان میں بھی "حتی" ہی کا لفظ بولا جاتا ہے اور حذیلی اسے "عتی" بولتے تھے تو "ع" کو "ع" سے تبدیل کرنا "فح" کہلاتا تھا۔

دور حاضر میں اگر اس معاملے کو سمجھنا ہو تو اعلیٰ مصر کی زبان سنئے "ع" کو ہمیشہ "ہی" سے تبدیل کر دیں گے۔ حرمیں شریفین میں ان کی دعاؤں کو سنئے تو اللہ تعالیٰ سے جگہ (جنت) مانگ رہے ہوں گے لیکن زبان سے کہیں گے "ع" "عنایت فرما۔" اردو زبان میں اس کی ایک مثال "ارے" اور "اڑے" بھی ہے۔ اصل لفظ "ارے" ہے لیکن بے شمار ہندوستانی اسے "اڑے" بولتے ہوئے ملیں گے۔

حیدر آبادی تو ہمیشہ "قسم" کی بجائے "مقصود" اور "قیر" کی بجائے "خیر" کہاتے ہوئے ملیں گے۔

قریش کی عربیت اس طرح کے تمام تفرقات سے مزین تھی اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت رسالت مآب ﷺ کو انہی سے منتخب فرمایا اور قرآن کریم بھی انہی کی عربی میں نازل ہوا۔

ابن سعدون پر ڈاکٹر طہ حسین کو پڑھنا چاہیے۔

**فرمایا** ابن سعدون پر پڑھنا ہو تو ڈاکٹر طہ حسین نے جو کچھ لکھا ہے، وہ پڑھیے۔ اصل کتاب تو انہوں نے فرنگی میں لکھی تھی پھر خود ہی محمد عبداللہ مدنی سے اس کا عربی ترجمہ کروایا تھا پھر عربی سے اردو میں اسے مولانا عبدالسلام ندوی رحمہ اللہ نے منتقل کیا تھا۔ اس ترجمے کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کا مقدمہ حضرت سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا تھا۔ ڈاکٹر طہ حسین سے یہ کتاب مع مقدمہ 1940ء میں شائع ہوئی تھی۔

کتاب "سیر الصحابہ رحمہم اللہ" اور "حسن تواریخ"۔

**فرمایا** اسوۂ صحابہ کرام رحمہم اللہ پر اردو زبان میں کوئی کتاب نہ تھی۔ سب سے پہلے اس موضوع کو قلمبند کرنے کا خیال مولانا نواب حبیب الرحمن شروانی رحمہم اللہ کو آیا اور انہوں نے جب علامہ شبلی نعمانی کو اس طرف متوجہ کیا تو انہوں نے اطلاع دی کہ وہ بھی یہی منصوبہ بنارہے تھے۔ اس منصوبے کو شبلی جامہ تو پہناتا خیر سے ہی پہنایا جا سکا اور

سیر الصحابہ رحمہ اللہ، کتابی شکل میں کچھ تاخیر سے ہی سامنے آئی لیکن کم لوگ ہوں گے جنہوں نے اس کی تمام جلدوں کو بخیر مطالعہ کیا ہوگا۔

حضرات صحابہ کرام علیہ السلام کے متعلق ہفتی فیروز خانہ زبان اس میں استعمال کی گئی ہے، اردو زبان میں اہل السنۃ والجماعۃ نے کون سی اور کوئی کتاب ایسی لکھی ہوگی؟ اس حقیقت کی تردید کا حق صرف اسے حاصل ہے جس نے اس کتاب کا باب بسم اللہ سے لے کر تاہمت تک بذکر عتیق مطالعہ کیا ہو۔

منذی بہاد الدین سے شائع ہونے والا رسالہ "صوفی"

**فرمایا** منذی بہاد الدین سے ایک رسالہ "صوفی" کے نام سے اٹھا تھا اور اپنے دور میں برصغیر کے ممتاز جرائد میں سے ایک تھا لیکن اس کی مکمل فائل اب تک نہ ملی۔ صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلیشنگ کمپنی منذی بہاد الدین پنجاب نامی پرنس تھا۔ انہوں نے بعض عمدہ اور مفید کتابیں بھی شائع کی تھیں لیکن اب ان کی مطلوبہ کتابیں بھی نایاب ہی ہیں۔ پڑھنے کا رجحان نہیں ہے اس لیے، ریکٹ میں وہ چیز آتی بھی نہیں، جس کی طلب نہ ہو۔ فارسی کے مشہور شاعر ابن یسین کے حالات پر انہوں نے مولانا عبدالسلام ندوی رحمہ اللہ کی ایک کتاب پیش کی تھی۔ عام طور سے اب کتب خانے اس نعمت سے محروم ہیں۔



برصغیر کے بہت سے علاقوں میں اس کاغذ کی بہت مانگ تھی۔ جہانگیر بادشاہ کے دور میں سیالکوٹ کے باشندوں نے ایک نہایت اعلیٰ قسم کا کاغذ تیار کیا اور اس کا نام ”خاصہ جہانگیری“ رکھا۔ اس سے بھی پہلے اکبر بادشاہ کے دور میں یہاں پر ایک کاغذ تیار کیا گیا جو کہ اکبر بادشاہ کے ایک رتن رجب مان سنگھ کو بہت پسند آیا اور اس کاغذ کا نام ہی مان سنگھی رکھا گیا۔ سیالکوٹ کا کاغذ نہایت سفید، مضبوط اور برپا تھا اس لیے شاہی خط و کتابت کے لیے بھی اس کا استعمال کیا جاتا تھا۔

کاغذ کے علاوہ اور کسی چیز پر کتابت نہ کی جائے،

خلیفہ ہارون الرشید کا شاہی فرمان

**فرمایا** مسلمانوں میں غالباً سب سے پہلے حکمران ہارون الرشید ہیں، جنہوں نے یہ حکم دیا کہ ان کی مملکت میں کاغذ کے علاوہ اور کسی چیز پر کتابت نہ کی جائے۔ ان کے اسی حکم کی بدولت پوری اسلامی دنیا میں کاغذ پر لکھا جانے لگا۔ اس سے پہلے لوگ چمڑے، گھڑی کی تختیوں اور پتھروں وغیرہ پر لکھتے تھے۔ کاغذ کے کارخانے مسلمانوں میں رواج پانچے تھے لیکن سرکاری طور پر یہ پہلا حکم تھا۔

کیا پٹھانوں اور افغانوں کے آباء اجداد سرائیلی تھے؟

**فرمایا** پٹھانوں کو چاہیے کہ اپنے آباء اجداد کے اصل حالات جاننے کے لیے اس شروانی کی کتاب ”تقدیر اکبر شاہی“ کا مطالعہ کریں۔ یہ کتاب ”ساری شیر شاہی“ کے



نام سے بھی مشہور ہے۔ عباس شروائی درحقیقت افغان تھا اور اس کی شادی شیرشاہ سوری کے خاندان میں ہو گئی تھی۔ اس نے ایسے لوگ دیکھے اور ان سے ملے جو شیرشاہ سوری کے ہمراہ تاجیک بادشاہ اور اس زمانے کے دیگر حکمرانوں کے خلاف لڑے تھے اس لیے اس نے شیرشاہ سوری اور دیگر پٹانوں کے حقائق بہت مستند مصومات و تحریر کیا ہے۔ دوسری کتاب ”خانجہانی مخزن افغانی“ ہے۔ جہاں گیسو بادشاہ کے دور میں خان جہان لودھی نے نعمت اللہ صاحب کو حکم دیا کہ وہ افغانوں کی تاریخ مرتب کریں تو نعمت اللہ صاحب نے ”مخزن افغانہ“ کے نام سے یہ تاریخ مرتب کی۔ لیکن چونکہ یہ مرتب خان جہان لودھی کے حکم سے ہوئی تھی اس لیے اس کا نام ”خانجہانی مخزن افغانی“ مشہور ہوا اور اس کا آخری باب خان جہان لودھی کے حالات پر ہی مشتمل ہے۔ اس کتاب کا انگلش میں ترجمہ بھی ہوا تھا اور ”تاریخ افغان“ کے نام سے یہ 1839ء میں چھپی بھی تھی۔

تیسری کتاب ”تاریخ داودی“ ہے یہ بھی عہد جہانگیری میں تحریر کی گئی اور اس کے مصنف عہد اللہ نے لودیوں اور سوریوں کے دور حکومت کو قلمبند کیا ہے۔

چوتھی کتاب محمد عبدالسلام خان صاحب کی ہے جو کہ پرنس دور میں سب نج کے عہد سے پرفارمر ہے ”نسب افغانہ“ کے نام سے انہوں نے اپنی کتاب میں یہ ثابت کیا ہے کہ پٹانوں اور افغانوں کے آباؤ اجداد اسرائیلی تھے اور یہ یہودیوں ہی کا ایک قبیلہ ہے جو یہاں آ کر آباد ہو گیا تھا۔ پھر ان کا نام پٹان سے ہوا یہ تمام تحقیق اپنی بادشاہ کی حد تک انہوں نے خوب کی ہے۔ یہ کتاب ”نسب افغانہ“ پہلی جنگ عظیم کے موقع پر 1914ء میں شائع ہوئی تھی۔

علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ کی "سیرۃ النبی ﷺ" اور "الدرق"  
کے لیے بیگم بھوپال اور سرکار آصفیہ حیدر آباد کی مالی سرپرستی

**فرمایا** علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ کو اپنی تصنیفات میں سے سب سے زیادہ جو پسند تھی وہ "الدرق" تھی۔ ابھی یہ چھپی بھی نہیں تھی اور اس کا نام اور مغلغلہ تھا۔ جنوری 1899ء میں پہلی مرتبہ یہ مطبعہ "نامی" کانپور میں چھپ کر، جب مغلغلہ شہید پر آئی ہے تو ایک تہلکہ برپا ہوا۔ ہندوستان کے اہل علم نے تو پڑھا اور داد دی ہی، ترکوں نے بھی کوئی کسر اٹھ نہیں رکھی۔ ترکی زبان میں محمد عمر رضا آفندی نے ترجمہ کیا اور 1926ء میں اس کا پہلا ایڈیشن استنبول سے چھپا۔ اس کتاب کا جتنا کثرت علامہ شبلی نعمانی کو جاتا ہے اتنا ہی سرکار آصفیہ حیدر آباد کو بھی کہ انہوں نے پیشہ خرچ کرنے میں دریغ نہیں کیا۔ علامہ شبلی نعمانی کی اس کتاب میں سرکار آصفیہ حیدر آباد اور ان کی دوسری کتاب "سیرۃ النبی ﷺ" میں ریاست بھوپال نے جو مالی تعاون کیا اسے کوئی کیسے فراموش کر سکتا ہے۔ ان دونوں ریاستوں کے معاونین اور فرماں روا بچہ نند خاک ہو گئے لیکن ہم جب تک راب بھی ان کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی خدیتوں کو عفو فرمائے۔ رحمت خداوندی جھم جھم برے اور اپنے نبی ﷺ کی شفاعت کبریٰ میں سے انہیں بہت بڑا حصہ ملے۔ کچ تو یہ ہے کہ انہوں نے اپنا پیسہ خرچ نہ کیا ہوتا تو عالم اسباب میں "الدرق" اور "سیرت" کا کھنچا جانا نہایت دشوار ہو جاتا۔ بیگم بھوپال نے جو تعاون کیا علامہ شبلی نعمانی نے تو اس پر ایک خاص تاریخی قلم بھی کیا۔

مصارف کی طرف سے مطمئن ہوں میں بہر صورت  
کہ اہر سلطان جہاں بیگم زر افشاں ہے  
ری تالیف و تحقید روایت بائے تاریخی  
تو اس کے واسطے حاضر، مرا دل ہے مری جاں ہے  
غرض دو ہاتھ ہیں، اس کام کے انجام میں شامل  
کہ جس میں اک فقیر ہے نوا ہے، ایک سلطان ہے۔

وہ دس خوش نصیب صحابہ کرام علیہ السلام جنہیں بار بار  
جنت کی خوشخبری سنائی گئی۔

**فرمایا** یوں تو حضرات صحابہ کرام علیہ السلام جنتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے  
قرآن کریم میں انہیں اپنی رضا کے اعزاز سے نوازا ہے لیکن ان تمام میں دس حضرات  
تو وہ ہیں جنہیں حضرت رسالت مآب ﷺ نے بار بار جنتی ہونے کی بشارت دی  
ہے۔ کوئی شخص جنتی ہے یا جہنمی؟ دنیا کی کوئی طاقت اسکا فیصلہ نہیں کر سکتی بڑے سے بڑا  
عالم دین اور اولیاء اللہ میں قطب الاقطاب اور ابدال کے درجے کا شخص بھی کسی اور  
کے بارے میں تو کیا، خود اپنے بارے میں بھی قطعی اور حتمی فیصلہ نہیں دے سکتا کہ وہ  
جنت میں جائے گا یا جہنم میں، اگر کوئی یہ فیصلہ کر سکتا ہے اور کرتا ہے اور حتمی اور قطعی خبر  
اس نے دی بھی ہے تو وہ صرف اور صرف ذات باری تعالیٰ ہے۔ وہ جانتا ہے اور اسی کا  
علم کامل ہے کہ کون جنت میں جائے گا اور کون جہنم میں۔ اپنے انہی فیصلوں کی خبر وہ

حضرات انبیاء علیہ السلام کو دیتا رہا ہے اور اسی سے وحی اور خبر پا کر یہ حضرات بیحد بشارت دیتے رہے ہیں، جنت کی خوشخبری سناتے رہے ہیں اور اسی پاک ذات کی وحی اور خبر پا کر یہ بتاتے رہے ہیں کہ فلاں جہنم میں جائے گا۔

تو حضرات صحابہ کرام علیہم السلام کو اسی ذات باری تعالیٰ نے بار بار یہ خوشخبری دی اور قرآن کریم میں قطعی فیصلہ فرمایا کہ حضرات صحابہ کرام علیہم السلام سب کے سب جنتی ہیں۔

اور اسی ذات اقدس، ذوالجلال والا کرام، فائق الکب والاعلیٰ، خالق الالہامات نے اپنے نبی حضرت رسالت مآب ﷺ کو خبر دی کہ فلاں فلاں صحابی جنتی جنتی ہے نہ

حساب و کتاب ہے نہ مذاپ قبر ہے نہ قیامت کے دن کی سختیاں ہیں اور نہ اعمال کا وزن ہے۔ اور ہم انکا ادھر جنت میں گئے۔ ان کی قبور جنت کے باغات ہیں اور کسی

بھی نوع کی پریشانی تو کیا، ہر طرح کی راحت اور سرور ہے۔ اپنے پروردگار کی رضا، اس کی خوشی اور اس کے انعامات ہیں۔ پھر ان میں دس ہستیاں تو ایسی ہیں جنہیں بار بار

یہ خوشخبری سنائی گئی کہ وہ جنتی ہیں۔ اسی وجہ سے ان کا لقب عشرہ مبشرہ ہوا۔ عشرہ کے معنی ہیں دس (۱۰) اور مبشرہ کے معنی ہیں جنہیں خوشخبری دی گئی۔ چنانچہ بشارت تو ہر ایک

صحابی علیہ السلام کو دی گئی مگر جنہیں بار بار جنت کی بشارت دی گئی وہ یہ دس صحابہ کرام علیہم السلام ہیں۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا اور قطعی خبر دی کہ

① حضرت ابوبکر علیہ السلام جنت میں ہیں۔

② حضرت عمر علیہ السلام جنت میں ہیں۔

③ حضرت عثمان علیہ السلام جنت میں ہیں۔

- ② حضرت علی رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں۔
- ③ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں۔
- ④ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں۔
- ⑤ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں۔
- ⑥ حضرت ابو سعید وہابی رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں۔
- ⑦ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں۔
- ⑧ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں۔

..... کرنے کا ایک کام۔

**فرمایا** حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جس زمانے میں "مرقاۃ شرح مشکوٰۃ" کا مطالعہ فرمایا تھا اس زمانے میں انہوں نے "مرقاۃ" میں جن جن روایات حدیث پر حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے کام فرمایا تھا، ان کے اسماء گرامی کو الگ لکھ دیا تھا اور اپنی کتاب یا سناپے کا نام بھی تجویز فرما دیا تھا "ہجر مطلقہ لروایات عن احمد" لیکن یہ رسالہ اب تک نہ چھپ سکا۔ بہت ضرورت تھی کہ کوئی اللہ کا بندہ اس مخطوطے کو حاصل کر کے اس پر کام کرے۔

تاج محل آ کر

**فرمایا** ان مغل بادشاہوں میں فتح تعمیر کا بھی بادشاہ، شہزادہ خرم شاہ جہاں بادشاہ تھا۔

عمارت کے نقشہ تراکین، تعمیر میں مہارت گویا کہ ان کی تھئی میں پڑے ہوئے تھے۔ حد یہ کہ ان کے والد جہانگیر بادشاہ نے خود اپنی پسند کی تعمیرات لاہور اور کشمیر میں انہی کے حوالے کیں۔ تاریخ ہار یہ ظاہر ہے کہ عمارت کے نقشے ان کے سامنے لائے جاتے تو تراکم کرواتے۔ عمارت کا بنیادی تصور اور ڈھانچہ نقشہ نویسوں کو بتاتے اور تعمیرات بھی اپنی نگرانی میں کرواتے۔ جہاں دیکھتے کہ قاعدے کے خلاف کام ہوا ہے تو اس تعمیر کو ختم کرنے میں بھی تاخیر نہ کرتے۔ جہانگیر نے اپنے اس بیٹے کی شاہی کے لیے اپنی محبوب محلہ نور جہاں کی چھٹی اور چند بانو بہت آصف خان کو منتخب کیا اور اسے مت دھل کا خطاب دیا تھا۔ شاہ جہاں بادشاہ جو اس وقت شیراز و خرم تھا، اس اپنی اس بیوی سے شدید محبت تھی اور 1040ھ میں برہان پور میں اس کا انتقال ہو گیا، میت آگرہ لائی گئی اور اس کا حزار 1040ھ ہی میں جنا شروع ہو گیا تھا، یہاں تک کہ 1057ھ میں اس کی تعمیر مکمل ہوئی اور رفتہ رفتہ دھل اس کا نام ہوا۔ وقت کے ساتھ ساتھ نہ اپنا یہ مت زکا لفظ بگڑ کر تاج ہوا اور یہ تاج محل کہلانے لگا۔ اس پورے تاج محل کی تعمیر میں کسی مغربی انجینئر کا کوئی کام نہیں ہوا۔ اصل بات یہ ہے کہ میر مرتضی شیرازی وغیرہ اپنے کتب خانوں سمیت جب ہندوستان آئے ہیں تو انہوں نے یہاں کے تمام تعلیم میں تربیت اعداد، علوم طبیعیات وغیرہ کو بہت داخل نصاب کیا۔ انہی علوم کو بچوں نے پڑھا، ریاضی اور جیومیٹری کے ماہر ہوئے، ان میں سے ایک بچہ احمد مہار بھی تھا، جس نے تاج محل تعمیر کیا اور وہ جیومیٹری کا بہت بڑا صاحب فن تھا۔ جس فرانسیسی ہنرمند موسیقو آسنن ڈی بورڈو کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ تاج محل کی تعمیر میں وہ بھی شریک تھا، سب جھوٹ اور خود تراشیدہ افسانے

میں۔ حقیقت یہ ہے کہ موسیو فرانشی کا تذکرہ بڑا کم جہانگیری میں بھی آیا ہے۔ جہانگیر بادشاہ نے اس کی قدر کی پھر شاہ جہاں بادشاہ نے بھی اسے دربار میں رکھا اور پھر اس پر اہتمام کرتے ہوئے پرتگال کے ساتھ سفارتی تعلقات کی غرض سے انہیں وہاں بھیجا گیا۔ پرتگالیوں نے اس موسیو فرانشی کو قتل کر دیا اور ہاتھ بستم ہو گئی۔ شاہ جہاں بادشاہ کی یہ اہلیہ ممتاز محل اس وقت زندہ تھیں اور تاج محل کا کوئی تصور دور دور تک بھی کسی کے ذہن میں نہ تھا۔ یہ تو اس حادثے کے کئی بعد ملکہ عالیہ کا انتقال ہوا ہے اور پھر کہیں جا کر ”تاج محل“ بنا ہے۔ موسیو فرانشی کا اس میں کیا کام تاج محل خود شاہ جہاں بادشاہ ہی نے بنوایا تھا۔ 1048ھ میں وہی کے لال قلعہ اور نئے شہر شاہ جہاں آباد کی بھی بنیاد انہوں نے ہی رکھی اور محل کماں وغیرہ سب اسی دور کی یادگار ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ شاہ جہاں بادشاہ کمال کا شخص تھا۔ ایک طرف تعمیرات اور دوسری طرف علم کے سمندر کا ماہر شاہدار۔ چاروب میں تعلیمی ادارے بنوائے اور اسے قابل استادہ کہ جن کی شہرت سن کر ایران، توران، آذربائیجان اور روس تک کے طلباء پڑھنے کے لیے یہاں آئے۔ شاہ جہاں نے چونکہ فلسفہ اور منطق بھی بخوبی پڑھ رکھے تھے اس لیے اس علم کو یاد نہیں تھا کہ ان کے دربار میں کسی بھی علم میں بغیر جانکاری کے دخل دیں۔

”تاج“ میں ارشد بانو بیگم ممتاز محل کی قبر بھی گواہ ہے کہ اس تعمیر میں کسی مغربی ماہر کا ہاتھ نہیں ہے اور ایک دلیل اس کی یہ بھی ہے کہ جب سر قلعہ جانا ہوا تو حضرت امیر تیمور گورکانی کی قبر پر حاضری ہوئی اور یہ وہ قبر تھی جو حضرت گورکانی نے اپنی اہلیہ بی بی خانم کے لیے ان کی حیات ہی میں بنوائی تھی لیکن قضا و قدر کا فیصلہ کچھ اور ہی تھا، بالآخر حضرت امیر تیمور

گورکائی خود اس میں دفن ہوئے۔ زیر زمین سردانہ برائے قبر ہے اور یہی وہ انداز ہے جو مت و مغل کی قبر کا ہے۔ مغل شہزادوں کی قبریں ہمیشہ یوں ہی بنتی تھیں۔ حضرت شاہ جہاں نے سرحد میں بھی اور اپنے خاندان کی قبریں ہمیشہ دیکھی ہوں گی اور انہوں نے اپنی اس ابدی قبر بھی یونہی دوائی ہوگی اس لیے قیاس کا اتنا سنا تو یہ ہے کہ یہ طرز تعمیر خود صاحب قرآن ہی کا ہے۔ ڈاکٹر عبداللہ چغتائی مرحوم نے ایک کتاب "تاریخ مغل آگرہ" تحریر فرمائی تھی لیکن اب یہ بہت کیاب ہو گئی ہے، اس میں بہت سے تاریخی حقائق سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔ اس موضوع پر اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

قبر پرستی، جاہل جبر اور سن گھڑت کرامات۔

**فرمایا** خاندانوں کا پورا نظام ایک ہی مرکز کے گرد گھومتا تھا اور وہ مرکز تھا "تزکیہ نفس"۔ مشائخ و اربابین و صائریں کی تربیت کرتے تھے انہیں باطنی چاریوں سے نجات دیتے تھے اور ان کے باطن کو اخلاق جلیلہ سے مزین کرتے تھے۔ عیاری، غیبت اور حد سے بڑھی ہوئی شہوت کا علاج ان کے ہاں تھا اور وہ توحید پاری تعالیٰ، اتاب سنت اور اعمالِ صالحہ کے رنگ میں رنگ دیتے تھے۔ قبر پرستی کا شائبہ تک نہ تھا اور یہ قبر پرستی کا رشتہ ان تو اس وقت زیادہ ہوا ہے، جب مسلمانوں کے ہاں تعلیم میں کمی آئی ہے۔ جہالت نے اسے رائج کیا ہے اور پھر صورتحال اتنی بگڑ گئی کہ انیسویں صدی کے آغاز میں ایک عیسائی مسلمان ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اہم مسلمانوں کو دھوکہ دینے یا دنیاوی اغراض و مقاصد کی وجہ سے یا بچے دل سے، بہر حال وہ مسلمان ہوتا اور لوگوں نے



است جی و مرشد مشہور کر دیا۔ اب اس کے بھی حرمے ہو گئے اور جہاں بھی گیا خوب پذیرائی ہوئی۔ جاہل مسلمان دھڑا دھڑ بیعت ہونے لگے اور مریدوں نے اپنے پاس سے عزم گز کر کراستوں کے دفتر رقم کر دیے۔ ایک مرتبہ ایک مرید کے گھر گئے اور اس مرید ہاضمانے مرغ چاؤ، بہت اہتمام سے پکایا۔ جی صاحب کی آواز بھی پہنچا تو اچھی نہ تھی اور مشرقی تہذیب سے بھی کماحقہ واقفیت نہ تھی تو قاش سامنے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور مرید سے فرمایا سبحان اللہ بکرے کا چاؤ بہت خوب ہے۔ مرید غلغلے لیکن دیہاتی اور آداب گفتگو سے نا آشنا، بہت بگڑا اور بول حضرت آپ کی کرامت کے کیا کہنے، برسوں سے اپنے کشف و کرامات کا اظہار اپنی رے ہو اور کھلی آنکھوں چیز دکھائی نہیں دیتی کہ مرغ اور بکرے میں فرق نہیں کر سکتے۔

بادشاہی فقیری اور علم

**فرمایا** (۱) ہندو اور جزا تو دلی رہا۔ تاتاریوں نے ہندو میں خلافت کا خاتمہ کیا تو اس دور کے تہذیب و صوفیاء نے دلی ہجرت کی۔ ہندوستان کو بھی تاتاری تہذیب اور پادرو دیتے لیکن یہاں کھوتیں بہت مضبوط تھیں۔ سلطان بلبن نے اپنے ولی عہد بیٹے اور تخت جگر کو ہدایت دی کہ جان پر کیل پڑے تو کھیل جائے لیکن تاتاری ہندوستان نہ داخل ہوں۔ شیرازہ محمد بھی جان پر کھیل گیا لیکن ہندوستان تاتاریوں کے لیے سد سکھ رہی نہ گیا۔ علاؤ الدین خلجی نے بے شمار قربانیاں دیں اور تب جا کر ہندوستان محظوظ رہا اور یہی مضبوط کھوتیں وہ حصہ اور چار دیواریاں تھیں جن کے اندر آمن اور سکون تھا،

علاء و مشائخ دعوت کا کام کر رہے تھے، غیر مسلم مسلمان ہو رہے تھے، ہندوستان میں اسلام کا پودا جڑ پکڑ رہا تھا تو یہ سب کچھ اسی وجہ سے تھا کہ ان بادشاہوں اور غازیوں نے سرحدوں کو محفوظ کر رکھا تھا۔ اگر سرحدیں محفوظ نہ ہوتیں تو دہلی بھی بغداد کی طرح خون سے نہا جاتی اس لیے اگر خدمات، خواجہ امیر، حضرت کفکی اور حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی ہیں تو کچھ تم حصر بلین، اس کے بیٹے محمد، غلٹی، تعلق، لودھی اور مغل حکمرانوں کا بھی نہیں ہے۔ ہم ایسے بے توفیق واقع ہوئے ہیں کہ کبھی ان بادشاہوں، غازیوں اور شہداء کے لیے چار الفاظ پڑھ کر ایصال ثواب نہیں کرتے حالانکہ احسانات ان کے صوفیہ سے بھی کچھ سوا ہی ہیں۔

بعد ازاں کے جو بھی مشائخ اور علماء دہلی آئے، وہ بارہ نے انھیں ہاتھوں ہاتھ لیا ان کے معاشی مسائل حل کیے انھیں تعلیمی ادارے اور خانقاہیں بنانے کو مفت میں گاہوں کے محاکم دیئے۔ نقد رقم پیش کی کہ آزادی سے خرچ کر سکیں اور ان کے سب خانوں کے لیے عمارتیں بھی سرکار نے اہوا کر دیں۔ دہلی اور کیا احسان کرتا؟ نتیجہ یہ نکلا کہ اس وقت کے ہندوستانی معاشرے میں ہر طرف تعلیم ہی تعلیم تھی۔ دہلی علم کے میدان میں بعد ازاں مصر، بیت المقدس اور استنبول کے ہم پلہ ہوا اور معاشی اعتبار سے تو ان تمام مقامات سے فائق تھا۔ کتاب فروشوں کی دکانیں چمک اٹھیں اور باقی ہندوستان تو انگہ رہا، صرف دہلی ہی میں کاتب اسنے زیادہ تھے کہ کوئی کچی محلہ ان سے خالی نہ تھا اس کے باوجود کوئی شخص کسی بھی علم و فن کی کوئی کتاب کسی کاتب کے پاس لے جاتا اور کہتا کہ اس کا دوسرا نسخہ تحریر کر دیں تو کاتب عام طور پر یہ کہتے کہ کتاب چھوڑ جائیے اور

ایک سال تک فرصت نہیں اس کتاب کا دوسرا نسخہ سال کے بعد لکھنا شروع کریں گے۔ اکبر جیسا بادشاہ، جو مشہور ہے کہ ان پر حقد، اس کا قہر آگرہ میں دیکھا تو اکبر کے سونے کے مقام سے، سب سے زیادہ قریب ترین مقام اس کا کتب خانہ دیکھا۔ چونکہ کتابوں کے ساتھ مختلف ہوا کرتے ہیں اس لیے یہ بھی دیکھا کہ اکبر بادشاہ نے کتابوں کے لیے پتھری الماریاں، بنوائی ہیں اور خانوں کا ساتھ بھی مختلف رکھا ہے۔ گیارہویں صدی عیسوی سے لے کر اٹھارہویں صدی عیسوی تک مسلمانوں نے جس طرح اپنے کتب خانوں کو محفوظ رکھا اور عم کی ترویج کی، یہ علم کی ایسی عقیم الشان خدمت تھی کہ آج تک کوئی بھی قوم اس شرف میں ان کی شریک و ہم نہیں ہے۔

### کتب عقیدہ

**فرمایا** عقیدہ سب سے اہم بات ہے اور اہل علم نے ہر دور میں اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدے کے تحفظ اور تشریح میں مختلف کتابیں تحریر فرمائی ہیں۔ ہمیشہ ان کتابوں سے عقیدے کو پڑھتے رہنا چاہیے اور جاننا چاہیے کہ ان حضرات نے عقیدے میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ برحق ہے۔ حضرات مارتید یہ اور ائمہ محدثین و دونوں علم کلام کے ماہرین ہیں اور ان دونوں میں سے کسی کو بھی مان لیا جائے تو اہل السنۃ والجماعۃ ہی میں شمار کیا جائے گا۔ حنفی حضرات نے عموماً عقیدہ و احادیث مارتید یہ اور شافعی علماء نے عموماً عقیدہ و احادیث اشاعرہ کو ترجیح دی ہے۔ موائک بھی انہی کے ہمارا ہیں اور عقیدہ و سبھی کا اہل السنۃ والجماعۃ کا ہے۔ ”قد اکبر“ بہت عمدہ متن ہے اور کتب عقائد میں اگر کسی استاد

سے یہ کتاب پڑھ لی جائے تو پھر اس سے بہتر کتاب کوئی نہیں۔ "عقیدہ اٹھادیہ" میں بھی وہی بات ہے جو فقہ اکبر میں ہے لیکن "عقیدہ اٹھادیہ" میں تکرار بہت ہے۔ "عقائد بزدلوں" اور "عقائد نسطری" کا مطالعہ بھی کرنا چاہیے۔ امام الحرمین رحمہ اللہ کی "بداء المالی" اور حضرت حاکم قرطبی رحمہ اللہ نے جو اس کی شریح تحریر فرمائی ہے اسے بھی سمجھنا چاہیے۔ مولانا عبد الرحمن جامی رحمہ اللہ کی کتاب "اعتقادنامہ" حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کی کتاب "عقیدہ حسنہ" اور حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کی کتاب "میزان العقائد" بھی پڑھنی چاہئیں۔ حضرت فخر الدین چشتی رحمہ اللہ کی کتاب بھی بہت صاحب علم اور سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے رکن رکین تھے۔ عقیدے پر انہوں نے ایک نہایت عمدہ رسالہ "نظام العقائد" تحریر فرمایا ہے۔ ان تمام کتابوں میں تحریر شدہ عقائد اہل السنۃ والجماعہ کے عقائد ہیں، انہیں مضبوطی سے قلم لینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں، حضرت رسالت مآب ﷺ نے صحیح احادیث میں جو عقیدہ رکھنے کا حکم دیا ہے، ان حضرات نے اپنے اپنے دور میں انہی عقائد کو بیان کیا اور اس کی تشریح کی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہی صحیح عقائد پر خاتمہ پانچویں فرمائے اور قبر وحشر میں بھی عافیت رکھے۔

عقیدہ و روح حضرت زین العابدین رحمہ اللہ

فرمایا: عبد الملک بن مروان نے خواب میں دیکھا کہ مسجد کے خراب میں اس نے چار مرتبہ پیشاب کیا۔ بیدار ہوا تو اس خواب کی اہمیت کو محسوس کر کے تعبیر کے واسطے

ہوا۔ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں پورے جہاں و اکرام کے ساتھ سب تاج بادشاہ تھے۔ ان کو تعمیر کے لیے زحمت دی گئی تو ارشاد فرمایا اس کے چار بیٹے خلیفہ المسلمین ہوں گے چنانچہ اس کے چاروں بیٹے ① ولید بن عبدالملک ② سلیمان بن عبدالملک ③ یزید بن عبدالملک ④ ہشام بن عبدالملک درجہ خلافت تک پہنچے۔

اس ہشام بن عبدالملک نے تقریباً 20 برس حکومت کی اور ایک مرتبہ طواف کے لیے مکہ مکرمہ حاضر ہوا تو جبراسود کو بوسہ دینے کے لیے آگے بڑھا طواف کرنے والوں کی بھیڑ نے کوئی پروا نہیں کی اور خلیفہ ہونے کے باوجود جگہ جگہ اور پاتا خرطاف کے کنارے پر واپس آ گیا۔ اسی اثنا میں خانوادہ نبوت کے گھر سرسید، حضرت سیدہ ابجدین، امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی حرم شریفہ حاضری ہوئی اور چونکہ آپ مطاف میں داخل ہوئے تو لوگوں نے آپ کے احترام میں جگہ چھوڑ دی آپ بہت بددعا طور پر آگے بڑھے، جبراسود کو بوسہ دیا اور طواف کا آغاز کیا۔ آپ جس طرف بھی جاتے تھے لوگ آپ کے احترام میں راستہ چھوڑ دیتے تھے اور نہایت بدسکون طواف جاری تھا۔ دیکھنے والوں کے لیے یہ منظر نہایت حیرت انگیز تھا کہ خلیفہ وقت کی پروا نہ ہو اور ایک ایسی ہستی کے لیے لوگ نیچے چنے جا رہے ہوں، جس کے پاس نہ فوج، نہ خدم و حشم، نہ تاج اور نہ تخت، اسی اثنا میں کسی نے ہشام سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ وہ انہی طرح جانتا تھا کہ یہ کون ہیں؟ حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ ہیں لیکن تجاہلِ عارفانہ سے برا اچھے کیا معلوم کہ یہ کون ہے؟ شاعرِ اہل بیت کرام ہر فرس بن مہر غالبِ فردوسی جیسی وہاں کھڑا تھا۔ اس سے حضرت علی یقیناً براشت نہ ہوئی اور حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ

کی شان میں برکت یہ قصیدہ کہا:

هَذَا الَّذِي تَغْرِفُ الْبَطْحَاءُ وَطَائِفُ

وَالْجَنَّتِ تَغْرِفُونَهُ وَالْحُلَّ وَالْخَمْرُ

ترجمہ: یہ وہ مقدس شخصیت ہے کہ جس کے نقش قدم کو ادنیٰ عالم (مکہ مکرمہ)

پہنچاتی ہے اور بیت اللہ (کعبہ) اور صل و جرم سب ان کو جانتے پہنچاتے ہیں۔

هَذَا الَّذِي تَحْبِرُ عِبَادُ اللَّهِ كُنْهَهُمْ

هَذَا النَّفْسِ الشَّقِيَّةِ السَّابِغَةُ الْغَلْمُ

ترجمہ: یہ تو اس ذات گرامی کے تحت جگر ہیں جو اللہ کے تمام بندوں میں

سب سے بہتر ہیں (حضور اکرام صلی اللہ علیہ وسلم) یہ پرہیزگار، تقویٰ والے،

پاکیزہ و صاف ستھرے اور قوم (قریش) کے سردار ہیں۔

يَا رَحْمَةً قَرِيبًا قَالَتْ لَهَا

يَا سَيِّدًا مَكْرَامًا هَذَا نَتَقِي الْعُسْرُ

ترجمہ: جب ان کو قریب قریش کے لوگ دیکھتے ہیں تو ان کو دیکھ کر کہنے والا یہی

کہتا ہے کہ ان کی بزرگی و جواں مروی پر بزرگی و جواں مروی قسم ہے۔

اگرچہ موصوفین میں اس قصیدے کے متعلق یہ اختلاف ہے کہ اس قصیدے کو حضرت

زین العابدین رضی اللہ عنہ ان کے والد محترم حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں

پڑھایا گیا ہے اور اس قصیدے کو فرزدوق نے نہیں بلکہ مروان بن عبید بن کعبی نے کہا

ہے، مابعد، جریر اور کثیر اور مدوح حضرت امام محمد باقر ابن زین العابدین علیہ السلام کو بھی

کہا گیا ہے لیکن ان تاریخی اختلافات کے باوجود یہاں ابن خلدون، لہام یا فہمی اور ابن کثیر لکھنے کی روایت کو ترجیح دی گئی ہے۔

عربوں کا معاہدہ اور یحییٰ

**فرمایا** عربی زبان میں "یحییٰ" قسم کہتے ہیں اور اس کی جمع ہے "ایہان"۔ اور یحییٰ سید ہے، دائیں ہاتھ کو بھی کہتے ہیں۔ عرب جب کوئی معاہدہ کرتے تھے تو اس میں شدت اور پختگی پیدا کرنے کے لیے آپس میں دائیں ہاتھ سے ہر پر مصافق کیا کرتے تھے۔ اس وجہ سے قسم کو بھی "یحییٰ" کہنے لگے۔

چراغ حسن حسرت اور زاہد فنگ

**فرمایا** برصغیر کی زرخیز زمین نے جو زر و جواہر اُٹھے ان میں سے ایک جذبہ چراغ حسن حسرت بھی تھے۔ حق کے رویہ اور رند خرابی۔ ایک مرتبہ دور ان سفر ایک مولوی صاحب کے گھر رات ٹھہرنا پڑ گیا۔ سونے سے پہلے مولوی صاحب سے حق کی فرمائش کی لیکن وہ زاہد فنگ اور مکان حق سے خالی۔ مولوی صاحب نے صورتحال عرض کر دی اور غوث سوار میں ڈال لی۔ حضرت حسرت نے برجستہ شعر کیا:

نہیست حق نے قفا کو ہر مکان مولوی

ہاں مگر سوار ظنم در وہاں مولوی

شوش کا شیریں اور مولانا حسرت کی عبادت۔

**فرمایا** جب موت اپنا پیچہ گاڑ دے تو جنتی کے کسی مسید والوں کی دعا نہیں سنی جاتی۔  
نزع کے عالم میں دوستوں کے چہرے شاید موت کی تلخی کو کم کر دیتے ہوں لیکن چراغ  
بجھ کر رہتا ہے۔ مولانا چراغ حسن حسرت کا آخری وقت ان بدن قریب آ رہا تھا۔  
جناب شوش کا شیریں عبادت کے لیے حاضر ہوئے تو انہوں نے دیکھا اور شاد و عظیم  
آبادی کا یہ شعر پڑھا:

اعضاء بدن سب مضطرب ہیں اس دل کے شہادت پانے سے  
فکر میں محاطم برپا ہے، سردار کے مارے جانے سے

ماسوا فیر ہے اور اس کی نفی لازم ہے۔

**فرمایا** ماسوا کی نفی کر کے وجود حقیقی صرف ایک ہے۔ بھانہ و حیا ماسوا اس کے مظاہر نہیں،  
حقوق ہیں۔ وجود حقیقی ہی کی عبادت شارع کا مقلوب ہے۔ اگر ماسوا کو اس کی حقوق کی بجائے  
اس کے مظاہر سمجھ کر عبادت کی جائے تو باعث انہیا، بیہ باطل قرار پاتی ہے۔ تمام بنیاد مونیہ کو اس  
حقیقت پر غور کرنا چاہیے اور اس پر قریب آگئے سے باز رہنا چاہیے۔ ماسوا کی عبادت سے حضرت  
انہیا و بیہ کیوں اتنی نفی اور تاکید سے منع فرماتے ہیں اور اس پر دائمی عذاب کی دھمکاوار ہوئی ہے،  
تو آفرینی تو اس میں غمت ہوگی۔ وحدۃ الوجود کے خالی دعا کیوں اس حقیقت سے صرف نظر  
کرتے ہیں؟ ماسوا فیر ہے اور اس کی نفی لازم ہے۔ وحدت معبود کی راوی اصل راہ ہے۔



اشاریہ

Index

ریزہ الماس

## مستوفی





سور	مستوفی	نمبر
509	سورس اور آیات قرآنیہ	1
511	احادیث نبویہ صریحہ	2
513	۱۲۱	3
549	قبائل و قبائل	4
551	مشائخات	5
562	غرائب و لائق (فرس)	6
565	غرائب	7
566	مادوسال	8
571	کتاب	9
579	رمان و انشائات	10
580	ادب و ادب کا فن	11
581	اصول و احکامات کھوارات	12
591	تیار	13
592	مب	14
593	غرائب و انشائات	15
593	چونہ	16
594	مطرحہ	17
595	اشعار	18

سوره های احزاب	
سوره الاحزاب	۱۱
80	إِنَّا عَلَيْنَا جَمْعُهُ وَقُرْآنَهُ...
سوره انفج	78
79,95,104	إِنَّا نَخْشَى اللَّهَ...
سوره انفج	352
ثَلَاثَةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ...	أَتَصَرَّفْتُ تَصَرَّفُ...
109	230
سوره انفج	121
89	سوره انفج
سوره انفج	81
83	سوره انفج
سوره انفج	87
سوره انفج	سوره انفج
309	سوره انفج
سوره انفج	100,101,105,199
ثَلَاثَةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ...	سوره انفج
314	سوره انفج
	80

<p>سورة النور</p> <p>86,169</p>	<p>سورة النور</p> <p>زُبُّ زَيْنِ عَمَّةٍ</p>
<p>سورة النساء</p> <p>99</p>	<p>107</p> <p>عَفَا اللَّهُ عَنْكَ</p>
<p>سورة النور</p> <p>212</p>	<p>79</p> <p>فَعَسَىٰ أَلَّا تَكْرَهُوا...</p>
<p>وَمِنْ آيَةٍ خَلَقَ السَّمَوَاتِ...</p> <p>390</p>	<p>35</p> <p>سورة فاتح</p>
<p>وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ...</p> <p>114</p>	<p>250</p> <p>قُلْ إِنَّمَا يَأْتِي...</p>
<p>وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِهِ تَعْمَلُونَ</p> <p>81</p>	<p>287</p> <p>وَالَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعَى...</p>
<p>وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ...</p> <p>81</p>	<p>82</p> <p>كُلُّ يَوْمٍ هُوَ...</p>
<p>وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا...</p> <p>272</p>	<p>470</p> <p>كُلُّ جَزْبٍ بِهَا...</p>
<p>190</p>	

97	سورہ نوح	426	وَلِلّٰهِ الْأَنْسَاءُ الْخُنُسُ...
38	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا...	169	سورہ یوسف
152	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا...		
	احادیث مبارکہ		
220	ایمان والوں کی رو جس تو جنت کے	117	اپنے کانوں پر تکلیف دو...
213	وَمَنْ نَسِيَ آيَةً فَذَكَرَهَا...	118	اگر کوئی مسلمان غفلت ہے
121	تین آدمیوں کے لیے اجر ۱۱۲...	118	اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے...
169	ایک لاکھ کرکھانے کا...	154	اللہ تعالیٰ نے دین دنیا کا جو علم...
	ایک لاکھ کرکھانے کا...	176	ان دس میں سے صرف چار...
	بہت سیدنا ان کے بعد...	223	اس کی بدولت خدا تعالیٰ...

117	130	جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے متعلق دی
117	127	جس شخص نے سورج طلوع ہونے سے
117	127	جس شخص نے لازمہ صبر کو اقامہ کی سے
142	148	جن احادیث میں سات یا ستر کا عدد
154	118	جن کاموں کے کرنے سے توبہ الہی
141	213	جو تکرار ضرورت مندوں اور
118	117	جو شخص اسے پہلے ہی نہ پڑے
145	116	جو شخص اہل حدیث کو ستائے
145	119	جو شخص بھی حضرت عبدالعصب کی اولاد
145	215	جو لوگ اس موت کو شہادت نہیں سمجھتے

مومن ایک آیت سے کماتا ہے اور.....	ترکے کی طرف سے دود اور زکی.....
148	143
میں جس کا موتی (آقا) ہوں جی.....	
218	مجھے علم ملے کہ میں اصحاب قرآن کی.....
ن	217
نومو کو بچان کے سر موٹا دینے کے.....	مجھے لازم ہے مے والوں کو قتل کرنے.....
141	136
	
ایرا نکم ملا حضرت	
61,62,88,141,160,162,177,287	آدم جیتا حضرت
304,442	62,105,237,283
ایرا نکم ملا (ساجز نوہ رسالت مآب ﷺ)	آدم بخودی و خواہ
141	301,279
نہر یہ	آزاد (محمد حسین)
349	46
ان نالی الزار	آلوی نظامہ (شباب الدین)
243	86,98,102,103
ان نالی العباس منلی	
133,134	ایرا نکم نقس
	172,185

266,317,318,319,487	این ایله کیم (ایلمیش)
این طاکان	130
505	این الا شیر
این آبان	226
321	این امیرالبحرین
این رجب علی سعاده	264
133	این تیسده
این شمر	266,281,312,340,464
264	این سعاده
این عابدین اشاک	264
268	این حمزوی
این عاشور	281
266	این حاجب
این مهداثر	231
211	این بحر مستقری سعاده
این عرب شده	55,63,128,130,149,150,201
317	203,264,270,436
این عربی	این حرام غازی (الکلی)
119,270,281,282,285,286,287	228,370
292,304,305,309,311,312,337,	این علوه



488	انجمن	338,339,370,371,380,381,427
	انجمن عربی (القب)	
473	انجمن امام محمد	381
	انجمن معارف و اندیشه‌های	
53,54	انجمن زهد و عبادت	265
	انجمن آشنایی	
60	انجمن انصاری	370
	انجمن جم	
191,196,197	انجمن محمد بن ابی‌الحسن	164,165,166,167,250
	انجمن کتب	
42	انجمن بنی‌سواد	505
	انجمن جبه	
48	انجمن دینی	166
	انجمن مقرر	
42	انجمن نوآوری	281
	انجمن نجم	
	انجمن باشم‌شعوب	233,241
42	انجمن امام (انکسار بنی‌اسلام)	
	انجمن علمی معارف و احادیث	286,287,288,289,290,291,292,293,294,295,296,297,298,299,300,301,302,303,304,305,306,307,308,309,310,311,312,313,314,315,316,317,318,319,320,321,322,323,324,325,326,327,328,329,330,331,332,333,334,335,336,337,338,339,340,341,342,343,344,345,346,347,348,349,350,351,352,353,354,355,356,357,358,359,360,361,362,363,364,365,366,367,368,369,370,371,372,373,374,375,376,377,378,379,380,381,382,383,384,385,386,387,388,389,390,391,392,393,394,395,396,397,398,399,400,401,402,403,404,405,406,407,408,409,410,411,412,413,414,415,416,417,418,419,420,421,422,423,424,425,426,427,428,429,430,431,432,433,434,435,436,437,438,439,440,441,442,443,444,445,446,447,448,449,450,451,452,453,454,455,456,457,458,459,460,461,462,463,464,465,466,467,468,469,470,471,472,473,474,475,476,477,478,479,480,481,482,483,484,485,486,487,488,489,490,491,492,493,494,495,496,497,498,499,500,501,502,503,504,505,506,507,508,509,510,511,512,513,514,515,516,517,518,519,520,521,522,523,524,525,526,527,528,529,530,531,532,533,534,535,536,537,538,539,540,541,542,543,544,545,546,547,548,549,550,551,552,553,554,555,556,557,558,559,560,561,562,563,564,565,566,567,568,569,570,571,572,573,574,575,576,577,578,579,580,581,582,583,584,585,586,587,588,589,590,591,592,593,594,595,596,597,598,599,600,601,602,603,604,605,606,607,608,609,610,611,612,613,614,615,616,617,618,619,620,621,622,623,624,625,626,627,628,629,630,631,632,633,634,635,636,637,638,639,640,641,642,643,644,645,646,647,648,649,650,651,652,653,654,655,656,657,658,659,660,661,662,663,664,665,666,667,668,669,670,671,672,673,674,675,676,677,678,679,680,681,682,683,684,685,686,687,688,689,690,691,692,693,694,695,696,697,698,699,700,701,702,703,704,705,706,707,708,709,710,711,712,713,714,715,716,717,718,719,720,721,722,723,724,725,726,727,728,729,730,731,732,733,734,735,736,737,738,739,740,741,742,743,744,745,746,747,748,749,750,751,752,753,754,755,756,757,758,759,760,761,762,763,764,765,766,767,768,769,770,771,772,773,774,775,776,777,778,779,780,781,782,783,784,785,786,787,788,789,790,791,792,793,794,795,796,797,798,799,800,801,802,803,804,805,806,807,808,809,810,811,812,813,814,815,816,817,818,819,820,821,822,823,824,825,826,827,828,829,830,831,832,833,834,835,836,837,838,839,840,841,842,843,844,845,846,847,848,849,850,851,852,853,854,855,856,857,858,859,860,861,862,863,864,865,866,867,868,869,870,871,872,873,874,875,876,877,878,879,880,881,882,883,884,885,886,887,888,889,890,891,892,893,894,895,896,897,898,899,900,901,902,903,904,905,906,907,908,909,910,911,912,913,914,915,916,917,918,919,920,921,922,923,924,925,926,927,928,929,930,931,932,933,934,935,936,937,938,939,940,941,942,943,944,945,946,947,948,949,950,951,952,953,954,955,956,957,958,959,960,961,962,963,964,965,966,967,968,969,970,971,972,973,974,975,976,977,978,979,980,981,982,983,984,985,986,987,988,989,990,991,992,993,994,995,996,997,998,999,1000
274,274,275,277		268

240,241,242,368	ایوانی
ایوانی خاص رازی	366
243,439	ایوانی الطری
ایوانی محمد عبداللہ بن عربی	112
350	ایوانی حسن
ایوانی عزیز	89
61,62,71,158,161,162,194,197	ایوانی شمس الدین
205,208,210,211,212,213,216,	473
217,219,220,242,430,481,494	ایوانی سمرقانی
ایوانی (القب)	112
203,365	ایوانی کلام آزار
ایوانی	375
198	ایوانی دافغانی
ایوانی محمد بن عمر	369
369	ایوانی اسلاف
ایوانی منصور	248
350	ایوانی بن علی
ایوانی (القب)	438,439,440
203	ایوانی خدای (احمد بن محمد بن صبر)
ایوانی (نعمان بن حاجت)	ایوانی (امروہ بن محمد خدای)

42	ابوہادی، اہلبیاضی	105, 132, 200, 241, 242, 250	ابو مرثد ثمالی
383	ابو رشید سعید شہناج پوری	243	ابو عمران موی بن عمران مرکی
211, 216, 217	ابو ربیع بن عبدالمعزی	42	ابو قحطہ ثمالی
213	ابو سعید ابن خثیمہ	153	ابو مریم محمد بن مرثد ثمالی
365	ابو سعید بن خثیمہ	291	ابو سعید بن خثیمہ
60, 194, 195	ابو سعید بن خثیمہ (سعید بن مالک بن سنان)	201	ابو موی اشعری ثمالی
60	ابو سفیان ثمالی	209, 210, 221, 222	ابو موی بن مرون
243	ابو شہر بن خثیمہ	197	ابو خثیمہ
112	ابو ظفر ثمالی سعید	489	ابو خثیمہ ثمالی
122, 123, 124, 126, 226, 228, 325,	ابو سعید بن خثیمہ (ابن الامامہ، عامر بن عبد اللہ)	60, 194, 204, 210, 212, 481, 495	ابو سعید بن خثیمہ

287	اسد آفندی	326	المرضا خان مولانا
318	اسرائیلی امام	43	احمد علی لاہوری مولانا
112	اسامیل شہید شاہ	276	المرضا
73,277	اسادات محسن علی	496	المرضا
195	اسدین خیر علی	206	افسار بن علی
186	اسرائیلی	156	اورین علی حضرت
198	اشرف علی قانونی مولانا	284,285	ارشد باوندت آصف خان
266,277	احمد بن قیس علی	496,497	ارشمیدس (Archimedes)
199	اسمیت	294	اسٹیجی نام
163		243	اسحاق علی حضرت


502	اسرار الحقین	136	افضل اللہین
422	اسرار الحقین، سچ	280	اقبال مجددی، پرو فیسر
331	ادوار اللہ مبارک، سعادت	288,291,292,293,296,331,362,	اقبال، سید محمد
317,318,497	امیر تیمور، ورگانی	385,386,397,404,405,406,474	
381	امیر تیمور، سچ	401,475,490,501	اکبر بادشاہ
381	امیر اللہ شہید، شمس	397	آتش
402	امیر اللہ شہید، سچ (مسابقتی)	396	آتش
394	اندرا	303,359,371,372,398,427	الطاف حسین حالی
45,60,65,126,171,175,176,226,	انٹرنیٹ، ناکہ، سچ	42	انصافی، انوار علی
228	انٹرنیٹ، ناکہ، سچ	241	انصافی، یونس عباسی

218	414,415,416	امام حسن علیہ السلام	امام حسن علیہ السلام
208,219	411	امام علیہ السلام	امام علیہ السلام
136,186,446	377	امام علیہ السلام	امام علیہ السلام
200	297,380,402	امام علیہ السلام	امام علیہ السلام
206,207,209	223	امام علیہ السلام	امام علیہ السلام
192,200	370	امام علیہ السلام	امام علیہ السلام
144,145	358	امام علیہ السلام	امام علیہ السلام
		امام علیہ السلام	امام علیہ السلام
401	134,139,140	امام علیہ السلام	امام علیہ السلام
136,137	144	امام علیہ السلام	امام علیہ السلام
	186,192,209,219	امام علیہ السلام	امام علیہ السلام
206		امام علیہ السلام	امام علیہ السلام

برکات الله نوکی، شمیم	بقی الله خوجید
368	290,309,342,344,345,380
برکت الله جو پانی مولانا	بقی الله (ایمید الله بن انجیل)
353,355,356,357	128,130,166,405,439
برهان الاکبر	برهان الله حریفی
369	435,436
برهان الدین اکبر محمد معراج	برهان الدین اسحاق
369	335
برهان	برهان الدین
65,210,212	336
برهان، سلطان	برهان الدین
499,500	264
برهان بن (ایمید الله بن)	برهان بن خرمی
291,404,405,472	302,303
برهان بن حسینی	برهان بن
407,408	359
برهان	برهان بن
339	220
برهان بن	برهان بن
338	320





42	301
حوالہ الدین روی مولانا	
82,108,285,292,294,337	چارمن عبد اللہ انصاری
حوالہ الدین سیٹھی	126,176,366
264	جارج سیل (George Cell)
حوالہ اختر	306
242	جان اسٹوارٹ مل (لکھنوی)
حوالہ مسٹر	404,405,406
363	جہانگیر صفر
حوالہ راجہ شہرہ پنڈت	42
376,393,394	جہانگیر کبیر
جوزف ہورواٹس (Josef Horowitz)	42
370	جیریکس ایمن ہالو
جوش ملیح آبادی	61,68,69,78,80,171,182,193,
375,376,377,393,394,410,411	205,292,439,449
جہانگیر بادشاہ	77
490,491,496,497	504
جلیب مونس	جعفر بن ابی طالب عزیز
318	153,193,195
جے۔ این چٹرجی	جعفر بن حرب

231

نجات از دست

175,176,224,364,366

مذبح

53

حسام‌الدین ابومحمد محمد بن عبدالعزیز بن مازن

نقاری

368,369

حسان بن ثابت

125

حسن بصری

176,185,231,443

حسن بن زیاد کوفی

242

حسن الکلی، نوچه

293,359,360,427

حسن

72,142,143,207,321

حسن

481

353

3

چراغ حسن سرت و صورت

505,506

چندولانی، کار

360

7

حاج قاضی

478

حارث بن حارث

226

حارث بن کلدی

225

حاتم قیث پوری

112

حامد سید

358,359

حبيب الرحمن شروانی

374,487

حبيب الله كندھاری، ملا

221	سین کرکین
206,321	خاندن مہند
349	سین
72,142,199,364,365,504	خاندن ولید کزومی
136,154,196,204,205,322	خاندن
183,207	خان اسلم خان
376	طوائف امام
243,267,268	خان جهان کرمی
491	محمد قرمہ
322,323,325	خانم فیلی
497	میدی
128	خان محمد بول
276,277,278	حیان بن حکم
156	خدیجہ
68,69,70	حیدر علی آتش خوجہ
412	فرم پشاور (شاہ جہاں بادشاہ)
495,496	ع
	خاندن سعید
116,458	194
	خاندن سعید بن العاص
	خاندن بن ہشام

301	دوست محمد قندیاری، نویسنده	101	ضد واک
353	دینا محمد برادران	219,220	خوابت حکیم
358,359	اکا مالک و نویسنده	137	دارالکرم
421	دوست	380	دارالکرم (امام علی بن عمر)
129,281	دکتر و محقق	112	دارالکرم
108	دکتر و محقق	166	دارالکرم
361	دکتر و محقق	381,382,383	دارالکرم
41,266	دکتر و محقق	368	دارالکرم
353	دکتر و محقق	47,48,61	دارالکرم
	دکتر و محقق	404	دارالکرم

434,437,478

راتی

رسالت مآب ﷺ، حضرت

292

46,49,53,54,55,56,57,59,60,61,

راستے بہادر پرشاد

62,63,64,65,67,68,69,70,71,72,

378

73,80,89,90,91,92,94,96,99,100,

رجاء مبین حق

104,107,114,115,116,119,120,

347

121,123,124,125,126,127,128,

رجاء مبین کلمہ

129,130,133,134,135,136,137,

112

138,140,141,142,143,145,147,

رحمت علی، ہمہ جہتی

148,149,153,156,157,158,161,

353

162,163,164,165,166,170,171,

رسالت چاہہ ﷺ، حضرت

172,174,175,176,177,178,180,

43,44,45,46,47,49,50,51,57,79,

181,182,183,184,185,186,187,

80,81,117,118,120,124,125,

188,192,193,194,195,197,198,

126,132,133,134,135,137,138,

199,200,201,202,203,204,205,

152,154,156,157,158,159,160,

206,207,208,209,210,211,213,

163,167,168,176,178,188,192,

214,216,218,219,220,221,222,

206,207,208,209,210,211,212,

223,225,227,244,247,252,258,

213,215,218,219,222,235,237,

259,262,266,281,282,284,286,

250,261,266,267,281,286,307,

288,300,307,316,321,326,330,

324,326,347,348,371,429,431,



362	زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
سراج الدین شیخ (عربی علی نقاری الہادیہ)	192,193
264,265	زید بن عمرو رضی اللہ عنہ
رضی عنہ جس الامہ	207,208
241,243	زین العابدین امام
سریال نمبر	316,502,503,504
356	زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا
سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	183,192,208
137,138,225,495	زینب بنت (صاحبزادی صاحب)
سعدی شیخ	90
407	سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	427
147,159,177,212,458	سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	371
503	سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	159
495	سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
سراج (عربی شیخ)	188,264
289	سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	

397	سنان بن اوس	243	سنان بن اوس
369	سنان بن اوس	133	سنان بن اوس
415	سنان بن اوس	122	سنان بن اوس
138	سنان بن اوس	214	سنان بن اوس
436	سنان بن اوس	436	سنان بن اوس
176	سنان بن اوس	503	سنان بن اوس
153	سنان بن اوس	330	سنان بن اوس
358,372	سنان بن اوس	134,370,487,489	سنان بن اوس
274,276,301,402	سنان بن اوس	سنان بن اوس	سنان بن اوس
356	سنان بن اوس	335,336	سنان بن اوس



316,359,360,370,372,487,492	شاد و شمیم یاد	شریف
481	506,391,392	شاد و شمیم
222,481,482	266	شرف الدین گنج شیری
341,342	206,484	شعبہ خدمت حضرت
96	388	شعبہ العلماء (کتب)
372	167,319,366	شعبہ شاد
378	392	شعبہ دارالمرکز
377	392	شعبہ جہاں بادشاہ (خرم شہزادہ)
506	395,496,497,498	شعبہ شاد و شمیم
270	73,85,266,292,301,502	شعبہ شاد و شمیم

243,369	صدر الشیخ	387,388	شیرازی (حافظہ)
339	صدر الدین عارف ثانی	399	شیراز دوسری
186	صفیہ علیہ السلام	491	فنی
40	صالح الدین اچ بی سلطان	264	صاحب کبریٰ فرید
379	صمدی	290,291,333,338	صاحب روح المعانی
122	صہب روی اللہ	86,95	صاحب نور الانوار
442	شہاب الدین	226	صاحب ہدایہ
194	شیخ ابی قیس	269,270,369	صدر الدین قزوینی
204	شرار الدین اورنگزیب	338,339	صدر السعید
		369	


214,215	عمر بن حیان	149,167	عمر بن حیان
52,68,69,70,71,94,95,124,126,	عمر بن حیان	203,495	عمر بن حیان
139,168,177,183,185,220,228,	عمر بن حیان	52,159,160,212	عمر بن حیان
233,434,446,447,449	عمر بن حیان	186	عمر بن حیان
عمر بن حیان	203	156	عمر بن حیان
عمر بن حیان	203	490,491	عمر بن حیان
عمر بن حیان	203	153,191	عمر بن حیان
عمر بن حیان	204,205	46,47	عمر بن حیان
عمر بن حیان	487	42	عمر بن حیان
عمر بن حیان	212		عمر بن حیان

115	عبدالرحمن محدث دہلوی
عبدالسلام تھوہی دہلوی	290,339
487,488	عبدالغفور سیالکوٹی مدنی
عبدالصالح دہلوی، شاہ	401
367,402,502	عبدالحمید
عبدالقادر	159
411	عبدالرحمن بن ابوبکر (عبدالکعب)
عبدالقادر دہلوی، شاہ	139,140,216,217,233
384,484	عبدالرحمن بن عوف غسانی
عبدالقادر رائے پوری دہلوی	137,212,495
276	عبدالرحمن بن مسلم خراسانی (ابو مسلم خراسانی)
عبدالمکریم، بنی	
316	366
عبدالله	عبدالرحمن بن مسلم مرادی
491	320,321
عبدالله بن ابی امیہ غسانی	عبدالرحمن بن ابی امیہ غسانی
136	502
عبدالله بن سکوانہ	عبدالرزاق کاشانی، شیخ
55	341
عبدالله بن عمر غسانی	عبدالرشید غسانی دہلوی

94,127,217,226,227,316,439,	170	
440		عبداللہ بن جابر
عبداللہ بن عمرو بن اعاص	221	
122,123,124,170,227,228		عبداللہ بن قحطیب
عبداللہ بن عمرو	321	
101,126,147,171,181,201,207,		عبداللہ بن قحطیب
224,225,226,227,228,364	315	
عبداللہ بن مبارک		عبداللہ بن زید
365	227,347,364	
عبداللہ بن مسعود		عبداللہ بن زید بن عامر المازنی
52,94,100,107,195,196,200,217,		انصاری
226,227,228,486	202	
عبداللہ بن مطاع بن عبداللہ بن قحطیب		عبداللہ بن زید بن عبد بن شعیب
481		انصاری
عبداللہ بن وہب امریکی	128,202	
55		عبداللہ بن زید
عبداللہ بن وہب بن مسلم	315	
129		عبداللہ بن عامر
عبداللہ بن قحطیب	122	
498		عبداللہ بن عباس

431	عبدالله بن عبدالمطلب (ابوبکر)	211	عبدالمطلب
196	عثمان بن عفان	119,180	عبدالمطلب بن مردان
200,212,222,224,310,315,494	عثمان بن عفان	126,347,502	عبدالمطلب بن مردان
211	عثمان بن عفان (ابوبکر)	362,406	عبدالمطلب بن مردان
130	عروہ بن قیس	312	عبدالمطلب بن مردان
60	عزالدین بن عبدالمطلب بن عبدالمطلب	60	عبدالمطلب بن مردان
116	عزالدین بن عبدالمطلب بن عبدالمطلب	43,401	عبدالمطلب بن مردان
87	عزالدین بن عبدالمطلب بن عبدالمطلب	225	عبدالمطلب بن مردان
171	عزالدین بن عبدالمطلب بن عبدالمطلب	380	عبدالمطلب بن مردان
42	عزالدین بن عبدالمطلب بن عبدالمطلب	208	عبدالمطلب بن مردان

علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ	علاء الدین بستانی
316	340,341,342,343,344,345
علی بن محمد بنی	علاء الدین طبری
243	499,500
علی بن ابی	علاء الدین عبدالعزیز بن عبدالقاری امام
52,53,54,55,69,72,109,158,	علاء الدین بن
198,199,203,206,207,212,217,	233,336
218,224,310,320,321,396,445,	علم اللہ شاہ
446,447,448,449,454,495	301
علاء الدین	علی الخاوری لاہوری سید
53	41
عمر بن عبدالعزیز	علی القاری دہلوی
61,188,438	72,495,502
عمر بن قارہ	علی بن
369	386
عمر بن دین	علی بن ادراس
363,364	387
عمر بن عبدالقاسم	علی بن عمر مقدادی
320	63
عمر بن حیدر بن کتانی	

صہبی بن لطف اللہ بن مطہر بن شرف الدین	504
317	مروین میر الشیانی
صہبی (سک) بن لطف اللہ	242
48,61,62,283,284,288,471	مرکز خطاب (غزوہ حق العظم) اہل بیت
صہبی، علامہ	52,60,61,100,101,122,126,131,
246,267,270	132,133,136,137,146,147,159,
	160,191,192,193,194,196,197,
نائب (اسماء اللہ خان)	202,203,204,205,206,207,208,
292,294,304,372,385,386,397,	209,210,211,213,217,219,225,
398,399,400,401,403,409,421,	251,315,480,481,482,494
422,479	مرحوم
غزالی، امام	442
280,322,325,405	مروین العاصم الخلیف
غلام علی دہلوی، مولانا	191,193,194,196,197
301	مروین امیہ الخلیف
غلام مصطفیٰ قاسمی، مولانا	221
85	مختار دو
غلام ہادی مصطفیٰ امروہی	220
413,414,416	مولانا ملک الخلیف
غیاث الدین چشتی، سلطان	60



303, 333, 334, 335, 336, 338	374, 375
فصل روزانه	فصلان
318	136
فصل بن دکان	
243	فصل بن
فصل مسین	68, 69, 70, 72, 207, 444, 445, 448,
371	454
فصل روزانه	فصل بن بن بن بن
339, 341, 342	502
فصل بن بن بن بن	فصل بن بن بن بن
397	330
فصل بن	فصل بن بن بن بن
400	405, 472
	فصل بن بن بن بن
فصل بن بن بن بن	338, 339
264	فصل بن بن بن بن (فصل بن بن بن بن)
فصل بن بن بن بن	503, 504
266, 294	فصل بن
فصل بن بن بن بن	144, 145, 442
417	فصل بن بن بن بن

504	قرطبی خان امام	
کثیر بن طح	248,249	
315	قزوینی	
کرتارنگ	96	
355,356	قدوین فارسی	
کرتی امام	156	
255	قرطبی امام (ابو محمد الله انصاری)	
کردی مسید	105,106	
228	قصب الدین بن قنبر کھلی	
کرز بن مقدر غزالی	302,303,500	
160,161,162	قیس بن عباد	
کرم بخش مولوی	198	
42	کاسطی	
کعب بن صبر		
61,122	400	
کعب بن مالک		
65,219,220	267,268	
کعب بن علی خان		
381,382	339	
کمال الدین گھم		

269,270,371	279	کشتی
ماگک بن سٹن		
201	243	کتورمیدہ رنگہ بی بی عمر
بان سٹمہ، رفیعہ		
490	376,377,378,393,394	کاجہ دانی
170		کاجہ دانی
محمد الف جانی سرہندی	363,364	
76,277,279,301,305,308,309,		
312,328,329,342,343,344,345,		
346	353	نارہ پادک
مجیدہ پوری		
378	388	نور حسین
محمد عبداللہ آبادی، شاہ		
380		نور حسین
محمد عبداللہ پوری، قاضی	134,136,137,138,139	
231,232		
محمد باقر، رام	504	نور حسین
504		
محمد بن ابی بکر بن ویدہ، (ابو محمد)	101,105,106,129,180,196,206,	

159	محمد بن علی	130	محمد بن ابوبکر
159	محمد بن عبد الرحمن	158	محمد بن علی بن کعب
216, 217	محمد بن عبد الوہاب	315	محمد بن احمد بن عبد الوہاب بن محمد بن مازہ
319	محمد بن عبدی بن رجب	369	محمد بن احمد
158	محمد بن علی	158	محمد بن اسماعیل بن مسلم
158	محمد بن محمد بن علی امام بزرگ	130	محمد بن ثابت بن قیس بن شمس
72	محمد بن ابی طرطوش	315	محمد بن حسن اشعری بن علی امام
281	محمد بن عبد القیام امام	484	محمد بن حران
40	محمد بن قسطنطین سلطان	158	محمد بن خراسانی
336	محمد بن محمد بن عبدی	158	محمد بن سعد

محمد عرفان آفندی	395	
492		محمد شریف خان
	115	محمد رفیعی اسید
313, 314		محمد زکریا بھٹو
	276, 495	محمد سکسوراز اسید
339		محمد سعید خان مفتی
	1, 2, 34, 36, 115, 273, 274, 275,	محمد مہدی اختر آبادی
317	276, 277, 278	
		محمد صادق نقویہ
279, 280	308	
		محمد عبد السلام بھٹو
	491	محمد جہت انوری
278		
		محمد عبداللہ ستان
250, 484	487	
		محمد عبداللہ مولانا (خالک و سرابی)
	278	
499, 500		محمد علی جوہر
	387, 388	
97, 69, 222		محمد قادی عازری اسید
	472	
		(M Marmaduke Pickersall)

125	محمود بن عقیل	361	محمود احمد برکاتی، حکیم
315	محمود امام	368	محمود بن محمد الملاحی، اخواری
163	محمود بن شیخ، انوار	42	محمود خان، حکیم
403	محمود بن جهان، مرز	400	محمود صلیب، مجید
301,411	محمود بن شمس، مجید	369	محمود علی خان، محمود راجپوری
60,193,194,195,196,210,220	محمود بن عمارت، ابراهیم، انصاری	381,382	محمود و غوثی، سلطان
315	محمود بن ابی، انوار، مرز	323	محمود بن شیرازی
52,53,54,124,160,161,164,197	محمود بن علی، مرز	496	محمود بن علی، مرز
206,210,213,214,222,225,320,	محمود بن علی، مرز	160,224,315	محمود بن علی، مرز
481,482	محمود بن علی، مرز	243	محمود بن علی، مرز
336	محمود بن علی، مرز		محمود بن علی، مرز

368	موسیٰ آسن ڈی برڈو	279	معلق بن شان
496,497	موسیٰ (بن عمران) حضرت	315	مصعب الدین امیری و قلعہ
61,62,144,286,288,442	مومن خان مومن بیکر	303,338,500	مصدقی علامہ
397,402,403	موسا بن علقم	242	موقع بن مالک بن اُمیہ
355	مہاراجن بی اُمیہ	157	مہاراجن
194	مہاراجن بی اُمیہ	164	مہاراجن
355,357	مہاراجن بی اُمیہ	367,368	مہاراجن
372	مہاراجن	496,497,498	مہاراجن شافعی علامہ
373,374,365,417	مہاراجن	264	مہاراجن
414,415,417,418,420,421,422	مہاراجن	292	مہاراجن
423,424	مہاراجن		مہاراجن

281	میرزا حسن
373,374	نزدکیت (رنگ)
403	میرزا علی دہلوی
396	نسائی امام
166	میرزا علی
415	نصیر الدین دہلوی
328,329,339	میسورہ (نام المومنین)
434	نصیر الدین محمد بن حسن طوسی دہلوی
472	میسورہ (نام المومنین)
153,154,434	نصیر حسین
392	نصیر حسین
328,329,333,334,335,336,338,	نصیر حسین
374,403,500	نصیر حسین
181	نصیر حسین
232	نصیر حسین
162,163,221	نصیر حسین
361	نصیر حسین
406	نصیر حسین
491	نصیر حسین



394	نمبر ۱۱
287	واقعہ بن ابرار
243	روح جلال حضرت
62,96,442	ولید بن عبداللہ
349,503	نور احمد پیروی تم امرتسری مولانا
343	وہی۔ ڈی۔ سادہ کر
356	نور محمد مولانا
214,215,460	
284,286,442	نور محمد بن چنگیز بن اکبر بادشاہ
374	نور جہاں بیگم
365,490	نور محمد بن محمد
496	نور محمد بن محمد
212	نور محمد بن محمد
89,90,91,92	نور محمد بن محمد
243	نور محمد بن محمد
353,354,355	نور محمد بن محمد
199	نور محمد بن محمد
120	نور محمد بن محمد

برگمال تہذیب	برگمال تہذیب
291,292,293,294	283,284,286
برگمال کے پوری	برگمال کے پوری
356	210
برگمال کے	برگمال کے
355	210
برگمال کے	برگمال کے
355	347
برگمال کے	برگمال کے
503	503
برگمال کے	برگمال کے
401,491	84,116,201,315,326,346
برگمال کے	برگمال کے
138	287
برگمال کے	برگمال کے
134	284
برگمال کے	برگمال کے
134,138	363
برگمال کے	برگمال کے
505	395,396

اقبال شامان




156	نوسیم	1	اسرائیلی
	نوماس	490,491	
350,366			الطمان
	نومزن	490,491	
202,368,369		2	نوماسد
	نوماسی	204,205	
61,175,315,346,347,349,366		495	نومیم
	نومدی	203	
207			نومکین
	نومول	137	
212			نومزاد
	نومسراکل	161	
211		485,486	نومرایه

484		490		پنجاب
205		499		تاری
174,175		500		تلفظ
174,175		201		قدرو
205		201		حدی
197,483,485,486,487,504		201		قریش
485		475		راہنمائی (بعضوں کا ایک فرقہ)
500				شیبان

363	میں	485,486	میں
486	میں	500	میں
میں			
303,335	میں	497	میں
278	میں	356	میں
280	میں	273,276,353	میں
492,500	میں	400,495,501	میں
181	میں	318	میں
264	میں	471	میں

126	383	اصمهان
194,210,340	438	آدم گز
49	316	افریقہ
349	270	افغانستان
401	302,323,341,342,471	الجزائر
206	290	امرتہ
364,369	343	امریکہ
89,126,145,200,447	353,355,356	انگلینڈ
270,282,373,387,406,413,490,	273,277	ایران
505	109,341,471,742,797	اُردو

392	471	برکات خیریت
357,492	354	بہار چار
191,346,349,350,365,483,504	496	بہار چار
287	203	بہار چار
346,350,500	323,499,500	بہار چار
138	338	بہار چار
85	267,268	بہار چار
319,331,353,357,376,378,393,	278,363,377	بہار چار
489	375	بہار چار
371,427	397	بہار چار

270	تونس	392	بنگلہ
		236,487	
	تونس		بنگلہ و بھارتی واکھور
368		353	
			پاکستان
	جاپان	489	
356			ناروے
	جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن، کراچی	401,497	
115			
	جامعہ الاسلامیہ مصر		بنگلہ
361		132,495,496,497	
	برسٹن ٹاورن آفس		بنگلہ
357		211	
	جرمنی		ترکی
356		264,340,361,492	
	جزیرہ عرب		قبرس
483		497	
	عراق		قبرس شریف
90		330,331	



146,356	بخت	44,45,50,51,52,53,62,63,64, 65,71,95,96,97,103,110,155, 220,237,283,298,299,322,388, 493,494,495	بخت
162,163,195,221,481	جبه	196,201,209,326,327	بخت اشیع
191	تاز	326,327	بخت اعلی
503	نجر اسور	193,194	بخت
191,340,486	فرین شریفین	44,50,51,52,61,62,63,65,96,283, 298,299,304,305,322,493	بخت
55	خود راه	194,199	بخت
194,199	مقر موت	359	بختی قبر
322	طیب	302	بخت
140	فرمان اسد		بخت
	نص		بخت

497,499,500	322	میدر پار
278,294	362,492	فرمان
278	369	خودزم
357	268	میر
381,382	214	دکن
232,354,427	362	دشمن
471,497	315,317,339	دلی (دلی)
496	293,294,302,334,335,336,348,	
247	353,354,358,359,360,372,374,	
	375,377,378,381,400,404,405,	
	406,407,409,427,479,481,484,	

489	492		
330,331	194	32	نہیہ
489,490	349,350		نہیہ
355,357		3	نہیہ
264	355		نہیہ
	361		نہیہ
52,53,122,124,193,194,197,	287		نہیہ
204,205,209,210,224,322,338,			نہیہ
340,481	154		نہیہ
497	317,364,369,497		نہیہ
357	341		نہیہ
471			نہیہ

حرف	شیراز
147,203,205,224,338,340,349	401,402
عرش معنی	سحر و سحر
43	347,349
عرفت	منه
347,365	193
حق گز	صوبه بهار
374	193
حقان	صوبه بهار
197	صوبه بهار
عروس	صوبه بهار
209	488
عراق	صوبه بهار
180	64,124,136
عراق	صوبه بهار
162	471
عزنی	صوبه بهار
323	صوبه بهار
	194

492		فک	کراچی
115,368,387,388	139,224	فرائس	طبر
496	353	لطفین	کراچی
489	197	قورم	کلاش
387	264,265,319	قبرستان	کندہ
194,199	252	قدس	نوفہ
55,196,199,289,320	46,47	قراف	کھیزو
489	265	کسرین	کلی فوریا
355,357	322	کاپر	کلی فوریا لہری
318,319			

369	مهری القاسم	مهرات	336
288	مهری نورو	مهری نورو	330, 331
46, 464, 79, 90, 91, 97, 116, 124,		مهری نورو	393, 497
126, 128, 133, 134, 135, 138, 143,		مهری نورو	41, 353, 362, 379, 406, 489, 496
146, 147, 153, 160, 168, 181, 195,		مهری نورو	373, 401, 415, 417, 483
196, 200, 201, 205, 208, 209, 220,		مهری نورو	276, 277, 361
221, 222, 225, 315, 324, 327, 446,		مهری نورو	471
447, 481	مهری نورو	مهری نورو	181, 184, 217
270	مهری نورو	مهری نورو	
365	مهری نورو	مهری نورو	
251, 252	مهری نورو	مهری نورو	
347	مهری نورو	مهری نورو	
181, 184, 217	مهری نورو	مهری نورو	







60,319,320	98,129,206,261,262,310,326,
خارجیت	330,339,386,488,501,502
319,320	با تشیخ
خوارق	41,261,262,367,396
48,55,56,57,60,262,263,326	
	با تشیخ
رائع (روانش)	323
48,55,56,98,133,326	با تشیخ
	56
سکه	بدست
357,377,379	51,292,293
	
شانی	همچو
501	48
شید	خفی
41,42,262,322,371	294
	خفیه
بی سالی	42
46,119,120,121,248,498	
بی سالی	خفیه

48	مردانہ	51,120,121,122	نقدی
40,41,42,48,57,98,326	مختار	332	نقدی
42,98,326	مختار	326	نقدی
270,501	موت	51	نقدی
320	نقص	322,323,325	نقدی
319	نقص	322	نقدی
120,236,357,363,475	نقص (نقص)	294,296	نقدی
51	نقص	325,501	نقدی
	نقص	119,120	نقدی

51,121,122

119,120,121,188,259

میزبانت

### فردات

214

نیت رضوان

فرد ذات الخاسل 211

197

بکمل جمل

فرد ذات العشر 52,84,

203

بکمل صلی

فرد ذات الخاسل 52,53,84,199,225

136

شہداء کے آمد

فرد ذات 182

209

صلی حدیبیہ

فرد ذات 153,163,216

205

خود ہدیر

فرد ذات 144,181,195,203,211,216

144,201,211,216

فرد ذات

فرد ذات 79,211

126,211,221

فرد ذات

فرد ذات 181,203,210,211

195,196

فرد ذات

واقعہ کرچا	فتح مکہ
126,316	83,84,157,160,181,193,210,
ہم آئندہ	211,216,262,366,481
55	واقعہ روم
	116,202,315
ہجری	
پندرہویں صدی	ایپیل
100	36
تیرہویں صدی ہجری	اٹھارویں صدی ہجری
384	501
ہجری الاول	اکتوبر
473	275
ہجری الثانی	اگست
36,275	273
نوری	انیسویں صدی
492	498
جولائی	پارہویں صدی ہجری
278,364	384
اکبر	شہسویں صدی
359,354,395,411	471


204	ذی‌الحج	260,349	عام‌البرود
191	ذی‌القعدة	153	فرادی
370	رفیع‌الاول	273,274	میلادعزیز صدی‌شوی
501	ربیع	473	مهر
371	رمضان المبارک	101,180,181,182,183,254,265	نیا سال (New Year)
411	ساقی‌عزیز	365	نمبر
359	تبر	106	نویں صدی‌عزیز
316	شعبان	357	1028ھ
317	شوال	427	1040ھ
496	صفر	183,184	1048ھ

350	497	
	•1401	•1050
317,318	367	
	•1415	•1057
273,274	496	
	•1417	•1119
115,275	232	
	•1435	•1161
2,36,191	232	
	•1636	•1246
318	102	
	•17	•125
191	129	
	•1748	•13
232	208	
	•179	•1316
365	41	
	•18	•1395
191,204,209	318	
	•1839	•140

353	379,491	
	•1913	•1849
355	379	
	•1914	•1872
359,492	381	
	•1915	•1874
363	395	
	•1918	•1899
370	492	
	•1926	•1904
364,492	370,372	
	•1927	•1905
357	353	
	•1931	•1908
370	361	
	•1935	•1909
406	359	
	•1936	•1911
293,361	404	
	•1919	•1912

203		278	
	40		1940
198		278,487	
	43		1950
197		318	
	5		1952
221		319	
	536		1994
42,368		273	
	54		1996
209		275	
	58		2005
126		277,278	
	542		2014
472		2,36	
	59		21
126,326		205	
	6		261
153		241	
	60		36







328	757 هـ	325,326	63 هـ
116	797 هـ	315	671 هـ
209	810 هـ	106	7 هـ
265	860 هـ	153,196	710 هـ
163,200,204	9 هـ	233	736 هـ
317	901 هـ	340	74 هـ
		201	
			
319	416 هـ	آب حیات	۱۲
115	416 هـ	آتش که دوست	
	416 هـ	آب و علم و دانش (آب و علم و دانش)	۱
280,281,405		این علم و دانش را به هر که	

اشارات	الاجزاء الاصلية من التراتيب
266	291, 340
اصناف التراتيب	اصناف التراتيب
370	367
اصناف التراتيب	اصناف التراتيب
340	502
اصناف التراتيب	اصناف التراتيب
492	250
اصناف التراتيب	اصناف التراتيب
188	281
اصناف التراتيب	اصناف التراتيب
228	243
اصناف التراتيب	اصناف التراتيب
228	231
اصناف التراتيب	اصناف التراتيب
231	72
اصناف التراتيب	اصناف التراتيب
72	72

358,359	تاریخ ہند	502	نام آخر
85	تاریخ از حادثہ	397	برق انعام
490	تقریر برسی	265	تاریخ آئینہ
215	ترجمہ	498	تاریخ ابن خلدون
497	ترجمہ چغتائی	318,319	تاریخ افغان
73,277	ترویج الایمان	491	تاریخ داکوئی
132	قوات	491	تاریخ سندھ
The early hours.	تاریخ	489	تاریخ شیرازی
361	تاریخ	490	تاریخ فارسی
The Indian War of Independence	تاریخ	317	

354	354	جز متقی اردو از من المرقه
491	495	Gadar Movement, Ideology, Organization and Strategy.
292	356	
414	404	چمن انداز
277	340	چیل پلاس
341	73,266	چیتا اندالیا
358	40	حدائق المنقول و چراغ احوال
316	472	علم و شکافت
		علم و عید جدید

361	86,102	روضة القرمیہ
		
شعرا اشارات	279	
472		
شقا، (پہلی جینا)		زاد اللہ
405	164,165	زبدۃ القلعات
		
صحت ست	280	
342		
صحیح بخاری		سلم
117,130,133,149,150,215,332,	215	
439,460		سراج المصابیہ
صحیح مسلم	281	
116,332		سراج الدیامہ
مہر مستقیم	303	
277		سیرۃ مصطفیٰ علیہ السلام
	487,488	
طبقات (عالمین درجہ شریف)		سیرت النبی ﷺ
133	492	
	Saeed the Fisherman	

43	قادی رضویہ	602	عقیدہ کبریا
235,297,402	قادی حاشیہ	502	عقیدہ کبریٰ
248	قادی حاشیہ خان	502	عقیدہ کبریا
	فتح الہاری	73	عقیدہ کبریا
55,130,149,150	فتح اللہ	387	عقیدہ کبریا
226,232,263,264,265	فتوحات (نن عربی)	414	عقیدہ کبریا
270	فتوحات کبر	502	عقیدہ کبریا
119,281,282,285,311	فصوص النہر	296,502	عقیدہ کبریا
282,285,311,339,380	فتوح الباقیہ	370	عقیدہ کبریا
322,325	فتوح کبر		عقیدہ کبریا
296,501,502		245	عقیدہ کبریا



124	مشارك الاقارب	مستند حادي بن ابراهيم
116	مشارك الاقارب	116
116	مشق	مشق
215,278	مجموع معلمات شيخ سنان	82,285,337,338
341	مصنف ابن ابي شيبة	341
197	مطلوب	231
374	مطلوب	231
491	مشارك القرآن	491
332	مرشد ومرشد	341
231	مرشد ومرشد	495
414	مستند حادي بن ابراهيم	215,231
266	مشارك الاقارب	128
279	مشارك الاقارب	128





280	نسرات القدس	مکتوبات (مہر الف ہائی)	76,277,309,312,343
502	تھاہم اللہ کہ	مناقب الزکوة الاربعہ	206
407,408	تکلیفات (Tales)	منہاج	41
408	تکلیفات اشرافی	منہاج (خاص بشاری)	231
408	تکلیفات ہندی	موطا	129
265	چاہ	مہر ابن امت کہ	502
		نسب الخاند	491
رسانہ اخبارات			
378	ہنگ (اخبار)	آسویہ	380

<p>نہر (طہر) </p> <p>355,356,357</p> <p>معارف (رسالہ) </p> <p>370</p> <p>نشدان (کالم) </p> <p>378</p>	<p>زبان (رسالہ) </p> <p>360</p> <p>حرف و کتابت (کالم) </p> <p>378</p> <p>صوفی (رسالہ) </p> <p>488</p>
<p>ادبیات و کالم</p>	
<p>اللہ! نہ تعجب.....</p> <p>428</p> <p>اللہ! ہی شکت من غیر.....</p> <p>441</p> <p>اللہ! ہی شمع.....</p> <p>458</p> <p>اللہ! آت اعزی</p> <p>430</p>	<p>استغثہ و عبادہ...</p> <p>437</p> <p>اللہ! شمعہ خیر...</p> <p>117</p> <p>اللہ! شمعہ شمع...</p> <p>453</p> <p>اللہ! دس علماء و عبادہ و یقیناً...</p> <p>107</p> <p>اللہ! آت الحمد.....</p> <p>461</p>

شجاعتك لميك لحق الحق.....	سبح لله على من.....
468	435
شجاعتك ربي وحمدك	سبح لله اللهم دوي عذبت ...
465	434
شجاعتك اللهم وحمدك شهد	حسبي الله لا اله الا هو
466	104
شجاعتك اللهم وحمدك	رأى عفرني ونب عني .....
466	444
شجاعتك اللهم وحمدك ...	رشد عفرني .....
432	457
لا اله الا الله العظيم ...	شجاعتك الله لا شريك له .....
439,440	467
مرقي كمرشاد سورة عزل ...	شجاعتك الله وحمدك حمدك
427	467
استغفر الله الذي .....	شجاعتك الله وحمدك استغفر الله .....
457	468
استغفر الله والوقت ...	شجاعتك الله وحمدك لا حول ...
457	466
	شجاعتك الله وحمدك .....
	465

### اسلامیات / احادیث

325		آفریت
	اسحاب اعراف	67
64		اجل
	اسحاب بدر	
126		اجل سے نبوت
	اسحاب منہ	264,493
447		الہام
	الہام	51
43,299		احادیث
	امیر المعروف فی من المکر	67,250
41		احادیث
	امیر المؤمنین فی الحدیث	48,57,67,68,69,258,332,502
53		ارتداد
	انہاس	239
479,480		ازلیت
	انجیل و مومنین	309
44,50,57,61,65,85,96,97,281,		استدراج
282,283,288,305,424,455,463,		298,325
		امراء و مومنین




334	بزرگان چشت	478,494,506	انصار شریح
		315,316	اولیاء کرام سے
319	ٹی وی	44,57,62,75,86,87	ال بدعت
		262,263	ال بیت
52,53,60,61,96,109,122,123,	تابل (تاہین)	64,75,315,316,319,417	امتی
129,172	توپہ رکش	50	انی
300	تقریر	49,50	بازار ہائے اطفال
262	تشریح	328	بدعت (بدعات)
67	تصویر	233,260,262	بدعتی
244	تومید	60	
40,42,67,71,74,75,76	تومید و سنت		

44	خطوط	319	
			بہار
304	آب	402	
			پیشہ
251	مشرقِ اوسط		
		330	پاکستان
330	نقارۂ صومالیہ	401	
			پاکستان
62,330	قسم بہت	379	
			حدیث
51,67,129,180,277	نقص	250	
46			حرام
	ذاتِ علی	270	
312			مردِ کافر
	عزالتِ راشدہ	246,247	
53,54,147			مضوری
	عزالتِ مشرق	324,325	

61	42,316,317,472	خانی کے دربار	راست
67	200	خان کے راشدین	روزہ
254	42,126,206	علیہ راشد	رأیت پوری حیا
41,48,94,97,98,102	52,61,321	غنی	
			زکوٰۃ
103,253,255	56	خودکاشت چورا	
			سراک
110		دعوتِ ہندی مشائخ	سکھن
	332		
479,480		دعوتِ ہندی مشائخ	
	331		سندھ کی
499			
		رقم	سرساں اورچہ
276	479	رقم	سلطنت ہند

479	سوانح	302,303,329,343	سلسلہ چشتیہ صوفیہ
479,480	سوانح	331,333	سلسلہ چشتیہ صوفیہ
329	سیدنا شمس الدین	331,333,337,502	سلسلہ سہروردیہ
455,460,461,462	سیدنا شمس الدین	338	سلسلہ عالیہ چشتیہ
	سوانح	333	سلسلہ عالیہ چشتیہ
73	سوانح	274	سلسلہ عالیہ چشتیہ
241	سوانح	43,290	سلسلہ عالیہ چشتیہ
97,241,307	سوانح	277,278	سلسلہ عالیہ چشتیہ
44,45,47,51,58,59,60,61,62,	سوانح	276,343	سلسلہ عالیہ چشتیہ
63,64,65	سوانح	301,380	سوانح
47	سوانح		



493,494	62	شکست پری	صوفی دین
53,61,91,122,123,126,174,216,	45,47,57,62,64,492	شہداء	صوفی شہر
431,494	57,62,65	شیدائی	صوفی شہر
103	317	صاحب قرآن	صوفی شہر
62		صوفی شہر	صوفی شہر
40	498	صوفی شہر	صوفی شہر
86,102,280,292,299,300,305,	41,52,53,54,55,57,60,79,83,	صوفی شہر	صوفی شہر
306,307,310,337,341,346,385	84,85,89,90,94,95,100,101,	صوفی شہر	صوفی شہر
	109,120,121,122,123,125,126,	صوفی شہر	صوفی شہر
256	127,129,133,134,141,146,158,	صوفی شہر	صوفی شہر
	163,165,168,172,175,178,184,	صوفی شہر	صوفی شہر
319	197,200,201,202,203,208,210,	صوفی شہر	صوفی شہر
	212,213,216,217,218,226,228,	صوفی شہر	صوفی شہر
	250,259,266,272,322,326,364	صوفی شہر	صوفی شہر
	429,449,458,461,484,487,488,	صوفی شہر	صوفی شہر

257,258,259,260,261,263,265, 266,267,269,270	503	
فردوس	402,404	عزیز
369		6
فنون لطیفہ		عبداللہ
401,402,404	227	
7		عزیز
تاریخ	126,203,494	
329		7
قلب اللہ		غریب
493	256	
فردوس (عزیز)		غریب (غریب)
146	251	
قیاس		8
250		28
قیامت	220,237,315	
50,54,56,57,58,59,60,67		فردوس
ہم	67,237,253,315,321	
309		فردوس (عزیز)
	231,239,242,245,247,248,256,	

270			کتاب و سنت
	نجد		
333		44,250,307	کشف (مکاشفات)
	محمد شین		
251,256		43,97,299,304,306,310	کلمات نبوت
	حنث		
134		306,310	کلمات و احادیث
	ذکر		
479		306,107,110	نظم و نثر
	مراقبات		
110		161	قصو
	مرتد		
35,174,204,205		236	مردود آگاه
	مرتد منوره		ماتری
291		301	مادری
324		289	مناج
246			مشاجرت صحابہ کرام علیهم السلام

52	موضوع	206	مشائخ پشت (چشتیہ)
256	موت	302, 329, 334, 335, 336, 338	مطابق
479, 486	مہاجرین	503	معموم
315, 316	میشاق خانیہ	252	مقلدہ (مقلدین)
244	نوائے القلوب	251	مکرر
226		259	ممسوک الہام
	نیت	282	منافقت
48, 54, 55, 204, 205, 442	نہج	66, 67	منافقین (منافق)
50, 75	نقشبندی	66, 67, 79, 96, 97, 326	مکر
208	نقشبندی مہدی	256	مومہ (مومدین)
380			

341,342,343,344,345,380,412,

416



ہائی

289

ہفت ٹوائس رحم

(A Herculean Task)

35



تھار

397

شب بارات

427

شب معراج

94,192,478

عید الفطر

183

بیت المقدس

182



۱۴

43,44

وحدۃ الشہود

312,337,340,341,342,343,344,

345,346,380,416,

وحدۃ الوجود

56,286,297,337,338,339,340,

خوبہ صاحب کی چھڑیاں

397

وسیرہ

397

دوہلی

397

رحب میں خیمات

397

سحر ہویں

397

سوز

397	دار صاحب کامیاب
94,211	دار صاحب کی چیزیں
397	مردوں کی چادر
<b>طب</b>	
209,210	طاجون
483	کھور و نل
244	کوتھ
482,483	جوارش
489	جوارش پالینوس
427	شیتان
276	شکر
482,489	شکر

شرب الاحل	
391	ایاز قدردانش
35	مکون مونس (مونس)
391	پاجاننکس (مونس)
327	مکون مونس (مونس)
332	پاجاننکس (مونس)
401	پاجاننکس (مونس)
374, 375	پاجاننکس (مونس)
پاجاننکس	
235, 295, 373, 374	پاجاننکس (مونس)
297	پاجاننکس (مونس)
368	پاجاننکس (مونس)
100, 102, 191, 247, 449, 475	پاجاننکس (مونس)
235	پاجاننکس (مونس)
235, 236	پاجاننکس (مونس)
235	پاجاننکس (مونس)
415	پاجاننکس (مونس)
177	پاجاننکس (مونس)
143, 144, 170, 499	پاجاننکس (مونس)

367,409	توس (تے)	164	لچ (نڈل)
236	مستو	143,144,283	زب (ڈبے)
46,382,412	مکھڑا (مکھڑے)	297,483	سپ
188	مکھڑا	248,367	س
415,499	مکھڑا	329	س
235	نیل بے	412	کپڑوں
415	باقی (باقی)	412	کپڑا پانی
<hr/>			
473,474	رطل	75,260,325,473	چاند
474	زیر	473	دھار (دھار)



مرث	مرثان
473	473
مشوق	سوق
474	75,127,165,267,393,473
ماتين	ماتين
472	472
مزان	تلقب
473	474

### الشار

#### عربي

إن كان نسي عند سلمى قول  
 فلا ناسي ما يقول العمود  
 36  
 حود كرونة. هي لرحمة والهدى  
 شمتة حلق. مع الحود والود  
 34  
 فركت إن لم تلت طفت نولة  
 وفرحت بالانتهى نة نسما  
 479

فـل لاسـي السـمـل قـول مـحـرف  
مطـي حـمـادی و حـاء نـار حـب  
برہم کے لیے دعا کیے مل 473  
هـذا لـيـذـي تـعـرفـ اـلـمـنـعـهـ و عـلـانـه  
والتـعـت بـعـرفـه و السـمـل و الحـمـه  
برہم کے لیے دعا کیے مل 504  
نـازـب اـلـمـنـعـه و السـمـل و عـلـانـه  
مـن عـنـدك الحـمـي و التـلـو قـي  
برہم کے لیے دعا کیے مل 63

### غازی

يا اے ہم عس باہم عالم  
من و تو کشہ شان عالم  
221  
عـت اـشـاء لـرگـي زـادہ نـمـت  
اـمـل او جـ لـذت اـبـاد نـمـت  
برہم کے لیے دعا کیے مل 474  
عـدہ او تـعـلـل عـدہ اـمـر و زـلـت  
تا عـادہ مـج فـرہـاے ہـمـت  
برہم کے لیے دعا کیے مل 162

دریں محفل کہ ہوسن فرنگ از خود ریزد او را  
نگاہ چوہ سوز آرد، دہلے دانتے راز او را

دوستوں! را کہا کئی عرصہ  
تو کہ ہا دشمن غم داری

دی شمع آچانج ہی گشت سرد شیر  
کز دیو و دد ملوم و انانم آردست

نہ رازقی ملک قرآن کیا سوز  
چاہے کہ چراغِ اہلِ ہر فرد  
331

ز من بزم چیدن کناره می کردی  
تا خاک من ، آرمیده بگر

409

من محرم طلق تا ۳۷۵ کلم  
یکہ تا ۴ ہند گان جودے کلم

285

مہمان ما و بیت اللہ رحمت  
کہ جبریل امین را ہم خبر نیست

نہت مت نے لاکو ہر مکان مہوی  
ہاں مگر نوار نظم در دہان مہوی

505

دا کرو چشم چوں پے دیار مرتضیٰ  
خندید مثل غنچہ و کارش تمام شد

396

دبج عزیز رفت، یا ۲ قضا کلم  
حمرے کہ ہے حضور صرائی و جام رفت

399

یاراں ز مہربانی دانتہ، ہرچہ دانتہ  
ماخوب می شایسم، اسے درود آچہ مانیم

396

اردو

67

آتے نہیں جن کو اور دھندے ساقی  
اہم کے وہ جتے ہیں پھندے ساقی

393

آکے سجادہ نقیص تیس ہوا میرے بعد  
نہ رہی دشت میں غالی کوئی یا میرے بعد

422

آگ تھے ابتداءً عشق میں ہم  
اب جو ہیں خاک، ایتھا یہ ہے  
424

آگے کو کے کیا کریں سب طبع وراز  
یہ ہاتھ سو گیا ہے، سرمانے دھرے دھرے  
419



اب کے جنوں میں فاصل شاید نہ کچھ رہے  
دامن کے چاک اور گریباں کے چاک میں  
419

اس ہائے جاں سے آتش دیکھیے کیوں کر بنے  
دل سوا شیشے سے ٹازک، دل سے ٹازک غم سے دوست  
413

اعضاء بدن سب مضطرب ہیں اس دل کے شہادت پانے سے  
فکر میں حلاطم برپا ہے، سردار کے مارے جانے سے  
506

اور اہل قفس کو جلائے کو پھولوں نے یہ کہلا بھیجا ہے  
آتا ہے اگر تو آجاؤ ایسے میں ابھی شاداب ہیں ہم  
391

اے نازش آدم صل صل  
اے نرسل خاتم صل صل

(صلصالوں میں دعا ہے)

ایک اجیری راکھ کی تھی مچ جائے میر پر  
برسوں سے جتنا تھا شاید رات جل کر رہ گیا

423



بت ٹاٹ کھو ڈالے مسجد کو ڈھائی  
دل کو ت توڑے یہ خدا کا مقام ہے

413

بس کہ رہتا ہے پار آنکھوں میں  
بے نظر بے قرار آنکھوں میں

(دعا ہے کہ دعا کی ہو)

بنتی قبا پر جیری مر گیا ہے  
کنن میر کو دہچو دھروانی

424

بت میر مہر ہم جہاں میں رہیں گے  
اگر وہ گئے آج شب کی سر تک

424

بے جگہ کیا کہے کوئی افسانہ آپ کا  
ناموش کچھ مجھ کے ہے دیانہ آپ کا

392



پڑا وہ اسے دل وابستہ، چٹائی سے کیا حاصل  
مگر پھر چپ زلف بڑھکن کی آزمائش ہے

36



تجھے آہ سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی  
کہ تو گفتار وہ کردار تو ثابت وہ سیارا

333

ترقی طلب کیجئے ہر گھڑی  
خدا ہے نہایت ہے، وہ اس کی بڑی

345

تری آہ کس سے خبر پائے  
دی ہے خبر ہے جو آگاہ ہے

420

تے سے کھینچ لے، منہ کو، آن کر فراش  
اگر کہیں کہ منا، اٹھ کے، چاندنی کا جھول

350

تم بھی کچھ اپنے باپ کی اس دم حد کرد  
آفت میں آج ہے ہر شے  
417

تم رات وعدہ کر کے جو ہم سے چلے گئے  
بحر تپ سے خواب میں بھی نہ آئے، بکھلے گئے  
414



نکد کچھ لیا، دل شاد کیا، خوش دلت ہوئے اور چل گئے  
476



دب اہل ہوش کہتے ہیں افسانہ آپ کا  
منا ہے اور بنتا ہے دیوانہ آپ کا  
392

ہم غامی کا جہاں پردہ اٹا  
ہم ہوئے وہ ، میر ، سب وہ ہم ہوا  
419

جن جن کو تھا یہ عشق کا آزار، مر گئے  
اکثر ہمارے ساتھ کے پیار مر گئے  
419



جنس بازار معاصی، اسد اللہ اسد  
کہ سوا تیرے کوئی اس کا خریدار نہیں  
304

چود ہے بخشش ہے، دل نوازی ہے  
ہر ایک طرح غلاموں کی سرفرازی ہے  
285

نہی نہ کہہ کی میں چھٹی بھی، غلی نہ کہہ کہ دل میں بھی بھی  
یہ جہانگ چھک میں اس کی ہے نہ چھری میں ہے نہ کندہ میں  
420

بی دغا جائے ہے حر سے آہ  
رات گزارے کی کس خرابی میں  
421

### 8

چاندن پڑا چنار کے نت آنہ کوئے چم  
رو رو چندان مہی پھر سے پڑا لچ سے کام  
379

چھلے ہیں بندھے پھٹی ہے کٹی جس ہے پوئی پھنسی ہے ہری  
قیامت اس کی ہے نکل پوشی، ہمارا ہی تو، چنگ آ  
421



حدیث زلف واز اس کے من کی بات بڑی  
بکھر کے دن ہیں بڑے یاں بکھر کی رات بڑی  
423



غم کو توڑ دیں گے یہ کھلنے دیکھو  
پہلے چھپنے چھپنے دیکھو  
394

خوش رہتے ہیں چاندی کی تلا کے منائی  
نہ ہم کو غم دزد نہ اندیشہ کا ہے خوب فراغت  
416

خوشا وہ دل کر ہے جس دل میں آواز تیری  
خوشا دماغ جسے تازہ رکھے یو تیری  
413



دلت کرے اور کھر گئے چنہ بوجھ نہ لے  
ایسے بڑے تل کو کون ہاتھ نہیں دے  
304

دل جو تھا اک آبلہ پہن گیا  
رات کو سینہ بہت کوا گیا  
423

دلی میں آج بیک بھی ملتی نہیں نہیں  
تاکل تک دماغ جنہیں تخت و تاج کا

424

دورا جھ سا کوئی لا نہ سکے گی دنیا

378

دے ماراں نے ہیڈ دلی کو زمین پر  
کہتے ہوئے کہ "جاوے! میرا نہ آپ کا"

393



دھڑ دھڑا کر کلکوں کلکوں ملنے کے نہیں ٹاپ ہیں ہم  
تعبیر ہے جس کی حسرت و غم اس ہم نشو و خل ہیں ہم

391



رات بھر شمع سر کو وضی رہی  
کیا پتے نے اتنا کیا

418

رات دن شمع ہے، میلہ ہے  
میر و ماہ کا کھورا چٹا ہے

398

دیکھیں گا جتنا کہیں دیکھتے تو  
ہاں یہ میرے گھر میں آیا تو دیکھا  
403

روئے سے اور عشق میں بے باک ہو گئے  
دھوئے گئے ہم ایسے کہ بس باک ہو گئے  
399

ہے کیا مصطفیٰ آباد میں داغ  
وہ سارے لطف تھے عند آشیوں کے ساتھ  
383



سب عزیز و آشنا نا آشنا ہو جائیں گے  
قبر میں پیوند جیتے ہیں، جدا ہو جائیں گے  
395

سب ملے ہے یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے  
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں  
288

سر لون کا ، مٹھ پیاز کا ، ایندھ کی گردن  
416

سنئے ہو قتل پھولوں نے کیا شور مچا دل سن کے کہا  
ن کی تو ہے پابستہ دل کی جب تک کہ خدا شایب ہیں ہم  
391

یکہ دا کو دیجے جا کو یکہ سہائے  
یکہ نہ دیجے ہندرا جو گھر بنے کا جائے  
173

۱۷۲

شاید وہ عاشقوں کو سمجھتا ہے یوم محض  
رکھتے ہیں جو وفا کی تمنا جٹا کے بعد  
236

شہرہ فاتح نہیں کچھ تیر کی استادی میں  
آپ بے بہرہ ہے جو حقیقت تیر نہیں  
422

۱۷۱

صاف آئین میں کوہ پڑا ہل جا  
کچھ ٹوٹے سے اس چنگ نہ پوچھ  
415

۱۷۰

عبور آدم خاکی سے یہ ہم کو یقین آتا  
تراشا اچھن کا دیکھتے غلوت نہیں آتا  
412

۱۶

عالم کسی حکیم کا ہاتھما ظلم ہے  
کچھ ہو تو اعتبار بھی ہو کائنات کا

420

۱۷

غائب کہ دل خست شب بھر میں مر جائے  
یہ رات نہیں وہ جو کہانی میں گزر جائے

423

غائب اپنا یہ عقیدہ ہے بقول ناسخ  
"آپ ہے بہرہ ہے جو مستند میر نہیں"

422

۱۸

فرشتہ موت کا چھتا ہے گو بدن حیرا  
ترے وجود کے مرکز سے دور رہتا ہے

296

۱۹

قم ہاؤن اللہ کہہ سکتے تھے جو رخصت ہوئے  
خانقاہوں میں مجاور وہ گئے یا گو رکن

328



کانا نرا کرل کا اور ہدی کا کہم  
سوکن نری ہے بون کی اور سائے کا کام

480

کل تم جو بزم غیر میں آنکھیں پڑا گئے  
کھوئے گئے ہم ایسے کہ اقیار پا گئے

397

کہتا ہے کون تارِ بلبل کو ہے اثر  
پردے میں گل کے لاکھ جگر پاک ہو گئے

290-26

کھوئے ہیں اس نے بھین بھنی کے بند  
تہ کر رکے جیم سے کہ وہ تہائے گل

403

کیا ڈھنڈ رہے ہو وہ کہ ملنے کے نہیں ٹاپ ہیں ہم  
تم دیکھ کے جس کو بھل گئے اسے دل دھو غروب ہیں ہم

391

کیا کیا عذاب اٹھائے ہیں اتدہ عشق کے  
ہم اب تو کچھ بھی نزاکت نہیں رہی

404

کیوں نہ میں قربان ہوں، جب وہ کہے گا تے  
ہم کو جفا کا ہے شوق، اہل وفا کون ہے؟

404



گرچہ ہے طرزِ تحائف پر وہ دروازہ عشق  
پر ہم ایسے کھوئے جاتے ہیں کہ وہ پا جائے ہے

398

گری حتیٰ جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیانہ کیوں ہو

111



لاکھ دینے کا ایک دینا ہے  
دل بے دعا دینا تو ہے

381

لایا ہے مرا شوق مجھے پردے سے باہر  
میں ورنہ وہی ظلوٹی راز نہاں ہوں

420

لذت سے نہیں خالی جانوں کا کپا جانا  
کب شہر و سمیائے مرنے کا مزا جانا

421



لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام  
آفاق کی اس کارکہ شیشہ گرمی کا  
424



مال ہے نایاب اور گاہک ہیں اکثر بے خبر  
شہر میں کھول ہے عالی نے، وہاں سب سے الگ  
477-303  
محمد کا دشمن علی کا عدو  
نہ کہہ لہجہ حسنین اپنے کو تو  
388

مراشورن کے جو لوگوں نے کیا پوچھا تو کہے ہے کیا  
جسے میر کہتے ہیں صاحبزادہ وی تو خانہ خراب ہے  
421

مرغانِ قفس کو پھولوں نے اسے شاد یہ کہلا بھیجا ہے  
آتا ہے اگر تو آجاء ایسے میں ابھی شاداب ہیں ہم  
391

مسافر یہ تیرا دشمن نہیں  
342

مستانہ جو میں نے قدر بھنگ چڑھایا اور عالمِ وحشت  
جب شعر لکھا کہ بنیا و مرزا لب و کیم حلاوت  
416

مہد کے زیر سایہ اک گھر بنا لیا ہے  
یہ بندہ کینہ مسایہ خدا ہے  
400

مصارف کی طرف سے مطمئن ہوں میں ہر صورت  
کہ اہر سلطان چہاں تیکم زرد افشاں ہے  
اس حد کے لیے خدا کی ہر طرف 493  
میر دیا ہے نئے شعر زبانی اس کی  
اللہ اللہ دے طبیعت کی روانی اس کی  
420

میر صاحب زمانہ نازک ہے  
دونوں ہاتھوں سے تھامے دستار  
418

میر کے شعر کا احوال کہوں کیا غالب  
جس کا دیوان کم از گھٹن کشمیر نہیں  
422

میر! اس ہے نکش کو چلا جان  
کچھ ہمارا اگر سراغ لگا  
419

سے خانے کا محرم بھی محرم نہیں ہے

83

سے خانے کا محرم بھی محرم رہے گا

83

(ن)

نہا منسب ہے خون کھولنا

پھر کسی اور وقت مولانا

376

نچھڑ گاہ عشق میں افراد صید سے

روح الامیں کا نام شکار یوں ہوا

419

نظر آتی ہیں ہر سو صورتیں ہی صورتیں مجھ کو

کوئی آئینہ خانہ کارخانہ ہے خدائی کا

413

نگاہ قلب میں جب تک سرور ہوتا ہے

یہ بندہ والد عبدالغفور ہوتا ہے

411-410

نہ تھا اگر تو شریک محفل قصور مرا ہے یا کہ تیرا

میرا طریقہ نہیں کہ دکھ لوں، کسی کی خاطر مئے شہانہ

110

نہ ہوا، نہ نہ ہوا تیر کا انداز نصیب  
ذوقِ یاروں نے بہت زور غزل میں مارا  
421—

نہ پوچھ نکو مرہم جرمِ دل کا  
کہ اس میں ریزہ الماس جزوِ اعظم ہے  
28—

نہیں معلوم اب کے سال سے خانے پہ کیا گزری  
ہمارے توجہ کر لینے سے بنانے پہ کیا گزری  
411—



وہ دل روشن کہ تھا سارے زمانے کا چراغ  
گھر پہ میری بنا ہے اب سرہانے کا چراغ  
414—  
وہاں تو صبح سے شام تک کنورا جتا ہے  
396—



ہر شیریں میں کہیں کہ کائنات کا  
کوہ کن یہ پہاڑ سی راتیں  
423—

ہر لکھ نیا طور، نئی برق چلی  
اللہ کرے مرغلہ شوق نہ ہوئے

110

ہر چند رام پر میں گھبرا رہا ہے داس  
کس طرح چائے کلب علی خان کو چھوڑ کر

382

ہوش والوں سے جو سنتا ہے فسانہ حیرا  
بیٹھا منہ پھیر کے ہنستا ہے دو آنہ تیرا

392

ہے جو صاحب کے کف دست پہ یہ پگنی ڈلی  
زیب دیتا ہے اسے جس قدر اچھا کہیے

401

ہے دو رگوں کا ٹشمن بیکر خاکی میرا  
رکتا ہے بے تاب وہوں کو مرا ذوق طلب

عمل دال کے لیے حلا، نیم سو 362, 363



یا یک نیاز اس سے کیوں کر کوئی بر آوے  
آتا ہو سو طرح سے جس کو کہ ناز کرنا

414

یہ در مہلت، جسے عمر کہتے ہیں  
دیکھو تو! انتظار سا ہے کچھ

419 \_\_\_\_\_

میں جانا کہ کچھ نہ جانا ہائے  
سو بھی اک عمر میں ہوا معلوم

418 \_\_\_\_\_

طوبیٰ ریسرچ لائبریری  
اسلامی اردو، انگلش کتب،  
تاریخی، سفرنامے، لغات،  
اردو ادب، آپ بیتی، نقد و تجزیہ

[toobaa-elibrary.blogspot.com](http://toobaa-elibrary.blogspot.com)